مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی
مدیرہ — قیصر آرا
مدیر منتظم — طاہر احمد قریشی
معاون مدیرہ — جویریہ احمد
روشن احمد
جلد 37
شمارہ 03
جون 2015
ماہنامہ
آنچل
اشتہارات اور مزید معلومات
0300-8264242
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
f/women.magazine
/pkwomenmagazine

اپریل شمارے میں

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: ماریہ زاہد ... آرائش: روز بیوٹی پارلر ... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: آنچل، پوسٹ بکس نمبر 75، کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ای میل: info@aanchal.com.pk

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنائی بات (بلا تحقیق) بیان کردے۔" (مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جون ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

اللہ کا شکر ہے اور آپ بہنوں کا ادارہ تہہ دل سے شکر گزار ہے سالگرہ نمبر 2 کی پسندیدگی اور آنے والے "ماہنامہ حجاب" کے لیے ڈھیروں مشوروں کا۔ یہ آپ کے دو میٹھے بول ہی تو ہیں جو ہمارے حوصلے بڑھاتے ہیں اور ہمیں کام کی لگن اور حوصلہ دیتے ہیں۔

موسم گرما اپنے عروج پر ہے گرمی کی شدت اپنی جگہ بجلی کی لوڈشیڈنگ نے اسے عذاب بنادیا ہے۔ روشنی پھیلانے والوں نے اندھیرا کررکھا ہے بغیر اطلاع کے جب چاہتے ہیں بجلی بند کرکے حواس باختہ کردیتے ہیں۔ جانے کب تک یہ عذاب جھیلنا پڑے گا اس گرمی نے ہوش اڑا رکھے ہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ سے کس طرح مخاطب ہوں دراصل کہنا کچھ چاہ رہی ہوں اور قلم کہیں اور چل رہا ہے۔

تمام بہنوں کا شکریہ جس طرح اور جس محبت سے انہوں نے نئے ماہنامہ حجاب کی پذیرائی کرنے کے لیے اپنے جذبات اور خدمات پیش کیں ہمارا حوصلہ بڑھانے کے لیے آپ کا تعاون اور محبت نہایت ضروری ہے ان شاء اللہ بہت جلد آنچل کے ساتھ ساتھ نیا ماہنامہ حجاب بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا اس کے سلسلے میں نئے ماہنامہ کی قیمت اور صفحات کے تعین کے لیے آپ کے مشورے اور رائے کا انتظار ہے کہ حجاب کے کتنے صفحات ہوں اور اس کی کیا قیمت ہو اس کا فیصلہ آپ بہنوں نے کرنا ہے اور آپ کے فیصلے پر ہمیں عملدرآمد کرنا ہے۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ آپ جلد از جلد اپنی تجاویز سے ادارے کو آگاہ کریں گی۔ جولائی کا شمارہ رمضان نمبر جبکہ اگست اور ستمبر کا شمارہ عید نمبر ہوگا۔ بہنیں اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ سب کی تحریرت کو بھی شامل کیا جاسکے۔

◆◆ اس ماہ کے ستارے ◆◆

☆ شب ہجر کی پہلی بارش — طویل عرصے بعد نازیہ کنول نازی کا سلسلہ وار ناول جسے پڑھ کر آپ کا دل پیار بھری بارش میں بھیگ جائے گا۔

☆ عشق تمام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — دولت کو ایمان اور عشق مصطفیٰ سے فروتر سمجھنے والوں کا خوب صورت ناول خوب صورت تذکرہ میں۔

☆ زندگی کے رنگ — محبت، وجاہت، حسد، دولت سب رنگوں کو زندگی کے کینوس پر بکھیرتا اُم ایمان کا خوب صورت ناول۔

☆ وہ میرا جنون تھا — محبت جب جنون کا روپ دھار لے تو بہت سی مشکلات کھڑی کرتی ہے عابدہ سبین کے منفرد انداز میں۔

☆ پہلی بار ستارے ٹوٹے تھے — شک اور بدگمانی کے سائے میں لپٹی صائمہ قریشی کی خوب صورت کہانی۔

☆ میرٹ پیارٹ مال — رمضان پر خصوصی تحریر اقصیٰ کے دلفریب انداز میں۔

☆ ماسی عابدہ — تدبیر کے ذریعے تقدیر بدلنے والی عابدہ کی کہانی جانئے فرحین اظفر کی زبانی۔

☆ میں بھولی میرا آشیاں — اپنے آشیانے کی خواہش لیے افشاں علی کی موثر تحریر۔

☆ اعتراف محبت — چاہت کا اقرار، محبت کا اعتراف زندگی کو مزید حسین بنا دیتا ہے حمیرا نوشین کا سبق آموز افسانہ۔

☆ لیبرڈے — "اے میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو" کی عملی تفسیر لیے مہر گل کی مختصر اور موثر تحریر۔

☆ ٹوٹی ہوئی چوڑی — نوخیز جذبوں کی ترجمانی کرتا سمیرا استار کا مختصر افسانہ۔

☆ روٹی — بعض اوقات خوشہ گندم کا حصول کس قدر مشکل ہوجاتا ہے بشریٰ باجوہ کے اصلاحی انداز میں۔

☆ ادھوری کہانی — دھوکا جب ذات کا حصہ بن جائے تو ادھوری کہانیاں جنم لیتی ہیں ایسی ہی ایک کہانی عنبر کی زبانی۔

☆ صحرا کی پیاس — سیدہ آب دیدہ ریگستان کی کہانی جہاں بوند بوند ترستی ہے زندگانی۔

☆ تنہائی — ہر محفل تنہا کر جانے والی ماں کی تنہائی کیسے ختم ہوئی آپ بھی جانئے کائنات نور کی زبانی۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصرآرا

حمد

کررہے ہیں تری ثنا خوانی
سوچتی بھرتی بولتا پانی

تو ہے آئینۂ ازل یارب
اور میں ہوں ابد کی حیرانی

تیرے جلوؤں کے دم سے گل و بہار
تیرے سورج کی سب درخشانی

گونجتا ہے ثنا کے نغموں سے
گنبد جاں ہے میرا نورانی

پار ہوتی نہیں مرے مولا
درد کی سرحدیں ہیں طولانی

تجھ سے بخشش کا ہے تمنائی
تیرا بندہ صبیح رحمانی

صبیح رحمانی

نعت

یہ کس کا نام لب پہ آگیا ہے
فضا میں نغمۂ صلّ علیٰ ہے
تصور میں دیار مصطفیٰ ﷺ ہے
نگاہوں پہ در جنت کھلا ہے
وجود سرور کون و مکاں ہے
زمینوں آسمانوں میں ضیا ہے
میرا مقصود و مطلوب تمنا
حبیب خالق ارض و سما ہے
وہ بیواؤں یتیموں کا مربی
غریبوں بے کسوں کا آسرا ہے
کوئی سائل نہیں محروم جاتا
یہ در سرچشمۂ جود و سخا ہے
بھٹکنے کا اسے اندیشہ کیوں ہو
کہ جس کا رہنما خیر الوریٰ ہے
ہوئی ہر نعمت کونین اس کی
دل و جاں سے جو ان ﷺ کا ہوگیا ہے
زبیر آیا ہے آقا ﷺ! آستاں پہ
بس اک چشم کرم کی التجا ہے

پروفیسر زبیر حجازی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤ الدین

ڈیئر حمیرا! شاد و آباد رہو ہلکی پھلکی خفگی کا شائبہ لیے آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ سے نصف ملاقات اور آپ کا یہ خفا خفا انداز بھی اچھا لگا آپ کی کہانی "اعتراف محبت" تو اس بار شامل اشاعت ہے صاحب زادے نے اپنی مما کا نام دیکھ کر ضرور بتایا ہوگا اور دوسری کہانی اگست کے لیے فائنل ہے۔ اب اپنی کہانیوں کی قسمت کا ستارہ عروج پر دیکھ کر یقیناً آپ بھی بام عروج پر پہنچ گئی ہوں گی آپ کا منتخب کردہ شعر بھی پسند آیا۔

سیدہ امامہ علی...... راولپنڈی

ڈیئر امامہ! سدا مسکراؤ آپ کی جانب سے خوب صورت پھول آپ کی محبت و خلوص کی خوش بو لیے موصول ہوا بے حد شکریہ آپ کے خونی رشتوں بالخصوص بیٹے کی جدائی کا دکھ بے شک بہت بڑا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ان حالات میں صبر و استقامت عطا فرمائے اور آپ کو نیک و صالح اولاد نرینہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں ارسال کر دی ہے معیاری ہوئی تو ضرور اپنی جگہ بنا لے گی۔

حافظہ راشدہ...... وہاڑی ماچھیوال

ڈیئر راشدہ! شاد رہو آپ کے خط کا جواب حاضر ہے آپ کا پیغام تاخیر سے موصول ہونے کے سبب اس بار بھی شامل اشاعت ہونے سے محروم رہا۔ پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے لہٰذا اس بار معذرت آئندہ کے لیے آپ کا پیغام محفوظ کرلیا ہے اگلے پرچے میں ضرور شامل کرلیں گے۔

ایس بتول شاہ...... ایم گجرات

ڈیئر بتول! سدا سہاگن رہو اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہونے پر بھی آپ نے فرصت کے چند لمحات ہمارے نام کیے جان کر اچھا لگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس نئی زندگی کی ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات

پیاری عائشہ! جگ جگ جیو طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات ہمیں بھی بہت اچھی لگی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دنیوی و آخروی دونوں امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ کے داد و تحسین پر مبنی یہ الفاظ آنچل کو سنوارنے اور اسے آپ کے معیار کے عین مطابق بنانے میں ہمارے لیے بے حد معاون ہیں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

چاندنی کنڈیارو...... سکھر' سندھ

ڈیئر چاندنی! اسم بامسمیٰ کی بن کی ہر طرف چاندنی بکھیرو آپ کی تحریر "نئے موسم کی سحر" منتخب ہوگئی ہے۔ ہماری جانب سے اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ ان شاء اللہ باری آنے پر شائع بھی ہوجائے گی تھوڑا انتظار تو آپ کو کرنا پڑے گا۔

عائشہ سعید...... اسلام آباد

پیاری عائشہ! سدا خوش رہو آپ کا اور آنچل کا ساتھ پچھلے 17 سالوں پر محیط ہے جان کر خوشی ہوئی' خط لکھنے کا طریقہ درست ہے لیکن روحانی مسائل کی ڈاک کے لیے الگ سے لفافے کا استعمال کریں اور سلسلہ کا نام بھی ضرور لکھیں تاکہ آپ کے مسائل وہاں تک باآسانی پہنچ سکیں۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان

ڈیئر مسکان! جیتی رہو آپ کا پیغام اس بار شامل اشاعت ہے' کثیر تعداد میں ڈاک موصول ہونے کے سبب دیر سویر ہوجاتی ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ سب کو ہی شریک محفل کیا جاسکے لیکن صفحات کی کمیابی کی بناء پر اکثر تاخیر ہوجاتی ہے۔ آپ کا تعارف باری آنے پر لگ جائے گا' شاعری اگر معیاری ہوئی تو ضرور قابل اشاعت ہوگی۔

صبا الیاس...... گوجر خان

ڈیئر صبا! سدا مسکراؤ غزل کی اشاعت پر شکریہ کی قطعی ضرورت نہیں' یہ آپ کا اپنا پرچہ ہے جو آپ بہنوں کی نگارشات سے ہی سجتا ہے۔ اپنے جذبات و احساسات کو لفظوں کی لڑی میں پرو کر ہم سے نصف ملاقات کی جاسکتی ہے آفس کے نمبر پر رابطہ ممکن نہیں تعارف جلد لگانے کی کوشش کریں گے بہر حال تھوڑا انتظار تو کرنا ہوگا۔ آپ کا خوب صورت شعر بے حد پسند آیا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

ڈیئر نگینہ! شاد رہو اگر ہمارے چند الفاظ آپ کے لیے قلبی سکون و تسکین کا باعث بنتے ہیں تو بے شک آپ کے یہ الفاظ ہمارے لیے قابل فخر اور باعث رشک ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ

پرنسپل صاحب کو مزید کامیابیوں سے نوازے آپ کی اولاد کو نیک و صالح بنائے اور دونوں بہنوں کو بھی ماں کے عظیم رتبے پر جلد فائز کرے آمین۔

محسنہ علی...... ضلع بھکر

ڈیئر محسنہ! سدا آباد! آپ سے نصف ملاقات کے بعد یہ جان کر اچھا لگا کہ آپ کے پورے ہوسٹل میں بھی آنچل مقبول ہے اور آپ کا گروپ ہمارے لیے خاص اُنسیت رکھتا ہے۔ آپ کی تحریر کے متعلق ہمارا کہنا بالکل بجا ہے کیونکہ آپ کی یہ تحریر آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوئی ہے ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر! خوش رہو آپ کی جانب سے غزلیں دعا اور دیگر نگارشات تاخیر سے موصول ہوئیں' اسی لیے اس بار شرکت سے محروم رہیں۔ بہرحال آپ کی نگارشات آئندہ کے لیے محفوظ کرلی ہیں' جلد لگانے کی کوشش کریں گے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

قرۃ العین سکندر...... لاہور

ڈیئر عینی! جیتی رہو آپ کی تحریر "ظلمت شب کی سحر" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اس کہانی کا موضوع اور انداز تحریر دونوں ہی عمدہ ہیں اسی لیے آپ کی یہ تحریر آنچل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے۔ البتہ آپ نے اختتام پر کچھ حتمی نتیجہ پیش نہیں کیا مزید چند ایک ڈائیلاگ لکھ کر اس میں مزید کشش پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس لیے آپ اس کہانی کو چند جملوں کے اضافے سے پایہ تکمیل تک پہنچادیں تاکہ آنچل کے صفحات کی زینت بن سکے' مزید معلومات کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرسکتی ہیں۔

اقراء بٹ...... گوجرانوالہ

ڈیئر اقراء! جیتی رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آپ کی سفر کی ابتداء میں ناول کے ذریعے آغاز مت کیجیے بلکہ کسی بھی سماجی و معاشرتی موضوع پر افسانہ تحریر کرکے ارسال کردیں تاکہ آپ کے انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے۔ اگر آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سعدیہ بخاری ...... ای میل

ڈیئر سعدیہ! آباد رہو آپ کی تنقیدی میل موصول ہوئی اور اس کا جواب حاضر ہے۔ کسی بھی بات سے مایوس ہونے کے بجائے اپنے اندر انتظار کا حوصلہ بھی رکھیں' کچھ اچھا کرنے کی کوشش میں مشکلات ضرور سامنے آتی ہیں۔ اس لیے دل برداشتہ ہونے کی بجائے محنت کرتی رہیں آپ کی محنت جلد ہی رنگ لائے گی اور آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر ضرور جھلملائے گی۔ اس کے لیے شرط ہے کہ آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

امبر گل...... جھڈو' سندھ

ڈیئر امبر! گلوں کی مانند مہکتی رہو طویل عرصے بعد نصف ملاقات اس بات کا ثبوت ہے کہ دیر سے ہی آپ کو ہماری یاد آہی گئی۔ بہرحال ہمیں سب ہے یاد ذرا ذرا کے مصداق" سب سے پہلے تو آپ کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔ خوشی اور کامیابیوں کے سنگ زندگی کے ہزاروں سال جیو۔ سدرہ سحر' سمیرا شریف' نازیہ کنول نازی' ثمرین حبیب کو آپ کی جانب سے دعائیں اور مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ہمارے لیے آپ کے یہ توصیفی الفاظ قابل فخر اور قابل قدر ہیں۔ اب یونہی آنچل کے سائے تلے اپنی آراء و تجاویز سے آگاہ کرتی رہیے گا۔ آپ کا پیغام بوجہ تاخیر موصول ہونے کے سبب آئندہ شمارے میں لگ سکے گا' تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔

سعیدہ کنول ...... ستیانہ

ڈیئر سعیدہ! سدا مسکراؤ "دوست کا پیغام" سلسلے میں آپ مصنفین کے علاوہ اپنی دوستوں اور احباب کے نام پیغامات لکھ کر ارسال کرسکتی ہیں' بعض اوقات کچھ پیغامات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب جگہ بنانے سے محروم رہتے ہیں لیکن ہماری پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ انہیں آئندہ شمارے میں جگہ دی جائے۔

بنت حوا...... چوکسور شہید

پیاری بہن! شاد رہو آپ ہی کی کہانی کا نام ناقابل اشاعت میں درج ہے۔ انداز تحریر میں ناپختگی کی بناء پر کہانی

بہنوں کے لیے خوش خبری

آپ سب کے بے حد اصرار پر "بہنوں کی عدالت" میں پیشی کے لیے حاضر ہو رہی ہیں آپ سب کی پسندیدہ لکھاری بہن "فاخرہ گل" آپ سب جلد از جلد اپنے سوالات ارسال کریں اور سوالات ای میل پر بھی ارسال کیے جاسکتے ہیں۔ info@aanchal.com.pk

آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔ آپ دیگر رائٹرز کے انداز تحریر اور کہانیوں کا بغور مطالعہ کریں اس سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

ثوبیہ ..... راولپنڈی

پیاری ثوبیہ! جیتی رہو ہماری جانب سے آپ کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ کہانی لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ اپنا مطالعہ و مشاہدہ وسیع کریں دیگر رائٹرز کے انداز تحریر کا بغور جائزہ لیں اس کے بعد کسی اصلاحی موضوع پر مختصر افسانہ لکھیں اگر معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

لائبہ میر ..... حضرو

ڈیئر لائبہ! جگ جگ جیو آپ کا اسم گرامی کی تصحیح کردی گئی ہے طباعت کی غلطی پر معذرت خواہ ہیں۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں ناہنامہ حجاب جلد آپ کے ہاتھوں کی زینت بنے گا' آپ کا انتظار اب ختم ہوا ہی چاہتا ہے۔

مسکان نور ایمان نور ..... کوٹ سمابہ

پیاری مسکان! دعا گو ہیں کہ یہ پیاری سی مسکان ہمیشہ آپ کے لبوں پر کھلکھلاتی رہے۔ آپ کا خط پڑھ کر اگرچہ افسوس ہوا لیکن اس بات کی خوشی بھی ہوئی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کو بڑی آزمائش سے بچالیا۔

کو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

اس حادثے کے بعد اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کو اپنے پرائے کی پہچان عطا کردی اور بے شک اس کا ہر فیصلہ حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ آپ کا دامن اتنی خوشیوں سے بھردے کہ آپ ماضی کے ہر دکھ سے آزاد ہوجائیں۔ پیاری گڑیا! ہمارے لیے آپ کے پرخلوص جذبات قابل قدر ہیں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ام ایمان قاضی ..... کوٹ چھٹہ

ڈیئر امی! شاد و آباد رہو اپنی تخلیقی وکاوش کے متعلق فکرمند ہونا تو یقینی امر ہے لیکن آپ کی تحریر "آ میرے بخت کی روشنی" کے متعلق تو ہم آپ کو پہلے ہی منتخب ہونے کی خوش خبری سنا چکے تھے اس لیے از سر نو ذکر کرنا بے جا لگا۔ بہرحال اس بار بھی آپ کا نام فہرست میں موجود ہے آئندہ بھی جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ آپ کی نظم متعلقہ شعبہ میں ارسال کردی ہے مدد قبول کا فیصلہ وہیں طے پائے گا۔

ماریہ طفیل پارس ..... چکوال

پیاری ماریہ! سدا مسکراؤ اپنی تحریر کے حوالے سے آپ کو طویل انتظام کرنا پڑا اور انتظار کے یہ لمحات بڑے جاں گسل ہوتے ہیں۔ بہرحال اب اپنی تحریر کو آنچل کے صفحے پر دیکھ کر یقیناً رخ زیبا روشن ہوگیا ہوگا' ہماری جانب سے اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

مسز نازیہ عابد ..... حیدر آباد

ڈیئر نازیہ! سدا سہاگن رہو آپ کا نام ہمارے لیے قطعاً نیا نہیں' ہم آپ کو بھول گئے یا آپ کی بھول ہے بہرحال ایک بار پھر بزم آنچل میں خوش آمدید آپ کے مخلص جذبات کا اظہار شعری زبان میں بخوبی ہورہا ہے۔ آپ کی نگارشات آئندہ پرچے کے لیے محفوظ کرلی ہیں اب شریک محفل رہیے گا۔

کنول رحمن ..... ہری پور

پیاری کنول! مانند کنول ہنستی رہو آپ کی تحریر "توبہ" موضوعاتی لحاظ سے عمدہ ہے اصلاحی پہلو کو سامنے رکھتے آپ نے قلم اٹھایا ہے لیکن ابھی انداز تحریر بہت کمزور ہے۔ چغلی کے موضوع پر لکھتے لکھتے آپ اچانک اپنی بات سے ہٹ جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تحریر کی روانی متاثر ہورہی ہے بہرحال آپ مطالعے کے ساتھ کوشش جاری رکھیں' ایک لائن چھوڑ کر لکھیں اور افسانہ آپ نے جس انداز میں لکھا وہ طریقہ درست ہے۔

وزیہ سحرین زینب ..... نامعلوم

ڈیئر وزیہ! جیتی رہو آپ آنچل کے لیے لکھنا چاہتی ہیں تو اس میں اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ آپ کا اپنا پرچہ ہے دیگر قارئین اور لکھاری بہنوں کی طرح آپ اپنی نگارشات ارسال کردیں' اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع کردیں گے۔ جہاں تک تحریر کی اشاعت کا سوال ہے تو کہانی پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آپ کو آگاہ کرسکیں گے۔ آئندہ ہر سلسلے پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھیے گا۔

کوثر ناز ..... حیدر آباد' سندھ

ڈیئر کوثر! شاد رہو آپ کی جانب سے دو تحاریر موصول ہوئیں "حاصل زیست محبت ہے تو" قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری' البتہ "حادثہ محبت" کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں بہت سی جگہوں پر تحریر الجھن کا شکار ہے کشتی

کا عنصر بہت مفقود ہے اسی لیے اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری بہرحال اس ناکامی کو کامیابی کا زینہ بناتے ہوئے بہتر سے بہترین کی جستجو جاری رکھو۔

سباس گل...... رحیم یار خان

عزیزی سباس! گلوں کی طرح مہکتی رہو اور خوش بو سے سب کی پذیرائی کرتی رہو۔ آپ کے قلمی سفر کی کامیابی اور عروج کے متعلق جان کر بے حد خوشی ہوئی' آپ کی تحریر کتاب "تمہارے بن ادھورے ہیں" خوب صورت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے سنگ ہمارے لیے باعث کشش ٹھہری۔ اس کتابی تحفے کے ارسال کرنے پر بے حد مشکور ہیں' ادبی افق کے بام عروج پر درخشاں ستارے کی مانند آپ کا نام یونہی جگمگاتا رہے آمین' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مہر ماہ ارشد...... گوجرانوالہ

ڈیئر مہر! ہمیشہ کی بن کر ہر طرف روشنی بکھیرو آپ سے نصف ملاقات ہمیں بھی بہت اچھی لگی آپ کی نظمیں بلاشبہ قارئین کی منظور نظر ٹھہریں' اسی لیے آنچل کے صفحات کی زینت بن گئیں اس میں شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں' یہ آپ بہنوں کا اپنا ہی پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات کے گہنوں سے ہی اپنا سنگھار کرتا ہے اور آپ کو دل فریب لگتا ہے آپ اگر کہانی لکھنا چاہتی ہیں تو مختصر افسانے پر طبع آزمائی کریں۔

حمیرا عروش..... کراچی

ڈیئر حمیرا! سدا سہاگن رہو' طویل عرصے بعد آپ سے ملاقات بہت اچھی لگی۔ حمیرا عروش سے حمیرا شعیب کا سفر طے کرنے پر ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کو اپنے ہمقدم وہم سفر کے ہمراہ زندگی کی بہت سی خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ ایک خوش خبری ہماری طرف سے بھی سن لیجیے آپ کی دونوں تحریریں کامیابی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہریں۔ جلد آنچل کے صفحات پر اپنا نام جگمگاتا دیکھ سکیں گی۔ امید ہے آئندہ بھی روز و شب کی مصروفیت میں سے کچھ پل آنچل کے نام کرتی رہیں گی' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو آمین۔

کائنات گل...... گوجر خان

ڈیئر گل! ہمیشہ باسکی بن کر ہر سو خوشبو بکھیرتی رہو۔ چاہتوں اور محبتوں کی چاشنی لیے آپ کا نامہ موصول ہوا آپ کے اشتیاق اور والہانہ جذبات کا اظہار بے ساختہ ہمیں خود پر رشک آنے لگا۔ آپ کی پرخلوص دعاؤں پر ہم آپ کے مقروض ہیں' جزاک اللہ لیکن آپ نے اس بار خط کے ساتھ ہی کیا خوب صورت انداز میں لکھا تبصرہ بھی ارسال کردیا گڑیا آئینہ میں شرکت کے لیے علیحدہ صفحات کا استعمال کرتے ہوئے اس سلسلے کا نام اور بمعہ اپنے نام کے ارسال کرتی تو ضرور شائع ہوجاتا امید ہے آئندہ خیال رکھیں گی۔

ثوبیہ بلال صبح...... ظاهر پیر

پیاری ثوبی! جگ جگ جیو آپ کی شاعری متعلقہ شعبے کو ارسال کردی گئی ہے' ایک نظم اس شمارے میں بھی شامل اشاعت ہے آئندہ بھی گاہے بگاہے شامل کرتے رہیں گے پرچے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ تبصرہ الگ سے لکھتیں تو ضرور شائع کرتے آپ نے اس خط کے ساتھ ہی تبصرہ لکھا ہے اس لیے آئینہ میں شامل نہ ہوسکا آئندہ خیال رکھیے گا۔

سجل ربانی...... نامعلوم

پیاری سجل! جیتی رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل سے آپ کو مثبت پیغام کے ساتھ ساتھ شاہراہ زندگی پر احسن طریقے سے چلنے کے لیے مفید معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں اور آپ ان چھوٹی چھوٹی کہانیوں کے پیچھے چھپے اصل مقصد سے بہت کچھ سیکھتی ہیں۔ بے شک ہمارا اصل مقصد بھی اپنے نوآموز قارئین اور کم عمر لڑکیوں کی اصلاح کرنا ہی ہے۔ جہاں تک آپ کی تحریر کا تعلق ہے تو ان شاءاللہ جلد پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔

مبشرہ مقصود...... جہلم

ڈیئر مبشرہ! شاد وآباد رہو' بزم آنچل میں آپ کی پہلی شرکت پر خوش آمدید۔ آپ سے نصف ملاقات کے بعد یہ

اعتذار

ادارہ آنچل اپنے قارئین سے دلی گہرائی سے معذرت خواہ ہے کہ "مجھے ہے حکم اذاں" میں قرآنی ترجمے اور دیگر اسلامی معلومات میں کم علمی کے باعث کچھ غلط شائع ہوگیا ہے۔ ہم ان تمام بہنوں کے ممنون و شکر گزار ہے جنہوں نے ہماری توجہ اس جانب مبذول فرمائی خاص طور پر بہن عظمیٰ عرفان اور ڈاکٹر ہما عندلیب جن کا تعاون سے ہم کو ان سب سے آگاہی حاصل ہوئی۔ جزاک اللہ خیر

اندازہ بخوبی ہوگیا ہے کہ آپ حب الوطنی کے جذبات رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی سلامتی کے لیے مخلص جذبات رکھتی ہیں۔ بے شک آج ہمارے پیارے وطن کو ایسے ہی مخلص اور سچے دل لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے جو ہر شے پر اپنے وطن کو مقدم رکھیں۔ آپ اپنے پلان کو کہانی کی صورت میں کرداروں کے ذریعے پیش کرسکتی ہیں اگر آپ کا انداز تحریر اور موضوع آنچل کے معیار کے مطابق ہوئے تو ضرور آپ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

علینہ اختر...... اسلام آباد

پیاری علینہ! سدا مسکراؤ' سانحہ پشاور کے موضوع پر لکھی آپ کی تحریر موصول ہوئی' بے شک آپ نے ان ماؤں جنہوں کے جذبات واحساسات کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ قلم کے ذریعے اس احساس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش بھی کی ہے۔ ہم آپ کے جذبات واحساسات کی قدر کرتے ہیں لیکن اس تحریر میں آپ کا انداز تحریر بہت کمزور ہے بے جا طوالت کا شکار ہونے کے باعث کہانی پر آپ کی گرفت قائم نہیں رہ سکی' اسی بناء پر آپ کی تحریر جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔

آسیہ اشرف...... گنگاپور

پیاری بہن! سدا آباد رہو آپ کا تفصیلی خط موصول ہوا' آنچل کا مقبول ناول "آرزو" کے ذریعے آپ کا آنچل سے قلبی تعلق استوار ہوگیا' جان کر اچھا لگا۔ آپ کو آج بھی یہ کہانی یاد ہے بے شک آپ کی لگن وشوق قابل تحسین ہے۔ پرچے کی پسندیدگی پر بے حد مشکور ہیں' آپ کی سسٹر کو ہماری جانب سے بھی منگنی کی ڈھیروں مبارک باد' اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں زندگی کی بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

امبر خان امبر...... حاصل پور

پیاری امبر! جگ جگ جیو آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نہایت حساس اور معصوم سا دل رکھتی ہیں جو دوسروں کے جذبات واحساسات کو بخوبی جاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ جس قسم کے بھی احساس کمتری کا شکار ہیں سب سے پہلے آہستہ آہستہ اسے ختم کرنے کی کوشش کریں' تمام معاملات اس رب دو جہاں کے سپرد کرتے آپ کو خود بھی قلبی سکون حاصل ہوگا۔ مزید اپنے کتھارس کی خاطر آپ اپنے جذبات و احساسات کو کرداروں کی صورت کہانی میں ڈھال کر ارسال کردیں۔ تحریر اگر رد بھی ہوئی تو بھی آپ کے فرسٹریشن کو کم کرنے کا سبب بنے گی' ہماری چاہت وخلوص سب کے لیے یکساں ہے۔ آپ ہر طرح کے خدشے کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے احساسات شیئر کرسکتی ہیں' ہماری ذات اگر آپ کی تشفی کا سامان کرپائی تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ بے شک دوسروں کے کام آنا ہی عبادت ہے۔

ناقابل اشاعت:

دل کانچ کا ٹکڑا' مختصر' محبوب کے سنگ محبت کے رنگ' مہکے سدا گھر' محبت ایک تیری ہے دل میں' چاند کی خوشبو بلا عنوان' حادثہ محبت' اندھا اعتقاد' انا چھوٹے نہ' میرے خوابوں کا سفر' میرا نصیب' ادھورا عشق' محبت زندگی دیتی ہے' میری محبت' محافظ کون' بندہ اور کنیز' جب کرم ہوتا ہے' تیرے پیار میں' تیرے پیار کی تمنا' ڈوبنے سے پہلے' جہیز' بلا عنوان' آدھی ادھوری' گمان' گستاخ محبت' کوئی خواب اور حقیقت' اے ماں' اک تیرے آنے سے' قاتل کون' محبت بے ایمان تھی' کالا کلذب' آخری دعا' قبولیت' بہادر نوجوان' توبہ' کہانی زندگی کی' ایسا کیوں' محبت کا مقدر' خواب جو بکھر گئے' کہیں دیر نہ ہوجائے۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

مومن اسلامی نظام حیات میں احکام الٰہی اور قوانین الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں جبکہ فاسق اللہ کے احکام اور اسلامی نظام اور قوانین سے منحرف باغی، سرکش اور مفسد فی الارض ہوتے ہیں۔ اس لئے روز آخرت یوم حساب دونوں کو ان کے اعمال کے حساب سے ہی جزا و سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک و صالح بندوں کے لئے نا صرف خاص تحفے محفوظ کر رکھے ہیں ان کے قیام کے لئے جنت الماویٰ جو خاص دلوں کا مسکن ہے وہاں انتظام کر رکھا ہے جنت الماویٰ کے محل وقوع کا اندازہ ہم آنے والی آیات کریمہ سے بخوبی کر سکتے ہیں کہ کیسی عظیم الشان جنت کے انعام کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے انتظام کر رکھا ہے۔

ترجمہ:۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی ہے وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔ (النجم ۱۴۔۱۶)

آیات مبارکہ میں جس واقعے کے ذکر رب کائنات نے اپنے محبوب مکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ارشاد فرمایا ہے یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب آئے تو اس وقت وہ اپنی اصل شکل و صورت اس ہیئت خلقت میں تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے جس کا اظہار آیت کریمہ میں ہو رہا ہے۔ سدرہ عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ المنتہیٰ کے معنی ہیں جہاں حد ختم ہوتی ہے یہ درخت چھٹے یا ساتویں آسمان پر ہے اور یہ آخری حد ہے جہاں تک جبرائیل علیہ السلام جا سکتے ہیں اس سے آگے جانے کی اجازت جبرائیل علیہ السلام کو بھی نہیں ہے۔ (ہو سکتا ہے کہ اس سے آگے دربار الٰہی کی حدود شروع ہو جاتی ہو)

دوسری آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت دلا رہا ہے کہ اس بیری کے درخت یعنی آخری سرحد کے پاس ہی جنت الماویٰ واقع ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جہاں جنت الماویٰ ہے یہیں شب معراج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پہنچی اور یہاں پہنچ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رفاقت ختم ہوئی کیونکہ اس سے آگے جبرائیل علیہ السلام کو جانے کی اجازت نہیں تھی وہاں سے یعنی جنت الماویٰ کے مقام سے اللہ کے محبوب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے ہی آگے تشریف لے گئے اس مقام تک جو عرش رب کریم کے قریب تر تھا۔ اصل حقیقت تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پتا ہے ہم اس قدر ہی کہہ سکتے ہیں جس قدر روایات ہمیں ملتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں وہ چند ارشاد فرما دیئے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب معراج وہاں تک پہنچنے کی الٰہی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے "اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔" اس کی تفصیلات نہیں دی گئیں اور نہ ہی تعین کیا گیا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو چھا رہا تھا وہ کس قدر عظیم چیز تھی کہ اس کا بیان مشکل ہے اس کا تعین کرنا مشکل ہے لیکن یہ سمجھ ہے کہ وہ ایک عظیم تجلیات

تھی جس کی شہادت اللہ نے اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دی ہے یقیناً اس کی حقیقت سمجھنے کی اللہ نے انسان کو طاقت نہیں دی ہوگی اس لئے وہ ذکر کے بیان سے ماورا ہے اسی طرح فہم وادراک کی رسائی سے بالاتر ہے ہوسکتا ہے کہ وہ انوار وتجلیات الٰہی کا ہجوم ہو جس نے سدرۃ کو ڈھانپ لیا ہو یہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اور جو ڈرتا رہا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اپنے نفس کو روکتا رہا (ہر بری) خواہش سے۔ یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ (النزعٰت ۴۰۔۴۱)

آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک نفس متقی بندے کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے لگے وہ کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ کیونکہ اسے اللہ کی پکڑ کا خوف ہوگا اور اگر کبھی غلطی سے انسانی کمزوری سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ لرز کر رہ جاتا ہے اور خوف ندامت کے ساتھ اپنے رب اپنے مالک وآقا سے معافی توبہ استغفار کی التجائیں کرنے لگتا ہے تاکہ وہ اپنی بندگی اور اطاعت الٰہی کے دائرے میں رہ سکے۔

نفس کو بری خواہشات سے باز رکھنے کے معنی ہیں کہ انسان دائرہ اطاعت وبندگی سے باہر نہ نکلے۔ کیونکہ خواہشات نفس ہی انسان کو نافرمانی وسرکشی بغاوت پر آمادہ کرتی ہیں۔ انسان کی آزمائش یہی ہے کہ وہ شر کا راستہ خواہشات نفسانیہ کا راستہ کیسے روکتا ہے کیونکہ شیطان مردود انسان پر اسی خفیہ راستے سے حملہ آور ہوتا ہے۔ جہالت کا علاج تو آسانی سے ہوسکتا ہے لیکن جب انسان جانتے بوجھتے خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرنے لگے تو یہ بہت بڑی مصیبت اور آزمائش ہوتی ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے خواہشات نفسانیہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ڈر وخوف کے علاوہ کوئی اور ہتھیار نہیں ہے جس سے شیطان کا مقابلہ کیا جاسکے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی نفس انسانی کو پیدا فرمایا ہے۔ وہی بیماری تشخیص کرتا ہے بتاتا ہے اور وہی اس کا علاج بھی تجویز فرماتا ہے کیونکہ وہی ذات عالی اپنی مخلوق کی کمزوریوں اور ان کے علاج سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ اس کے نفس میں خواہشات ہی پیدا نہ ہوں۔ کیونکہ خالق کو اپنی مخلوق کا امتحان وآزمائش بھی مطلوب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نفس جس میں اچھی بری خواہشات پیدا ہوتی ہیں اسے روکنے لگام دینے اور خواہشات کو دبا کر رکھنے کا حکم بطور علاج دیا ہے تاکہ انسان اللہ کے خوف سے مدد حاصل کرے اور اپنی نفسانی بدخواہشات پر قابو پاسکے اور روز آخرت میدان حشر میں جب حساب کتاب ہوگا تو اس کا یہ خوف اور ڈرنا اللہ کے احکام پر عمل کرنا ہی اس کے کام آئے گا اور صلے میں اسے جنت نصیب ہوگی۔

انسان تب ہی انسان ثابت ہوگا جب وہ اپنی ہر آزمائش وامتحان میں کامیابی حاصل کرتا چلا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے کی آزادی دے کر اسے معزز وممتاز واشرف بنایا ہے انسان کی آزادی اس بات کی ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اپنے نفس پر قابو پائے اور فتح حاصل کرے۔ اپنی خواہشات نفس کی غلامی سے آزادی حاصل کرتے ہوئے نفس کے ساتھ متوازن رویہ

اختیار کرے جو انسانی آزادی اختیار و تقدیر کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اگر یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفس کو لگام دے قابو میں رکھے اپنی بری خواہشات کی پیروی نہ کرے تو اللہ نے انسان کو ارادے کی وہ قوت و طاقت بھی دی ہے کہ وہ نفس کو اپنے اختیار و ارادے کی قوت سے قابو کر سکے اور جس نے اپنے نفس کو اللہ کے احکام و قوانین کے مطابق قابو رکھا اس کے صلے کے طور پر اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے کہ اس کا مستقل ٹھکانہ جنت الماویٰ میں ہے۔

جو لوگ اپنے نفس کی بری خواہشات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور نفس کے غلام بن جاتے ہیں اپنی لگام حیات شیطان کو سونپ دیتے ہیں اور جدھر شیطان لے جاتا ہے چلتے چلے جاتے ہیں اور دین سے بغاوت و آزادی کی باتیں کرتے ہیں احکام الٰہی پر توجہ نہیں دیتے سرکشی، بغاوت، انحراف کا رویہ اپناتے ہیں ایسے لوگوں کا اصل مقام آخر جہنم کی بھڑکتی آگ اور جہنم کی تباہی ہے۔ جہاں انسانیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ درختوں، پتھروں کی طرح جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

(۴) جنت الفردوس۔ جنت کا سب سے اعلیٰ ترین درجہ یا طبقہ ہے حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا ہے کہ فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں ایسا باغ جس کے درخت پھیلتے چلے جائیں اور کعبؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ باغ جس میں انگوروں کے باغ ہوں اور ابو امامہ نے کہا ہے کہ وہ ناف جنت ہے۔ قتادہ نے کہا وہ جنت کا بلند درمیانی اور افضل مقام ہے جبکہ صحیحین کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم فردوس کا سوال کیا کرو، کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ اور درمیانی حصہ ہے۔ اور وہیں سے جنت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ اہل جنت فردوس کو چھوڑ کر کہیں اور جانا پسند نہیں کریں (تفسیر ابن کثیر۔ لغات القرآن)

فردوس کے لغوی معنی باغ بہشت کے ہیں۔ فردوس کو کچھ علمائے لغت فارسی قرار دیتے ہیں تو قبطی اور کچھ کے خیال میں یہ لفظ عربی ہے۔ زمانہ قدیم سے مختلف قوموں کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ انسان (آدم) برکات ربانی کی راحتوں کی زندگی وہاں بسر کر رہا تھا، گناہ کا مرتکب ہوا تو وہاں سے نکالا گیا۔ مختلف قوموں اور مذہبوں میں اس ابدی راحت و جنت کے مقام پر پہنچنے کے لئے ایمان اور عمل صالح لازمی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف دو جگہ آیا ہے ایک سورۃ کہف ۱۰۷ میں اور دوسرے سورۃ مومنون ۱۱ میں ذکر ہوا ہے۔ سورۃ کہف میں ایمان اور عمل صالح کی بنا پر جنت الفردوس ملنے کی بشارت دی گئی ہے۔ دوسری سورۃ مومنون میں اہل ایمان مومنوں کے مختلف خصائص کی بنا پر بتایا گیا ہے کہ وہی فردوس کے وارث ہوں گے۔ بائبل میں یہ نام کئی جگہ باغ عدن کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے یقیناً ان کے لئے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔ (الکہف۔ ۱۰۷)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت الفردوس کی مہمانی کا وعدہ دو شرطوں کے ساتھ فرمایا ہے ایمان اور عمل صالح۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ایمان اور عمل صالح پر دائمی جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں جنت کی بشارت صرف ایمان لانے پر نہیں دی گئی بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالحہ کا ذکر لازمی آیا ہے

ایمان اور عملِ صالحہ کی مختصر سی تعریف سے حقیقت باآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول و پیغمبر ایسی حقیقتوں کے بارے میں بتائیں جو ہمارے حواس و ادراک سے باہر ہوں، وہ جو کچھ بھی بتائیں اور جو کچھ علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں اس کو سچ مان کر اس کی تصدیق کرنا اور اس کو حق ماننا اور قبول کرنا ایمان ہے۔ شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امورِ غیب سے ہوتا ہے جن کو انسان اپنے حواس آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے محسوس و معلوم نہیں کرسکتا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات، رسولوں کی رسالت و وحی، حشر نشر، آخرت کی زندگی، جنت و دوزخ، ملائکہ وغیرہ اس قسم کی جتنی بھی باتیں ہیں جو اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کو حق جان کر ان پر اعتماد و یقین کرنے کا نام اصطلاح میں ایمان ہے اور پیغمبر کی ہدایت و احکام کو حق نہ سمجھنا یا نہ ماننا اس کی تکذیب کفر ہے انسان دائرہ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔

اعمالِ صالح کی تعریف یہ ہے کہ جو عمل اپنے ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کے حکم کے مطابق ہو تو وہ عمل صالح کہلائے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو بظاہر تو وہ نیک کام ہوگا مگر عمل صالح کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا، جیسے نماز پڑھنا اگر شریعت کے مطابق ہو تو ہی عمل صالح ہوگا ورنہ نہیں، مثلاً کوئی شخص نماز تو پڑھے لیکن بغیر وضو کے پڑھے یا ناوقت پڑھے یا کسی سے چھینی ہوئی زبردستی حاصل کی ہوئی زمین پر پڑھے تو ایسی نماز پڑھنے والے کو ثواب کے بجائے گناہ ملے گا اور یہ نماز عمل صالح نہیں کہلاسکے گی۔ ایسے ہی ریاکاری نمود و نمائش کا ہر عمل، عملِ صالح نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ جنت کی جگہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ عملِ صالح کے لیے شریعت کے متعلق احکام کو جاننا بھی ضروری ہے یعنی اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عملِ صالح کے لیے دین کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ علم کا حصول خواہ کتابیں پڑھ کر ہو یا سن کر یا صحبتِ صالح سے حاصل کیا جائے۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "علمِ دین کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر"

اللہ جل شانہ اہلِ ایمان بندوں کو ہی بشارت فردوس سناتا ہے کہ جو لوگ اپنی دنیا کی زندگی اعمالِ صالحہ کے ذریعے بسر کریں گے وہ نہ صرف روزِ آخرت میدانِ حشر میں یومِ حساب کی سختیوں آفات سے محفوظ رہیں گے بلکہ انعاماتِ الٰہی کے حق دار بھی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دائمی قیام و طعام کا بندوبست جنت الفردوس میں کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اتنی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے کہ انہیں جنت الفردوس کے حصول کا طریقہ بھی خود ہی تعلیم فرمادیا۔ جس طرح دنیا میں انسان ہر مزدور کو کام پر لگانے سے پہلے اس کی مزدوری سے آگاہ کرتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ تم جو عمل کرو گے ان کا کیسا اور کتنا معاوضہ ملے گا۔

(جاری ہے)

شازیہ کنول

ملیحہ احمد

10 میری طرف سے تمام آنچل کی رائٹرز قاری بہنوں اور پوری ٹیم کو السلام علیکم! مئی کو شدید گرمی میں بہاولپور ریاست کے تپتے صحراؤں میں ایک خوشگوار جھونکا آیا' معلوم ہوا کہ ملک فیملی میں خدا کی رحمت نازل ہوئی ہے پھر اس خوشگوار جھونکے کا نام ''شازیہ کنول'' رکھ دیا گیا۔ میری آنچل سے وابستگی کم از کم دس سال پرانی ہے۔ آپ سب کو پڑھا اور ہمیشہ پڑھا ہر بار بہت اچھا لگا سوچا کیوں نہ میں بھی اس خوب صورت محفل میں شریک ہوجاؤں۔ میری تعلیم ایم ایس سی سائیکالوجی' ایم اے اردو' ایم ایڈ اور ایجوکیشن میں ایم فل کررہی ہوں۔ بہن بھائیوں میں میرا نمبر تیسرا ہے تین بھائیوں کی بہن ہوں۔ تائی جان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی کو میری امی جان نے اپنی بیٹی بنالیا' اس طرح ہم دو بہنیں ہوگئیں۔ تینوں بھائی شادی شدہ ہیں بہت پیاری بھابیاں ہیں۔ خاندان پرست ہوں۔ خاندان کے ہر فرد سے بہت محبت ہے۔ روایات ثقافت رسم ورواج سے دلی محبت ہے۔ ارے اہم بات کہ میں شادی شدہ ہوں اور اللہ نے تین بہت پیاری پیاری بیٹیوں سے نوازا ہے۔ خدیجہ' فاطمہ' زینب' تینوں کی شوخیاں شرارتیں زندگی کا احساس دلاتی ہیں۔ شوہر کی طرف دیکھتی ہوں تو لب مسکرا اٹھتے ہیں زندگی گنگنانے لگتی ہے۔ میرے شوہر کا نام ملک محمد الطاف تعلق ہے پیشے کے لحاظ سے وکیل ہیں اور میں ٹیچنگ سے وابستہ ہوں۔ اب بات کرتے ہیں بہت پیارے آنچل کی' آنچل کی کیا بات ہے اس کی تعریف کے لیے الفاظ کم پڑجائیں گے صفحات ختم ہوجائیں لیکن تعریف پوری نہیں ہوگی۔ آج سے تقریباً دس سال پہلے اسلام آباد کی ٹھٹھرتی شام میں آنچل خریدا تھا' تب سے آج تک ایک اچھا سچا راہبر اور ناصح میرے ساتھ ہے۔ خوبیوں اور خامیوں کی بات کریں تو ڈھیر ساری خامیاں اور چند ایک خوبیاں..... بہت بڑی خامی جھلکو ہوں اس کے لیے اکثر ڈانٹ پڑتی ہے۔ مطالعہ کرنے کا بے حد شوق ہے جہاں ناانصافی دیکھتی ہوں وہیں جنگ شروع کردیتی ہوں۔ لباس میں سفید شلوار کے ساتھ کوئی بھی ہلکے رنگ میں شرٹ اور دوپٹہ پسند کرتی ہوں۔ فنکشن میں ساڑھی پہننا پسند کرتی ہوں' سادگی سنجیدگی ومتانت میری شخصیت کا حصہ ہیں۔ کھانے پینے میں جو مل جائے پسند ہے البتہ دودھ اور دودھ کی ڈشز زیادہ پسند ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت بھی دودھ سے کرنا پسند کرتی ہوں' اگر اپنی ٹیچر کے حوالے سے بات کروں تو میں ابھی غم دوراں سے نہیں نکل پائی۔ آرٹیکل لکھتی رہتی ہوں مختلف اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں ان کا موضوع بھی معاشرہ اور انسانوں کے مسائل ہوتے ہیں۔ انسان کے دکھ پاکستان کے حالات میری نفسیات کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں۔ 1936ء میں جنم لینے والی ترقی پسند تحریک مجھے پسند ہے جس نے کسان مزدور اور طبقاتی تقسیم کے خلاف نعرہ لگایا جس کی گونج آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے پسند ہے تمام انسانوں کو ایک مرکز پر دیکھنا سماج کے منفی اور طبقاتی تقسیم کے خلاف قلم

اٹھانا۔ پسند ہیں مجھے اپنے وطن کے کسان جو سردی سے ٹھٹھرتے ہاتھوں سے ہل جوتتے ہیں پودوں کو سینچتے اور کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ عقیدت ہے ان مزدوروں سے جو زخمی جسموں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ زخمی روحوں کے ساتھ گھروں کو لوٹتے ہیں اور انہیں ان کا حق نہیں دیا جاتا۔ ناپسند ہے پاکستان کا وی آئی پی کلچر جہاں انسانوں کو چیونٹیوں کی طرح کچل دیا جاتا ہے۔ جی جناب جہاں غم دوراں ہے وہیں رومانیت پسند بھی بہت ہوں۔ رومانس' رومانوی قصے' موسم' مناظر فطرت اسلام آباد کی سرد سکوت بھری شامیں' سوات کا گلیشیر' مامی جہاں بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتا چاند سب بہت پسند ہیں۔ افسانہ نگاروں میں پریم چند' احمد ندیم قاسمی ناول نگاروں میں رضیہ بٹ' نازیہ کنول نازی' عشنا کوثر' اقراء صغیر احمد' عمیرہ احمد' سمیرا شریف طور اور آنچل کی تمام رائٹرز بہت پسند ہیں۔ نازیہ کنول کے اصرار اور حوصلہ افزائی سے آنچل میں لکھ رہی ہوں۔ شاعری بہت پسند ہے لیکن شعر کبھی یاد نہیں ہوئے۔ ایم اے اردو میں پیپرز کے لیے شعروں کا رٹا لگایا لیکن ٹیسٹ پیپر کے وقت وہ بھی اقبالیات کے پیپر میں تمام شعر بھول گئے۔ شاعری میں فیض احمد فیض' امجد اسلام امجد' نوشی گیلانی اور پروین شاکر پسند ہیں' اب مجھے اجازت دیجیے۔ اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ سالگرہ مبارک ہو!

نجمہ انجم اعوان

السلام علیکم! آنچل کے گلشن کے تمام پھولوں' کلیوں اور تناور درختوں کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو۔ میرا نام نجمہ انجم اعوان ہے' نومبر کی پہلی تاریخ کو حیدرآباد سندھ میں تشریف کا نوکرا رکھا۔ زندگی حیدرآباد پھر کراچی میں گزری' میرا ستارہ عقرب ہے یقین جانیے کہ عقرب کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں ہیں۔ میں نے انٹر کیا ہے اسکول ٹیچر رہ چکی ہوں پڑھنے لکھنے کا بہت شوق ہے۔ ڈائری لکھنا' شعر و شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ نازیہ کنول' ریحان اعظمی' وصی شاہ' احمد فراز کی شاعری پسند ہے۔ ہم دو بہنیں تھیں آپی کے انتقال کے بعد میں اکیلی رہ گئی۔ میرے والد آرمی آفیسر تھے' والدین کے انتقال کے بعد پتا چلا کہ زندگی کیا چیز ہے۔ میں ایک گھریلو خاتون ہوں' شلوار قمیص پسند کرتی ہوں۔ سرخ اور سفید رنگ اچھا لگتا ہے' گلاب اور موتیے کی خوشبو اچھی لگتی ہے۔ کھانے میں فش' قورمہ' بریانی پسند ہے۔ پرفیوم بہت استعمال کرتی ہوں' ایک سال تک ہسپتال میں کام کیا ہے۔ سلائی کڑھائی' کروشیا' کوکنگ' پینٹنگ وغیرہ ہر کام میں ماہر ہوں اور ہاں لڑاکا بھی ہوں۔ اسکول کے زمانے میں کرانے کی بھی ماہر تھی' اگر کسی بہن نے مقابلہ کرنا ہو تو تشریف لے آئے۔ اب میرے تین بچے ہیں' گیارہ سالہ نعمان انجم' دس سالہ نورین انجم اور سات سالہ ذیشان انجم ہیں۔ آنچل کے ساتھ بہت پرانی رشتہ داری ہے۔ 94,95ء میں آنچل اور خواتین پڑھتی تھی اس وقت آنچل میں ریحان اعظمی کا کلام ہوا کرتا تھا' بہت پسند تھا۔ رفعت سراج' سیما غزل' رفعت چوہدری' نسیم سحر قریشی' عالیہ حرا اور اب نازیہ کنول نازی بہت زیادہ پسند ہیں' ان سب رائٹرز کو میرا سلام قبول ہو۔ آنچل اب بھی

باقاعدگی سے پڑھتی ہوں' دو سال کی دوری کے بعد دوبارہ آنچل میں آنے کی جرأت کی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت دکھ' تکلیفیں جھیلی ہیں جسے ہم چاند کی روشنی سمجھتے تھے' وہ زندگی تو سورج کی تپتی ریت ہے۔ بہرحال آج میں ایک مکمل زندگی گزار رہی ہوں' میرے شوہر ملک فتح محمد اعوان اچھی جاب پر ہیں۔ بہت اچھا وقت گزر رہا ہے' جنوری 2014ء میں میرے شوہر عمرے کی سعادت کرآئے ہیں' بہت اچھے شریف اور نیک انسان کی زوجہ ہوں۔ چھوٹی سی فیملی کے ساتھ فی الحال کراچی میں ہوں۔ بہت محبت کرنے والی ہوں' دوستوں کی دوست' دشمنوں کی دشمن' محبت کا جواب محبت سے' نفرت کا جواب نفرت سے دیتی ہوں جو بات دل میں ہو منہ پر کہہ دیتی ہوں' دل میں دشمنی نہیں رکھتی۔ میرے دوستوں میں خان اسکول کی میڈم نجمہ ہیں ان سے بہت دوستی ہے اور ارم میری بہت اچھی دوست ہے' اللہ میری دوستوں کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔ آنچل کی دوستوں میں چندا شاہ اور شگفتہ خان سے دوستی ہے اب آنچل کی تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ ہمیں اپنی دوستی میں قبول فرمائیں۔ اللہ آنچل کو بہت ترقی دے' آنچل کی تمام ٹیم کو دعائیں' آخر میں پسندیدہ شعر عرض کردوں۔

عجب دہکتی ہوئی لکڑیاں ہیں رشتہ دار
الگ رہیں تو دھواں دیں ملیں تو جلنے لگیں

آداب عرض ہے آپ سب کی خدمت میں' میرا نام تو ویسے اوپر پڑھ ہی لیا ہوگا خیر پھر بھی دوبارہ بتادیتی ہوں اشباج جنت نام ہے میرا' کیسا لگا؟ میں شاید دوبارہ پیدا ہوئی ہوں کیونکہ گھر والوں کے مطابق میں 10 محرم کو پیدا ہوئی اور سکول والوں کے مطابق 13 جون کو خیر سالگرہ تو کبھی منائی ہی نہیں۔ اب آتے ہیں خامیوں اور خوبیوں کی طرف تو جی سب سے پہلی خامی کاہل ہوں لیکن اگر کام کرنے پر آؤں تو کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا اور بس ایک ہی جنون سر پر سوار ہوتا ہے کہ کام ختم کرکے ہی اٹھنا ہے بس جی ایک ہی خامی بہت ہے اور خوبی بس یہی ہے کہ میری کوشش ہوتی ہے کہ ہر کسی کو ہنسائی رہوں' کلرز میں مجھے وائٹ' بلیک اور پنک بے حد پسند ہے۔ بارش بھی کبھی اچھی لگتی ہے پسندیدہ مشغلہ ناول پڑھنا اور برف کھانا ہے۔ اب آجاتے ہیں رائٹرز کی طرف تو آئی لو یو سوچ نازیہ کنول نازی جی میرے دل کی شدید خواہش ہے کہ میں آپ سے ملوں اور ام مریم بھی گریٹ رائٹرز ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مکہ شریف اور مدینہ شریف کی زیارت کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ ویسے میں کوکنگ بھی کرلیتی ہوں اور گھر کا سارا کام مجھے آتا ہے۔ دوستوں میں بیسٹ فرینڈ عالیہ منیر ہے اور وہ مجھ سے بچھڑ چکی ہے' بہت یاد آتی ہے پلیز عالیہ اگر تم یہ پڑھ رہی ہو تو ایک بار ملو مجھ سے اور جو کلاس فیلوز ہیں وہ بھی بہت اچھی ہیں' اللہ ان کو بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ویسے میں ایک بات تو بتانا بھول ہی گئی میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ارے کھانے کے متعلق تو رہ ہی گیا' ٹھنڈے گولگپے اور کریلے بے حد پسند ہیں۔ نمکین چاول بھی پسند ہیں' میٹھے میں آئس کریم اور کسٹرڈ پسند ہے اور ایکٹرز فواد خان' احسن خان اور ماہرہ خان

پسند ہے۔ اپنا وطن بے حد اچھا لگتا ہے اس کے علاوہ ترکی بھی بے حد پسند ہے اور شہروں میں مری بہت پسند ہے۔ اللہ حافظ اینڈ فی امان اللہ اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

میں اولیاء کرام کے شہر ملتان میں رہتی ہوں اور ڈیئر ریڈرز میرا نام سونیا قریشی ہے۔ بھائی وغیرہ سونو کہتے ہیں اور بڑے مجھے بڑی مرچ کہتے ہیں اور بچے پارٹی مجھے باجی کہتی ہے کیونکہ میں نے مدرسہ اور ٹیوشن کھولا ہوا ہے۔ میری امی کے مطابق ان کی شادی کو 25 سال ہوگئے ہیں ان کی رخصتی کے دو سال بعد میں پیدا ہوئی۔ اپنی پیدائش کی تاریخ طریقے سے تو مجھے معلوم نہیں جو ہے وہ فرضی بنائی ہوئی ہے۔ بغیر تاریخ پیدائش کے پھر بھی بدولت اس دنیا میں تشریف لائی۔ پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں پورے خاندان میں واحد بی اے پاس ہوں۔ 2 بھائیوں نے میٹرک کیا ہے ایک بھائی ایف اے اور ایک انڈر میٹرک ہے۔ ایک بہن 6th اور ایک 4th کی طالبہ ہے۔ بی اے کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر کیا ہوا ہے آگے مزید پڑھنے کی کوشش جاری ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بعد اپنے ماں باپ سے محبت کرتی ہوں اور اپنے بھائیوں کو بہت چاہتی ہوں۔ میرے دو بھائیوں کی منگنی ہوئی ہے رضیہ اور ردا بھابی بنیں گی۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ حضرت حسینؓ وحسنؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت رابعہ بصری ہیں۔ بہترین کتابیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں سے الجھول، نسو کا دریا، کشف المحجوب حلیۃ الاولیاء، دہلی کے بائیس خواجہ اور خصائص کبریٰ اور اگر نام لکھنے بیٹھوں تو صفحہ ختم ہوجائے گا۔ مطالعہ کا حد سے زیادہ شوق ہے کھانے کو ملے یا نہ ملے پڑھنے کو مل جائے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ عشنا کوثر اور وصی شاہ رسالوں کے عمران ہاشمی ہیں (ہاہاہا سوری) کھانے میں ذائقہ دار جو مل جائے کھالیتی ہوں شرط اچھا پکا ہوا ہو۔ خوشبوئیں بہت زیادہ پسند ہیں رنگ مجھے ڈارک پرپل اور وائٹ پسند ہے۔ قمیص شلوار اور فراک پہنتی ہوں۔ جیولری زیادہ پسند نہیں بریسلیٹ پسند کرتی ہوں میری خواہش ہے کہ میں پیرا شوٹ جمپ کراؤں۔ شام، ایران، عراق، سعودی عرب اور اسرائیل اور شمالی علاقہ جات کی سیر کروں (ویسے یہ ساری خواہشیں دیوانے کا خواب ہیں جو کہ ناممکن لگتی ہیں) خیر میرا مقصد ہے کہ اچھی شریعت کے مطابق زندگی گزاروں اور بچوں کی تعلیم کے لیے اسکول یا مدرسے کی چین بناؤں۔ میرے مشاغل گھر کے کام کاج میوزک سننا ٹی وی دیکھنا اور کتابیں پڑھنا دنیا کی ساری کتابیں پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ کتابیں زیادہ اور زندگی کم ہے۔ میری برائیاں اور اچھائیاں مجھے جاننے والے ہی بتاسکتے ہیں۔ غصہ کم آتا ہے اور آ جائے تو جاتا نہیں لوگوں سے جلد گھل مل جاتی ہوں اگر موڈ ہو تو محفل کی جان ہوں شرارتی ہوں۔ بس اب تک کے لیے اتنا ہی اور بہت جلد اگلی ملاقات کے لیے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ زندگی کو بامقصد گزارو بے مقصد نہیں اور آپ کے ذمے جو اللہ اور لوگوں کے حقوق ہیں ان کو پورا کرو۔ چھوٹوں سے پیار کرو اور ایک دوسرے کی مدد کرو فی امان اللہ۔

عشق تمام مصطفیٰ ﷺ
عائشہ نور محمد

تیری نظر میں ہیں تمام، میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علمِ نخیلِ بے رطب
تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشقِ تمام مصطفیٰ ﷺ عقل تمام بولہب

"مجھے طلاق چاہیے۔" اوکے کا بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے کہا گیا اس نے موبائل کان سے ہٹا کر اس طرح اسکرین کو دیکھا جیسے کہنے والا نظر بھی آ رہا ہو لیکن ایک اجنبی نمبر کو بغور دیکھ کر رہ گیا۔ وہ دو سال سے اس فون کال کا منتظر تھا جب کسی اجنبی نمبر سے اس کا سیل بجتا تو وہ چونک جاتا' ذہن میں اس سے کیے جانے والے سوال دہراتا اور دوسری طرف کسی اور کو موجود پا کر وہ دل کے اندر کہیں بہت اندر ایک درد محسوس کرتا اور آج جب بے حد مصروف انداز میں بجتا موبائل دیکھے اس نے کال اوکے کی تو دوسری طرف وہ تھی جس سے فقط ایک بار ملنے کے لیے وہ کتنی دعائیں مانگ چکا تھا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے گہرا سانس خارج کی۔

"کیوں؟" آواز میں حیرت در آئی تھی۔

"ملے بغیر ہمارے بیچ یہ سب کیسے ہوگا؟" اس سے لفظ "طلاق" نہ کہا۔

"فون پر۔" دوسری طرف سے اطمینان سے مشورہ دیا گیا۔

"لیکن میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مگر کیوں؟"

"کیوں اور کیا...... مجھے یہ سب نہیں پتہ بس مجھے تم سے ملنا ہے۔" اس کی ضدی طبیعت آج پھر سے جاگ اٹھی تھی۔

"مجھے آپ سے نہیں ملنا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب آیا۔

"پھر میں بھی ایسا کچھ نہیں کروں گا۔" ڈیش فائنل۔

"کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ ہم دونوں کے بیچ ایسا کچھ نہیں ہے مسٹر جسے ہم مل کر ڈسکس کریں' بہتر یہی ہوگا کہ آپ مجھے فون پر طلاق دے دیں ورنہ مجھے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا اور یقیناً اس سے زیادہ اچھی جگہ ہم دونوں کے ملنے کی کوئی نہیں ہوگی۔" دوسری طرف سے یکلخت بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا گیا اس نے ایک بار پھر موبائل کان سے ہٹا کر اسکرین کو دیکھا لیکن اس بار اس کی آنکھوں میں اُلجھن تھی۔

"آپ کون ہیں۔" اس نے دوبارہ موبائل کان سے لگاتے ہوئے پوچھا تو دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔

"یو آر ناٹ مائی وائف۔" پختہ یقین تھا اس کے لہجے میں۔

"آپ جو بھی کوئی ہیں میرے حالات سے واقف ہیں لیکن میری بیوی سے نہیں۔ اگر آپ میری بیوی کو جانتی ہیں تو آپ کو معلوم ہوتا کہ میری بیوی کو غصہ بالکل نہیں آتا۔" دوسری طرف سے اس کی بیوی کی تکرار پر مزید گہری چپ لگ گئی تھی۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے اپنا سوال دہرایا تو دوسری جانب سے لائن کاٹ دی گئی۔

"یہ کون محترمہ تھیں اور میرے ساتھ کس قسم کا گیم کھیل رہی ہیں۔" وہ اتنا اُلجھ گیا کہ سامنے پڑی فائل میں اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اپنے سکریٹری کو اطلاع دے کر وہ آفس سے نکل گیا۔

......☆☆☆......

"آمن رضا سے ملو یہ ہے میرا بیسٹ فرینڈ اور اس پارٹی کا مہمان خصوصی۔" جنید کی بات پر وہ مسکرادیا اس کے ساتھ ایک انتہائی دلکش لڑکی کھڑی تھی۔

"آمن یہ میری وائف ثانیہ جنید ہے۔"

"نائس ٹو میٹ یو۔" ثانیہ نے مسکرا کر کہا۔

"واؤ۔" آمن نے اسے بغور دیکھا تھا وہ ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس تھی اور وہ ساڑھی مکمل طور پر اس کا بدن چھپانے میں ناکام تھی۔

"یو آر لکی جنید کہ تمہیں اتنی خوبصورت وائف ملی ہے۔" اس نے ثانیہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا ثانیہ نے اس سے ہاتھ ملایا لیکن اس کے لبوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"تم لوگ باتیں کرو میں ذرا اور مہمانوں کو دیکھ لوں۔" جنید نے مسکرا کر کہا۔

"شادی شدہ خواتین کے ساتھ یہی مسئلہ ہوتا ہے کہ ان سے صرف باتیں ہی کی جاتی ہیں۔" اس کا انداز نہایت ہی بے باک تھا ثانیہ کو اس کی نگاہیں اپنے اندر اترتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" جنید مسکرادیا اور ثانیہ کو محسوس ہوا کہ آمن کی نظریں اتنی غلیظ نہیں ہیں جتنی جنید کی مسکراہٹ۔

"کیا یہ میرے گال پر "کس" کرسکتی ہیں۔" اگر اس لمحے وہ ثانیہ مراد ہوتی تو اس کے گال پر تھپڑ دے مارتی لیکن ثانیہ جنید بننے کے بعد ایسی بے ہودہ گفتگو پر اسے مسکرانا پڑتا تھا کیونکہ یہ اس کے شوہر کا حکم تھا۔

"تمہارا سینس آف ہیومر بہت اچھا ہے۔" جنید نے قہقہہ لگاتے ہوئے اس کی تعریف کی۔

"سینس آف ہیومر یعنی مذاق کی حس۔" کتنا بہترین نام دیا ہے جنید نے بدبودار کیچڑ میں لتھڑی ہوئی بات کو۔" وہ سوچ کے رہ گئی جنید آگے بڑھ گیا وہ وہیں کھڑی رہ گئی کیونکہ آمن رضا آج کی اس پارٹی کا مہمان خصوصی تھا اور بہت بڑی انٹرنیشنل کمپنی کا مالک بھی ان کا بزنس پاکستان کے علاوہ کئی ممالک میں تھا اور جنید چاہتا تھا کہ آمن رضا اس کے ساتھ کام کرے سو اب اپنی بہترین "کمپنی" ثانیہ جنید کو آمن رضا کو دینی تھی۔

"ہیلو محترمہ کہاں گم ہیں۔" آمن نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا تو وہ چونکی۔

آمن نے پاس سے گزرتے ویٹر کو اشارے سے روکا اور گلاس اٹھالیا جبکہ اس نے جوس لیا وہ اس غلیظ چیز کو پینے کے لیے خود کو آج تک تیار نہ کرپائی تھی۔

"گھر سیٹ کرلیا آپ نے۔"

فی الحال تو اپنے آنٹی انکل کے ساتھ ہی ہوں کلفٹن میں گھر ہے ان کا۔" اس نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کردیا تھا۔

"آمن رضا کلفٹن میں۔" وہ چونکی۔

"کیوں آمن رضا کیا کلفٹن میں نہیں رہ سکتا۔" اس نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آمن رضا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"کیا ہوا۔" وہ اس کی بدلتی کیفیت پر حیران ہوا۔

"شہلا ہاشم درانی کو جانتے ہیں آپ؟" اس نے اس یقین کے ساتھ پوچھا جیسے وہ نفی میں سر ہلائے گا مگر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چونکا۔

"آپ کیسے جانتی ہیں میری خالہ کو۔" اس نے پوچھا اور ثانیہ کو اپنے روئیں روئیں سے پسینہ پھوٹتا ہوا محسوس ہوا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے گھر کی عمارت دھماکے سے اس کے سر پر آ گری ہو اس نے اتنی نفرت اپنے آپ سے کبھی نہیں کی تھی جتنی اس وقت آمن رضا کو کمپنی دیتے ہوئے محسوس کررہی تھی۔ کیونکہ اس کمپنی کو عرف عام میں مردوں کو رجھانا کہا جاتا ہے اور وہ اس وقت آمن رضا کو رجھانے کی کوشش کررہی تھی جو "درانی پیلس" کا مکین تھا۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے آنکھوں میں آئی نمی کے باعث پلکیں جھکائی تھیں۔

"ہیلو آمن۔" اس سے پہلے کہ وہ قدم آگے بڑھاتی

ایک لڑکی آکر آمن سے لپٹ گئی۔

"ہیلو روشی۔" وہ دونوں گلے لگے ہوئے تھے آمن کا گال روشی کے گال سے ٹچ ہو رہا تھا۔ اور آمن کی انگلیاں اس کی کمر پر رینگ رہی تھیں وائٹ رنگ کی میکسی جو نیچے سے تو ایڑھیوں میں آرہی تھی لیکن آستینوں کے ساتھ ساتھ کمر کا کپڑا بھی غائب تھا روشی بہت خوبصورت لگ رہی تھی وہ آگے بڑھ گئی۔ اگلے چند منٹ بعد وہ دونوں ڈانس کرنے والے پیئرز میں شامل تھے۔

"تانیہ۔" جنید آکر اس کے سر پر دبی آواز میں دھاڑا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ آمن کو اچھی طرح کمپنی دینا پھر تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اور روشی کو دیکھو کیسے اس کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔"

"وہ دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔"

"تو تم بھی جاکر جان پہچان بڑھاؤ ناں۔" اس نے غصے سے کہا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ وہ اب آمن رضا کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے شوہر کا آرڈر تھا' وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی آمن رضا کی طرف آگئی۔

"ارے تانیہ آپ نے بتایا نہیں آپ کیسے جانتی ہیں میری آنٹی انکل کو۔" اسے سامنے پاکر آمن رضا نے ایک بار پھر پوچھا روشی اب اس کے بازو میں بازو ڈالے شراب پینے میں مگن تھی۔ وہ ان دونوں کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"وہ ہمارے پڑوسی تھے شادی سے پہلے ہاشم انکل کے دائیں طرف والا گھر میرا تھا۔"

"آپ کی شادی کو تین سال ہو رہے ہیں' جبکہ آنٹی انکل تو ابھی تین ماہ پہلے ہی امریکہ سے آئے ہیں وہاں پر.... پھر آپ ان کی پڑوسی کیسے ہوگئیں۔ جبکہ اس گھر میں ہمیشہ تالا لگا رہتا ہے۔"

"آپ کو پاکستان آئے کتنے دن ہوچکے ہیں؟"

"آج آٹھواں دن ہے۔"

"پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں ان کی پڑوسی نہیں ہوسکتی' میں اپنے والدین کے گھر آتی جاتی رہتی ہوں۔" وہ مسکرائی' حقیقت کیسے بتاتی کہ بھی درانی پیلس میں بس جانے کے لیے وہ کتنی بے قرار رہتی تھی۔

"پھر آپ کب آئیں گی اپنے گھر تاکہ میں درانی پیلس میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرسکوں۔" اس نے تانیہ کے آنے کے بعد چوتھا گلاس خالی کیا تھا۔

"کبھی نہیں بھلا میں وہاں آنے کے قابل ہوں۔" اس نے سوچا۔

"جب تم بلاؤ۔" پیچھے سے جنید نے کہا تھا اور تانیہ نے لب بھینچ لیے حالانکہ جنید خود بھی اس کے درانی پیلس جانے کے خلاف تھا مگر آمن رضا کے ساتھ بزنس بھی ضروری تھا۔

"کل لنچ پر آجاؤ۔" اس نے فوراً انوائٹ کیا۔

"اوکے۔" جنید نے بھی فوراً جواب دیا۔

"روشی تم بھی آجانا۔" آمن اب روشی کو انوائیٹ کر رہا تھا۔

"سوری ڈیئر میں کل مصروف ہوں۔"

"اوکے۔" آمن نے ایک اور گلاس اٹھایا تانیہ مسلسل اس کے گلاس گن رہی تھی۔

"ایسا ہے آمن کہ میں بھی کل دوپہر مصروف ہوں البتہ تانیہ آجائے گی۔" تانیہ نے چونک کر جنید کو دیکھا' کل سنڈے تھا اور جنید کو کوئی کام نہ تھا لیکن اس نے جانے سے کیوں معذرت کرلی تانیہ جانتی تھی کہ جنید یہی چاہتا ہوگا کہ اس کی غیر موجودگی میں آمن کھل کر تانیہ کی کمپنی سے لطف اندوز ہوسکے اپنے شوہر کے ان گھٹیا بزنس طریقوں سے بہت گھن آتی تھی لیکن آج آمن رضا کی وجہ سے انتہا ہوچکی تھی ایک مصنوعی مسکراہٹ بھی اس کے لبوں پر نہ آسکی۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ تم بھی مصروف ہو۔" آمن نے وہ گلاس بھی خالی کردیا تھا۔

"آمن رضا تو گھٹیا پن میں جنید کو بھی پیچھے چھوڑ چکا

ہے۔" اس کا دل تڑپا تو آنکھیں بھیگ گئیں۔
"میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام تھا جنید نے انوائیٹ کیا تو میں آ گئی۔" روشی یکدم کھڑی ہوئی تھی۔
"میں بھی چلتا ہوں تمہارے بعد میرے لیے اس پارٹی میں کوئی چارم نہیں ہے۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ "او کے تانیہ کل ملاقات ہوگی۔" وہ براہ راست تانیہ سے بولا اور پلٹ گیا۔
"کل ذرا اچھی طرح تیار ہو کر جانا۔" پارٹی کے اختتام کے بعد جنید نے بیڈ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"کاش کل آنے سے پہلے میں مر جاؤں۔" اس نے بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر سوچا تھا لیکن کچھ نہ ہوا اور اسے جنید کے پسندیدہ سوٹ میں درانی پیلس جانا پڑا۔
"ویلکم...... میں آپ کا منتظر تھا۔" وہ اسے اندر لے آیا جہاں شبینہ اور آنٹی اس کی منتظر تھیں۔ دونوں نے اسے گلے لگایا۔
"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" شبینہ نے بے ساختہ اس کی تعریف کی وہ بھی جانتی تھی لائٹ اور ڈارک پرپل کنٹراسٹ میں آدھا پاجامہ فراک اپنے بالوں کو رول کیے نفاست سے کیے گئے میک اپ نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے اپنی خوبصورتی پر وہ اتنی شرمندہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جتنی اس وقت اس گھر میں ہو رہی تھی وہ لوگ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے تبھی کچھ دیر بعد ملازم لوازمات لے آیا تھا۔
"میم کے لیے اورنج جوس لے آؤ۔" آمن نے کہا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا کل پارٹی میں اس نے یہ بات نوٹ کرلی تھی کہ وہ شراب نہیں پیتی۔
"نورین میرا لنچ کہاں ہے؟" باہر سے آتی عاجزی سے بھرپور اس آواز پر تانیہ نے بے ساختہ پہلو بدلا اس نے غیر ارادی طور پر اپنا دوپٹہ اپنے کندھوں پر پھیلایا تھا لیکن ٹشو کا دوپٹہ اس کے عریاں بازو چھپانے میں ناکام رہا اور اس کی یہ بے چینی آمن رضا نے بغور دیکھی تھی۔
"آپ چلیں میں لاتی ہوں۔" دوسری آواز آئی۔
"میں یہیں ہوں آپ لے آئیں کیونکہ آپ ٹھہری مصروف خاتون بھول گئیں تو بس...... بھوکے مرنے کا فی الحال میرا ارادہ ہرگز نہیں ہے۔" کہنے والا لہجہ شرارتی تھا۔
"افوہ باتیں تو اچھی کرلیا کریں۔" نورین خفگی سے بولی تھی جواباً خاموشی چھا گئی۔
"ارے بھئی آج چاند کہاں سے نکل آیا۔" شبینہ سے چھوٹا فرقان اندر آتے ہوئے بولا تھا وہ اتنی ڈسٹرب ہو چکی تھی کہ مسکرا بھی نہ سکی۔
"ارے تانیہ آئی ہے۔" اس کے پیچھے ہاشم درانی تھے۔
"کیسی ہو بیٹا؟"
"جی ٹھیک ہوں۔" اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا تھا ورنہ جی چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ جائے۔
"بیگم صاحبہ کھانا لگ گیا ہے۔" ملازم نے آ کر شہلا آنٹی سے کہا تھا تو وہ سب اٹھ کر باہر آ گئے۔
"آپ نے بات کی اس سے؟" لنچ کے دوران ہاشم درانی نے اچانک ہاتھ روک کر شہلا درانی کو دیکھا تھا۔
"آپ خود کرلیں اسے دیکھتے ہی مجھے تو گھبراہٹ ہوتی ہے۔" آنٹی نے چمچ اور کانٹے سے نفاست سے کھاتے ہوئے جواب دیا۔
"نورین یمینہ کو بلاؤ۔" ہاشم درانی کے جملے پر تانیہ کے حلق سے نوالہ اترنا مشکل ہو گیا۔
"بڑے صاحب چھوٹی بی بی گھر پر نہیں ہیں۔" نورین کے جواب نے اس کی سانس بحال کی۔
"لیکن ابھی تو وہ گھر پر تھی تم سے لنچ کے لیے کہہ رہی تھی۔" شبینہ نے چونک کر پوچھا۔
"وہ سامنے والے بنگلے کے چوکیدار کا بچہ سیڑھیوں سے گر گیا ہے اس کی بینڈیج کرنے گئی ہیں۔"
"اوہ نو۔" فرقان نے کوفت سے کہا۔ تانیہ اور آمن کے علاوہ سبھی کے چہرے پر بیزاری تھی۔ جب وہ لوگ

لنچ کے بعد لاؤنج میں آئے تھے تب وہ اندر داخل ہوئی۔ تانیہ نے آمن کو بری طرح چونکتے ہوئے دیکھا تو اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میمونہ۔" ہاشم درانی کی آواز پر سر جھکائے آگے بڑھتی وہ لڑکی جو آمن رضا کی نگاہوں کا مرکز تھی رک گئی۔

"یہاں آ کر بیٹھو۔"

"آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے۔" اس کی نگاہیں اس حد تک جھکی ہوئی تھیں کہ آمن رضا کو لگا اس کی آنکھیں بند ہیں ماتھے سے لیکر ٹخنوں سے ذرا اوپر تک اس کی وسیع و عریض سفید چادر پیروں میں سفید موزے اور براؤن رنگ کے کپڑے کے جوتے آمن رضا نے بے حد تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ آگے بڑھی اور میز کے پیچھے نیچے بیٹھ گئی اس طرح بیٹھنے سے اس کے کندھے اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

"اوپر صوفے پر بیٹھو۔" ہاشم درانی نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو مجھ سے کیا کام تھا۔" اس کی نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر چپ رہ کر اس کے اوپر بیٹھنے کا انتظار کیا۔

"مجھے چالیس لاکھ روپے چاہئیں رضا آجائے گا تو میں تمہاری یہ رقم تمہیں لوٹا دوں گا۔" انہوں نے لب بھینچے اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

"میرے پاس صرف دس لاکھ روپے ہیں اگر آپ کے کسی کام آسکتے ہیں تو میں وہ آپ کو لا دیتی ہوں۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

"دس لاکھ روپے کیا بکواس کر رہی ہو۔" ہاشم اور شہلا تو حقیقتاً اچھل پڑے۔

"باقی پیسے کہاں ہیں؟" ہاشم نے پوچھا تھا۔

"میں نے خرچ کر دیے۔"

"نوے لاکھ روپے تم نے خرچ کر دیئے وہ بھی تین سال میں۔" ان کی بات پر سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ سوائے تانیہ کے اور آمن رضا کے لیے تو اس کا روپ ہی باعث حیرت تھا۔

"میں تمہارا اور ماں کا خرچ بھیج رہا تھا ناں...... پھر تم نے نوے لاکھ کہاں خرچ کر دیئے۔"

"جو آپ میرا اور دادی امی کا خرچ بھیجتے تھے وہ ہی تو دس لاکھ روپے کی صورت میں میرے پاس ہیں۔"

"واٹ! ہاشم بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"تم نے پورے ایک کروڑ روپے خرچ کر دیئے لیکن کہاں؟" شہلا نے الجھن لیے پوچھا تھا۔

"ممی پپا کی مغفرت کے لیے میں نے وہ رقم خیرات کر دی۔" بے حد اطمینان سے اس نے جواب دیا۔ اور پورے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"خ...... خیرا...... ت۔" ہاشم کا سانس حلق میں اٹک گیا تھا۔

"شہلا اس لڑکی سے کہو یہاں سے جائے۔" ان کے ہاتھوں میں واضح کپکپاہٹ تھی۔

"میمونہ آؤٹ۔" فرقان نے غصے سے کہا تھا وہ آرام سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ...... لڑکی...... ایسا کیسے کر سکتی ہے؟"

"یہ ہماری غلطی تھی ہاشم کہ اسے ہم نے آپ کی ماں کے حوالے کر دیا تھا وہ جو کچھ آپ کو نہ سکھا سکیں وہ سب گھول کر اس کے اندر ڈال گئیں۔" شہلا نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہوں...... اور شاید اس غلطی کا خمیازہ اب ساری زندگی بھگتنا ہے ہمیں۔" وہ نڈھال سے اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو شہلا ان کی دلجوئی کے خیال سے پیچھے چلی گئیں۔

"آپی نے یہ چیک دیا ہے۔" چند لمحوں بعد نورین اندر داخل ہوئی تھی فرقان نے اس کے ہاتھ سے چیک لیا اور چلا گیا۔

"یہ کون ہے؟" آمن رضا ابھی تک سکتے میں تھا۔ تانیہ کا جی چاہا اسے بتائے کہ "یہ کون ہے؟" مگر وہ چپ

رہی آمن رضا اگر ابھی تک بے خبر تھا تو یقیناً اسے جان بوجھ کر نہ بتایا گیا تھا۔

"تمہاری بیوی۔" شیبنہ نے کہا تو آمن رضا اچھل پڑا جبکہ تانیہ نے بھی تعجب سے شیبنہ کو دیکھا اگر ابھی تک نہیں بتایا تھا تو اب یوں اچانک بتانے کی وجہ کیا ٹھہری؟ لیکن یہ بات شیبنہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی اس کے چہرے پر صاف صاف لکھا تھا۔

"اس جیسی منہ زور لڑکی کو صرف آمن ہی ٹھیک کرسکتا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو شیبنہ؟" وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"چھوٹی عمر میں تم دونوں کا نکاح ہوگیا تھا۔"

"بچپن میں نکاح..... مگر وہ کیوں؟" اس بار اس کے لہجے میں حیرت کم دلچسپی زیادہ تھی۔

"اصل میں ماما کی ایک فرینڈ تھیں مسز رباب طاہر وہ بے اولاد تھیں اور انہیں یہ ننھی سی یمینہ بہت پسند تھی انہوں نے اسے ماما سے مانگ لیا' انہوں نے ماما پاپا سے کہا تھا کہ وہ اپنی ساری پراپرٹی یمینہ کے نام کردیں گی لیکن ماما ہچکچاہٹ کا شکار تھیں کیونکہ وہ امریکا شفٹ ہورہی تھیں تب شائلہ آنٹی نے کہا کہ آمن اور یمینہ کا نکاح کردیتے ہیں تاکہ وہ کہیں بھی رہے اسے آنا نہیں پڑے۔ اس تجویز پر سب راضی ہوگئے اس طرح تمہارا اور یمینہ کا نکاح ہوگیا اور رباب آنٹی اسے لے کر امریکہ چلی گئیں۔ دس سال تک یہ ان کے ساتھ رہی پھر ہم سب بھی امریکہ سیٹل ہونے کے ارادے سے وہاں چلے گئے جب ہم وہاں پہنچے تو اسی رات رباب آنٹی اور طاہر انکل کا قتل ہوچکا تھا۔ یہ قتل یمینہ نے اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا تھا اور قاتل فرار ہونے میں کامیاب رہے۔

"آپ پولیس کو بتائیں گی وہ لوگ کون تھے؟" پاپا نے اس سے پوچھا لیکن یہ ہسٹیریک ہونے لگی۔ پھر پاپا نے اس کا بہت علاج کروایا لیکن یہ تو اچھی خاصی سائیکو کیس بن گئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا اس پر خاص توجہ دی جائے لیکن اس وقت ماما پاپا اسٹیبلش ہونے کی کوشش کررہے تھے ان کے پاس تو بالکل وقت نہیں تھا۔ دادی امی کو پتہ چلا کہ یمینہ کی یہ حالت ہوچکی ہے کہ اب وہ اسکول بھی نہیں جاسکتی ہے وہاں بھی عجیب بی ہیو کرتی ہے تو دادی امی نے پاپا سے کہا کہ اسے پاکستان بھیج دیں تب ماما پاپا نے اسے پاکستان دادی امی کے پاس بھیج دیا پھر پاپا نے اس کی پراپرٹی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یمینہ کے اکاؤنٹ میں ایک کروڑ روپے ہیں۔ گھر رباب آنٹی کے نام تھا وہ ان کے بوائے فرینڈ نے اپنے نام کروا کے ان کا قتل کردیا اور بزنس طاہر انکل کا تھا جو ان کی گرل فرینڈ نے اپنے نام کروا کے ان کا قتل کروایا۔ یمینہ بیس سال کی ہوئی تو اس کے وکیل نے پاپا سے کہا کہ وہ اس کی رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردیں اور آج تین سال بعد وہ کہہ رہی ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے اس نے سارا پیسہ خیرات کردیا۔" شیبنا آمن کی بھابی بھی تھی اس کے بڑے بھائی ذیشان کی بیوی۔

"تمہیں بھی یقین نہیں آرہا ناں کہ وہ ایک کروڑ خیرات کرسکتی ہے۔"

"وہ ایک کروڑ کیا ایک ارب بھی خیرات کرے آئی ڈونٹ کیئر۔ میں تو صرف اس بات پر حیرت کررہا ہوں شی از مائی وائف۔"

"لعنت بھیجو اس کی شکل پر تمہارے ساتھ وہ کہیں سے بھی سوٹ نہیں کرتی ہے بھلا اس کا اور تمہارا کیا میل۔" شیبنہ کے لہجے میں اپنی بہن کے لیے بہت حقارت تھی تانیہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

"یہ تو سچ کہا شیبنہ نے کہ ان دونوں کا کیا میل۔ یمینہ اس کے نام کے معنی ہیں۔

"سیدھی راہ پر چلنے والی۔" اور آمن..... گمراہی کی انتہا پر۔

"میں چلتی ہوں۔" وہ یکدم کھڑی ہوگئی۔

"ارے بیٹھو ناں۔" شیبنہ نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ آمن رضا بھی اسے دیکھنے لگا۔

"پھر آؤں گی مجھے کچھ ضروری کام تھا۔" وہ بغیر رکے باہر نکلی تھی تب اس نے یمینہ کو لان میں دیکھا تھا وہ اپنے بڑھتے قدموں کو ان کے قریب جانے سے نہیں روک پائی۔

"کیسی ہو یمینہ۔" وہ نیچے لان میں گھاس پر بیٹھی ننھے سے پودے کو دیکھ رہی تھی۔ ثانیہ کی آواز پر اس نے اس کی طرف دیکھنے کا تکلف نہیں کیا تھا۔

"کیسا ہوسکتا ہے وہ شخص جسے انگلی پکڑ کر سیدھی راہ پر چلانے والا اس کا رہنما گمراہی کے راستے پر چل پڑے۔"

"یمینہ میں مجبور ہوں۔" وہ لب کاٹتے ہوئے بولی۔

"یہ بہت بودی دلیل ہے۔" اس کے کہنے پر ثانیہ یکدم رونے لگی۔

"اگر میں ایک دن جنید کی بات نہ مانوں تو وہ سزا کے طور پر کئی دن کے لیے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیتا ہے۔"

"جنید بیٹا چھین لیتا ہے اسی لیے گناہ کرتی ہیں، گناہ کرتے ہوئے یہ خوف نہیں آتا کہ اللہ عزوجل نے چھین لیا تو کیا کریں گی۔"

"یمینہ۔" وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر بری طرح رونے لگی۔

"آپ میرے سامنے مت آیا کیجیے مجھے شرم آتی ہے ایسے شخص کو دیکھ کر جس کے دل میں اپنے جیسے ہی ایک انسان کا خوف اس قدر ہے کہ وہ اپنے رب سے دور ہو گیا ہے اللہ عزوجل کے آگے بھی یہ دلیل پیش کریں گی کہ آپ مجبور تھیں کیا مجبوری تھی......؟ عشق کی......! جو آپ کو جنید سے ہوا گناہوں سے لتھڑے اس شخص کو آپ پہلے سے جانتی تھیں، آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ اسے بدل لیں گی اس میں کیا آپ کی مجبوری تھی۔"

"ہو جاتی ہیں عورتیں مجبور ہو جاتی ہیں۔" وہ یکدم چیخی تو یمینہ نے تاسف بھری نظر اس پر ڈالی پھر پودے کو دیکھنے لگی۔

"تم بھی یمینہ اب میرے جیسی زندگی جینے والی ہو آمن رضا جنید سے زیادہ گمراہ ہے وہ جنید سے زیادہ بدکردار بھی ہے گھٹیا پن میں وہ جنید سے دس قدم آگے ہے وہ شرابی ہے جواری ہے وہ بہت برا ہے، بہت برا۔"

"اگر میں آمن رضا کو نہ بدل سکی تو میں خود کو بھی نہیں بدلوں گی۔" اس نے پورے اعتماد کے ساتھ ثانیہ کو دیکھا تھا ثانیہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میں دعا کروں گی کہ ایسا ہی ہو حالانکہ ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔"

"اور میں چاہوں گی کہ آپ صرف اپنے لیے دعا کریں کہ اللہ عزوجل آپ کو مزید اس راستے پر نہ چلائے۔" کہہ کر اس نے اپنا رخ دوبارہ اس پودے کی طرف کرلیا ثانیہ لمحے بھر وہاں کھڑی رہی پھر پلٹی تو وہ دم بخود رہ گئی' آمن رضا اس کے پیچھے کھڑا تھا اور پتہ نہیں کب سے کھڑا تھا وہ اسے نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"یمینہ۔" آمن کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی پھر کھڑی ہوگئی۔

"آپ کو پتہ ہے یور مائی وائف۔" وہ ابھی تک حیران تھا اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"امیزنگ یار...... جس لڑکی کو میں آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں وہ میری بیوی ہے۔" وہ کھلے سے ہنسا اور پھر اسے بغور دیکھنے لگا لیکن دیکھنے کے لیے تھا ہی کیا سوائے چادر کے...... سفید چادر جس پر ریشم سے کہیں کہیں گلاب کے پھول بنے ہوئے تھے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اس کے باوجود آمن رضا کی نظریں اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"اور مجھے یقین ہے آپ اس رشتے کو نبھانے کے بجائے ختم کرنے کو ترجیح دیں گے۔" اس کی آواز دھیمی تھی اس کے لہجے میں بے پناہ اطمینان تھا۔

"آپ کو اس بات کا یقین کیوں ہے؟" وہ مسکرا دیا۔

"ہم دونوں میں کچھ بھی مشترک نہیں ہے ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے یہ بات طے ہے پھر ہمیں

وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنی اپنی منزل کا سفر جاری رکھنا چاہیے۔"

"اور ہماری منزلیں کیا ہیں۔"

"واللہ اعلم۔" کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی جبکہ وہ پیچھے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر کافی دن گزر گئے پہلے بھی کوئی یمینہ سے بات نہیں کرتا تھا اس کا نام نہیں لیتا تھا اب کوئی اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ آمن رضا کی فیملی آ گئی تھی آمن نے جنید سے ثانیہ کا گھر خرید لیا تھا آمن کی بہن ترنم فرقان کی وائف تھیں۔

"میرے خیال سے ہمیں اب آمن اور یمینہ کی شادی کی تیاری کرنی چاہیے۔" ذیشان اور ترنم کو اپنے گھر میں آباد خوش دیکھ کر مہینے بھر میں رضا عثمان کو اپنے سب سے زیادہ لاڈلے بیٹے کا خیال آیا تھا یہ مرحلہ سب سے مشکل تھا۔ انہوں نے یمینہ کو ایک ہی بار دیکھا تھا اگر غور کرتے اس پر تو یقیناً یہ نہیں کہتے۔

"جبکہ میرا خیال ہے ہمیں یمینہ اور آمن کے رشتے کو ختم کر دینا چاہیے۔" شمائلہ نے کہا تو انہوں نے چونک کر پہلے شمائلہ کو اور پھر شبینہ کو دیکھا۔

"انکل یمینہ انتہائی عجیب قسم کی لڑکی ہے آمن سے بالکل الگ۔"

"انکل اس کی پرورش دادی امی نے کی ہے اور ان کا بہت گہرا رنگ ہے اس پر بلکہ خود دادی امی سے بھی کئی گنا آگے دادی امی کو میں نے کبھی اتنی بڑی چادر مسلسل اوڑھے ہوئے نہیں دیکھا جیسی وہ اوڑھے رکھتی ہے کسی پارٹی فنکشن میں شرکت نہیں کرتی حالانکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے دادی امی ہماری سالگرہ وغیرہ میں شرکت کرتی تھیں۔"

"لیکن اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔" انہوں نے شبینہ کی بات کاٹ دی۔

"ڈاکٹر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا دماغ نہیں پھر سکتا۔" شمائلہ جل کر بولیں۔

"آمن جانتا ہے اسے...... دیکھا ہے اس نے یمینہ کو۔"

"دیکھ چکا ہے اور انٹرسٹ بھی لے رہا ہے اس میں۔"

"رئیلی۔" حیرت سے انہوں نے شبینہ کو دیکھا۔

"آپ خود بات کیجیے انکل وہ اس کے پیچھے وقت برباد کر رہا ہے۔"

"ایسا کرو تم آمن کو میرے روم میں بھیجو۔" وہ خود اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے کچھ دیر بعد وہ ان کے روم میں تھا۔

"پاپا آپ نے مجھے بلایا۔"

"ہاں آؤ۔" وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کے قریب دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"شبینہ نے بتایا کہ تم یمینہ میں انٹرسٹ لے رہے ہو۔"

"عجیب لڑکی ہے وہ پاپا سامنے والا نہ بھی چاہے تب بھی اس میں انٹرسٹ لے لگا۔" اس کے لبوں پر آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"وہ لڑکی تم سے الگ ہے بلکہ بہت الگ ہے کیسے گزارا ہوگا اس کے ساتھ۔ شبینہ نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی ساری پراپرٹی خیرات کر چکی ہے اور خالہ سے بھی زیادہ بیک ورڈ ہے تو پھر...... تم کیسے اس میں اس حد تک انٹرسٹ لے سکتے ہو کہ شادی نبھانے کی باتیں کرو۔" انہوں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ڈونٹ وری پاپا میں اسے سیدھا کر دوں گا۔"

"کہیں وہ تمہیں سیدھا نہ کر دے۔" ان کے لبوں سے نکلنے والے اس جملے نے اس کی پیشانی پر ان گنت بل ڈالے۔

"ثانیہ سے ملے ہیں ناں آپ...... یہ اسی کا دکھایا ہوا راستہ ہے جس پر وہ محترمہ چل رہی ہیں جب راستہ دکھانے والا بدل سکتا ہے تو راستے پر چلنے والا کیوں نہیں بدل سکتا۔ اس نے حقارت زدہ لہجے میں کہا تھا پاپا اسے

خاموشی سے دیکھنے لگے۔ پھر شام کو وہ درانی پیلس آئے تھے کوئی بھی اس رشتے پر گرم جوشی نہ دکھا رہا تھا۔

"رضا تم غلطی کر رہے ہو اپنے گھر کا سکون درہم برہم کرو گے آمن کی اور اس لڑکی کی کبھی نہیں بنے گی۔" ہاشم نے یہ سنتے ہی کہ وہ ڈیٹ فکس کرنے آئے ہیں فوراً کہا تھا۔

"ہاشم بچی ہے یار وہ...... اگر ہماری انگلی زخمی ہو گی تو اسے کاٹ کر تو پھینکا نہیں جا سکتا' اس کا علاج کیا جائے گا ایسے ہی ہمینہ کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔"

"وہ زخم نہیں ہے رضا ناسور بن چکا ہے اسے کاٹ دینا ہی بہتر ہے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا......؟"

"جانتا ہوں اس نے اپنی ساری پراپرٹی خیرات کر دی ہے اور یہ میری نظر میں کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے ٹین ایج میں بچوں کو جو رہنمائی ملے وہ وہی کرتے ہیں۔"

"اب اس کا ٹین ایج ختم ہو چکا ہے اب وہ میچور ہو چکی ہے اور میں تمہیں یہ پرانا واقعہ نہیں سنانا چاہتا ہوں...... ایک نئی بات جو مجھے بھی کل ہی پتہ چلی ہے۔" انہوں نے کہا تو شہلا نے لب بھینچ لیے۔

"وہ اس گھر میں پکنے والا کھانا نہیں کھاتی۔" ہاشم نے کہا تو وہ بے اختیار مسکرائے۔

"بہت سے بچوں کو عادت ہوتی ہے وہ باہر کا کھانا پسند کرتے ہیں۔"

"وہ اسی گھر میں اپنا الگ کھانا پکاتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" ان کی مسکراہٹ حیرانگی میں بدل گئی۔

"یہی میں نے اس سے بھی پوچھا تھا جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا۔"

"میں اپنے بدن کو حرام نہیں کھلا سکتی۔"

"سن رہے ہو رضا میری کمائی حرام ہے جو وہ اپنے بدن کو نہیں کھلا سکتی۔" ہاشم کے کہنے پر رضا نے لب بھینچ لیے۔

"تم نے پوچھا نہیں بلڈرز ہونے میں حرام کیا ہے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو میں نے نہیں پوچھا ہو گا۔" وہ تلخ ہوئے۔

"پھر کیا جواب دیا اس نے۔"

"آپ سود لیتے ہیں سود حرام ہے۔"

"اب تم کہو میں کیا کہتا۔" ہاشم نے انہیں دیکھا۔

"تمہیں کہنا چاہیے تھا کہ اب جب وہ ڈاکٹر بن گئی ہے تب اسے اس بات کا خیال آ رہا ہے بچپن سے لے کر تم نے اس پر اب تک جو خرچ کیا ہے تب اسے خیال نہیں آیا کہ یہ حرام کمائی ہے۔" انہیں یکدم غصہ آ گیا تو ان دونوں کے لب بھینچ گئے۔

"وہ چار سال کی تھی جب ہم نے اسے رباب کو دیا تھا' وہ چودہ سال کی تھی جب رباب کی ڈیتھ ہوئی' اور وہ واپس ہمارے پاس آئی تب ہی میں نے اسے ماں کے پاس بھیج دیا تھا' آٹھ سال بعد میں خود واپس پاکستان آیا ہوں اس عرصے میں' میں نے اس کے اور ماں کے خرچ کے لیے جتنی بھی رقم بھیجی تھی وہ دس لاکھ روپے ہیں جو وہ مجھے واپس کر چکی ہے۔"

"پھر اس نے خود کیا کیا۔" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"ماں کی پاک اور حلال کمائی سے اس کی پرورش ہوئی ہے۔"

"انیس سال کی عمر سے وہ خود جاب کر رہی ہے۔"

"لیکن کیا اس کی سیلری اتنی تھی کہ وہ اپنی کار میں پیٹرول بھی ڈلوا سکتی' پھر اس نے میڈیکل کی تعلیم کیسے حاصل کی۔" وہ بھی شاید آج ہی ہمینہ کے ہر پہلو سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔

"وہ گاڑی استعمال نہیں کرتی' اس کے پاس موبائل فون بھی نہیں ہے' اس کے پاس صرف پانچ چھ کپڑے ہوں گے آؤ میں تمہیں اس کا کمرہ دکھاؤں۔" ہاشم ان پر انکشافات کی بوچھاڑ کر رہے تھے وہ اس کے کمرے میں آ گئے دروازہ کھلتے ہی رضا چکرا گئے پورا کمرا خالی تھا' ایک طرف لکڑی کا ایک شیلف تھا' اس میں کتابیں تھیں اس

کے ساتھ ہی نیچے ایک گدا بچھا ہوا تھا سرہانے تکیہ تھا۔

"یہ تمہارے ساتھ کیوں رہ رہی ہے۔" رضا شاک ہوئے تھے۔

"صرف آمن رضا سے طلاق کے لیے...... آپ آمن سے کہیں بھائی کہ اسے طلاق دے دے۔" شہلا نے واپس آتے ہوئے پہلی بار لب کھولے تھے لیکن ان کے لب بھینچ گئے کیونکہ وہ اپنے لاڈلے کو بہت اچھی طرح سے جانتے تھے اگر آمن رضا کے علم میں یہ سب کچھ تھا تو وہ کبھی طلاق نہیں دے گا کیونکہ وہ ہمیشہ وہی چیز پسند کرتا ہے جو سب سے الگ ہو اور یمینہ اس کی زندگی میں آنے والی سب سے الگ لڑکی تھی بلکہ بہت الگ لڑکی تھی۔

"میں یمینہ سے ملنا چاہوں گا۔ کہاں ہے وہ؟" انہوں نے کہا تو ہاشم نے ایک گہرا سانس لیا۔

"مطلب تم اور تمہارا بیٹا نہیں سمجھے۔ آئی ڈے یہ تمہارا پرابلم ہے لیکن یہ توقع مت رکھنا کہ میں اس کے کسی بھی فعل کا ذمہ دار ہوں گا تم لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہو یا وہ تمہارے ساتھ کیا کرے گی مجھے اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہوگا لیکن اس وجہ سے شبینہ یا ترنم کی زندگی میں کوئی پرابلم نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں آمن تک تمہارا یہ فیصلہ پہنچا دوں گا فی الحال یمینہ کہاں ہے اسے بلاؤ۔" انہوں نے کہا تو ہاشم اٹھ کر چلے گئے۔ شہلا نے نورین سے کہہ کر اسے بلوایا اور خود بھی چلی گئیں کچھ دیر بعد وہ آئی۔

"السلام علیکم۔" وہ ٹیبل کے پیچھے کارپیٹ پر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام!" اپنی زبان سے ادا ہونے والے یہ لفظ انہیں خود کو ہی اجنبی لگ رہے تھے۔

"میں آپ کی رخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے آیا تھا آج۔" وہ کہہ کر اسے دیکھنے لگے۔

"آپ غلطی کررہے ہیں آمن میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔" اس کا سر اٹھا ہوا تھا اور نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"آمن اپنا فیصلہ خود کرسکتا ہے...... آپ اپنا فیصلہ کیجیے۔"

"میری طرف سے فیصلہ آپ کریں...... اگر میں آپ کی بیٹی ہوتی تو کیا آپ ایسے شخص سے میری شادی کرتے جس کے پاس مجھے کھلانے کو ایک روٹی نہ ہوتی دنیاوی عیش وآرام اس کے خواب میں بھی گزرے نہ ہوتے۔ یقیناً آپ اس سے میری شادی ہرگز نہ کرتے لیکن...... اگر میں اس کے پیار میں مرنے لگتی تو آپ پہلے اس شخص کو اپنے لیول پر لاتے اسے اس قابل کرتے کہ وہ مجھے دنیا کے تمام عیش وآرام مہیا کرسکے پھر آپ اس سے میری شادی کرتے۔" وہ بہت دھیمی آواز میں ان سے مخاطب تھی۔ اس کی بھنویں چادر میں تھیں اس کی آنکھوں کا کیا رنگ تھا وہ نہیں دیکھ سکے لیکن ایک چیز جسے دیکھنے کے لیے کسی مشقت کی ضرورت نہ تھی وہ تھا اس کا اطمینان...... اس کے چہرے پر پھیلا سکون۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" وہ الجھے تھے۔

"میں نے آپ کو آپ کے طریقے سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کا بیٹا میرے لیول کی چیز نہیں ہے یا تو اسے میرے لیول پر لائیں یا پھر اس نکاح کو ختم کردیں۔" اس کے دوٹوک انداز پر انہوں نے بے اختیار پہلو بدلا۔

"اگر میں کہوں کہ میں دونوں میں سے کوئی کام نہیں کرسکتا پھر۔" ان کے کہنے پر وہ چپ رہی۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا آپ آمن کے ساتھ خوش رہیں۔" طویل خاموشی سے اکتا کر وہ کھڑے ہوئے تھے۔

"دعاؤں کے بغیر کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں۔" کہہ کر وہ ان سے پہلے باہر نکل گئی اور وہ سن کھڑے رہ گئے۔ دعائیں تو شاید انہوں نے کبھی مانگی ہی نہ تھی اور مانگنے کی انہیں ضرورت بھی نہ تھی انہیں بن مانگے سب کچھ مل رہا تھا اسی لیے وہ بھول گئے تھے کہ اللہ عزوجل سے دعا مانگنے کے لیے کسی ضرورت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

"آمن شی از ویری ڈیفرنٹ گرل تم اس کے ساتھ واقعی نہیں رہ سکتے۔" کچھ دیر کے بعد وہ آمن رضا کے روم میں تھے۔

"یہ فیصلہ مجھے کرنا ہے پاپا۔" وہ صوفے پر بیٹھے تھے وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔

"آمن ہاشم نے مجھے اس کے متعلق بہت سی باتیں بتائی ہیں اور شاید بہت زیادہ ہم سے پوشیدہ بھی ہیں ایسی لڑکی کسی بھی طرح ہماری سوسائٹی میں موو نہیں کرسکتی۔"

"اوفوہ پاپا آپ اتنا کیوں کنفیوز ہورہے ہیں۔" وہ جھنجلایا۔

"آمن میرا خیال ہے تم اسے طلاق دے دو۔" وہ سنجیدہ تھے وہ حیرانگی سے انہیں بغور دیکھنے لگا۔

"آمن وہ لڑکی بچپن میں ایب نارمل رہی ہے اس کی جو حالت ہوئی تھی وہ ہم نے دیکھی ہے تم نے نہیں' تم اس سے کبھی نباہ نہیں کرسکو گے تم نے اس کے لیے جو بھی پلاننگ کررکھی ہو بہ طے ہے کہ نا کامی تمہیں ہی ہوگی۔"

"آپ مجھے چیلنج کررہے ہیں پاپا۔"

"میں تمہیں صرف سمجھا رہا ہوں' آگے تمہاری اپنی مرضی۔" وہ کھڑے ہوگئے وہ لب بھینچے انہیں جاتا دیکھتا رہا تھا۔

"کیا چیز ہو تم یمینہ۔" اس نے بے اختیار سوچا وہ پندرہ بیس دن شہلا آنٹی کے گھر رہا تھا اسے معلوم تھا کہ وہ الگ کھانا پکاتی ہے یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوتی تھی کہ وہ پانچ چھ گاڑیوں کی موجودگی میں بس سے آتی جاتی تھی اس کے پاس موبائل نہیں تھا وہ چاہتی تو کسی اچھے ہاسپٹل میں جاب کرسکتی تھی لیکن وہ ایک سرکاری ہوسپٹل میں جاب کرتی تھی۔

"شام کو یمینہ آپی میڈیکل اسٹوڈنٹ کو ٹیوشن پڑھاتی ہیں اسی لیے دیر سے گھر آتی ہیں۔" یمینہ کا پوچھنے پر نورین نے یہ اطلاع دی تھی اس کے کمرے میں کوئی سامان نہ تھا اس کے پاس پانچ چھ کپڑوں سے زیادہ کپڑے نہ تھے وہ نیچے زمین پر سوتی تھی یہ کسی مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی نہ تھی یہ اس گھرانے کی لڑکی تھی جس کا باپ کروڑوں کماتا تھا' جس کی ماں ہزاروں لاکھوں لٹاتی تھی جس کے بہن بھائی ٹپ کے نام پر سیکڑوں روپے دیتے تھے وہ لڑکی چند ہزار کے لیے پورے مہینے کئی نوکریاں کرتی تھی اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ لڑکی سچ مچ عجیب ہے۔

"میں اگر آمن کو نہیں بدل سکی تو میں خود کو بھی نہیں بدلوں گی۔" پراعتماد لہجے میں کہتی وہ آمن رضا کو چیلنج کرگئی تھی وہ تانیہ کے پیچھے ہی باہر نکلا تھا' اس نے ان دونوں کے بیچ ہونے والی گفتگو کا لفظ بہ لفظ سنا تھا اور یہ بات اسی وقت اسے سمجھ آئی تھی کہ تانیہ بار بار کیوں بے چین ہورہی تھی۔ یقیناً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یمینہ کا سامنا کرنے سے جھجک رہی تھی پھر تانیہ وہاں سے چلی آئی تو اس نے یمینہ کو پکارا' وہ پلٹی پھر کھڑی ہوگئی اس کے بعد بھی جو ملاقاتیں ہوئیں اس کا انداز گفتگو یہی تھا وہ اسے زچ کرنا چاہتا تھا یمینہ کے چہرے میں جتنی نرمی تھی اس کے لہجے میں اتنی ہی تختی تھی اور اس کا تقاضا یہی تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

"میں نے تم سے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے۔" ابھی پانچ دن پہلے ہی ان کی ایک ملاقات ہوئی تھی۔

"آپ نے مجھ سے شادی کا نہیں مجھے بدلنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔" اس نے فوراً کہا وہ نظر جھکا کر بات کرتی تھی سر جھکا کر نہیں' اسی لیے اس کے چہرے کا ہر تاثر سامنے والے کو واضح نظر آتا تھا اور اس وقت اس کا چہرہ آمن کے بچکانہ فیصلے کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"جو سمجھنا ہے سمجھو آئی ڈونٹ کیئر۔" وہ واقعی چڑ گیا تھا وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی اور وہ اپنے فیصلے پر مضبوطی سے قائم تھا حالانکہ کوئی بھی اس کے اس فیصلے پر خوش نہیں تھا اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

......☆☆☆......

"یہ پیسے ہیں تم شاپنگ کرلو جاکر۔" انہوں نے اسے بلوایا تھا۔

"کس چیز کی شاپنگ؟" وہ ابھی تک کھڑی تھی میز پر

رقم رکھی تھی جسے دیکھتے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دو ڈھائی لاکھ روپے ہیں۔

''تمہارے کپڑوں کی شاپنگ' تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس کردی گئی ہے اگلے ہفتے تمہاری رخصتی ہے۔''

''میں نے شاید آپ کو منع کیا تھا۔'' اس کے چہرے سے اس کی ناگواری کا پتہ کرنا مشکل تھا۔

''آمن نہیں مان رہا ہے۔'' انہوں نے گہرا سانس لے کر اپنی بیٹی کو دیکھا جو بلاشبہ بہت خوبصورت تھی لیکن بے وقوف بھی بہت تھی جو آمن رضا جیسے لڑکے سے شادی سے انکار کررہی تھی جس سے رشتہ جوڑنے کے لیے صرف لڑکیاں ہی نہیں ان کے خاندان والے بھی بے چین تھے وہ بے حد گڈ لکنگ اور شاندار پرسنالٹی کا مالک تھا باپ سے الگ بھی اپنا بزنس کررہا تھا خوش قسمت اس قدر تھا کہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا تو وہ سونا بن جاتی تھی لوگ اس سے بات کرنا بھی فخر سمجھتے تھے اور جس لڑکی سے وہ خود شادی کرنا چاہتا تھا وہ انکار کررہی تھی۔

''یمینہ کیوں کررہی ہو تم ایسا وہ بہت اچھا لڑکا ہے تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو تمہارا خیال بھی رکھے گا لڑکیاں تو ایسے ہمسفر کے خواب دیکھتی ہیں اور تم.... تم اتنے اچھے شخص کو ٹھکرا رہی ہو۔'' ان کی بات پر وہ یوں مسکرائی جیسے چھوٹے بچے کی بے وقوفانہ باتیں سن کر بڑے مسکراتے ہیں وہ جز بز ہوگئیں۔

''نہ کرے وہ میرا خیال۔ میں اسے کبھی نہ ٹھکراتی اگر وہ نیک ہوتا۔''

''تم کچھ بھی چاہو تمہیں یہ شادی کرنی ہوگی۔'' ہاشم درانی جو ابھی ابھی آئے تھے دہاڑتے ہوئے بولے۔

''میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔''

''پہلے کیوں نہ دفعان ہوگئیں اس گھر سے۔'' شمائلہ کو بھی غصہ آگیا۔

''کیونکہ پہلے مجھے لگا کہ وہ مجھے طلاق دے دے گا تو میں باقی زندگی کسی اچھے شخص کے ساتھ گزاروں گی۔ اب جبکہ ایسا نہیں ہے تو میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی آپشن نہیں ہے کہ میں گھر سے چلی جاؤں' میں اس کے نکاح میں رہ سکتی ہوں لیکن اس کے گھر میں نہیں۔'' اگر ان سب کا غصہ عروج پر تھا تو اس کا اطمینان بھی قابل دید تھا۔

''رہنا تو تمہیں میرے ساتھ میرے ہی گھر پر ہوگا۔'' اپنے بے حد قریب سے آتی اس آواز پر وہ چونکی پھر آمن رضا کو اپنے سے ایک قدم کے فاصلے پر دیکھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

''انکل میں یمینہ کو شاپنگ کے لیے لے جارہا ہوں۔''

''او کے۔'' انہوں نے جواب دیا اس نے اسے بازو سے پکڑا اور تقریباً کھینچتے ہوئے باہر لے آیا تھا۔ اس نے کار کی فرنٹ سیٹ پر اسے پٹخنے کے انداز میں بٹھایا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

''چلو ڈارلنگ تمہیں شاپنگ کروا کے لاتا ہوں۔'' اس نے اس کا گال تھپتھپایا' اس نے تیزی سے چہرہ باہر کی طرف گھمایا پھر آمن رضا اسے ایک بوتیک میں لایا تھا' اس نے اسے وہاں سے دو سوٹ دلائے تھے لیکن دونوں میں اتنا کپڑا نہ تھا کہ اس کے بدن کو پوری طرح ڈھک پاتا وہاں کے سیلز مین اسے جس طرح دیکھ رہے تھے وہ اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ وہاں پھرنے والی خواتین کے لیے اس کی چادر نے اسے آٹھواں عجوبہ بنادیا تھا جبکہ وہ خود مسلسل ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' کا ورد زیر لب کررہی تھی لو آمن رضا کے کانوں تک اس کی یہ ہلکی سی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔

''ڈونٹ وری یمینہ ڈیئر آپ اب ان لوگوں میں شامل ہونے والی ہیں۔'' اس نے کہا تو اس کے ورد کرتے لب رک گئے بہت مضطرب ہوکر اس نے نچلا لب کاٹا آمن رضا کو اس کا یوں پریشان ہونا بہت اچھا لگا پھر وہ بوتیک سے باہر نکلے تو اس نے اس مصیبت سے جان چھوٹنے پر شکر ادا کیا تھا لیکن یہ اس پر آنے والی پہلی مصیبت تھی آخری نہیں۔

''آؤ کچھ کھلاتا ہوں تمہیں۔'' وہ پچھلی سیٹ پر پیکٹ

رکھتے ہوئے سیدھا ہوا تھا۔

"گھر چلیے۔" وہ فوراً فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔

"واقعی گھر چلتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

"تمہیں کمانے کی ضرورت ہے بھی نہیں کیونکہ تم بے حد اسمارٹ ہو نہ صرف اسمارٹ ہو بلکہ بے حد خوبصورت بھی ہو ان کپڑوں میں تو تمہاری یہ خوبصورتی شاندار لگے گی۔ تم دیکھنا تمہارے ایسے ایسے پوز بنواؤں گا کہ تم خود بھی حیران رہ جاؤں گی کہ...... یہ میں ہوں یا کوئی اور۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ شدید ناگواری کی لپیٹ میں اسے سن رہی تھی گھر کے پورچ میں گاڑی رکی تو وہ لمحہ بھر رکے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی کچھ ہی لمحے کے بعد نورین وہ پیکٹس اٹھالائی تھی۔

"آمن صاحب نے بھجوائے ہیں آپی۔" نورین نے کہا تو اس نے لب بھینچ کر ان پیکٹس کو دیکھا جبکہ نورین نے بے حد دکھ کے ساتھ اسے دیکھا تھا پچھلے پانچ سال سے وہ یہاں پر کام کر رہی تھی سیمہ سے اسے بے حد محبت تھی خود سیمہ بھی تقریباً اسے اپنی چھوٹی بہن کہتی تھی۔

"تم جاؤ نورین۔" اس نے کہا تو وہ پلٹ کر چلی گئی تب وہ اٹھی ان پیکٹس کو اٹھایا اور ان کپڑوں کو دیکھنے لگی۔

"اے اللہ عزوجل میرے مالک اگر مجھے اس امتحان میں ڈال رہا ہے تو ہی مجھے اس میں کامیاب ہونے کی سعادت بھی نصیب فرما۔ اے میرے مولا مجھے گمراہ نہ کرنا میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہوں مجھے حد سے زیادہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ کرنا میں تیرا خوف دل میں رکھتی ہوں میرے دل میں کسی اور کا خوف پیدا نہ کرنا کہیں میں کسی اور کے خوف سے گناہ کر بیٹھوں اور تجھے کھو دوں میرے مالک مجھے سنبھال لینا مجھے گمراہ مت کرنا اے میرے اللہ عزوجل مجھے ہمت عطا کرنا مجھے ہمت عطا کرنا۔" وہ ہاتھ اٹھائے گریہ زاری کر رہی تھی وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسو جاری تھے اپنے آنسو صاف کرتی وہ اٹھی ان کپڑوں کو ڈبے میں سے نکال کر واش روم میں لے گئی تھی پھر واپس کمرے میں آئی موم بتی اور ماچس لے کر موم بتی جلائی اور اسے لے کر واش روم میں آ گئی جلتی ہوئی موم بتی اس نے ان کپڑوں پر ڈال دی چند لمحوں میں ہی ان کپڑوں نے جلنا شروع کر دیا وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی فرش دھونے والا تیزاب اٹھایا اور اس کا ڈھکن کھول دیا تیزی سے گیس باہر نکلی تو اس کی بدبو نے اسے بوتل پیچھے کرنے پر مجبور کر دیا بوتل کے منہ سے دھواں نکل رہا تھا اس نے بوتل دوبارہ اپنے قریب کی اور پھر پیچھے کر دی اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا وہ اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پا رہی تھی کہ یہ تیزاب وہ اپنے چہرے پر ڈال لیتی۔

"میرے اللہ مجھے ہمت دے کہ میں اس چہرے کو بگاڑ سکوں بے شک یہ چہرہ تو نے بنایا ہے لیکن اس کی میں بے ہودہ نمائش نہیں لگا سکتی مجھے ہمت دے کہ میں یہ چہرہ بگاڑ لوں یا پھر اس کی نمائش لگانے والے کو نا کام کر دے۔" آمن کا چہرہ شدت ضبط سے سرخ ہو رہا تھا اس نے لب اور آنکھیں بھینچ کر بند کی ہوئی تھیں جب ہی بوتل کسی نے اس کے ہاتھ سے لے کر پھینکی تھی بس لمحے بھر میں ہو گیا سب کچھ...... اگر ایک لمحے کی دیر ہوتی تو تیزاب اس کے منہ پر اور تا کامی کا تھپڑ کسی اور کے منہ پر...... لیکن اب صورتحال یہ تھی کہ تیزاب فرش پر اور آمن رضا کا تھپڑ اس کے منہ پر......!

"اسٹوپڈ ایڈیٹ یو فول۔" آمن کا یہ سوچ کر دماغ ماؤف ہو رہا تھا کہ اگر اسے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو نجانے کیا ہو چکا ہوتا وہ تو بس اسے یونہی دیکھنے چلا آیا تھا واش روم سے آتی بدبو اور دھوئیں نے اسے چونکایا واش روم کا دروازہ کھلا تھا اس نے تیز قدموں سے کمرے کے دروازے سے واش روم کے دروازے تک کا سفر طے کیا تھا اور اگلے پل وہ دھک سے رہ گیا جب اس نے اسے اپنے منہ پر تیزاب انڈیلتے دیکھا تھا۔

"کیا کر رہی تھیں تم...... بولو کیا کر رہی تھیں۔" وہ دونوں بازوؤں سے پکڑے اسے جھنجوڑ رہا تھا اس کی

آنکھیں بند تھیں اس کے لب کپکپا رہے تھے اس کا چہرہ خون رنگ ہو رہا تھا وہ اسے لب بھینچے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ سے شادی نہیں کرسکتی آپ جو چاہتے ہیں میں وہ نہیں کرسکتی میں یہ بے ہودہ کپڑے پہن کر کسی بھی قسم کی نمائش نہیں کروں گی' آپ کو میں بہت خوبصورت نظر آتی ہوں ناں اسی لیے میں اپنا چہرہ جھلسا رہی تھی۔"

"شادی تو تمہاری مجھ سے ہوچکی ہے' اب صرف رخصتی باقی ہے جو اگلے ہفتے نہیں بلکہ آج ہی ہوگی اور رہی بات ان کپڑوں کی جو تم نے جلا دیے ہیں اور تم سمجھ رہی ہو ان سے تمہاری جان بھی چھوٹ گئی ہے' تو تم غلط سمجھ رہی ہو میں ابھی اسی وقت ایسے ہی کپڑے لاؤں گا اور تمہیں ان میں ہی لے کر جاؤں گا۔ یہ تمہاری چادر جو تمہیں چھپائے رکھتی ہے اسے تم خود ابھی اپنے ہاتھوں سے اتارو گی۔"

"آپ کی طبیعت خراب ہے جاکر آرام کریں۔"

آمن رضا کو اس کا لہجہ اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہوا تھا وہ یقیناً دماغ کہنے کے بجائے طبیعت کہہ رہی تھی آمن رضا نے اسے گھور کے دیکھا' اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں' آمن رضا اس کی آنکھوں کا رنگ نہیں دیکھ پایا تھا اس کے اندر ایسی کوئی خواہش بھی نہیں تھی۔

"ابھی تم اپنے ہاتھوں سے یہ چادر اتارو گی۔" یہ اس کی خواہش تھی اور یہ پوری ہونے والی تھی۔ پھر اس نے اس کی چادر کا پلو پکڑ کر جلتے ہوئے کپڑوں پر رکھا چند لمحوں بعد چادر کے پلو نے آگ پکڑلی آمن رضا پر یقین نظروں سے اسے دیکھنے لگا کہ اب وہ چادر اتار پھینکے گی اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہونا شروع ہوگیا تھا وہ اپنی چیخوں کو دبانے کی کوشش میں بے حال ہورہی تھی چند پل میں آمن رضا چونک گیا وہ چکرا رہی تھی اگر آمن رضا اسے اپنی سخت گرفت میں نہ لیتا تو وہ تیزاب میں جا گرتی' آمن رضا نے بوکھلا کر اس کے سر سے چادر کھینچی اور نیچے پھینک دی۔ وہ بے ہوش ہوچکی تھی لیکن اس نے اپنی چادر نہیں اتاری تھی' چادر بے حد موٹی وسیع و عریض تھی اس لیے آگ اس کے کپڑوں تک نہ پہنچ سکی تھی۔ آمن رضا نے لب بھینچتے ہوئے اسے دیکھا' جسے پہلی بار وہ بنا چادر کے دیکھ رہا تھا' جو اس کی بیوی تھی اس کی بانہوں میں بہت سی لڑکیاں بہت بار آئی تھیں' اس کی کبھی بھی ایسی کیفیت نہیں ہوئی تھی جو اس وقت ہورہی تھی وہ اپنی اس کیفیت کو کوئی بھی نام نہ دے سکا۔

"یمینہ...... یمینہ۔" اس نے اسے ہلایا اور پھر اسے لے کر وہ اس کمرے کی طرف آگیا جس میں وہ خود ٹھہرا تھا' کیونکہ یمینہ کے کمرے سے بھی اسے گھبراہٹ ہورہی تھی' روم فریزر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس نے اس پر انڈیل دی' ایک منٹ اسے لب بھینچے دیکھا تھا۔

"ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پلٹا تھا' نیچے لاؤنج میں شہینہ' ترنم موجود تھیں۔

"کیا ہوا آمن!" ترنم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"یمینہ بے ہوش ہوگئی ہے۔" وہ بوکھلاہٹ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کے پاس موبائل ہے' ریسیور اٹھا کر وہ قریب موجود ڈاکٹر کو فون کررہا تھا۔

"کیوں۔" دونوں چونک گئیں۔ "کیا ہوا؟"

"اس نے کپڑے جلادیئے میں نے تھپڑ مارا تو وہ بے ہوش ہوگئی۔"

"اوہ تو ڈرامہ کررہی ہوگی۔" شہینہ نے کہا۔

"اوہ تم لوگ چپ ہوجاؤ' میں پہلے ہی ٹینس ہو رہا ہوں۔" تینوں نے چونک کر آمن رضا کو دیکھا' بڑی بڑی باتوں کو چٹکی میں اڑا دینے والا آمن رضا ٹینس ہو رہا تھا۔

"میں دیکھتی ہوں اسے۔" شہلا لاؤنج سے پلٹیں۔

"اپنے فیصلے پر ایک بار پھر نظر ثانی کرلو ابھی وہ رخصت نہیں ہوئی ہے' تو تم ٹینس ہو رہے ہو رخصت ہوئی تو شاید تم پاگل ہوجاؤ گے۔" ترنم کی آواز پر انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے کمرے کی طرف آگئیں۔

"تم ہوش میں کیسے آ گئیں؟" اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا دیکھ کر وہ چونکیں' وہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی دونوں آنکھیں دبا رہی تھی۔

"میں ساری عمر کے لیے تو بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔" وہ کہنا چاہتی تھی لیکن چپ رہی' اس کے ہوش میں آنے کی وجہ یقیناً ٹھنڈا یخ پانی تھا' سردی کے باعث اس نے خود پر کمبل ڈال لیا تھا۔

"تم نے وہ کپڑے جلا دیے۔" چند پل چپ رہنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"جی۔" اس نے اس طرح جواب دیا کہ جیسے اس نے قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے۔

"اتنا اچھا لڑکا تمہیں مل رہا ہے اسے ٹھکرا کر کیوں ناشکری کر رہی ہو' تمہیں پتہ ہے تمہاری اس حرکت سے کیا ہوا ہے' دو خاندانوں کے بیچ ریلیشن خراب ہو رہا ہے' آخر تم کیوں اتنی خود غرضی دکھا رہی ہو؟"

"خود غرضی۔" اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے حیرت سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا' وہ چونک سی گئیں۔

"تمہاری بچی کی آنکھیں بہت خوب صورت ہیں۔" چار سالہ سبینہ کو پیار کرتے ہوئے رباب اکثر کہا کرتی تھی اور وہ مسکرا دیتی تھیں' بیس سال بعد وہ بھول چکی تھیں کہ ان کی بچی کی آنکھیں کتنی خوب صورت ہیں۔

"اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں آپ لوگوں کی ریلیشن خراب کرنے کا باعث ہوں اور یہ میری خود غرضی ہے تو آپ صحیح سمجھتی ہیں آپ لوگوں کے ریلیشن درست رکھنے کے لیے مجھے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہیں بنانا ہے۔" وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی' مگر وہ ساکت سی اسے تک رہی تھیں۔

"اور اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں آمن رضا کو ٹھکرا کر کسی ناشکری کی مرتکب ہو رہی ہوں تو بھی آپ صحیح سمجھتی ہیں' مجھے اس جیسا گناہ گار شریک سفر نہیں چاہیے مجھے نیک انسان چاہیے اگر آپ لوگ مجھ پر زبردستی کریں گے تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔"

"چلو چھوڑ کے دکھاؤ یہ گھر۔" آمن رضا اندر آیا تھا اس نے اپنے کمبل کو مزید اوپر کیا تھا۔

"آنٹی میں اسے ابھی اور اسی وقت لے جا رہا ہوں۔"

"آمن بیٹا غصہ مت کرو' ایک ہفتہ باقی ہے پھر رخصتی ہو جائے گی۔"

"ایک منٹ بھی نہیں رکوں گا میں' ایک ہفتہ تو دور کی بات ہے۔" کہتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا تھا پھر اس نے ویسا ہی سوٹ اس بوتیک سے منگوایا جو وہ جلا چکی تھی' ساتھ ہی بیوٹیشن کو بھی بلا لیا۔

"ایک گھنٹے بعد تم میرے بیڈ روم میں ہوگی اب وہیں ملیں گے گڈ بائی۔"

"میں گھر سے بھاگ جاؤں گی۔" وہ بڑبڑائی تھی دروازے کی طرف بڑھتا آمن رضا پلٹا اور شہلا نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"میں کسی بھی گناہ کا حصہ نہیں بنوں گی۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے میرے اللہ عزوجل سے دور کرنے کی کوشش کو میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"کیسے کرو گی تم ایسا۔" اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔

"میرا مولا عزوجل مجھے خود ہمت دے گا۔" اس نے کہا تو وہ لب بھینچے اسے دیکھے گیا۔

"اس کا دھیان رکھیے گا یہ کوئی غلط حرکت نہ کرے اس نے ابھی اپنا چہرہ تیزاب سے جھلسانے کی کوشش کی تھی۔" آمن رضا کی بات پر شہلا چونک گئیں جبکہ وہ باہر نکل گیا۔

"کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟" انہوں نے پوچھا جواباً وہ چپ رہی۔

"بتاؤ ناں کیوں تیزاب سے اپنا چہرہ جھلسانے کی کوشش کی تم نے۔" انہوں نے پھر پوچھا تھا۔

"میں ہر وہ کام کروں گی جو گناہوں سے مجھے دور رکھ سکے۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا پھر دونوں کے بیچ

خاموشی رہی تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اٹھی تھی۔
"کہاں جارہی ہو تم۔" وہ چونکی تھیں۔
"عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا ہے۔"
"یہیں پڑھ لو نماز۔"
"میری چادر اور جائے نماز۔"
"میں نورین سے یہیں منگوا دیتی ہوں۔" انہوں نے انٹرکام پر نورین کو اندر بلایا تھا وہ واپس بیڈ پر بیٹھ گئی' آج وہ اسے پہلی بار بغیر چادر کے دیکھ رہی تھیں۔ پندرہ سال کی عمر میں جب وہ امریکہ میں تھی تب اس کے بال شولڈر کٹ تھے' لیکن اب کمر سے نیچے اس کی بندھی ہوئی چٹیا پہنچ رہی تھی۔ اس کی رنگت میں گلابی پن تھا وہ اسے دیکھے گئیں۔
"یمینہ کی چادر اور جائے نماز لے آؤ۔" نورین کی آمد نے ان کے ارتکاز کو توڑا تھا' وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھیں' نورین نے ان کی بات پر چونک کر یمینہ کو دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی الجھن تیر گئی' اگلے پل وہ ایک گہرا سانس لے کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ اس کی چادر اور جائے نماز لے آئی تھی' یمینہ واش روم سے وضو کر کے آئی پھر جائے نماز پر کھڑی ہوگئی۔ نماز پڑھ کے دیر تک اس نے دعا مانگی اور اگلے پل وہ چونک گئیں۔ اس نے جائے نماز بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور خود لیٹ گئی تھی' کمبل خود پر ڈال لیا تھا۔
"کیا ہوا۔" وہ بے اختیار بولیں۔
"میری نیند کا ٹائم ہو رہا ہے آپ یہاں سے تو باہر جانے نہیں دیں گی مجھے اسی لیے میں نے سوچا یہیں سو جاؤں۔" اس نے کہا اور پھر کچھ دیر بعد وہ بے خبر سو رہی تھی۔
"پریشانی کی وجہ سے میری بھوک پیاس بھی اڑ گئی اور یہ اتنے آرام سے سو گئی۔" وہ حیران ہوئیں۔
"کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ڈرامہ کر رہی ہو' اسے سوتا سمجھ کر میں اسے اکیلا چھوڑ دوں اور یہ کچھ کر بیٹھے یا یہ گھر چھوڑ دے۔" کچھ دیر بعد انہوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن یہ سوچ آتے ہی وہ رک گئیں اسے سوئے بمشکل بیس منٹ ہوئے ہوں گے کہ آمن رضا آ گیا۔
"کہاں چلے گئے تھے تم؟"
"میں پاپا اور انکل کو منا رہا تھا' وہ اس عجیب رخصتی کے لیے تیار نہیں ہیں۔" وہ بولتے بولتے اسے دیکھ کر چونکا۔
"یہ سو گئی۔" اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔
"ہاں ابھی لیٹی ہے۔"
"اور اس کے پاس چادر کہاں سے آ گئی؟"
"نماز پڑھنے باہر جا رہی تھی میں نے یہیں منگوا کر دے دی۔"
"اوکے..... اب اسے اٹھائیں باہر بیوٹیشن آ گئی ہے اسے تیار کرنے۔"
"چھوڑو آمن رہنے دو چھ دن کی بات ہے کہیں نہیں جا سکتی' ایسے ہی دھمکی دے رہی ہے۔" وہ یکدم اسے سمجھانے لگیں۔
"میں نے کہا نا ایک منٹ بھی اسے یہاں نہیں چھوڑوں گا' جو اتنے مہنگے کپڑے جلا سکتی ہے' تیزاب سے اپنا چہرہ جھلسا سکتی ہے وہ کیا نہیں کرے گی۔ آپ اسے اٹھائیں۔" اسے ضد ہو چکی تھی اب وہ کسی صورت نہیں رکنے والا تھا وہ جانتی تھیں اسی لیے خاموشی سے یمینہ کی طرف بڑھیں۔
"یمینہ..... یمینہ" انہوں نے اس کے قریب آتے ہوئے آوازیں دیں مگر وہ بے سدھ تھی انہوں نے آہستہ سے اس کا کندھا ہلایا مگر وہ نہیں اٹھی۔
"یمینہ۔" انہوں نے پھر آواز دیتے ہوئے اس بار تیزی سے ہلایا مگر وہ جامد ہی وہ الجھ گئیں' وہ کس قدر گہری نیند سو رہی تھی' آمن جو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے کنپٹی دبا رہا تھا وہ بھول کر اسے دیکھنے لگا۔
"یمینہ..... یہ تو نہیں اٹھ رہی آمن۔" انہوں نے چوتھی آواز کے ساتھ ہی آمن سے کہا تھا وہ آگے بڑھ کر اس پر جھکا۔
"یمینہ۔" اس نے دائیں ہاتھ سے سختی سے اس کے

جبڑے کو بھینچتے ہوئے اس کا چہرہ ہلایا تھا مگر وہ کسمسائی تک نہیں تھی تو اس نے اس کا چہرہ چھوڑ کر اس کی کلائی پکڑ کر اس کی نبض چیک کی، وہ نارمل تھی وہ صرف سو رہی تھی...... لیکن ایسی بے ہوش نیند...... وہ واقعی الجھ گیا پھر اس نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر بٹھا دیا تھا اور جب چھوڑا تو وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح واپس تکیے پر جا گری۔

"او نو ڈیمڈ۔" اس نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔

"آمن۔" شہلا نے خفگی سے ٹوکا تھا وہ انہیں بنا کچھ کہے باہر نکل گیا تو وہ اس کے پیچھے لاؤنج میں آ گئیں۔ رضا ہاشم، شائلہ، شبینہ، ترنم بھی تھے۔

"نورین۔" وہ یکدم چیخا تھا سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جی صاحب۔" اگلے پل وہ سامنے تھی۔

"یمینہ کو کون سی گولی دی ہے تم نے۔"

"گولی...... کون سی گولی صاحب۔" نورین نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"پھر وہ کیسے اتنی گہری نیند سو گئی۔"

"آپی سو گئیں، لیکن ابھی تو انہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔" وہ ہونق شکل بنائے اسے دیکھنے لگی تھی وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"کیا ہوا؟" شائلہ نے پوچھا تھا۔

"یمینہ سو چکی ہے اور وہ نہیں اٹھ رہی ہے۔" شہلا نے جواب دیا تو ہاشم نے انہیں لب بھینچے گھور کر دیکھا پھر ترنم شبینہ باری باری اسے اٹھانے گئیں، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"کیا تماشہ کر رہی ہے یہ لڑکی، شکر ہے کہ آمن نے آج ہی اس رخصتی کا فیصلہ کر لیا اگر چھ دن بعد یہ سب ہوتا تو کیا جواب دیتے ہم اس لڑکی کی اس حرکت کا۔" شائلہ غصے میں آ گئیں۔

"یہ لڑکی پتہ نہیں کتنا خوار کرے گی اس سے تو بہتر تھا کہ یہ پیدا ہوتے ہی مر جاتی۔" ہاشم نے مٹھیاں بھینچ لیں، شہلا بے بسی سے انگلیاں چٹخانے لگیں۔

"اب تم کیا کرو گے آمن۔" رضا نے اس لڑکی پر ریمارکس دینے کے بجائے اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھا جس کے غصے کا گراف اپنے عروج پر تھا اس کا لایا ہوا دوسرا سوٹ صوفے پر پڑا اسے منہ چڑا رہا تھا باہر وہ لڑکی موجود تھی جسے یمینہ کو اس کی دلہن بننے کے لیے سجانا تھا۔ سب کچھ لمحوں میں بیکار ہو گیا، وہ لڑکی اسے سمجھا رہی تھی کہ وہ نا قابل تسخیر ہے۔

"یہ رخصتی ابھی ہو گی۔"

"کیا مطلب۔" وہ سب چونکے مگر وہ جواب دیئے بنا پلٹا تھا واپسی پر اس کے ہمراہ یمینہ تھی۔

"آمن پلیز وہ پاگل ہے تم تو پاگل مت بنو۔" شہلا لپک کر اس کے قریب آ گئیں۔

"رہنے دو شہلا اس کا پاگل پن آمن ہی دور کر سکتا ہے۔" ہاشم نے کہا۔

"پلیز ہاشم تم آمن کی سائیڈ مت لو اگر وہ لڑکی نہیں چاہتی یہ شادی کرنا تو یقیناً وہ یہ گھر بھی نہیں بسائے گی۔" رضا نے ہاشم اور آمن رضا کو بیک وقت گھورا تھا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے یہ گھر بسانے کا صرف اس کا گھمنڈ اور اس کا غرور ختم کروں گا اس کی چادر اتروا دوں گا پھر اسے خود چھوڑ دوں گا۔" شائلہ نے ایک گہرا سانس لیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو چھوڑنے کی بات کر رہا تھا جبکہ شہلا نے لب بھینچ لیے آخر وہ اس لڑکی کی ماں تھیں۔

"کاش آمن رضا تم کبھی کامیاب نہ ہو سکو۔" ان کے دل نے بے اختیار کہا تھا پھر وہ اسے لے کر آ گیا اپنے بیڈ پر پٹخنے کے انداز میں اسے لٹا کر اس نے اس کی چادر اتار کر نیچے پھینک دی۔

"دیکھنا تم یمینہ...... تمہارا بھی یہی حشر کروں گا۔" اس کی چادر کو اپنے بوٹ تلے مسلتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔ روم فریزر سے شراب کی بوتل نکال کر منہ سے لگائی اور خالی کر کے سامنے دیوار پر دے ماری

پھر اس کے پاس آ بیٹھا۔
"کیسا لگے گا ڈیئر جب آنکھیں کھولو گی تو خود کو میرے قریب پاؤ گی۔" اس کے بالوں کو وہ اپنے ہاتھ پر لپیٹنے لگا تین چار بل دے کر کھولتا اور پھر لپیٹ لیتا۔
"یمینہ روئے گی تو مجھے کتنا اچھا لگے گا۔ گڑگڑا گڑگڑا کر یہاں سے جانے کی اجازت طلب کرے گی تو مجھے کتنا اچھا لگے گا۔"
"کتنی خوبصورت ہو تم‘ ذرا عقل سے کام لو تو ہزاروں کو دیوانہ کرسکتی ہو۔" وہ بڑبڑایا تھا۔
"لیکن ان ہزاروں میں آمن رضا نہیں ہوسکتا۔" وہ تمہارا دیوانہ ہو...... نیور...... نیور۔" دھیرے دھیرے شراب کا نشہ اس کے دماغ پر چڑھ رہا تھا‘ چند لمحوں بعد وہ سو گیا تھا جب دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ چونک گیا۔ یمینہ نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ کھسک کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد یمینہ دعا مانگ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"گڈ مارننگ مائی ڈارلنگ۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا اس کے چہرے کے اطمینان کو اس نے حیرت سے دیکھا‘ اس کے چہرے پر ایسا سکون تھا گویا وہ اپنی مرضی سے یہاں آئی ہو۔
"سلام مسنون۔" کہتے ہوئے اس نے چادر کو آگے بڑھ کر ایک دراز کھول کر اس میں رکھا تھا‘ وہ ایک بیڈ شیٹ تھی جسے قالین پر بچھا کر اس نے اس پر نماز پڑھی تھی۔
"یہ کیسا سلام ہے۔" وہ متعجب ہوتا اسے دیکھنے لگا جواباً وہ کچھ نہ بولی۔
"آپ جیسے مسلمان لوگ تو اسلام علیکم کہتے ہیں نا۔"
"مسلمان مسلمان سے ملے تو اس پر اللہ کی رحمت بھیجتا ہے باقی لوگوں سے ملتے ہوئے مسنون سلام کرتا ہے یعنی جو اس کا طریقہ وہی قبول کرلے۔" اس کے تفصیلاً جواب نے آمن رضا کو کھولا دیا۔
"تم نے یہ فیصلہ کیسے کرلیا کہ میں مسلمان نہیں ہوں؟" وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔
"جو شخص بیدار ہوتے ہی اللہ کا ذکر کرنے کے بجائے حرام چیزوں کو منہ لگاتا ہو وہ مسلمان ہوسکتا ہے؟" اس کا لہجہ سوالیہ تھا۔
"ویری فنی۔" کہتے ہوئے اس نے اسے اپنے قریب کھینچا تھا۔
"چلو بھئی تھوڑا مسلمان میں بھی ہوجاتا ہوں‘ کسی حلال چیز کو منہ لگا کے۔" اس نے اس کی چادر اتار کر دور پھینکی تھی۔
"یار تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں یقین کرو میں نے آج تک اتنے بڑے بال کسی کے نہیں دیکھے ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا اور وہ محو مناجات تھی۔
"یاالٰہی یہ شخص بے شک میرا شوہر ہے لیکن یہ بہت گناہ گار ہے مولا یہ شرابی ہے تو نے مجھ پر ہمیشہ اپنی رحمتیں نازل کی ہیں مالک مجھے اس گناہ گار سے بچالے اسے مجھ سے دور رکھ مولا۔" اس نے آنکھیں بھی سختی سے بھینچ لی تھیں۔
وہ ذرا پیچھے کو ہوئی تھی لیکن بال اس کی مٹھی میں ہونے کے باعث بہت دور نہ جاسکی۔
"کیا ہوا؟"
"آپ کے منہ سے شراب کی بدبو آرہی ہے۔" اس کی آواز میں بے چارگی تھی وہ ہنس دیا۔
"رات تمہیں کیا ہوا تھا اتنی گہری نیند سوگئیں تم نے نیند کی گولیاں لیں تھیں۔"
"ہاں۔" اس نے جھوٹ بولنا بیکار سمجھا تھا اس نے نورین سے اشارے سے گولیاں لانے کو کہا تھا جس پر وہ چونکی تھی۔
"تم یہاں آنا نہیں چاہتی تھیں پھر یہاں آکے کیسا لگ رہا ہے؟" وہ اس بحث میں نہیں پڑا تھا کہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں یقیناً نورین نے ہی دی ہوں گی اور اب وہ نورین کی پہنچ سے بہت دور تھی اسی لیے اس نے اس بات کی فکر نہیں کی۔
"آپ خود بتائیں کیسا لگ رہا ہوگا مجھے

یہاں آ کر۔''

''بہت برا، اور یقیناً اب تم یہاں سے بھاگنے کی کوشش بھی کرو گی لیکن یاد رکھنا تمہیں ناکامی ہوگی۔''

''نہیں...... نہ تو مجھے برا لگ رہا ہے اور نہ میں بھاگنے کی کوشش کروں گی۔'' اس کے اطمینان سے کہنے پر وہ چونک گیا۔

''کیوں؟'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔

''مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے جس طرح وہ مجھے پردے میں یہاں لایا ہے اسی طرح وہ یہاں میرے پردے کی حفاظت بھی کرے گا۔'' اللہ پر یقین نے یمینہ کے لہجے کو اس کی ذات کو پرسکون کر رکھا تھا لیکن آمن رضا کا چین اس لمحے غارت ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے لائے ہوئے کپڑوں میں نہیں بلکہ اپنی چادر میں یہاں آئی تھی آمن رضا لب بھینچتے ہوئے اس کے پرسکون چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ فریش ہو جائیں مجھے بھوک لگ رہی ہے ناشتہ کا آرڈر میں کروں یا آپ کریں گے۔'' اس کے کہنے پر اسے یاد آیا کہ وہ رات کو بھوکی سوئی تھی۔

''میں آرڈر کروں گا'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر دماغ کی کھولن کو کم کیا تھا جواباً وہ چپ رہی اس نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور ناشتہ آرڈر کرنے کے بعد وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا جب باہر نکلا تو ملازم ناشتہ ٹیبل پر سیٹ کر رہا تھا اس نے صوفے پر بیٹھ کر دودھ کے گلاس سے توس اٹھا کر کھانا شروع کر دیا وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

''ڈیئر وائف تم جیسی پارسا یہ حرام پیسوں کا ناشتہ کر رہی ہے ناقابل یقین۔'' وہ واقعی حیران ہوا تھا وہ سر جھکائے ناشتہ کرتی رہی۔

''تم ایک ٹائم بھوکی رہ کر اگلے ٹائم حرام کھانے پر کیسے تیار ہوگئیں۔'' دوسری طرف اس بار بھی خاموشی رہی ناشتے کے بعد رضا کا پیغام آ گیا۔

''چلو نیچے سب تمہارے منتظر ہیں۔'' اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا وہ دونوں ساتھ باہر نکلے تھے سب نے بغور یمینہ کو دیکھا جو چادر میں ملبوس تھی حسب عادت اس کا چہرہ اونچا اور نظریں جھکی ہوئی تھیں اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ انجام پذیر نہ ہوا ہو۔

''آپ نے مجھے بلایا پاپا؟'' وہ صوفے پر بیٹھا تھا لیکن وہ سب اسے نہیں یمینہ کو دیکھ رہے تھے۔

''بیٹھ جاؤ۔'' اس نے یمینہ کو سر گھما کر دیکھا تھا تو وہ آگے بڑھی اور اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ سب نے اس کی تبدیلی کو نوٹ کیا تھا وہ نیچے بیٹھا کرتی تھی۔

''یمینہ اب تم نے کیا سوچا ہے کیا کرنا ہے تمہیں؟'' رضا نے اس سے کہا تھا۔

''مجھے کیا سوچنا ہے جب سب کچھ اللہ عزوجل کر رہا ہے۔''

''تو تم آمن کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہو کوئی پرابلم کری ایٹ نہیں کرو گی۔'' ہاشم کا لہجہ اپنے اندر بے یقینی سموئے ہوئے تھا۔

''اللہ عزوجل آگے کیا کرے گا میں نہیں جانتی پھر آپ کو کیا بتا سکتی ہوں۔'' اس کے چہرے پر جتنا اطمینان تھا اس کا لہجہ بھی اتنا ہی مطمئن تھا۔

''رضا میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم اپنے گھر کا سکون درہم برہم کرو گے۔'' ہاشم تلملاتے ہوئے بولے تھے باقی سب بھی لب بھینچے اسے دیکھ رہے تھے۔

''یمینہ اٹھو۔'' آمن رضا نے کہا تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔

''یمینہ بیٹھو۔'' آمن رضا نے پھر کہا تو وہ بیٹھ گئی سب نے چونک کر آمن رضا کے کھیل کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

''جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔'' اس نے کہا تو وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''آپ لوگوں نے دیکھا وہ لڑکی کس طرح میرے اشاروں پر اٹھنا بیٹھنا کر رہی ہے۔'' آمن رضا نے ان سب کو دیکھا تھا۔

"اور تم سمجھ رہے ہو وہ تمام عمر تمہارے اشارے پر ناچنے والی ہے۔ میں صرف اسے تمہاری غلط فہمی کہوں گا۔" دروازہ کراس کرتی یمینہ نے ہاشم کا لفظ لفظ سنا تھا وہ کمرے میں آ گئی جبکہ آمن رضا کافی دیر بعد کمرے میں آیا تھا وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"نہیں ابھی تم سے بلکہ تمہاری چادر سے ڈر لگ رہا ہے ان لوگوں کو لگتا ہے کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتی ہو۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"سو کیوٹ سو بیوٹی فل یمینہ لگ رہا ہے تمہارے بال مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیں گے۔" اس نے اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا تنگ کیا تھا اور یمینہ "برداشت" کی آخری سرحد پر پہنچ گئی تھی۔ اس سے اس کا لمس کسی طور برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔

"آمن بدکردار ہے شرابی ہے گھٹیا انسان ہے۔" تانیہ کی آواز ہتھوڑے کی طرح اس کے سر پر لگ رہی تھی۔

"مالک اس گمراہ شخص سے مجھے بچا لے۔" ضبط شدت سے سرخ چہرہ لیے وہ رب سے دعا گو تھی جبھی آمن رضا کا موبائل بجنے لگا وہ چونک کر پیچھے ہوا۔

"یس۔" دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں کسی بھی فضول حرکت کی کوشش مت کرنا لنچ ساتھ کریں گے۔"

"میرے مولا تیرا شکر۔" یمینہ نے آزادی کے احساس کے تحت ایک گہرا سانس لیا تھا وہ وارڈ روب سے کپڑے لے کر واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا جب وہ باہر نکلا تو وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی وہ اسے دیکھتا رہا۔

وہ اس لڑکی کو جتنا عجیب سمجھتا تھا وہ اس سے بھی زیادہ عجیب نکلی اس کا جو بی ہیو تھا وہ کسی عام لڑکی کا نہ تھا اسے رونا دھونا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس شادی سے انکار کر رہی تھی اسے اس گھر میں آنے کے بعد ایک طوفان اٹھا دینا چاہیے تھا وہ اپنے باپ کے گھر پکنے والے کھانے نہیں کھاتی تھی لیکن اس نے یہاں بے حد آرام سے بیٹھ کر ناشتہ کیا تھا وہ نیچے بیٹھتی تھی نیچے لیٹتی تھی یہاں آ کر وہ اچانک کیسے تبدیل ہو گئی۔

"یہ واقعی دنیا میں ایک عجوبہ ہے۔" وہ سوچتا ہوا باہر نکل گیا تھا دوپہر میں وہ واپس آیا تو یمینہ نماز پڑھ رہی تھی وہ کھانے کا آرڈر دے کر اسے دیکھنے لگا کچھ دیر بعد ملازم ٹرالی لے آیا وہ نماز پڑھ کے کھانے کی ٹیبل کے پاس آ گئی تھی اپنی پلیٹ میں بریانی ڈال کر اس نے کھانا شروع کر دیا جبکہ آمن رضا پہلے ہی شروع کر چکا تھا۔

"ابھی میں نے بیوٹیشن کو بلوایا ہے اپنا حلیہ چینج کروا لینا۔" آمن نے کہا ہی تھا کہ دروازہ بجا تھا آمن رضا کے یس کہتے ہی ایک لڑکی اندر داخل ہوئی یمینہ کے پورے بدن میں اسے دیکھ کر سنسناہٹ پھیل گئی تھی اس نے لب بھینچ کر کھانے سے ہاتھ روک دیا تھا۔ وہ سمجھی تھی کہ یہ بیوٹیشن ہے اس لڑکی نے بے حد بے ہودہ لباس زیب تن کر رکھا تھا اس کے بال شولڈر کٹ تھے جسے اس نے گولڈن براؤن کلر میں ڈائی کروا لیا ہوا تھا۔

"ہیلو روشی۔" آمن رضا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم نے شادی کی اور مجھے اطلاع بھی نہیں دی۔" وہ خفا خفا لہجے میں کہہ رہی تھی یمینہ نے ایک سکون بھرا سانس لیا تھا۔ یقیناً وہ بیوٹیشن نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے دوبارہ کھانا شروع کر دیا تھا آمن رضا نے پہلے اس کی بے چینی کو اور اب اس کے اطمینان کو بغور دیکھا تھا۔

"ارے شادی ہو گئی کیا بس انجوائے کر رہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے روشی کو دیکھنے لگا۔

"کیسا فیل کر رہے ہو اس کے ساتھ انجوائے کرتے ہوئے۔" وہ خاصی حقارت سے یمینہ کو دیکھنے لگی۔

"ابھی کیا کہہ سکتا ہوں اس بارے میں۔" اس نے کن انکھیوں سے یمینہ کو دیکھا جس کے حلق میں نوالہ پھنس گیا تھا۔

"اس لڑکی میں کچھ خاص نہیں ہے۔" اس کی بات پر آمن رضا کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

"یو آر رائٹ ڈارلنگ تمہارے جیسی بات کہاں۔"

"تو پھر چھوڑ دو اسے۔ آئی لو یو آمن۔" روشی یکدم آمن رضا کے سینے سے لگی یمینہ نے بے اختیار دل میں اس کی ہمت کو داد دی تھی روشی آمن رضا کو یمینہ کو چھوڑنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ آمن رضا جس نے یمینہ کو یمینہ کے کہنے پر نہیں چھوڑا تھا ماں باپ خالہ خالو کے سمجھانے پر نہیں چھوڑا تھا وہ روشی کے ایک جملے سے اسے چھوڑنے والا تھا یہ روشی کو کیسے یقین تھا کہ اس نے اگلے لمحے میں اپنی محبت کا اظہار بھی کر دیا لفظوں سے بھی عمل سے بھی۔

"چھوڑنا ہے اسے لیکن اتنی جلدی نہیں۔" اس نے روشی کو مسکراتے ہوئے خود سے الگ کیا تھا۔

"جب تک یہ تمہارے جیسی خوبصورت اور بے تکلف نہیں ہو جاتی۔" آمن رضا کے اگلے جملے نے پانی پیتی یمینہ کو پھندا لگا دیا تھا۔

"یہ خوبصورتی نہیں بے حیائی ہے اور بے تکلفی نہیں بے شرمی ہے۔" اس نے کہا اور پھر کھانا شروع کر دیا جب کہ روشی نے حیرت سے اسے دیکھا اور آمن رضا نے مسکراتے ہوئے۔

"اچھا تو زبان ہے اس کے منہ میں۔"

"ارے سالی ویسی۔" آمن رضا ہنس پڑا تھا۔

"اینی وے تم بتاؤ تم کیسے آ گئیں۔"

"میں آج رات نائٹ پارٹی کی دعوت دینے آئی تھی تمہاری ماما نے بتایا کہ تم اپنے روم میں ہو اپنی وائف کے ساتھ...... پارٹی میں آؤ گے یا اسی کے ساتھ رہنا ہے۔"

"پارٹی میں آؤں گا بے بی۔"

"اسے لے کر آؤ گے...... یہ بھی انجوائے کر لے گی۔" وہ خباثت سے ہنسی تھی یمینہ کا جی چاہا کہ تھپڑ دے مارے اس کے منہ پر لیکن وہ ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگا کرتی تھی بلکہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتی تھی۔ وہ چپ تھی لیکن غصے سے سرخ چہرہ آمن رضا کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"او کے میں اسے بھی لے آؤں گا۔"

"پھر میں چلتی ہوں پارلر کا بھی چکر لگانا ہے اور تم ذرا اسے انسان بنا کر لانا۔" اس نے ایک بار پھر ناگواری سے بھرپور نظر یمینہ پر ڈالی اور پلٹ گئی۔ تب آمن رضا اس کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا وہ لب بھینچے کھانے سے ہاتھ روک چکی تھی۔

"ان پلکوں کو کیا غلطی سے جھکایا ہے یمینہ؟" اس کے کہنے پر وہ چونکی تھی اور پھر ایک الجھن اس کے چہرے کا حصہ بن گئی وہ یقیناً آمن رضا کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔

"یہ پلکیں بس جھکی رہتی ہیں اٹھتی کیوں نہیں ہیں۔" وہ پوچھ رہا تھا وہ کچھ نہیں بولی اس کی رنگت گلابی تھی اور ہونٹ کے نیچے ایک کالا سا تل تھا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"سو کیوٹ یمینہ وری کیوٹ۔ پتہ ہے یمینہ اگر میں تمہارے ساتھ رہا تو آئی ہوپ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ہر طرف تم نظر آؤ گی میں شاید پھر کبھی دیکھنے کے قابل نہ رہوں گا۔" وہ ٹیبل پر کہنی رکھے اور مٹھی پر ٹھوڑی ٹکائے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی یقیناً اسے آمن رضا کے لبوں سے ہونے والی اپنی تعریف میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

"یار ایک بات تو بتاتی جاؤ تم یہاں حرام کیسے کھا رہی ہو۔" اس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکا تھا۔ اس نے ہاتھ چھڑایا اور واش روم میں چلی گئی تھی واپس آ کر وہ لیٹ گئی تھی جبکہ وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا تھا۔ رضا نے اسے آج ایک پراجیکٹ کے لیے ٹینڈر فل کرنے کا کہا تھا۔ یہ کام ہمیشہ وہی کرتا تھا اور اس کا فل کیا ٹینڈر ہمیشہ سلیکٹ ہوتا تھا۔ رضا کو اس کے خوش بخت ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ وہ بچپن سے جو چاہتا تھا حاصل کر لیتا تھا۔ ٹینڈر فل کرتے ہوئے اس کی نظر یمینہ کی طرف اٹھی تھی وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

"وائف کھانے اور سونے کے علاوہ بھی کوئی کام کر لو ورنہ دو دن میں اسٹیچو بن جاؤ گی۔"

"کیا کروں۔" اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"اپنے شوہر کی خدمت کرلو یار۔" وہ کمپیوٹر کے آگے سے اٹھا اور بیڈ پر اس کے قریب آ کر آڑا ترچھا سا لیٹ گیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبانے لگا۔ لیکن اگلے پل وہ چونکا تھا۔

"یار تم نارمل لڑکی نہیں ہو۔" اس نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا جو بیٹھنے کے بعد اب اس کا سر دبا رہی تھی۔

"اگر تم نارمل لڑکی ہوتی ناں تو سیدھا میرا گلا دبا دیتیں۔"

"آپ میرے شوہر ہیں آپ کی خدمت مجھ پر فرض ہے۔"

"اور مجھ سے محبت۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچا تھا۔

"میں کسی گناہ گار شخص سے محبت نہیں کرسکتی۔" اس کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"واقعی...... واقعی آپ جیسی پارسا لڑکی ایسا کر ہی نہیں سکتی..... وہ ایک دن کی بھوک برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کی حرام کمائی سے کھانا کھا سکتی ہے لیکن اسی شوہر سے محبت نہیں کرسکتی۔" جواباً وہ چپ رہی وہ اٹھ کر واپس کمپیوٹر کی طرف چلا گیا تھا کچھ دیر بعد اس نے چائے منگوائی تھی یمینہ نے چائے نہیں پی تھی پھر وہ اٹھ کر باہر نکل آیا پاپا آچکے تھے اس نے ان سے وہ ٹینڈر ڈسکس کیا واپس جب وہ کمرے میں آیا تھا اس وقت سات بج رہے تھے۔ یمینہ نیچے بیٹھی ہوئی تھی وہ کچھ پڑھ رہی تھی' آمن رضا ساکت رہ گیا۔ وہ خود جتنی خوبصورت تھی اس کی آواز بھی اتنی ہی دلکش تھی۔ اور یہ دلکشی شاید اسی لیے تھی کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی' وہ بھی بنا مصحف شریف کے وہ لب بھینچ کر رہ گیا' وہ حافظ قرآن بھی تھی یہ اور ایک اس پر ابھی ابھی ہوا تھا۔

"تم کیا چیز ہو یمینہ۔" آدھے گھنٹے بعد جب وہ اٹھی تو وہ بے اختیار بولا تھا' چادر کے ہالے میں یمینہ کے چہرے پر الجھن آ گئی' یہ تبصرہ ان پر کیوں کیا گیا اسے سمجھ نہیں آیا تھا۔

"تم حافظ قرآن ہو؟" اس کے کہنے پر یمینہ کو پہلے والے تبصرے کی سمجھ آ گئی تھی' اس نے گہرا سانس لیا تھا اور اثبات میں سر ہلا دیا وہ آہستہ سے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

"میں روشی کی طرف جارہا ہوں' دیر سے آؤں گا تم کھانا کھا لینا۔" اس نے کہا اور پھر وہ باہر نکل آیا۔ اس کی عجیب سی حالت ہورہی تھی وہ سمجھ نہیں پایا کہ اسے کیا ہورہا ہے یمینہ کو نماز پڑھتا دیکھ کر اس کی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی جیسی یہ جان کر ہوگئی کہ یمینہ حافظ قرآن ہے اس کا دل بوجھل سا ہورہا تھا۔

"یمینہ نے کھانا کھالیا۔" وہ پونے گیارہ بجے گھر آ گیا تھا۔

"جی صاحب میں نے دے دیا تھا۔" لاؤنج میں ملازم اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا' سارا وقت اس نے بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑائی تھی وہ چاہ کر بھی روشی کی پارٹی میں نہ جا سکا تھا یمینہ سو رہی تھی دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس کی چادر سر سے اتری ہوئی اور گلے میں لپٹی ہوئی تھی یقیناً وہ سوتے میں سر سے سرک گئی ہوگی وہ خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا' اپنے جوتے موزے اتارے اور اسے دیکھنے لگا' یہ لڑکی جو اس کی بیوی تھی اس پر سارے حق رکھنے کے باوجود وہ اپنے حق کا استعمال کیوں نہیں کرپارہا تھا' حالانکہ وہ کسی لڑکی سے ہونے والی پہلی ملاقات میں ہر حد کراس کرلیتا تھا پھر یمینہ اور اس کے بیچ ایسا کیا تھا جو وہ چوبیس گھنٹوں میں اس کے ساتھ رہ کر بھی اس سے بہت فاصلے پر تھا' اس نے جھنجلا کر تکیے پر سر پٹخا تھا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"وہ حافظ قرآن ہے۔" کرنٹ کی طرح اس کے اندر یہ جملہ ابھرا تو وہ یوں پیچھے ہوا گویا واقعی اسے کرنٹ لگا ہو درد کی ایک تیز لہر اس کے دماغ میں سرائیت کرگئی تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے بال پکڑ کر نوچے تھے۔

"اس لڑکی کے دل میں قرآن محفوظ ہے اس کی زبان پر قرآن رواں ہے یہ لڑکی بہت نیک ہے تو کوئی نیک انسان ہی اس کا ہمسفر ہونا چاہیے تم جیسا گناہ گار نہیں۔"

"شٹ اپ۔" ایک طرف سر کا شدید درد اور دوسری طرف ضمیر کی ملامت۔

"تو تم برا کیوں مان رہے ہو کیا گناہ گار نہیں ہو تم؟ تم جو غیر لڑکیوں سے تعلقات میں ہر حد کراس کر لیتے ہو تو اس لڑکی سے دور کیوں ہو؟ جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ اس کا اللہ پر کامل یقین ہے کہ تم جیسا گناہ گار شخص اسے چھو بھی نہیں سکتا...... چلو چھو کر دکھاؤ۔" ضمیر ہنسا تھا اور وہ تلملا گیا تھا۔

"پتہ ہے کیا اس لڑکی نے اس کی کتاب کو سینے میں محفوظ کر رکھا ہے تو رب تعالیٰ بھی اس پر بہت مہربان ہے وہ تمہارے ساتھ رہ کر بھی محفوظ ہے۔" ضمیر اسے چڑا رہا تھا اسے لگا اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے دھاڑا تھا یمینہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا؟" بے حد پریشانی کے عالم میں وہ آمن رضا پر جھکی تھی وہ آنکھیں بند کیے اپنے بالوں کو نوچ رہا تھا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو...... بولو کیا سمجھتی ہو؟" اس نے اسے کھینچ کر اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔

اس کے بازوؤں کے حصار میں بے چین ہوتی وہ اس کی دماغی حالت کے بارے میں مشکوک ہوئی تھی۔

"آئی ہیٹ یو یمینہ...... مجھے تمہیں اپنے طریقے پر چلانا ہے خود تمہارے راستے پر نہیں چلنا۔" وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔ آمن رضا کی اس پر گرفت سخت ہو رہی تھی، یکدم آمن رضا کا موبائل بجا تو وہ چونکا۔

"آمن کہاں ہو بیٹے فوراً ہاسپٹل پہنچو تمہاری ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" دوسری طرف رضا تھے۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا پھر ہاسپٹل کا نام پوچھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

"ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔" وہ موزے جوتے پہن رہا تھا۔

"میں بھی چلوں۔" یمینہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور اٹھ کر باہر آ گیا، دروازے پر پہنچ کر اسے یکلخت جھٹکا لگا تھا اس نے مڑ کر دیکھا یمینہ بال باندھ رہی تھی۔ کچھ تھا جو ایک بار پھر ان دونوں کے بیچ آیا تھا وہ لب بھینچ کر آگے بڑھ گیا۔

"ماما کو کیا ہوا۔" ترنم اسے ریسپشن پر مل گئی تھی۔

"گھر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ان کا پیر سلپ ہو گیا ڈاکٹرز نے پلاسٹر چڑھا دیا ہے۔"

"ایکسیڈنٹ گھر پر ہوا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم گھر پر تھے؟" ترنم چونکی، اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"لیکن میں بھی تم روشی کی پارٹی میں گئے ہوئے ہو اسی لیے پاپا کو کال کر دی تھی۔ لیکن تمہیں بتایا کس نے کال کی تھی۔"

"پاپا نے۔" اس نے ترنم کو بتایا پھر دو گھنٹے بعد وہ لوگ ماما کو لے کر گھر آ گئے پاپا بھی گھر پر تھے آمن رضا نے چونک کر تعجب سے دیکھا کیونکہ یمینہ پاپا کے ساتھ لاؤنج میں تھی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" یمینہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا تھا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، دونوں ماں بیٹی کے چہروں پر ناگواری آ گئی تھی۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا۔" وہ واقعی کوئی عجیب شے تھی۔ شائلہ نے غصے سے بیٹے کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں......!

"اسے کہو یہاں سے دفع ہو جائے۔" لیکن آمن رضا نے یہ نظریں نظر انداز کر دیں وہ دیکھنا چاہتا تھا یمینہ کس حد تک ڈھیٹ ہے۔

"پلاسٹر کھولنے کے لیے کیا ڈیٹ دی ہے ڈاکٹر نے۔" چند پل پلاسٹر کا بغور جائزہ لے کر اس نے پوچھا تو آمن رضا نے ایک طویل سانس لیا وہ اس کی توقع سے کہیں زیادہ ڈھیٹ تھی۔ وہ لوگ اس سے بات کرنا

بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور وہ ان کے لیے کس قدر فکر مند تھی۔

"تمہارے ساتھ کیا پرابلم ہے تم جاؤ یہاں سے ماما کو آرام کرنے دو۔" ترنم کی برداشت ختم ہوگئی تو وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ وہ ایک لمحے رکی اور پھر پلٹ کر لاؤنج سے نکل گئی۔

"عجیب لڑکی ہے یہ۔" آج ماما نے بھی اس بات کو قبول کرلیا تھا کہ وہ عجیب ہے ترنم انہیں ان کے کمرے میں لے گئی تھی۔ رضا بھی چلے گئے آمن رضا جس وقت کمرے میں آیا تب یمینہ وضو کرکے واش روم سے نکلی تھی وہ باوضو سونے کی عادی تھی۔

"یمینہ تم ان لوگوں کے پاس کیا کرنے گئی تھیں وہ لوگ تمہیں دیکھنا تم سے بات کرنا گوارا نہیں کرتے اور تم۔" وہ کہہ رہا تھا یمینہ نے یکدم اس کی بات کاٹ دی۔

"قیامت کے دن رب العلمین فرمائے گا۔ اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تو بندہ کہے گا تو رب العلمین ہے میرے مولا تو بیمار ہونے سے پاک ہے تو رب فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تجھے معلوم ہوا تو پھر بھی دیکھنے نہ گیا؟ اگر تو وہاں جاتا تو مجھے پاتا۔" وہ بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھتا رہا جو لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کرچکی تھی۔

"چاہے وہ تمہیں ڈنڈا ہی کیوں نہ ماریں۔"

"ایک یہودن روز ہمارے پیارے نبی ﷺ پر کچرا پھینکتی تھی کافی دن یہی ہوا ایک دن آپ گلی سے گزرے تو اس نے کچرا نہ پھینکا۔ دوسرے دن بھی نہ پھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بجا کر پوچھا۔" اس گھر سے روز مجھ پر کچرا پھینکا جاتا تھا لیکن آج اور کل نہ پھینکا گیا خیریت تو ہے ناں۔" تب پتہ چلا کہ وہ یہودی بیمار تھی۔"

اس کی آنکھیں بند تھیں آمن رضا بے چینی سے اپنے لب کاٹ کر رہ گیا یہ باتیں اس نے پہلے بھی نہیں سنی تھیں یا سلام کو سمجھنے کی نہ اسے فرصت تھی اور نہ اس کی دلچسپی تھی وہ خالی الذہنی کیفیت سے چھت کو گھورتا رہا اس کی حالت عجیب اور دل بہت بوجھل ہو رہا تھا سر کا درد پہلے سے زیادہ شدید ہوچکا تھا۔

"آمن۔" وہ یمینہ کی آواز اپنے بے حد قریب محسوس کررہا تھا اس نے آنکھیں کھولنی چاہیں لیکن وہ ناکام رہا اسے اپنا جسم تپتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس نے دوبارہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اس بار وہ ہلکی سی آنکھیں کھولنے میں کامیاب رہا تھا۔

"آمن آپ کو بہت تیز بخار ہو رہا ہے آپ پلیز کچھ کھالیں پھر دوائی لے لیجیے گا۔" یمینہ نے کہا تو اس نے اٹھنے کی کوشش کی یمینہ نے اسے آگے بڑھ کر اٹھایا کراؤن سے ٹیک دلوا کر بیٹھا کر اس کا منہ دھلانے کے لیے پانی لائی منہ دھلا کر تولیے سے اس کا چہرہ خشک کیا پھر اسے دودھ کے ساتھ سلائس دیے وہ بمشکل ایک ہی کھاسکا پھر دوائی کھا کے وہ لیٹ گیا تھا پھر کچھ دیر بعد اس نے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اپنی پیشانی پر محسوس کیں اس کے بعد وہ غنودگی میں ڈوب گیا۔

❀......❀......❀
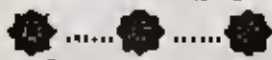
"ہاسپٹل شفٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے دماغ پر دباؤ ہونے کے باعث یہ طویل بے ہوشی ہے۔"

جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو رضا کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھے۔

"میں نے دوائیں لکھ دی ہیں آپ منگوالیں ان شاء اللہ ٹھیک ہوجائیں گے۔" اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں یمینہ کو واش روم سے باہر آتے دیکھ کر اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں اس وقت ایک ملازم اس کے لیے دودھ کے ساتھ سلائس وغیرہ لے آیا۔

"آمن پلیز کچھ کھالیں۔" اس نے آمن رضا کا کندھا ہلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھا۔ دوائی پلا کر اس نے اسے لٹایا نہیں تھا بلکہ ٹیک لگا کر بٹھادیا۔

"مجھے لیٹنا ہے۔" وہ ضدی بچے کے انداز میں بولا تھا۔

"آپ رات سے لیٹے ہوئے ہی ہیں کل صبح ناشتے
کے بعد سے آپ مسلسل غنودگی میں ہی رہے ہیں میں
نے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میری کوئی بھی
کوشش آپ کو ہوش میں نہ لا رہی تھی۔ ابھی میں نے آپ
کے پاپا کو بتایا تو وہ ڈاکٹر کو لے آئے وہ آپ کو ہاسپٹل
شفٹ کرنا چاہتے تھے لیکن بھی آپ کو ہوش آ گیا۔" یمینہ
کی تفصیل پر اس کی بند ہوتی آنکھیں جھٹکے سے کھلی تھیں
اسی وقت پاپا اندر آ گئے۔

"کیا بتایا ڈاکٹر نے پاپا؟" وہ متوحش ہوا تھا۔

"ٹینشن۔" رضا کی نظریں بے اختیار یمینہ کی طرف
اٹھی تھیں جو ہمیشہ کی طرح نظریں جھکائے اور سر اٹھائے
بیٹھی تھی۔

"آپ دوائی کھا کے آرام کیجئے میں آفس
جا رہا ہوں۔" چند لمحے بعد رضا چلے گئے۔

"میں دو دن بعد ہوش میں آیا ہوں۔" وہ بے یقین
ہوا تھا اس کے سر میں اچانک درد شروع ہوا تھا اس نے
یمینہ کی طرف دیکھا جو انگلیوں پر نجانے کیا گننے میں
مصروف تھی پھر اس نے گننا موقوف کر کے اس پر
پھونکا اور پھر گننے لگی اس کے تیزی سے ہلتے ہونٹ کہہ
رہے تھے کہ وہ اس پر دعائیں پڑھ کر پھونک رہی ہے وہ
اسے دیکھ کر رہا پھر یکدم اسے دہشت شروع ہوگئی اسے نرتم
کی بات یاد آ گئی جس نے کہا تھا کہ "اگر تم اس کے ساتھ
رہے تو پاگل ہو جاؤ گے۔"

"اس نے تو کچھ بھی نہیں کیا..... پھر میں کیوں اتنا
ٹینس ہو گیا؟" اتنا مشکل سوال نہیں تھا جواب ضمیر دے
چکا تھا مگر اس نے اسے ہمیشہ کی طرح چپ کروا دیا تھا۔
چند لمحے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اس لمحے کہیں دور جانا
چاہتا تھا یمینہ سے بہت دور اور پھر وہ کمرے سے نکل آیا
اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ ڈرائیونگ کر پاتا سو وہ
لان میں آ بیٹھا لان کی کھلی ہوا میں رقص کرتے درختوں
کے پتوں نے خوشنما سے پھولوں نے اور چہچہاتی چڑیوں
نے اس کے اعصاب پر بہتر اثر کیا تھا اسے احساس ہی نہ
ہوا کہ وہ کب سے وہاں بیٹھا ہے۔

"آمن بیٹا آرام کرتے کمرے میں۔" رضا کی
آواز پر وہ چونکا۔

"پاپا آپ کب آئے؟" وہ کھڑا ہوا تھا۔

"میں ابھی آیا ہوں تمہاری اتنی فکر ہو رہی تھی کہ بس.....
میٹنگ اٹینڈ کرتے ہی فوراً آ گیا۔"

"آمن بیٹا اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔" کچھ
دیر بعد رضا نے کہا تو وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا وہ
آج پھر تلاوت قرآن میں مصروف تھی وہ خاموشی سے بیڈ
پر بیٹھ کر اسے سننے لگا اسے مفہوم سمجھ نہیں آ رہا تھا لیکن دل
کی کیفیت پھر بھی عجیب ہو رہی تھی کچھ دیر بعد یمینہ دعا
مانگ کر اٹھی تو اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے یکدم
رکی پھر اس پر پھونکا اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں وہ
آگے بڑھ گئی تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک شریر سی
چمک اس نے بخوبی دیکھی تھی آج ماما کا پلاسٹر اترا تھا وہ
سب اس کی شادی کی فنکشن کو ڈسکس کر رہے تھے کل اس
کی مہندی کی رسم تھی پرسوں رخصتی اور اس کے اگلے دن
ولیمے کا فنکشن تھا ان سب کو خدشہ تھا کہ یمینہ مہمانوں
کے سامنے کوئی بھی پرابلم کری ایٹ کر سکتی ہے ہاشم نے
صاف لفظوں میں آمن رضا سے کہا تھا کہ وہ یمینہ کو اچھی
طرح سمجھا دے کہ وہ کوئی تماشا نہ کرے۔

جب ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی آمن نے
چونک کر دروازے کی سمت دیکھا یمینہ آنکھیں بند کیے
تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی آمن نے اٹھ کر لاک کھولا
سامنے ملازم کھانے کی ٹرالی لیے کھڑا تھا۔

"تم جاؤ۔" آمن رضا نے ٹرالی اندر کھینچی تھی۔

"میں رکھ دیتا ہوں سر۔" ملازم کے لہجے کی بے چینی کو
اس نے بخوبی محسوس کیا وہ چونک گیا اس گھر کے ملازم من
مانی نہیں کرتے تھے۔

"تم جاؤ۔"

"سر قورمہ روٹی بریانی اور....."

"کیا مطلب کیا بکواس کر رہے ہو مجھے یہ سب

دکھائی نہیں دے رہا ہے جو تم مجھے بتا رہے ہو۔" وہ یکدم دھاڑا۔

"جی صاحب۔" ملازم خوفزدہ ہو کر واپس پلٹا تھا آمن کمرے میں مڑا تو یمینہ کے چہرے پر ناگواری تھی یقیناً اسے آمن کا اس لہجے میں بات کرنا پسند نہیں آیا تھا پھر یمینہ نے اٹھ کر کھانا ٹیبل پر لگایا اور وہ کھانا کھانے لگے کھاتے کھاتے آمن رضا یکلخت چونک اٹھا۔ یمینہ صرف قورمہ روٹی کھا رہی تھی وہ بریانی چکن پیس اور دوسری چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگا رہی تھی وہ کچھ دیر لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

"یہ چکن پیس لو۔" اس نے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی یمینہ خاموشی سے کھانا کھاتی رہی اس نے چکن پیس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا وہ اسی قورمہ روٹی کے نوالے ایک کے بعد ایک لے رہی تھی۔

"یمینہ یہ قورمہ روٹی تمہارے اپنے پیسوں کا ہے ناں۔" وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا تو یمینہ چونک گئی وہ ہاتھ کا نوالہ منہ میں ڈالنا ہی بھول گئی۔

اس نے لب بھینچے تھے۔

"یمینہ یہ کھانا تمہارے پیسوں کا ہے ناں۔" اس بار وہ چیخ اٹھا تھا۔

"ہاں۔" اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا اور نوالہ منہ میں ڈال لیا اس کا لہجہ بے خوف تھا آمن سلگ ہی تو گیا اس کا زناٹے دار تھپڑ یمینہ کو اچھلنے پر مجبور کر گیا آمن رضا نے غصے سے سالن کی پلیٹ اٹھا کر دیوار پر ماری پھر وہ اٹھ کر باہر نکل گیا یمینہ کو اپنی فکر نہیں تھی فکر تھی اسے اس ملازم کی جو نورین سے پیسے لے کر اس کے لیے کھانا لا رہا تھا وہ لب بھینچ کر آمن رضا کے پیچھے باہر آئی۔

"تم یمینہ کے لیے کس سے پوچھ کر کھانا لاتے تھے۔" وہ ملازم کے سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا اور ملازم کا رنگ ہلدی کی طرح پیلا پڑ گیا۔

"تم تنخواہ مجھ سے لیتے رہے اور وفاداری یمینہ کی کرتے رہے۔"

"آمن پلیز آپ انہیں کچھ مت کہیں۔" وہ ان دونوں کے بیچ آ گئی۔

"پھر کسے کہوں؟" وہ چلا اٹھا تھا۔

"جو کہنا ہے مجھے کہیں۔"

"تمہیں تو جو کہنا ہے وہ میں بعد میں کہہ لوں گا فی الحال اسے دیکھ لوں۔" اس نے یمینہ کا بازو پکڑ کر سائیڈ میں کیا تھا اور پھر آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ایس پی تنویر علی کہاں ہو یار ذرا گھر آؤ ایک بندہ تمہارے حوالے کرنا ہے ذرا اچھی طرح اس کی دھلائی کر دو تاکہ آئندہ مجھے دھوکہ دینے کی ہمت نہ کرے۔"

"آمن پلیز یہ ظلم مت کریں پلیز اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال کریں۔ میں معافی مانگتی ہوں آپ سے میں آپ کے پاؤں پکڑتی ہوں۔" یمینہ تڑپ کر آگے بڑھی تھی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر وہ آمن رضا کے قدموں میں بیٹھی تھی دوسری طرف ایس پی تنویر علی کیا کہہ رہا تھا آمن رضا سن نہ سکا وہ متحیر سا رہ گیا تھا اسے اپنے ہی لفظوں پر شبہ ہوا تھا وہ سمجھا کہ وہ یمینہ کو پولیس کے حوالے کرنے کا کہہ چکا ہے لیکن نہیں..... وہ اتنی عجیب لڑکی تھی کہ پولیس تو کیا وہ کسی کے بھی حوالے اسے کر دیتا تو وہ قطعی اس کے آگے یوں نہ گڑگڑاتی وہ تو اس ملازم کے لیے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی۔ اس کے اندر یکدم ایک ابال سا اٹھا وہ اسے گھسیٹتے ہوئے واپس کمرے میں لایا تھا۔

"تم نے تین دن تک مجھے بے وقوف بنایا ہے تمہاری سزا یہ ہے کہ میں اگلے تین دن تک تمہارا کھانا بند کر دوں۔" اس نے اسے بیڈ پر پھینکا وہ خاموشی سے پڑی رہی آمن رضا واپس باہر نکل گیا وہ یقیناً یہ کارنامہ دوسروں کو سنانے گیا تھا۔

"اے اللہ عزوجل مجھے ہمت دینا کہ میں ان گمراہوں کا مقابلہ پورے صبر کے ساتھ کروں مجھ پر کبھی شیطان کو حاوی نہ ہونے دینا کسی مقام پر مجھے مغرور مت کرنا"

میرے مالک۔" وہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر مخاطب ہوگئی۔ دوسری طرف وہ سب لوگ جو اس سے کچھ نہ کچھ توقع کررہے تھے اور پچھلے تین دن سے اس کی خاموشی اور اس کے اطمینان پر جیسے مایوس ہوگئے تھے اب جوش خروش سے اس کے خلاف بول رہے تھے سوائے شہلا اور رضا کے۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ کوئی نہ کوئی پرابلم کری ایٹ کرکے انسلٹ کرے گی آخر اس نے کردیا ناں ہمیں رسوا دو ٹکے کے ملازم کے سامنے۔" شمائلہ سخت غصے میں تھیں۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا رضا کہ میں اس کے کسی فعل کا ذمہ دار نہیں ہوں وہ کرے گی کیا اور تم لوگ بھگتو گے کیا؟" ہاشم حسب عادت بھڑک رہے تھے۔

"تم اسے طلاق کیوں نہیں دے دیتے۔" شہلا نے کہا تو اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"دے دوں گا طلاق بلکہ عین رخصتی کے لمحے طلاق دوں گا۔" وہ کھڑا ہوگیا شمائلہ نے سکون کا سانس لیا اور کسی کو فرق نہ پڑا لیکن شہلا دھک سے رہ گئیں۔

"اب تم کیا تماشہ کرنا چاہتے ہو آمن۔" رضا جھنجلا گئے۔

"پاپا میں لمحہ لمحہ اس کی وجہ سے ٹارچر ہورہا ہوں اب اسے اذیت کی انتہا پر پہنچائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔" وہ باہر نکل آیا تھا واپس جس وقت کمرے میں آیا یمینہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھی وہ دھم سے بیڈ پر گرا تھا اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا اسے شک تک نہ ہوا اور وہ اس لڑکی کے ہاتھوں بیوقوف بنتا رہا' اسے اس بات پر حیرت تو تھی کہ آخر وہ کیسے حرام کمائی سے کھانا کھا رہی ہے پھر وہ یہی سمجھا کہ وہ بھوک کی ہی ہے برداشت نہیں کرسکی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکا کہ وہ اپنے پیسوں سے کھانا منگوا رہی ہے..... وہ تو اس نے ملازم کے لہجے کی بے چینی محسوس کی تھی پھر اس کے مینو کے بتانے پر اسے غصہ آیا لیکن کھاتے کھاتے وہ یہ دیکھ کر چونکا جس چیز کا ذکر ملازم نے سب سے پہلے کیا تھا یعنی "قورمہ روٹی" یمینہ صرف وہی کھا رہی تھی اس کے علاوہ وہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی۔

"اف۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھاما تھا طبیعت اس کی پہلے سے خراب تھی لیکن اتنی بری حالت اس کی کبھی نہیں رہی تھی' وہ جسے سیدھا کرنے کے لیے لایا تھا خود اس چھٹانک بھر کی لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا تھا۔ طبیعت نڈھال سی ہونے کے باعث وہ سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔

یہ اتنی زیادہ نیند کیسے آنے لگی ہے مجھے..... کہیں میں پھر تو بے ہوش نہیں ہوگیا تھا' گھڑی پر نظر پڑتے ہی وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا یمینہ سر جھکائے انگلیوں پر کچھ گننے میں مصروف تھی کہ آمن رضا نے انٹرکام پر ملازم سے ناشتہ لانے کو کہا۔

"میرے لیے ناشتہ لے آؤ..... خیال رہے صرف میرے لیے۔" اس نے ہدایت کی تھی کچھ دیر بعد ملازم ناشتہ لے آیا تھا وہ اکیلا بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔

"تمہیں پتہ ہے آج ہماری مہندی کا فنکشن ہے میں تمہارا ڈریس لاچکا ہوں' خاموشی سے تیار ہوجانا..... ورنہ آج....." وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور یمینہ اس کے ادھورے جملے کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی تھی لیکن جواباً اس نے چپ رہنے کو ترجیح دی تھی وہ خاموشی سے اسی طرح تسبیحات پڑھتی رہی۔

"یمینہ کیوں ہر وقت عبادت کرتی رہتی ہو تمہاری تو کوئی دعا قبول نہیں ہوتی؟" وہ اس کے قریب بیٹھ کر بغور اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا' یمینہ کے چہرے پر الجھن آگئی وہ اس کی بات کا مطلب قطعی نہ سمجھی تھی۔

"تم نے دعا مانگی ہوگی نیک ہمسفر کی اور مسلط ہوگیا میں تم پر۔" اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر اس کے کندھے پر سر ٹکاتے ہوئے وہ اسے دیکھنے لگا۔

"میں نے ہمیشہ اپنے حق میں بہتری کی دعائیں کی

ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے ساتھ میں میری کچھ نہ کچھ بہتری ضرور ہوگی۔" اس نے بے حد اطمینان سے جواب دیا۔

"آف کورس ڈیئر وائف مجھ سے زیادہ آپ کے لیے کوئی بہتر شخص ہو بھی نہیں سکتا۔ آج رات میں آپ کو اپنے خاص دوستوں سے ملواؤں گا ان سے مل کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس قدر بہتر شخص آپ کی زندگی میں آیا ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا اور پھر باہر نکل گیا جب وہ واپس آیا اس کے ساتھ کھانا اور بیوٹیشن دونوں تھے اس نے خود ہی وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا پھر بیوٹیشن کو یمینہ کے متعلق گائیڈ کرنے لگا۔ یمینہ دعا مانگ کر اٹھی تو بیوٹیشن کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"مہندی سے شروع کریں۔" پاس آتی بیوٹیشن اس کے پھیلے ہاتھ دیکھ کر چونکی اور آمن رضا نے مسکراتے ہوئے اس کی شکست کو دیکھا اور پھر باہر نکل گیا کافی دیر بعد لوٹا تو بیوٹیشن کو لاؤنج میں پایا تھا۔

"مریم کی آمنہ بے حد فریش ہے شام کو آکر میں ان کا میک اپ کردوں گی۔"

"اوکے۔" اس نے کہا اور اندر آ گیا۔ یمینہ بیڈ پر آدھی لیٹی ہوئی تھی۔ دونوں تکیوں پر سر رکھے پیر بیڈ سے لٹکائے آنکھیں بند تھیں۔

"کیسا لگا وائف اپنی پہلی بار پر۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بہت اچھا۔" اسے فوراً اس جواب کی امید نہیں تھی وہ بیٹھنا بھول گیا وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا ایک پل کو اسے لگا کہ یہ یمینہ نہیں کوئی اور ہے کیونکہ یمینہ کو یہ سب کیسے اچھا لگ سکتا ہے۔

"اپنے شوہر کے لیے سجنا سنورنا کیسے برا لگ سکتا ہے۔" یمینہ کا اگلا جملہ اسے چڑا گیا۔

"تم صرف اپنے شوہر کے لیے نہیں سج سنور رہی ہو بلکہ آج تو بہت سے لوگ تمہیں بے پردہ دیکھیں گے۔"

اس کی بات پر وہ یکدم بیڈ سے اترنے لگی۔

"عصر کا وقت ہورہا ہے۔"

"کرلو دعائیں..... آج شام کے نہ آنے کی ڈھیری دعائیں کرو..... کیونکہ جو شام آج تمہاری زندگی میں آرہی ہے وہ پھر تمہیں دعا کی مہلت نہیں دے گی۔" اس کی تمسخر اڑاتی آواز پر یمینہ نے کان بند ہونے کی دعا بے ساختہ کی تھی پھر وہ واش روم میں چلی گئی باہر آئی تو آمن رضا کمرے میں نہ تھا۔

"اے میرے مولا کاش میں تیرے وہ نام جانتی جنہیں لیتے ہی دعا قبول ہوجاتی ہے میرے اللہ میری زندگی میں آج شام بلکہ کبھی کوئی ایسی شام مت لا جس میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو میں تیری بہت عام بندی ہوں زیادہ ظلم و جبر برداشت نہ کرسکوں گی تو مجھے ہمت دے تو مجھے ظالموں سے لڑنے کی طاقت دے تو مجھے سیدھی راہ پر چلا اسی راہ پر جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے مجھے بھٹکنے مت دینا میرے مولا مجھے گمراہوں کے راستے پر نہ چلا تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ مجھے ہر گناہ سے بچالے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے مگر اس کا دل تڑپ رہا تھا۔

"اللہ مجھے اس عذاب سے نکال مجھے اس امتحان میں کمزور نہ ہونے دے۔ مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی ہمت دینا مالک مجھے ہمت دینا۔" اس کی تکلیف کا اندازہ اس کے چہرے سے بھی بخوبی ہورہا تھا وہ اٹھی تو اسے چکر آنے لگے اس نے بمشکل جائے نماز کو چھوٹی میز پر رکھا جب ہی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اس کی تکلیف بڑھ رہی تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا تھا اس کے لیے بیڈ تک جانا مشکل ہورہا تھا۔

"کیا میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹنے والی ہے۔" بالوں کو پکڑے ہوئے اس کے ذہن میں پہلا خیال آیا۔

"یہ میرے اللہ کی مدد ہے۔" اگلے پل آنے والے خیال نے اسے تقویت بخشی تھی اس نے ایک قدم آگے بڑھایا وہ گرنے لگی تھی تب خود کو بچانے کے لیے اس نے

سائیڈ ٹیبل کو پکڑا لیکن ہاتھ لیمپ پر پڑ گیا وہ خود کو نہ بچا سکی اور لیمپ اس پر گر پڑا یہی اس کا آخری احساس تھا۔

"یمینہ!" آمن رضا جس وقت روم میں داخل ہوا وہ فرش پر پڑی تھی۔ ٹیبل لیمپ اس سے ذرا فاصلے پر ٹوٹا ہوا تھا اس کی پیشانی سے خون نکل رہا تھا آمن رضا نے لب بھینچے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا تھا پھر اس نے ڈاکٹر کو بلایا' ڈاکٹر کے آنے تک پورا گھر آ گیا۔

"کیا ہوا ہے؟" شہلا ہراساں تھیں۔

"پھر کوئی ڈرامہ کیا ہوگا؟" شمائلہ چڑی ہوئی تھیں۔

"پتہ نہیں' اور کتنا خوار کرے گی یہ لڑکی مجھے۔" ہاشم حسب عادت بھڑک رہے تھے۔

"اس نے خود کو زخمی نہیں کیا ہے بلکہ اچانک ایسا ہوا ہے۔" رضا اس کا تفصیلی جائزہ لیتے رہے تھے تبھی ڈاکٹر آ گئے' ڈاکٹر نے پہلے بینڈ یج کی تھی کیونکہ خون اب تک رس رہا تھا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے اپ کی پیشنٹ نے شاید پچھلے دو تین دن سے کھانا نہیں کھایا اسی لیے چکرا کر بے ہوش ہوئی ہیں لیکن لیمپ سے لگنے والی چوٹ کے باعث یہ بے ہوشی طویل ہو سکتی ہے۔" ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر رہے تھے۔

"ہاں اس نے دو تین ٹائم سے کچھ نہیں کھایا۔" آمن رضا نے دھیرے سے جواب دیا تو دوائیاں لکھتے ڈاکٹر رک کر آمن رضا کو دیکھنے لگے۔

"مسٹر آمن رضا یہ بے ہوشی دو تین ٹائم کی بھوک سے نہیں ہے بلکہ دو تین دن بھوکے رہنے کی وجہ سے ہے۔" ڈاکٹر نے اپنی بات پر زور دیا تو آمن رضا نے چونک کر کچھ الجھ کر انہیں دیکھا۔

"دو تین دن سے کیوں بھوکی ہوئی یہ؟"

"یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے۔" وہ اپنا بیگ لے کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ دوائیاں لکھ دی ہیں میں نے یہ اٹھ جائیں تو کھلا دیجیے گا' اور فکر مت کیجیے گا انہیں ہوش آ جائے گا۔" وہ نارمل انداز میں کہہ کر واپسی کے لیے نکل گئے۔

"باہر آئے مہمانوں سے کیا کہیں گے ہم۔" شمائلہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"اسے ابھی ہوش آ جائے گا۔" آمن رضا نے لب بھینچے تھے۔

"اسے اب کبھی ہوش نہیں آئے گا۔" شمائلہ جل کر بولیں اور باہر نکل گئیں۔

"تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے آمن۔" شہلا روہانسی ہو گئیں۔

"رخصتی کے وقت چھوڑوں گا اسے۔" وہ بنا پلکیں جھپکے یمینہ کو دیکھ رہا تھا' اس کے خون میں اس لمحے جوابی سا اٹھ رہا تھا وہ صرف یمینہ سے نفرت پر اکسا رہا تھا۔

"آمن ہم پہلے ہی بہت زیادہ ٹینشن میں ہیں تم بھی تماشے کرو گے تو ہم پاگل ہو جائیں گے۔" رضا یکدم چیخے تھے۔

"مجھے صرف اس کا غرور ختم کرنا ہے پاپا اور مجھے اس کے علاوہ اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" وہ یکدم ان کی بات کاٹ کر بولا تھا وہ اسے گھور کر رہ گئے۔

"آمن تم میری بچی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" شہلا کو غصہ آیا تھا۔

"جبکہ میرا خیال ہے آمن بالکل صحیح کرے گا یہ لڑکی کبھی بھی آمن کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتی جس طرح یہ جگہ جگہ ہمیں خوار کر رہی ہے اسی طرح یہ آمن کو بھی شرمندہ کرے گی' بہتر یہی ہوگا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔" ہاشم غصیلے لہجے میں بولے۔

"ہاشم پلیز وہ آپ کی بچی ہے۔" شہلا بے چارگی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"نہ ہی ہوتی تو اچھا تھا۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئے رضا بھی چلے گئے۔

"آمن پلیز تم ہی سمجھ جاؤ۔"

"آنی مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں

کچھ نہیں سنوں گا۔" وہ باہر نکل گیا تھا تو انہوں نے ایک نظر یمینہ کے چہرے پر ڈالی اور پھر گہرا سانس لیتے ہوئے خود بھی باہر چلی آئیں۔ گیارہ بج رہے تھے مہمان آچکے تھے آمن رضا دوبارہ اسے جھنجوڑ چکا تھا مگر وہ یونہی بے سدھ رہی۔

"دلہن کہاں ہے؟"

"دلہن کب آئے گی۔"

"رسم کب شروع ہوگی۔" مہمانوں کے سوالات شروع ہوئے مگر کسی کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ تلملایا ہوا آمن رضا کچھ نہیں بول رہا تھا لیکن اس کے انداز سے تو مہمانوں کی سمجھ میں بہت کچھ آرہا تھا اور جو لوگ یمینہ کو جانتے تھے ان کی سمجھ میں تو سبھی کچھ آگیا تھا۔

"یمینہ کو فوڈ پوائزن ہوگیا ہے سوری ہم رسم ملتوی کررہے ہیں وہ ہوسپٹل میں ہے۔" شینہ نے اعلان کیا۔

"یہ فوڈ پوائزن کھانے کی زیادتی سے ہوا ہے یا نہ کھانے کی وجہ سے۔" مہمان یمینہ کو اچھی طرح جانتے تھے شاید..... شینہ جز بز ہوئی پھر لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں جو بہر حال اتنی بلند تھیں کہ تمام میزبانوں کی سماعت تک بخوبی پہنچ رہی تھیں۔

"یمینہ گھر چھوڑ کر تو نہیں چلی گئی کہیں۔"

"یہ لوگ شاید بات دبانے کی کوشش کررہے ہیں۔"

"ایسی باتیں چھپتی تھوڑی ہیں۔"

"آمن کو بھی نجانے کیا سوجھی ایک سے ایک لڑکی اس پر فدا تھی مگر اسے بھی یمینہ ہی ملی جو اس کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔" یہ وہ سرگوشیاں تھیں جو میزبانوں کے غصے کا باعث بن رہی تھیں اور یہ تمام غصہ یمینہ پر تھا جو انہیں رسوا کرنے کا باعث بن رہی تھی۔ جبکہ شہلا کا معاملہ تو بالکل ہی الگ تھا۔

"شہلا تمہاری یہ بیٹی تو بالکل ہی الگ ہے قصور تمہارا نہیں تمہیں اسے اپنی ساس کے پاس بھیجنا ہی نہیں چاہیے تھا اور پھر آمن جیسے شخص کے ساتھ بے چاری کی شادی کردی وہ لڑکی تو نارمل ہی نہیں ہے۔" یہ خاتون شہلا کو برسوں سے جانتی تھیں اور اس وقت شہلا کا ضبط آزمارہی تھیں۔

"نارمل نہیں ہے..... کیا مطلب؟" دوسری خاتون اس قدر بھی انجان نہ تھیں جتنا بننے کی کوشش کررہی تھیں۔

"ارے بھئی شہلا کی ساس کافی دقیانوسی تھیں ایسے ہی انہوں نے یمینہ کی پرورش کی ہے۔ یمینہ کو دیکھو تو لگتا نہیں ہے کہ یہ شہلا کی بیٹی اور شینہ کی بہن ہے۔"

"ہاں دیکھا ہے میں نے پچھلی صدی کی دادی نانی سے بھی دو ہاتھ آگے ہی ہوگی۔" وہ خاتون استہزائیہ مسکراہٹ لیے انجان بننے کی ایکٹنگ ختم کرکے شہلا سے اظہار افسوس کرنے لگی تھیں۔

"شہلا قسمت والی ہوتیں تم آخر آمن جیسا داماد ملتا۔" ان سے دامن چھڑا کر وہ بمشکل دو قدم چلیں کہ ایک اور خاتون نے روک لیا۔

"ملتا..... کیا مطلب ..... وہ تو ہے ہی میرا داماد۔" انہوں نے حیرت سے ان خاتون کو دیکھا جواباً وہ یوں مسکرائیں گویا سب جانتی ہوں کہ یمینہ کہاں ہے اس کی مرضی کیا ہے شہلا کے تن بدن میں آگ لگ گئی آج تک انہوں نے بہت سے لوگوں پر باتیں بنائی تھیں آج لوگوں کو یہ موقع میسر تھا وہ کیوں پیچھے رہتے سب دل کھول کر بول رہے تھے۔

"کل آنا ہے یا نہیں۔" کسی صاحب نے چلتے چلتے ہاشم کو بھڑکا دیا۔

"ہاں بھئی بتا دو کہیں آج کی طرح کل کا آنا بھی بیکار رہے۔" دوسرے صاحب بولے ہاشم پھٹ پڑے۔

"کل آنا سب لوگ اور دیکھنا کہ یہ لڑکی ہمیں کس طرح خوار کرے گی۔"

"ہاشم۔" رضا اور شہلا تیزی سے ان کے قریب آئے تھے۔

"ایک دفعہ مر جائے تو جان چھوٹے..... خود لمحہ لمحہ جی رہی ہے اور ہمیں لمحہ لمحہ مار رہی ہے۔" آمن رضا نے

بھینچے انہیں دیکھ رہا تھا جن کا دماغ لوگوں کی باتیں سن کر پھٹنے کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے میں آیا یمینہ اسی طرح بے سدھ تھی۔

"صرف ایک بار ہوش میں آجاؤ یمینہ پھر دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔" وہ اسے لب بھینچے دیکھنے لگا تھا پھر اسے چھوڑ کر جس وقت باہر آیا شہلا تمام مہمانوں کو رخصت کررہی تھیں ماما کہیں نہیں تھیں یقیناً وہ مزید بے عزتی کی متحمل نہ ہوسکیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"یہ تمہیں کبھی خوش رہنے نہیں دے گی آمن برباد کردے گی یہ تمہیں..... تم نے دیکھا..... آج..... آج لوگ مجھے..... مجھے ہاشم درانی کو..... کتنا ذلیل کرکے گئے ہیں۔" وہ شراب کے نشے میں ٹوٹتے ہوئے جملے بمشکل ادا کررہے تھے اس نے شہلا کو بلا کر انہیں کمرے میں لے جانے کے لیے کہا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا آمن ..... اگر تم اسے پہلے ہی چھوڑ دیتے تو آج ہمیں یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا۔" شہلا آزردہ لہجے میں کہتی بمشکل ہاشم کو اندر لے جاسکی تھیں۔

"شہلا بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں آمن تمہاری ضد کی وجہ سے ہم کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے ہیں۔" رضا تلخی سے کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

"آؤ آمن تمہارا ذہن فریش کرتے ہیں۔" ذیشان اس کے قریب آیا تھا۔

"کم آن آمن رضا۔" ہاشم رضا وغیرہ کے دوست چلے گئے تھے اب ینگ جنریشن باقی تھی اور ڈانس پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ شراب اور شباب دونوں جمع تھے سو سب ہی لوگ مدہوش تھے وہ ذہنی طور پر اتنا الجھا ہوا تھا کہ اس پارٹی کا حصہ نہ بن سکا اور ایک طرف کاؤنٹر پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ شراب کے گھونٹ لیتا وہ ان سب کو دیکھتا رہا ترنم شبینہ فرقان ذیشان اور ان کے فرینڈز خود اس کے بھی دوست محو رقص تھے۔

"تانیہ کہاں ہے؟" اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر یکدم اٹھ کھڑا ہوا اسی پل روشی اس کے قریب آئی۔

"اے..... آمن کہاں ہو تم؟" اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کاؤنٹر سے گلاس اٹھا کر شراب پینی شروع کردی آمن بنا اسے جواب دیئے باہر آگیا۔

"بھاگ جاؤ یہاں سے یمینہ ورنہ یہ لوگ تمہیں مار ڈالیں گے اسی راستے پر چلنے کے لیے مجبور کریں گے جس راستے پر خود چل رہے ہیں۔" تانیہ کی آواز پر اس کے خون میں ابال آ گیا تھا اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا تانیہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"واٹ از یور پرابلم تانیہ۔" وہ اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"آمن پلیز یمینہ کو چھوڑ دو..... یہ اس راستے پر نہیں چلے گی جس پر تم چلا رہے ہو۔" اس کا لہجہ ملتجیانہ تھا۔

"تم کون ہوتی ہو یہ کہنے والی..... اور تم بھی تو پہلے ایسی ہی پارسا بنی تھیں ناں اب دیکھو خود کو۔" اس نے تنفر بھرے انداز میں کہا تھا۔

"میں اور ایسی پارسا؟" وہ یوں ہنسی جیسے خود پر ہنسی ہو۔

"کچھ لوگ ہوتے ہیں آمن جنہیں اللہ سیدھی راہ کے لیے چن لیتا ہے اور یمینہ شاید وہی ہے جسے اللہ نے چن لیا ہے۔" وہ یمینہ کے کراہنے پر یمینہ کی طرف بڑھتے آمن رضا کو دیکھ کر سوچنے لگی آمن رضا نے اسے جھنجوڑ ڈالا یمینہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کرلیں۔

"یمینہ۔" آمن رضا نے اسے کھینچ کر بٹھایا تو اس کے ذہن پر چھایا اندھیرا یکلخت دور ہوا اور پھر تانیہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن آ گئی۔

"منہ دھو کر آؤ۔" آمن رضا نے کہا تو وہ خاموشی سے بیڈ سے اتری ایک قدم چل کر بے اختیار لڑکھڑائی۔

"سنبھل کے۔" تانیہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا اس نے ایک پل کو رک کر تانیہ کو دیکھا پھر واش روم میں

گھس گئی واپس نکلی تو ٹیبل پر کھانا لگا ہوا تھا۔
"کھانا کھاؤ یمینہ۔" آمن رضا کے لہجے میں حکم تھا وہ تولیے سے چہرہ رگڑتی رہی۔
"ڈاکٹر نے کہا تم نے پچھلے تین دن سے کھانا نہیں کھایا حالانکہ تمہارا کھانا میں نے صرف پچھلے تین ٹائم......"
"آپ بیار تھے میں کیسے کھانا کھا سکتی تھی۔" اس نے تولیہ صوفے پر پھیلاتے ہوئے آمن رضا کی بات مکمل نہ ہونے دی تھی اور آمن رضا جیسے لمحے بھر کو بولنے کے قابل نہ رہا۔ وہ اس کے لیے پچھلے چار دن سے بھوکی تھی اس کی نظر بے اختیار ثانیہ کی طرف اٹھی وہ بے حد سنجیدہ تھی۔
"ایکی وہ بے یہ ہماری حرام کمائی کے پیسوں کا کھانا ہے محترمہ تناول کیجیے۔" اگلے پل وہ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے بولا تو یمینہ نے بنا جواب دیے چادر نماز کے انداز سے باندھی اور چھوٹی میز پر سے جائے نماز اٹھائی آمن رضا کے لب بھینچے تھے۔
"کیا کررہی ہو تم؟"
"تہجد کا وقت ہو رہا ہے۔" آمن رضا نے گھڑی دیکھی تین بجے تھے۔
"کھانا کھاؤ پہلے۔" اس نے اس سے جائے نماز لے کر واپس میز پر رکھی اور اسے لاکر کھانے کے قریب بٹھنے کے سے انداز میں بٹھایا یمینہ کے لب بھینچ گئے اور ثانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔
"کھانا کھاؤ پھر تیار ہو اور میرے ساتھ پارٹی میں چلو۔"
"کیسی پارٹی۔"
"تم نے اپنے مایوں کے فنکشن کو مس کردیا ہے لیکن ہماری طرف سے ڈانس پارٹی اپنے عروج پر ہے۔" وہ اٹھ کر وارڈ روب کھول کر کھڑا ہوا تھا پھر اس نے اندر سے ایک ڈریس نکالا جسے دیکھتے ہی ثانیہ نے نظریں چرالیں۔
"پہنو اسے۔" اس نے سوٹ یمینہ پر اچھالا وہ یوں اچھل کر پیچھے ہوئی جیسے وہ سوٹ نہیں سانپ ہو۔
"میں اسے نہیں پہنوں گی۔" اس کا لہجہ مستحکم تھا۔
"میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ یکدم غرایا۔
"بحث فضول ہے آمن رضا...... میرا اللہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اور میں نے اپنے پیارے مولا سے ایک دعا کثرت سے کی ہے کہ جان بوجھ کر حرام میں کبھی کھاؤں گی نہیں اور انجانے میں وہ مجھے حرام کھلائے گا نہیں میں اپنے ہاتھ توڑلوں گی لیکن اللہ کی رسی کبھی نہیں چھوڑوں گی میرا پردہ ختم کرنے کی آپ کی مذموم کوشش کو میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی میں جان دے سکتی ہوں آمن رضا لیکن ایمان نہیں۔ خودکشی تو میں کر نہیں سکتی کہ یہ جہنمی راستہ ہے اور یوں بھی میں ابھی جینا چاہتی ہوں کہ میں نے مکہ مدینہ کی پرکیف فضاؤں کو ابھی نہیں دیکھا ہے انہیں دیکھے بغیر تو مرنے کی آرزو کر بھی نہیں سکتی...... ہاں لیکن آپ کی اس کوشش کو بیکار کرنے کے لیے خود کو نقصان پہنچا سکتی ہوں اگر خدانخواستہ میں مرجاؤں تو گواہ رہے گا میں نے خودکشی نہیں کی ہے۔"
"یمینہ۔" ثانیہ کی دلخراش چیخ آمن رضا کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفقود کرگئی اس نے پلک جھپکتے میں سامنے رکھی چھری سے اپنی کلائی کاٹ ڈالی تھی وہ ڈاکٹر تھی اسے اندازہ تھا کہ کتنا گہرا زخم اسے اس سچویشن سے نجات دلا سکتا ہے خون بھل بھل بہتا اس کے کپڑوں کو رنگین کررہا تھا۔

حصہ دوم ان شاء اللہ آئندہ ماہ

موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 11

یوں بھی نہیں کہ شہر کو ویران چھوڑ آئے
لوگوں میں اس سے عشق کے امکان چھوڑ آئے
لہجے کے بعد اب وہ بدلتا نگاہ بھی
رستہ بدل کہ ہم اسے حیران چھوڑ آئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

سجنا نے عارض کو عاجز کر رکھا تھا۔ عارض کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کس طرح اس لڑکی سے پیچھا چھڑائے۔ آغاجی بھی عارض سے شرمین کے حوالے سے بات کرنے نیویارک پہنچ جاتے ہیں۔ منیجر صاحب نے فون پر آغاجی کو سجنا اور عارض کے تعلق کے حوالے سے بتا دیا تھا اس لیے آغاجی عارض کے ساتھ سجنا کو دیکھ کر چونکے نہیں بلکہ عارض کو واپس پاکستان چلنے کو کہتے ہیں جس پر وہ انکار کر کے ان کے شک کو یقین میں بدل دیتا ہے۔ صفدر بیٹے کی ولادت پر خوش ہونا چاہتا ہے لیکن جب اسے زیبا کا گناہ یاد آتا ہے تو وہ دکھ میں مبتلا ہو کر اپنے بچے کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ بوبی کھانے کے لیے نہیں آتا تو شرمین کو حیرت ہوتی ہے وہ بھولی سے بوبی کو بلانے کا کہتی ہے دوسرے ہی لمحے بھولی اسے بوبی کی پیکنگ کا بتا کر پریشان کر دیتی ہے شرمین زینت آپا کا سوچ کر بوبی کو منا لیتی ہے۔ نیمی کے جانے سے زیبا کو مشکل کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ نیمی اس کے زیادہ تر کام کرنے کے ساتھ بچے کو بھی سنبھال لیتی تھی اب زیبا کو عبدالصمد کو سنبھالنے کے ساتھ صفدر کی تلخ باتیں بھی برداشت کرنی پڑ رہی تھیں۔ بوبی شرمین کے سامنے شرط رکھتا ہے کہ اگر وہ اس کی محبت قبول کرے تو وہ رک سکتا ہے شرمین کو پہلے ہی محبت لفظ سے نفرت ہو چکی ہوتی ہے اور اب بوبی کے بار بار کہنے پر وہ صفدر سے مشورہ لیتی ہے۔ صفدر شرمین کو بوبی کے بارے میں سوچنے کا کہتا ہے اسے سمجھاتا ہے کہ ہو سکتا ہے بوبی کی محبت سچی ہو جس کی وجہ سے اس کی دو محبتیں ناکام ہوئیں۔ شرمین کشمکش کا شکار ہو جاتی ہے اس کی نظر میں صرف بوبی کی محبت ہی نہیں اچھی اور اس کی عمر کا فرق بھی ہے۔ عارض دل میں شرمین کی محبت چھپائے آغاجی سے نظریں چراتا ہے۔ آغاجی اس سے بات کر کے اس کے دل کا حال جاننا چاہتے ہیں مگر وہ شرمین کے حوالے سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔ آغاجی اسے ہندو لڑکی کا طعنہ دیتے ہیں جس پر عارض انہیں اصلیت بتاتا ہے۔ مگر آغاجی یقین نہیں کرتے اور اس سے ناراض ہو کر پاکستان واپسی کی سیٹ کنفرم کرا لیتے ہیں۔ شرمین صبیح احمد اور عارض کی ناکام محبت کے بعد بوبی کے بارے میں سوچنے لگتی ہے لیکن جب اسے مرزا صاحب کی باتیں یاد آتی ہیں تو اسے بوبی اور مرزا صاحب کی محبت ایک جیسی لگتی ہے وہ سب کا موازنہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے لیکن زینت آپا کا سوچ کر وہ خود کو بے بس و کمزور محسوس کرتی ہے اور بوبی اس کے سامنے اپنی محبت کی شمع لیے اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

ائرپورٹ جانے کے لیے آغاجی باہر نکلے تو عارض دوڑ کر باہر آیا۔ آغاجی سخت ناراض تھے۔ اس سے ملے اور کوئی بات

کیے بغیر جارہے تھے۔

"بابا پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"او کے..... چلتا ہوں۔" وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"بابا آپ ایسے کیوں جارہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ تم چاہتے ہو کہ تم یہاں کافی عرصہ ہو۔"

"بابا آپ کو اتنی جلدی جانے کی ضرورت کیا ہے؟" وہ منمنایا۔

"بس اپنا خیال خود رکھنا۔" انہوں نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" وہ کھڑکی سے لگ کر بولا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منیجر صاحب کو چلنے کا اشارہ کیا۔ اسے بنا کچھ کہے وہ چلے گئے اور وہ کھڑا رہ گیا۔ اس لمحے آنکھیں بابا کی محبت میں بھر آئیں۔ پہلا موقع تھا کہ وہ اس قدر خفا ہو کر گئے تھے۔ اسے چاروں طرف ویرانی ہی ویرانی محسوس ہوئی۔ جی چاہا چاروں طرف آگ لگا دے۔ سب جل کر خاک ہو جائے۔ کیسی بے رنگ اور بدمزہ زندگی اس کا مقدر بنی تھی۔ مردہ قدموں سے اندر آ کر ابھی پانی کی بوتل سے گلاس میں پانی ڈالا ہی تھا کہ ڈور بیل بجنے لگی۔ وہ گلاس رکھ کے تیزی سے دروازے کی جانب لپکا، یقین تھا کہ بابا ہی اس کی خاطر آئے ہیں، مگر دروازہ کھولتے ہی پیشانی پر سلوٹیں نمایاں ہو گئیں دروازہ بند کرنا چاہا تو سنجنا پوری قوت سے اسے دھکیل کر اندر آ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ بپھر گیا۔

"کیا اب ہر بار میرے آنے پر آپ یہی جملہ کہیں گے؟" وہ تسلی سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"جی ہاں۔" وہ چلایا۔

"لیکن کیوں؟" وہ فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے بولی۔

"تم پاگل ہو؟" عارض نے غصے سے پوچھا تو وہ ایک نئی صورت اختیار کر گئی۔ آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں، سیب فرش پر دور تک جا پہنچا اور وہ چلانے لگی۔

"تم نے..... تم نے بھی مجھے پاگل کہا، پاگل ہوں میں۔" اس غیر متوقع صورتحال کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھا۔ اس کی آواز باہر تک جا رہی ہو گی یہ سوچ کر اس نے بہت نرمی سے کہا۔

"پلیز بی ایزی، پلیز اسٹوپڈ ناؤ۔"

"میں پاگل ہوں آپ نے بھی پاگل کر دیا۔" وہ باقاعدہ رونے لگی تو وہ بے چین ہو گیا۔

"او کے مت روئیں، بلاوجہ مسلط ہو گئیں اور یہ فضول ڈرامہ۔" اس نے کچھ نہیں سنا بس روتی رہی۔ وہ سخت پریشانی میں اٹھا اور اس کا بازو پکڑ کر کھڑا کیا۔

"آپ میرے گھر سے ابھی اور اسی وقت نکل جائیں۔"

"میں نہیں جاؤں گی، میں مر جاؤں گی مگر نہیں جاؤں گی۔" اس نے زور آزمائی کی بازو چھڑایا اور دھم سے صوفے پر گر گئی۔

"مس سنجنا پلیز سمجھنے کی کوشش کریں، آپ مجھے ڈسٹرب کرنا بند کر دیں آپ کیا چاہتی ہیں لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔" اس نے کچھ تحمل سے کام لیا۔

"آپ کو لوگوں کا پتا ہے اور میں کتنی مشکل سے آپ کے لیے آئی ہوں۔"

"میرے لیے کیوں مس بجتا آپ کی دماغی حالت پر مجھے شک ہو رہا ہے آپ کی وجہ سے میرے بابا خفا ہو کر چلے گئے اور ابھی چند منٹ کا فرق رہ گیا ورنہ آپ کو دیکھ کر وہ شدید مشتعل ہو جاتے۔"
"تو میں انہیں کہہ دیتی۔"
"کیا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"کہ میں پاگل نہیں بس آپ کا بیٹا مجھے اچھا لگا ہے۔" اس نے اعتراف کیا۔
"وہاٹ نان سینس۔" اسے یک دم غصہ آ گیا۔
"میری بے بے کہتی تھی کہ تو پاگل نہیں من موجی ہے۔" وہ سوچتے ہوئے بولی۔
"پلیز آپ جاؤ اور یاد رکھو کہ ہمارے راستے بالکل جدا ہیں۔" اس نے واضح کیا۔
"میں آج ادھر ہی رہ جاؤں؟" اس نے اس طرح دیکھا کہ وہ جذباتی ہو گیا۔
"خاموشی سے اٹھو اور چلتی پھرتی نظر آؤ ورنہ مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔" وہ حد درجہ کرخت اور اجنبی لہجے میں بولا تو وہ غیر یقینی کیفیت سے چند ثانیے چند منٹ اسے دیکھتی رہی۔
"مس بجتا۔" اس نے اس کی محویت توڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی دو قدم آگے بڑھی اور پھر بولی۔
"میں پاگل نہیں ہوں۔"
"او کے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ وہ چلی گئی تو اس نے سکون کا لمبا سانس بھر کر دروازہ لاک کر دیا۔

❁......❁......❁......❁
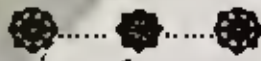
"صفدر یہ سچ ہے کہ میں نے خطا کی ایسے شخص سے محبت کی جو قابل نفرت نکلا، مگر اب مجھے تم سے محبت ہے، میں جو تمہارے پاس رہ کر دور ہوں تمہاری ذات کی قسم میں نے اپنی سب سانسیں تمہارے نام کی ہیں۔ میرے جسم و روح کے اب تم ہی مالک ہو تمہاری نفرت تمہارا غصہ سب بجا ہے مگر یہ معصوم ہمارا بیٹا تو بے قصور ہے، اس کو اپنی نفرت کی سزا کیوں دے رہے ہو؟ اسے اپنی محبت سے کیوں محروم کرتے ہو؟ میں تمہیں کیسے احساس دلاؤں کیسے بتاؤں کہ میرے دل پر کیا گزرتی ہے جب تم اپنے ہی بچے کے وجود سے انکاری ہوتے ہو۔ میں ایک ماں ہوں، اپنے بچے کی یہ ناقدری مجھے کتنی اذیت دیتی ہے تمہیں کیسے بتاؤں؟" عبدالصمد کو گود میں لیے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ بڑی دیر سے یہی سوچ رہی تھی۔ بھول گئی کہ دودھ چولہے پر رکھا تھا صفدر خونخوارانہ انداز میں کمرے میں داخل ہو کر گرجا۔
"تم ماضی کے عشق سے نجات مل جائے تو کچن میں جا کر دیکھو دودھ ابل کر ختم ہو گیا۔ دیگچی جل کر دھواں دے رہی ہے۔" وہ جلدی سے عبدالصمد کو بیڈ پر لٹا کر دوڑی مگر عبدالصمد اس تبدیلی پر رونے لگا۔ وہ ذرا سا اس کے قریب آیا دل چاہا کہ اسے چپ کرائے مگر زیبا فوراً آ گئی تھی وہ پیچھے ہو گیا۔
"معذرت چاہتی ہوں کہ دودھ میری غفلت سے ضائع ہو گیا۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ تو وہ طنزیہ ہنس کر بولا۔
"غفلت تو تمہاری عادت ہے۔"
"جی، کیونکہ انسان ہوں۔"
"ہونہہ۔" اس نے تمسخر اڑایا۔
"کاش آپ بھی انسان ہونے پر فخر کرتے۔"
"انسان ہوں فرشتہ نہیں۔"
"ظاہر ہے اسی لیے تو ایسے ہیں۔"

”مجھے جذباتی بحث سے کوئی سروکار نہیں تمہیں اپنے ماضی سے سبق حاصل نہیں ہوا۔ ابھی بھی اتنی محویت کا عالم ہوتا ہے۔“ وہ کچوکے لگانے کے ساتھ مسکرایا۔

”آپ کو یہ بات جانے کیوں بھولی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے پناہ رحمتوں کے ساتھ جب چاہے، جس کو چاہے جس وقت چاہے معاف کردے۔“

”ہونہہ لیکن شوہر معاف نہ کرے تو پھر۔“ اس نے پوچھا۔

”تو اس کے لیے اللہ ہی سے دعا کرنی چاہیے جو کہ میں کرتی رہتی ہوں کہ اللہ پاک آپ کے دل میں نرمی پیدا کردے۔“ وہ دھیرے سے بولی۔

”مطلب میں غلط ہوں اس لیے یہ دعا کرتی ہو۔“ وہ غرایا۔

”غلط تو کوئی بھی، کبھی بھی ہوسکتا ہے۔“

”مجھے غلط ہی رہنے دو۔“

”کھانا لے آؤں۔“ اس نے موضوع بدلا۔

”نہیں، میں امی کے ساتھ کھاؤں گا۔“

”وہ دیر سے اور کھانا کھا کر آئیں گی۔“ اس نے بتایا۔

”تب بھی فرق نہیں پڑتا۔“ وہ کہہ کر پلٹا۔

”اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک گزارش ہے۔“

”مجھے نہانا ہے اور عبدالصمد کے پاس آپ کچھ دیر بیٹھ جائیں تو.....“ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا تو وہ بولا۔

”میں تمہارا زرخرید نہیں ہوں۔“

”آپ تو ہمارے کچھ بھی نہیں ہیں مجھے معلوم ہے۔“ زیبا کا دل دکھ سے بھر گیا۔ وہ چہرہ موڑ کر کمپیوٹر میں مصروف ہوگیا۔ اس نے کچھ دیر دکھی ہوکر اس کی پشت کو گھورا پھر اٹھ کر نہانے کے لیے واش روم میں گھس گئی۔ وہ اپنے کام میں مصروف لاعلم تھا، بتا اس وقت چلا جب عبدالصمد پہلے کسمسایا پھر رونے لگا۔ کچھ کہنے کا فائدہ نہیں تھا۔ مجبوراً عبدالصمد کے قریب بیٹھ کر تھپکنا پڑا، گلابی گلابی گول مٹول سا عبدالصمد اس کے تھپکنے پر چپ ہوگیا اور معصوم نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا تو بے اختیار اس کے لبوں پر مسکان کھل گئی۔ دل چاہا کہ اس کے گال چوم لے مگر پھر ہاتھ سے چھو کر ہی رہ گیا۔ چھونے پر عبدالصمد مسکرا کر ہمکنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے بیڈ سے اٹھایا جائے۔ دل کی سختی آڑے آئی، اٹھاتے اٹھاتے چھوڑ دیا۔ اسی اثنا میں واش روم کا دروازہ کھلا تو وہ تیزی سے واپس کرسی پر جا بیٹھا اور عبدالصمد نے پھر سے رونا شروع کردیا وہ لپک کر بیٹے کے پاس آئی اور اسے گود میں لے کر تھپکنے لگی۔

”ایسے کام اس وقت کیا کرو جب امی گھر میں ہوا کریں۔“ وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زیبا کو برا نہیں لگا کیونکہ اس کا بھاگتا ہوا سایہ اس نے دیکھ لیا تھا۔

❁......❁......❁
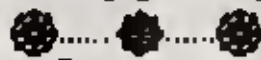
رات سے تیز بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ صبح چھ بجے تیز بارش رم جھم میں تبدیل ہوگئی تھی۔ وہ کافی کا مگ لے کر بالکنی میں کھڑی رم جھم برستی بوندوں کو دیکھتے ہوئے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ بوبی نے اسے کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ دبے قدموں اس کی پشت پر پہنچا اور دھیرے سے بولا۔

”ہیپی رینی مارننگ۔“

"ہنہ آپ کی آنکھ کھل گئی۔"
"رات پھر بارش کا شور تھا بس ڈسٹرب رہی۔" وہ برابر آ کھڑا ہوا۔
"یہ سلسلہ تقریباً چار روز جاری رہے گا۔" ثمرمین نے جتایا۔
"چلو زمین سیراب ہوگئی۔"
"ہاں صرف زمین۔"
"مطلب؟" وہ نہ سمجھا۔
"یہ آسمان سے گرنے والی بوندیں انسان کے اندر نہیں گرتیں اندر تو کرب والم کی طوفانی بارش بھی برس برس کے دم توڑ دیتی ہیں مگر بے وفائی کی پتھریلی زمین پر پچھلے یادوں کے نشان کبھی نہ دھلتے ہیں اور نہ کبھی ان کی پیاس میں کمی آتی ہے، کاش آسمان سے گرنے والی بوندیں ہمارے اندر اتر کر ہمیں اندر سے سیراب کرسکتیں۔" وہ جذب کے عالم میں بہت دھیرے سے اتنا بول گئی، بوبی نے حیرت سے کہا۔
"واہ، Heart Touching۔"
"ہنہ تمہارے نزدیک۔" وہ کچھ افسردگی سے بولی۔
"یار کیا اداسی والی باتیں شروع کردیں۔"
"کیونکہ میں اداس شخصیت کی مالک ہوں۔"
"ہرگز نہیں تم بہت خوب صورت ہو۔"
"خوب صورت ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان اداس بھی نہ ہو۔" وہ کرب سے مسکرائی۔
"او ثمرمین کتنا دلکش موسم ہے اس میں ایسی باتیں نہیں کرتے۔" وہ برا سامنہ بنا کر بولا۔
"میں تو ایسی ہی ہوں۔" وہ اندر کمرے میں آ گئی۔
"میری بات سنو۔" وہ بھی اندر آ گیا۔
"جی۔"
"چلو کہیں باہر چلتے ہیں تمہارا موڈ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔"
"میرے موڈ کو کچھ نہیں ہوا، میں ٹھیک ہوں۔"
"نہیں! وہ اداسی کا دورہ جو پڑا ہوا تھا۔"
"وہ بھی زندگی کا حصہ ہے۔"
"تو پھر چلتے ہیں۔"
"نہیں، بارش تھم گئی ہے آفس جانا ہے۔" اس نے صاف جواب دیا۔
"یار، کیا بوریت ہے تم بہت بور ہو۔"
"ہوں آج ٹھیک سمجھے ہو یہ فرق۔" وہ مسکرائی۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔
"مطلب یہی کہ تمہاری اور میری عمروں میں یہ فرق واضح ہے۔"
"او گاڈ، پھر الٹا سوچ لیا۔"
"خیر، جاؤ جا کر تیاری پکڑو، میں ذرا ناشتہ وغیرہ دیکھ کر تیار ہوتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"شرمین حد ہے۔" وہ جھنجلایا۔
"ماما کے پاس جاؤ۔"
"وہ ٹی وی لاؤنج میں قرآن پاک پڑھ رہی ہیں۔" اس نے بتایا۔
"اچھا تو پھر چلو۔"
"مطلب ہم کہیں نہیں جارہے۔"
"ہم صرف آفس جائیں گے اب جاؤ۔"
"تو کے سہارے مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔"
"کیا؟ بوبی یہ بچپنا کب جائے گا پھر کہتے ہو کہ مجھے بچہ نہ کہو۔" اسے ہنسی آ گئی۔
"خبردار۔"
"ہاہاہا۔" وہ ہنسنے لگی۔
"بے عزتی نہ بات۔"
"چھوٹی چھوٹی بات پر کھانا پینا چھوڑنا بچوں کی عادت ہوتی ہے۔" ہنسنے کے بعد وہ بولی۔
"بس ایسا ہی ہوں میں۔" وہ یہ کہہ کر پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ بڑی دیر تک مسکراتی رہی۔ بوبی کی وجہ سے اس کی افسردگی میں کمی آ گئی تھی۔

❁......⬟......❁
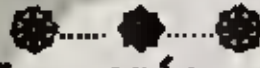
منفی آفس کے لیے تیار ہو کر حاجرہ بیگم کے پاس آئی تو انہوں نے قریب بیٹھنے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئی تو انہوں نے اپنے تکیے کے نیچے سے دو ہزار روپے نکالے اور کہا۔
"منفی بیٹا! میری تو عدت کے دن باقی ہیں تم کچھ چیزیں عبدالصمد کے لیے خرید لانا کچھ تو کپڑے وغیرہ رکھے ہیں۔"
"خالہ جان یہ پیسے رکھیں میں لے آؤں گی۔" منفی نے پیسے ان کی مٹھی میں بند کرتے ہوئے کہا تو ان کی آنکھیں بھر آئیں۔
"اللہ نے ایک بچی دی مگر ساتھ ہی غربت بھی رکھی۔ ارمان پورے کرنے کی خواہش دل میں ہی رہ گئی۔"
"ایسا کیوں سوچتی ہیں کوئی غربت نہیں ہے میں زیبا کی بیٹی اور بہن ہوں، کچھ کمی نہیں چھوڑوں گی بس اللہ سے دعا کریں کہ اس کا گھر آباد رہے۔" منفی کی آواز میں خدشات کی آمیزش سے حاجرہ بیگم فکرمند ہو گئیں۔
"منفی۔"
"جی۔"
"زیبا اب خوش تو ہے۔"
"آپ کو کیا لگتا ہے؟"
"اس نے ضد پکڑ رکھی تھی خلع کی۔"
"فی الحال تو ایسا نہیں کہہ رہی۔" منفی نے ٹالا۔
"اسے سمجھاؤ ایسی بات سوچے بھی نہ لڑکیوں کے گھر آباد ہی اچھے لگتے ہیں۔ اب تو اس کے ابا بھی نہیں رہے۔"
"خالہ آپ فکر نہ کریں بس دعا کیا کریں۔"
"پتا نہیں کیوں مجھے دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔"

"صفدر ذرا سنجیدہ مزاج ہے دل کا برا نہیں۔" حاجرہ بیگم نے داماد کی تعریف کی تو نمی کو ہنسی آ گئی وہ انہیں کیا بتاتی کہ صفدر کیسے ہیں؟

"بس کسی کے بارے میں کچھ بھی کہنا مشکل کام ہے۔" نمی نے دھیرے سے کہا۔

"مگر زیبا کی ناجائز ضد کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں ویسے بیٹا تمہیں کیا لگتا ہے کہ زیبا کیوں ناخوش ہے؟" حاجرہ بیگم نے نمی سے ایسا سوال کرلیا کہ وہ گڑبڑا گئی۔

"بس وہ صفدر بھائی کچھ سخت مزاج ہیں شاید اس لیے۔"

"کوئی سخت مزاج نہیں اور پھر جہاں آرا بہن کتنی اچھی خاتون ہیں ایسا گھر خوش قسمت لڑکیوں کو ملتا ہے۔"

"ہاں بہت خیال رکھتی ہیں عبدالصمد میں تو ان کی جان ہے۔" نمی نے کہا۔

"اللہ بس خوش رکھے۔" حاجرہ بیگم نے کہا تو نمی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خالہ اب میں چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے اور سامان کی فکر نہ کریں سب آ جائے گا۔"

"جیتی رہو اللہ خوش رکھے۔" انہوں نے دعا دی۔

"آپ نے وقت پر کھانا کھانا ہے اور آرام کرنا ہے۔" نمی نے جاتے ہوئے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔ ان کے لیے اللہ نے بیٹی بھیج دی تھی جو ہر طرح سے ان کا خیال رکھتی تھی۔ نمی ناشتہ کروا کے، دوپہر کا کھانا تیار کر کے جاتی تھی۔ واپسی پر فروٹ لے کر آتی ان کو وقت دیتی پھر رات کا کھانا تیار کرتی ساس کے پاس اپنے آرام کا وقت بھی نہیں بچتا تھا۔ پھر ان کے ساتھ ٹی وی دیکھتا تاکہ انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو، وہ نہ ہوتی تو وہ کس قدر اکیلی پڑ جاتیں۔ اللہ تعالیٰ کس قدر حکمت کے تحت نظام حیات چلاتا ہے۔ کس کو کہاں اور کیوں رکھتا ہے اس سے بہتر کون جانتا ہے؟

❁......❁......❁
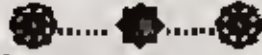
صفدر کو اپنے ہیڈ آفس کی طرف سے پروموشن لیٹر ملا تو دل چاہا کہ یہ خوشی سب سے پہلے اپنے بچپن کے دوست عارض سے شیئر کرے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر پھر کھینچ لیا۔ آفس والوں نے فوری طور پر مٹھائی اور چائے کا انتظام کرلیا تھا۔ سب کولیگز بہت خوش تھے تنخواہ میں اضافے کے ساتھ گھر اور دوسری گاڑی بھی ملی تھی۔ کولیگز کو کھانے کا کہہ کر وہ سیدھا گھر پہنچا تو زیبا کے ہمراہ نمی کچن میں مصروف تھی۔ امی اس کے کمرے میں عبدالصمد سے پیار بھری باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے مٹھائی کا ڈبا انہیں تھماتے ہوئے اپنی ترقی کا بتایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھیں اور پوتے کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"ماشاء اللہ یہ سب میرے عبدالصمد کے آنے کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ ہنسا کا امی نے اس کی خاموشی کا نوٹس لیا۔

"بیٹا تمہیں نہیں لگتا کیا؟"

"آپ جو بھی سمجھیں ہمیں نئے گھر میں شفٹ ہونا ہے۔" وہ اکھڑا اکھڑا سا بولا۔

"نئیں کون سا گھر؟"

"امی پوش ایریے میں بڑی کوٹھی ہے گاڑی ملی ہے یہاں سے شفٹ کرنا ہوگا۔" وہ جوتوں کے تسمے کھول کر جرابیں اتارتے ہوئے بولا۔

"ارے بھئی کوئی زبردستی ہے ہم اپنا گھر کیوں چھوڑیں عبدالصمد اپنے دادا کے گھر میں ہی پروان چڑھے گا۔"

"تو آپ یہاں رہیں کیونکہ یہاں کوئی بڑی گاڑی نہیں آ سکتی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"مطلب تم ہمیں چھوڑ کر نئے گھر میں رہو گے؟" امی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔"

"خالہ جی آپ سب اکٹھے نئے گھر میں رہیں یہ صفدر بھائی کی مجبوری ہے۔" ننھی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"کون سب؟" صفدر نے ابرو چڑھا کر ننھی کو دیکھا۔

"آپ سب۔" ننھی بوکھلا گئی۔

"جہاں جو رہنا چاہیں رہیں۔" وہ گول مول سا جواب دے کر واش روم میں گھس گیا۔

"یہ کیسی باتیں کررہا ہے؟" جہاں آرا حیرت زدہ تھیں ننھی ٹال گئی اسے صفدر کی بات سمجھ میں آگئی تھی لیکن خاموشی بہتر تھی۔

"ننھی بیٹا ذرا عبدالصمد کے پاس ہی رہنا میں ابھی آتی ہوں۔" جہاں آرا چلی گئیں۔

تب ننھی منتظر تھی صفدر کی کہ وہ باہر نکلے تو وہ بات کرے، پھر چند منٹ بعد وہ واش روم سے باہر آیا تو ننھی نے جلدی سے کہا۔

"صفدر بھائی پلیز اپنے دل میں نرمی پیدا کریں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تنکے بکھریں گے تو سکون کسی کو بھی نہیں آئے گا۔"

"دیکھو ضیا کو اپنے فیصلے کے مطابق جانا ہے، پھر میں اور میری امی جہاں چاہیں وہیں رہیں گے۔"

"آپ کی امی کیا ضیا اور عبدالصمد کی جدائی برداشت کرلیں گی؟" ننھی نے پوچھا۔

"یعنی اب اس طرح بلیک میلنگ ہوگی۔" وہ طنزیہ ہنسا۔

"پلیز، میری بات کا غلط مطلب نہ لیں وہ تو جانے کو تیار ہے لیکن آپ اپنی امی کا سوچ لیں۔" ننھی نے واضح کیا۔

"ٹھیک ہے میں ہی چلا جاؤں گا۔"

"آپ کیوں جائیں؟"

"تو پھر۔"

"صفدر بھائی پلیز۔" ننھی نے التجا کی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جہاں آرا کمرے میں آگئیں۔ صفدر نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا لہٰذا بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

❀......❀......❀

صفدر کی بات کا جہاں آرا نے اتنا اثر لیا کہ رات بھر جاگتی رہیں سوچتی رہیں کروٹیں بدلتی رہیں بہت سے آنسو ڈھیر سے ڈھیرے بہہ کر یادوں کی پرچھائیاں ذہن میں تازہ کرتے رہے۔ اس گھر کی ایک ایک قدم پر ان کی شادی سے لے کر اس عمر کی ناتوانی تک کے تمام منظر نقش تھے۔ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر اس گھر میں آئیں تو پھر رشتوں کی مٹھاس سے اس گھر کو بھر دیا۔ ساس سسر کی خدمت میں سب کچھ فراموش کیا اللہ نے جان لٹانے والے شوہر کی رفاقت عطا کی تھی صفدر کے وجود سے آنگن مہکا تو زندگی کی ہر خوشی مل گئی۔ محبتوں کے اس سفر میں وقت تیزی سے گزر گیا ساس سسر رخصت ہوئے تو تنہائی کاٹنے کو دوڑتی ایسے میں یہ گھر ہی تھا جس سے ان کی مہک آتی تو جی بہل جاتا۔ پھر شوہر کی جدائی کا صدمہ بھی اسی گھر کی دیواروں نے ان کے ساتھ مل کر سہا۔ صفدر کے احساس سے در و بام جگمگاتے تو وہ ہر دکھ بھول جاتیں اب جبکہ صفدر کی شادی اور اس کی اولاد کا تحفہ قدرت نے دے دیا تو وہ اس گھر سے کیسے رخصت ہوجائیں یہ ممکن

نہیں ہرگز نہیں۔" وہ یک دم بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں اور پھر کسی کل سکون میسر نہ آیا۔
"میں اپنا گھر اپنی جنت اپنے شوہر کی نشانی چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔" یہ فیصلہ کرکے وہ اس پر قائم بھی رہیں۔
صبح فجر کی نماز پڑھ کر صفدر جو بھی واپس لوٹا تو انہوں نے اسے تحکم سے بلایا اور صاف لفظوں میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔
"مجھ سے آئندہ یہ گھر چھوڑنے کی بات ہرگز نہ کرنا۔ میں مر جاؤں تو جہاں مرضی جانا۔"
"امی صبح صبح کیسی باتیں کر رہی ہیں؟" وہ دہل گیا۔
"صحیح کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے تسبیح اٹھا کر پڑھتے ہوئے کہا۔
"ہم گھر شفٹ کر رہے ہیں نہ بند کر رہے ہیں بس نئے گھر میں شفٹ ہو رہے ہیں۔" وہ بولا۔
"ہم نہیں صرف تم۔" وہ گرجیں۔
"کیا مطلب؟"
"میں میرا پوتا اور بہو کہیں نہیں جائیں گے۔"
"تو آپ کی بہو نے کان بھرے ہیں۔" وہ ایک دم بہو پر غصہ نکالنے کو تیار ہو گیا۔
"فضول مت بولو اس غریب کو تو پتا بھی نہیں۔"
"جی، یہ آپ کا خیال ہے۔"
"تم اس کو ملوث کیوں کر رہے ہو؟"
"اس لیے کہ اس کو اپنا فائدہ درکار ہے۔"
"کون سا فائدہ؟"
"تاکہ وہ یہاں عیش کرے۔"
"ہاں تو اس گھر کی بہو ہے عیش کرنا اس کا حق ہے۔"
"یہی یہی چالاکی ہے اس کی۔" وہ بپھر گیا۔
"ایسا کرو تم جس کے ساتھ چاہو اس گھر میں رہو، ہمیں یہاں رہنے دو۔" انہوں نے سختی سے کہا تو وہ ہونق بنا ان کا منہ تکنے لگا۔
"آپ کو ذرا خوشی نہیں ہوئی میری پروموشن کی۔"
"پروموشن کی خوشی الگ ہے میں یہ گھر مر کر ہی چھوڑوں گی۔" وہ پھر ضد پر اتر آئیں۔
"آپ نہیں یہ آپ کی لاڈلی بول رہی ہے۔"
"غضب خدا کا ناحق تہمت لگاتے ہو، جاؤ یہاں سے۔" وہ خفا ہو گئیں تو وہ ششدر سا رہا۔
"امی آپ غور کریں، یہ خوشی کی بات ہے یہ گھر ہم سارا کھلا رکھیں گے کسی اچھی فیملی کو کرائے پر دے دیں گے۔" اس نے سمجھانا چاہا۔ مگر ان کا ایک ہی فیصلہ تھا۔
"کان کھول کر سن لو یہ میرا گھر ہے میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" ان کی بات سن کر وہ کچھ اور نہیں بولا باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁
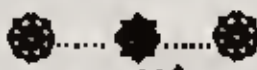
آفس میں بیٹھا وہ کئی بار آغا جی سے رابطہ کرنے کی کوشش کر چکا تھا۔ وہ دانستہ یا غیر دانستہ اس کا فون ریسیو نہیں کر رہے تھے لیکن اسے تو یہی لگتا تھا کہ بابا ناراض ہیں اس لیے فون نہیں سن رہے اسے بہت دکھ ہو رہا تھا اس کے پیارے بابا کتنے

ہرٹ ہوئے ہیں اس کی وجہ سے جو اسے کسی طور قبول نہیں تھا۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ٹریول ایجنٹ کانٹیکٹ کیا تو اسے یاد آیا کہ کسی وزیٹر کا بتایا گیا تھا وہ اپنی سوچوں میں بھول گیا تھا۔ مگر اس نے منع کردیا کہ مصروف ہوں واپس بھیج دیں۔ دل پر اداسی طاری تھی ایک گھٹن سی محسوس ہورہی تھی۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی پانی کا گلاس گھونٹ گھونٹ پیا اور طویل سانس بھر کے کچھ سکون آیا۔ مگر عین اسی وقت دروازہ بلادستک کے کھلا اور رنجنا تیزی سے اندر آ گئی وہ بھونچکا رہ گیا وہ دفتر بھی پہنچ گئی۔

"یہاں؟"

"تو یہ مصروفیت ہے آپ کی خالی کمرہ خالی کرسیاں؟" اس نے شرمندہ کیا مگر وہ خفا ہوگیا۔

"مس رنجنا آپ کو اسی بے تکلفی کے لیے منع کیا تھا۔"

"مسٹر عارض میرا خیال بھی یہ تھا گھر میں بور ہورہی تھی۔" اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا اور بے تکلفی سے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کمال ہے کیا ہے آپ کا دین دھرم..... تعلیم تربیت..... کیا سکھایا ہے آپ کے والدین نے؟" وہ جھنجلا سا گیا بہت کچھ کہہ گیا۔

"ماتا پتا ہیں نہیں اور دھرم کوئی بھی ہو مجھے جینے کی آزادی دیتا ہے۔"

"تو جیو اپنے لوگوں میں۔" وہ بولا۔

"وہ اپنا ہی تو ہوتا ہے جو آپ کی زندگی میں کہیں سے بھی آ جائے۔"

"دیکھو میرے پاس بے کار وقت نہیں ہے اب آپ جاؤ۔"

"عارض کبھی میری ذات کو اہمیت دو۔" اس نے ایسے کہا کہ وہ چونکا۔

"کیوں؟ آپ کو جانتا نہیں میں، بلاوجہ میری کوفت میں اضافہ کرتی ہیں آپ۔" وہ سفاکی سے بولا۔

"تو جان لو، مان لو۔" اس نے بے باکی سے کہا۔

"کس قسم کی لڑکی ہو؟" وہ چلا اٹھا مگر اسی لمحے پاکستان سے آغا جی کی کال آ گئی وہ بہت بدتمیز بن گیا۔

"اب تم جاؤ۔" فون مسلسل بج رہا تھا کچھ سوچ کر رنجنا اٹھی اور چلی گئی اس نے جلدی سے فون اٹینڈ کیا۔

"ہیلو بابا۔"

"ہمنہہ، چلی گئی وہ۔" آغا جی نے قدرے تحمل سے خلاف توقع بات کی تو وہ بوکھلا گیا۔

"وہ... وہ... کون؟"

"وہ لڑکی مجھے گڑبڑ لگ رہی ہے وہ تمہارے ساتھ کسی سازش کے تحت میل جول بڑھا رہی ہے۔"

"بابا وہ کوئی بھی ہو مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔"

"نظر آرہا ہے مجھے۔" بابا نے طنز کیا۔

"آپ کو کوئی غلط گائیڈ کررہا ہے۔"

"میں نے سمجھانا تھا خیریت چاہتے ہو تو نکل آؤ وہاں سے میں وہاں سے بزنس ہی وائنڈ اپ کردوں گا۔"

"بابا میں نے آنا ہی ہے۔"

"ہاں برباد ہوکر معصوم شرمین کا دل دکھا کر۔"

"آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"تمہاری بلا سے۔"

"بابا پلیز۔"
"اپنے دوست سے بھی نظریں پھیر لیں۔ احساس ہے وہ کیا سوچتا ہوگا؟"
"بابا وہ مجھے غلط سمجھ رہا ہے حالات بہتر ہوجائیں گے۔" اس نے ٹالا۔
"چھوڑو یار، بہت شرمندہ کیا ہے آپ نے۔"
"سوری بابا۔" وہ شرمساری سے بولا۔
"سوری کرنی ہے تو اس بے گناہ لڑکی سے کرو جس سے ملتے ہوئے بھی میں شرمندگی محسوس کررہا ہوں۔"
"آپ کو بس بلاوجہ ایسا محسوس ہورہا ہے۔"
"ٹھیک ہے جو بہتر لگے کرو۔" انہوں نے کہا۔
"آفس فیکٹری سب ٹھیک ہے۔"
"ہمم۔"
"بابا۔"
"اللہ حافظ۔" آغا جی نے کہہ کر فون بند کردیا۔

❁......❁......❁
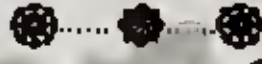
سالانہ بونس کی تقسیم کے بعد لنچ کا انتظام کیا گیا تھا۔
زینت نے بونس تقسیم کیا تو کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہوئی شرمین نے جونہی ان کو دیکھا تو فوراً انہیں سہارا دے کر اپنے آفس میں لے گئی انہیں آرام سے صوفے پر کشن کے سہارے لٹایا۔ پانی پلایا مگر طبیعت کچھ سنبھل نہیں پارہی تھی۔ شرمین نے ڈاکٹر کو بلوایا۔
بوبی کو اطلاع کی وہ دوڑا چلا آیا ڈاکٹر نے چیک کیا اور آرام کا مشورہ دیا اور ایک دو ٹیسٹ کرانے کے لیے لکھ دیے۔
"چھوڑو ڈاکٹرز کو صرف ٹیسٹ لکھنے کا شوق ہوتا ہے۔" زینت نے صاف منع کردیا۔
"ماما ڈاکٹرز کوئی دشمن تو نہیں ہوتے۔" بوبی نے کہا۔
"بوبی ٹھیک کہہ رہا ہے آپا۔" شرمین نے بوبی کی تائید کی۔
"شرمین بس اب دواؤں اور ٹیسٹوں سے طبیعت اوب گئی ہے جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں گزرے گی۔" زینت نے دیر سے کہا تو شرمین نے خفگی کا اظہار کیا۔
"آپا...... ایسی باتیں کرکے آپ ٹھیک نہیں کررہیں۔"
"ٹیسٹ ہوں گے۔" بوبی نے کہا۔
"نہیں کرانے بس گھر چھوڑ آؤ۔" زینت اٹھ بیٹھیں۔
"آپا...... پلیز ٹیسٹ کراتے ہوئے چلتے ہیں۔" شرمین نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔
"شرمین آج خوشی کا موقع ہے آپ اسٹاف کے ساتھ رہو، مجھے ڈرائیور گھر چھوڑ آئے گا اور وہاں بابا اور بھولی میرا خیال رکھیں گے۔" زینت نے کہا۔
"اوکے مگر میں نے اور شرمین نے باہر جانا ہے۔" بوبی نے کہا۔
"کیا...... بوبی تمہیں وقت اور موقع محل کا پتا نہیں چلتا؟" شرمین نے حیرت سے کہا۔
"یہی تو افسوس ہوتا ہے۔" زینت نے تاسف کا اظہار کیا۔

"اس میں ایسی کیا بات ہے؟" بوبی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" شرمین نے چڑ کر کہا اور باہر نکل گئی تو زینت نے بوبی کو نرمی سے سمجھایا۔
"دیکھو بیٹا شرمین سے وہ بحث مت کیا کرو جس سے وہ چڑتی ہے۔ اس کا مزاج سمجھنے کی کوشش کرو، ایک طرف اس سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو دوسری طرف اس کے مزاج کی مخالفت۔"
"ماما، کبھی تو وہ میری بات مان لیا کرے۔"
"ابھی تو اس نے تمہیں نہیں مانا تمہاری بات کیسے مان سکتی ہے؟"
"کیا مطلب؟"
"یہی تو فرق ہے، جس سے شرمین کا اختلاف ہے۔" زینت نے کہا۔
"ماما، اس کے اندر بوڑھی روح سمائی ہے میں اسے نکالنا چاہتا ہوں۔"
"کیوں، کسی کی ذات میں اتنی دخل اندازی کس لیے اور آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کھلنڈری، لاابالی لڑکی نہیں بہت سنجیدہ بھی نہیں ہے بس سمجھدار ہے۔"
"ماما۔" وہ رکا۔
"بیٹا شرمین چاہے جانے کے قابل ہے، اسے یوں نہ پرکھو ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔" انہوں نے ذومعنی بات کی۔
"آپ جانتی ہیں میں اس سے محبت کرتا ہوں مگر وہ ہاں تو کرے۔"
"صبر اور حوصلہ دوسری بات یہ کہ اتنا ظرف محبت کا ہونا چاہیے کہ نہ بھی ملے تو احترام میں کمی نہ ہو۔"
"نہ ملے، کیا مطلب؟ آپ جانتی ہیں میں شرمین کے علاوہ کچھ اور نہیں مانگتا۔" وہ ایک دم جذباتی ہو گیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں شرمین آ گئی۔
"آئیں زینت آپا ہم گھر چلیں میں سارے اسٹاف سے مل کر بات کر آئی ہوں۔"
"شاباش۔" زینت خوش ہو کر ان دونوں کے سہارے اٹھیں اور پھر صرف شرمین کا ہاتھ تھام کر چلنے لگیں بوبی وہیں کھڑا رہ گیا۔

✽......✽......✽
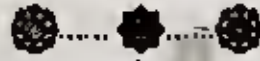
"بھولی، بھولی، باہر نکلو۔" بوبی سے جب صبر نہ ہوا تو واش روم کا بند دروازہ پیٹ ڈالا۔ کھٹ سے دروازہ کھل گیا۔ وہ ڈری سہمی سی سامنے آ گئی وہ اس سے کچھ کہنے سے پہلے پانی گرنے کے شور سے پریشان ہو کر اندر گھس گیا۔ شاور سے پانی گر رہا تھا۔ اس نے جلدی سے بند کرنے کی کوشش کی لیکن لیور فری ہو گیا تھا۔ شاید الٹا سیدھا گھمانے اور زبردستی کرنے کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا۔ وہ آگ بگولہ ہو کر باہر نکلا اور اس پر برس پڑا۔
"ایڈیٹ۔"
"جی۔" اس نے تیل سے بھرے بالوں سے ٹپکتے پانی کو ڈوپٹے کے پلو سے رگڑتے ہوئے جواب دیا۔
بوبی کو بے ساختہ اس کی سادگی پر ہنسی آ گئی تو وہ رخ موڑ کر ہنسنے پر مجبور ہو گیا۔
"تم میرے واش روم میں کیا کر رہی تھیں؟" اس نے کچھ غصہ ظاہر کیا۔
"وہ میں شاور دیکھ رہی تھی۔" وہ بولی۔
"کیوں، کیا ضرورت تھی اور اپنا حلیہ دیکھو۔" وہ بولا۔
"وہ...... میں۔"

"چلو اب جاؤ کپڑے بدلو۔" وہ کہہ کر پلٹا تو اسی لمحے شرمین اندر آ گئی سارا منظر اس کے لیے پسندیدہ نہیں تھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟"

"اسی بھولی بیگم سے پوچھو۔" بوبی نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔

"وہ میں!" بھولی منمنائی۔

"جاؤ کپڑے بدلو کیا بے ہودگی ہے۔" بھولی باہر بھاگی تو بوبی نے ہنستے ہوئے اسے بتایا۔

"بے وقوف نے شاور کی حالت بگاڑ دی۔"

"بوبی، بچے تو نہیں ہو کتنی فضول حرکت ہے یہ۔" شرمین نے اسے کہا تو بوبی نے اس کی کلائی تھام کر اسے واش روم میں کھینچا۔ شرمین کو اندازہ نہیں تھا کہ اب تک پانی ضائع ہو رہا ہے۔

"یہ سب تم دیکھتے رہے۔"

"ہمم ایسے۔" بوبی نے اس کو شاور کے بالکل نیچے کھینچ لیا۔ وہ غصے سے چلائی۔

"بوبی یہ کیا بے ہودگی ہے چھوڑو میرا ہاتھ، چھوڑو۔" اس کے چلانے کا بوبی پر قطعاً اثر نہیں ہوا۔

"یار کتنا اچھا لگ رہا ہے۔" بوبی نے پیار سے کہا تو وہ پھٹ پڑی۔

"شٹ اپ، چھوڑو مجھے کس قدر بے ہودہ ہو۔"

"لو چھوڑ دیا، ہر بات بے ہودہ لگتی ہے لائف کو انجوائے کرنا سیکھو۔" وہ بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے واش روم سے باہر آ گیا۔ شرمین نے دوپٹا اچھی طرح اپنے گرد لپیٹا اور باہر نکل کر غصے سے بولی۔

"یہی فضول حرکت بھولی کے ساتھ کی ہوگی۔" غصے میں بل کھاتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تو بوبی کو احساس ہوا کہ معاملہ بگڑ گیا ہے جو چاہا وہ ہوا نہیں، شرمین سخت ناراض ہو گئی ہے اور شاور کی خرابی اپنی جگہ موجود تھی۔ ایک دم ذہن میں آیا کہ مین وال سے واش روم کی واٹر سپلائی بند کر دینا چاہیے۔ باہر بھاگا تو شرمین کے کمرے سے غصے بھری آواز آ رہی تھی وہ بھولی کو برا بھلا کہہ رہی تھی بھولی کی سسکی بھری آواز پر اس کا دل دکھی ہو گیا۔ سوچا کہ اندر جا کر اسے سمجھائے لیکن پھر اپنے گیلے کپڑوں کا سوچ کر رک گیا۔ اس وقت یہ مسئلہ مزید بڑھ سکتا تھا کیونکہ شرمین کا مزاج ایسے مذاق پسند نہیں کرتا مگر اس سے یہ حرکت سرزد ہو گئی۔ ایسا چاہا نہیں تھا مگر ایسا ہو گیا تھا اب شرمین کو سمجھانا اور منانا بہت مشکل کام تھا۔

❀......❀......❀
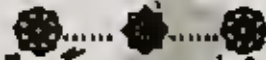
شام کے چار ساڑھے چار کا وقت تھا۔ بھولی مسلسل کوارٹر میں گھسی تھی۔ دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ شرمین کی ڈانٹ پر دل بھر آیا تھا۔ کئی بار رو چکی تھی۔ ریڈیو سننے کو بھی دل نہیں چاہا۔ بس چارپائی پر تکیے میں منہ دیے پڑی تھی۔ بابا اس کے لیے کھانا لے کر آئے اسے پیار سے پکارا مگر وہ چپ رہی۔

"بھولی بیٹا اپنی غلطی مان لیتے ہیں۔"

"میں نے غلطی کیا کی؟"

"جو کام ہمیں کرنا نہیں آتا وہ ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"پانی سے کپڑے گیلے میرے ہوئے، مجھے شرمین باجی نے بہت ڈانٹا۔"

"مجھے بتایا ہے انہوں نے اچھا نہیں لگتا تم اب بچی نہیں ہو اور تمہیں کیا ضرورت ہے چھوٹے صاحب کے کام کرنے کی۔"

"بابا جی چھوٹے صاحب کا واش روم بہت گندا ہو رہا تھا۔ میں نے پانی بھرنا تھا۔ بس اس کو ہاتھ لگایا تو مجھے چھوٹے صاحب نے نہیں ڈانٹا، باجی نے ڈانٹا ہے۔"

"تو ٹھیک ڈانٹا ہے وہ مالک ہیں ہمیں ڈانٹ سکتے ہیں ابھی تو بڑی بیگم صاحبہ نے کچھ نہیں کہا۔"
"میں ان کو بتاؤں گی۔" وہ اٹھ بیٹھی۔
"پگلی، یہ بتانے والی بات نہیں ہے۔" انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔
"ماما جی مجھے گاؤں واپس چھوڑ آؤ۔"
"کیا، کس کے پاس وہاں کون ہے تیرا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔
"بھولی فضول باتیں نہیں کرتے آئندہ خیال رکھنا الٹے سیدھے کام نہ کیا کرو۔" بابا نے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دیا تو وہ کھانے لگی۔
"اب تم کھانا کھا کر بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں جاؤ انہوں نے بلایا ہے۔"
"ہائے اللہ اب وہ بھی ڈانٹیں گی۔" وہ بے ساختہ بولی۔
"ڈانٹیں گی تو کوئی بات نہیں، کہہ دینا کہ پھر ایسا نہیں کروں گی۔"
"اور شرمین باجی۔"
"وہ، وہ بہت اچھی ہیں معاف کردیں گی۔"
"تم بھی تو ہیں۔"
"اچھا اب میں جا رہا ہوں آج چھوٹے صاحب نے چائے کے لیے دوستوں کو بلایا ہے شرمین بی بی بہت خاص ہیں انہوں نے اسی گھر میں رہنا ہے بس یہ خیال رکھا کرو۔" بابا نے سمجھایا اور اپنا رومال کندھے پر ڈال کر باہر چلے گئے۔ وہ کھاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ خود جا کر شرمین بی بی سے معافی مانگ لے، اگر انہوں نے معاف نہ کیا تو...... اس کی آنکھیں یہ سوچ کر ہی بھر آئیں۔ پھر...... پھر کیا ہوگا؟ بڑی بیگم صاحبہ بھی تو شاید ناراض ہی ہوں گی جبھی تو بلا رہی ہیں۔ اس نے جلدی سے کھانا ختم کیا برتن اٹھائے اور کوارٹر کا دروازہ بند کر کے تیز تیز قدموں سے چل کر باہر آ گئی مگر ٹی وی لاؤنج سے باہر آتے ہوئے بوبی نے اسے گاڑی کی چابی لانے کو کہہ دیا۔ وہ گھبرائی مگر پھر ہاں کر کے پہلے باورچی خانے میں برتن رکھے اور پھر بوبی کے کمرے کی طرف تقریباً بھاگتی ہوئی گئی کمرے میں پہلے سے زینت اور شرمین موجود تھیں۔ شاید واش روم والا مسئلہ زیر غور تھا اسے دیکھ کر زینت نے خفا ہوتا کہا۔
"بھولی تم اب بڑی ہو گئی ہو دھیان سے رہا کرو۔" وہ کچھ نہ کہی ہونق بنی کھڑی رہی شرمین نے پوچھا
"کیسے آئی ہو؟" تو اس نے چابی اٹھا کر بتایا کہ چھوٹے صاحب نے منگوائی ہے؟
"ٹھیک ہے جاؤ اور چائے کے انتظام میں حمیدہ کی مدد کراؤ۔" زینت نے کہا تو وہ چلی گئی۔
"بہت بے وقوف ہے اب تک ویسی ہی ہے جیسی پہلے دن تھی۔" شرمین نے کہا تو دونوں باتیں کرتی ہوئی باہر آ گئیں۔
نماز عصر پڑھ کر وہ ذرا دیر کو بستر پر دراز ہوئی تو اسی وقت بوبی آندھی اور طوفان کی مانند کمرے میں گھسا آیا وہ جلدی سے سمٹ کر بیٹھ گئی اور ناگواری سے بولی۔
"بوبی اتنا تو سیکھ جاؤ کہ کسی کے کمرے میں کیسے آتے ہیں؟"
"میں کسی کے نہیں تمہارے کمرے میں آیا ہوں۔" وہ بڑی روانی میں کہہ گیا۔
"تو میں کیا ہوں؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
"اچھا پلیز اٹھو اچھا سا تیار ہو کر لان میں آ جاؤ۔" وہ سب کچھ یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔
"کیوں؟"

”اپنے دوستوں سے ملوانا ہے۔“

”دماغ ٹھیک ہے، میں کیوں ملوں؟“

”فار گاڈ سیک، ہر بات پر بحث نہیں کیا کرو۔“ وہ جھنجلایا۔

”بوبی میرا دماغ مت خراب کرو مجھے یہ سب پسند نہیں۔“

”کم آن تم سے تو بھولی بہتر ہے ایسی بحث تو وہ بھی نہیں کرتی۔“

”تو..... تو بھولی کو ملواؤ۔ میرا ٹمپر زاس سے کرنے کی ضرورت نہیں۔“ اس نے خاصی سختی سے کہا۔

”کیا مطلب؟“ وہ کچھ نہ سمجھا۔

”پلیز جاؤ مجھے تمہارا بے ہودہ مذاق پسند نہیں آیا میں بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تم سے۔“ وہ اٹھ کر رخ موڑ کر کھڑکی کے پاس چلی آئی۔

”یار اگر کپڑے گیلے ہو گئے تو کون سا قیامت آ گئی؟“

”میرے لیے ایسی حرکتیں قابل تعریف نہیں۔“

”ہم غیر تو نہیں۔“

”ابھی تو اپنائیت کے لیے کافی فاصلہ ہے اور تمہاری حرکتوں کے باعث شاید ایسا موقع کبھی آئے بھی نہیں۔“

”شرمین! پلیز میرے دوست آ چکے ہیں۔“ اس نے منت کی۔

”مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”شرمین۔“ وہ چلا اٹھا۔

”بوبی مجھے اپنی میری ہیٹ نہ کرو۔“ وہ بھی چلائی۔

”میں نے ان سے وعدہ کیا ہے۔“

”کیا؟“

”کہ میں اپنی محبت سے ملواؤں گا۔“

”تو اب جا کر یہ اعتراف کر لو کہ یہ میرے دماغ کا خلل ہے۔“

”شرمین تم میری محبت کا اعتراف کر چکی ہو۔“

”کیسا اعتراف۔“

”کیا تم میری محبت پر یقین نہیں رکھتیں۔“ اس نے عجیب سی معصوم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

”مجھے نہیں آئیڈیا فی الحال یہاں سے جاؤ۔“

”شرمین پلیز تیار ہو جاؤ۔“

”بوبی جاؤ خدا کے لیے۔“

”ہرگز نہیں وہ اڑ گیا۔“

”ٹھیک ہے میں باہر چلی جاتی ہوں‘ لیکن یاد رکھنا مجھے تمہاری یہی بچکانہ حرکتیں پسند نہیں ہیں۔“ وہ دروازے کی طرف بڑھی تو وہ دوڑ کر دروازے کے عین وسط میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

”اگر تم اتنا برا سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے میں یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔ وہ واپس بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ ذہن بری طرح تھک گیا تھا بوبی کی ایسی باتوں پر اسے غصہ آتا تھا ابھی تو واش روم

والی بات نے اسے سیخ پا کیا ہوا تھا کہ وہ دوسری ایک اور بے جا ضد لے کر آ گیا تھا۔

❁......❁......❁
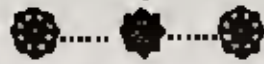
چائے کے لیے وہ آئی تو زمنت آپا چائے کے بے شمار لوازمات سے بھری میز پر تنہا بیٹھی تھیں۔ متفکر سی، پریشان سی سب چیزیں ان چھوٹی ہونے کا ثبوت پیش کر رہی تھیں اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا خاموشی سے زمنت کے برابر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی مگر سوال ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

"بوبی اپنے دوستوں کو لے کر باہر چلا گیا۔" زمنت آپا نے دھیرے سے بتایا اس کو جھٹکا سا لگا۔

"بنا چائے پیئے۔" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"ہاں اتنا کچھ تیار کروایا پھر جانے کیوں؟" زمنت نے کہا ان کی آواز میں بھی فکر موجود تھی۔

"بابا سے پوچھا تھا؟" اسے اندازہ تو تھا مگر ان کی خاطر کہا۔

"ہنہہ۔ پوچھا ہے بتا رہے ہیں کہ موڈ آف تھا سب کو لے کر باہر چلے گئے۔"

"چائے تیار تھی؟"

"بالکل، یہ سب ضائع کرنے کے لیے سنوایا کوئی بات تھی تو بتاتا۔" وہ بہت دکھی سی بولتی رہیں۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کیوں گیا ہے لیکن ظاہر نہیں کیا۔ شرمندہ سی ہو کر کچھ دیر سوچا پھر آپا کی خاطر مسکرا کر کہا۔

"آپ جانتی تو ہیں کہ لاابالی ہے۔"

"نہیں شرمین اسے لاابالی پن اب چھوڑنا چاہیے۔ میں اپنی زندگی میں اس کی خوشی اور خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں مگر یہ مجھے ایسا کر کے پریشان کرتا ہے۔" وہ باقاعدہ رو دیں۔

"آپا آپ اتنا اثر نہ لیں وہ تو بے وقوف ہے۔" وہ اٹھ کر انہیں بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"شرمین خود سوچو یہ سب کتنی محنت سے اور خرچے سے بنا اور وہ چھوڑ کر باہر نکل گیا مجھے بتایا تک نہیں۔"

"کوئی وجہ ہوگی۔"

"کیسی وجہ؟"

"چلیں چھوڑیں آپ چائے پئیں بلکہ یہ فش فنگرز تو لیں۔" اس نے ان کی پلیٹ میں فش فنگرز ڈالنے چاہے مگر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پرے کر دیا۔

"آپا آپ جانتی ہیں کہ بوبی موڈی ہے کسی اور جگہ جانے کا موڈ بن گیا ہوگا۔" بوبی تو روز کوئی ضد، کوئی فرمائش، کوئی خواہش لے کر اس سے الجھتا ہے موڈ بھی اپنا آف کرتا ہے اور کبھی اس کو بیزار کرتا ہے کیا کہا زمنت آپا کو بتائے۔

"شرمین ایک بات کرنا چاہتی ہوں پر ہمت نہیں ہو رہی۔" زمنت آپا نے چائے کا چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"آپا کمال ہے آپ کو کسی ہمت کی ضرورت ہے کیا؟"

"پھر بھی سمجھ میں نہیں آ تا تم سے کیسے بات کروں؟" انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ بلاخوف و جھجک ہر بات کر سکتی ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی کچھ مطمئن سی ہو کر مسکرائیں۔

"شرمین میرے کمرے میں آنا پھر بات کریں گے۔"

"جی اچھا مگر اب آپ بے فکر ہو کر چائے پئیں۔"

"کاش بوبی میں کچھ بوجھ آ جائے۔"

"آپ کیوں اس کے لیے اس طرح سوچتی ہیں وہ ٹھیک ہے۔" اس نے ان کی خاطر بوبی کی بس تعریف ہی کی۔

ویسے بھی اس میں ایک ہی خامی تھی کہ وہ سنجیدہ نہیں ہوتا تھا شرمین کو اس کی وجہ بھی معلوم تھی کہ عمر کا فرق اور حالات و واقعات کے اثرات شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ تو بچپن سے ایسے حالات کا شکار رہی کہ سنجیدگی کے اثرات گہرے ہوتے گئے۔ یہ تو اس کے اندر کی قوت مدافعت تھی کہ وہ محبت کے نام پر دھوکہ کھانے کے باوجود مضبوط تھی۔

❀.....❀.....❀
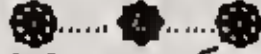
عبدالصمد اس کے پاس لیٹا کھیل رہا تھا زیبا کچن سے فارغ ہو کر ان کے کمرے میں آ گئی۔ جہاں آرا کے پیروں کی طرف بیٹھ گئی مگر وہ کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ عموماً تو وہ عبدالصمد کے ساتھ باتیں کر کے اسے گدگدا کر مصروف رہتی تھیں۔

"امی کیا بات ہے؟"

"تمہارے میاں کے فرمان پر غور کر رہی ہوں۔"

"کیسا فرمان؟"

"یہی کہ نئے گھر میں رہنا ہے سامان باندھ لیں۔" وہ بہت اداسی سے بولیں۔

"نیا گھر؟" اس کے لبوں سے نکلا۔

"ہاں بتایا نہیں تمہیں۔" جہاں آرا نے حیرت سے دیکھا۔

"نہیں بھول گئے ہوں گے۔" وہ ہکلائی۔

"بھول بھولا نہیں وہ کچھ بھی تمہیں کسی گنتی میں تو رکھتا نہیں۔" وہ طنزیہ بولیں تو وہ نظریں چرا گئی۔

"آج پوچھنا خود۔"

"امی آپ نے ٹھیک کہا تو ہے کہ میں بھلا کس گنتی میں ہوں۔"

"لیکن کیوں؟ منہ سے بولے بتائے کیا خرابی ہے تم میں۔" وہ ایک دم غصے میں آ گئیں اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"میری بچی رونا مسئلے کا حل نہیں، مجھے یہ گھر بہت پیارا ہے۔ میں یہاں سے جانے والی نہیں۔" وہ یکسر بات گھر کی طرف لے آئیں۔ زیبا نے سکھ کی سانس لی۔

"تو آپ منع کردیں۔"

"کردیا ہے مگر بتا وہ سنجیدہ تھا اس بات سے پریشان ہوں۔"

"آپ نہیں چاہیں گی تو وہ زبردستی نہیں کر سکتے۔"

"ارے بھئی وہ تو ہمارا صفدر رہا ہی نہیں بڑا افسر بن گیا ہے۔ بات کم کرتا ہے۔ اکڑ زیادہ مارتا ہے۔"

"بس ذرا مزاج ہی ایسا ہے۔"

"توبہ کرو، ایسا تو یہ شادی کے بعد ہوا ہے جانے کیا ہوا ہے، کبھی پوچھو تو اس کا ایک ہی قریبی دوست تھا جانے وہ کہاں غائب ہو گیا تم بیوی ہو تم جاننے کی کوشش کیا کرو۔" وہ پھر سے اسی صفدر کے رویے والے موضوع پر آ گئیں۔

"امی، مجھ سے یہ بات وہ کریں گے ہی نہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ میں نے تو اسے کبھی اپنے بیٹے سے بات کرتے نہیں دیکھا۔" وہ بولیں۔

"جی۔"

"خیر تم بھی ڈھیلی ہو، اپنا حلیہ خراب رکھتی ہو بننا سنورنا تو تمہیں آتا ہی نہیں۔" وہ اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے بولیں۔

"وہ بس اس شرارتی کی طرف دھیان رہتا ہے۔" اس نے عبدالصمد کی طرف اشارہ کرکے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"کل تمہارا سوا مہینہ پورا ہوجائے گا خیر سے گھر جاؤ دو چار دن رہو گی کیا ماں کے پاس؟" انہوں نے پوچھا۔

"جیسا آپ کہیں۔"

"رہنے میں تو کوئی حرج نہیں، مگر میرا دل نہیں لگتا اب عبدالصمد اور تمہارے بغیر۔"

"تو میں شام کو آجاؤں گی، یا پھر آپ ہمارے ساتھ چلیں دو روز میں واپس آجائیں گے۔" اس نے کہا تو وہ خوش ہوگئیں۔

"میں صدقے نہیں بیٹا بس اس عمر میں اپنی چیزوں کی اپنے ماحول کی عادت ہوجاتی ہے۔ اسی بات کا تو رونا ہے کہ گھر کیسے چھوڑوں؟"

"پھر آپ عبدالصمد کو اپنے پاس رکھ لیں۔" اس نے ایک دم یہ کہہ کر انہیں ٹٹولا۔

"نہیں، نہیں میرا معصوم بچہ ماں کے بغیر کیوں رہے؟" وہ محبت سے چور ہوکر عبدالصمد اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"امی آپ کے لیے دودھ لاؤں یا ٹھہر کے۔"

"ٹھہر کے، ابھی تو اپنا حلیہ ٹھیک کرو، صفدر آتا ہوگا۔" انہوں نے کہا۔

"امی وہ آچکے ہیں اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"لو اب یہ دن بھی آنے تھے ماں سے سلام دعا نہیں کی۔"

"وہ آپ کے کمرے میں آئے تو تھے مگر شاید آپ واش روم میں ہوں۔" زیبا نے جتایا۔

"بس اس سے بات ضرور کرلینا۔"

"جی ٹھیک ہے عبدالصمد کو لے جاؤں۔"

"ہاں لے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ عبدالصمد کو گود میں بھر کر ان کے کمرے سے باہر آگئی۔

❁.......❁.......❁
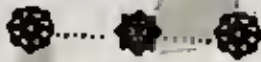
وہ کام کرتے کرتے شاید تھک گیا تھا۔ اس لیے کرسی کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بھی اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس نے دھیرے سے عبدالصمد کو بیڈ پر لٹایا تو وہ برا سا منہ بنا کر کسمسانے لگا، اس کا فیڈر کچن میں رہ گیا تھا۔ وہ لینے چلی گئی واپس آئی تو صفدر بیڈ پر تھا اس کا ایک ہاتھ عبدالصمد کے پیٹ پر تھا وہ ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا مگر رو نہیں رہا تھا زیبا کو بے اختیار پیار آیا۔ پہلی بار ایسا دیکھ رہی تھی۔ مگر اس نے آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اسے دیکھا تو جھٹکے سے پیچھے ہوگیا اور بولا۔

"اپنے بچے کو تنہا چھوڑ کر کیوں جاتی ہو؟" اس نے فیڈر عبدالصمد کے منہ سے لگایا اور جواب دیا۔

"کیونکہ وہ آپ کی موجودگی میں تنہا نہیں ہوتا۔"

"میرا کیا واسطہ۔" وہ ہکلایا۔

"واسطہ تو ہے آپ مانیں یا نہ مانیں۔"

”بک بک بند کرو۔“

”آپ سے ایک بات کرنی ہے۔“ وہ اس کے لہجے کی تلخی نظر انداز کر گئی۔

”جی بولو بس یہاں رہنے کی التجا نہ کرنا۔“

”جی نہیں، میں اپنے لیے کوئی بات نہیں کر رہی۔“ اسے غصہ آ گیا۔

”تو۔“

”امی بہت دکھی ہیں، خفا ہیں۔“

”کیوں؟“

”اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتیں، پلیز آپ گھر بدلنے کا ارادہ چھوڑ دیں۔“

”یہ ڈکٹیشن مجھے تم سے نہیں لینی۔“

”میں امی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔“

”تو مت کہو وہ میری امی ہیں۔ میں خود ڈیل کر لوں گا۔“

”آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے دلچسپی لی ہے مجھے تو پتا بھی نہیں تھا اور ویسے بھی میں تو کل جا رہی ہوں۔“

”تو جاؤ۔“

”ٹھیک ہے آپ جانیں آپ خود امی کو سنبھالیں۔“ وہ جل بھن گئی۔

”ظاہر ہے بس تم بلیک میلنگ بند کرو۔“

”میں نے صرف یہ کہا ہے کہ آپ انہیں گھر بدلنے پر مجبور نہ کریں۔ وہ اس عمر میں اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتیں۔“

”میری نوکری کی مجبوری ہے میں انہیں سنبھال لوں گا۔“

”ٹھیک ہے کل آپ جب آئیں گے تو میں نہیں ہوں گی ہمارا ہینا نہیں ہوگا آپ نے اپنی امی کو کنٹرول کرنا ہے کیونکہ اب میں ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔“ اس نے بتایا اس کے چہرے پر کچھ عجیب سا تاثر ابھرا، چند لمحے توقف کیا اور پھر کہا۔

”یہ تمہارا مسئلہ ہے کہ تم نے انہیں کیا بتانا ہے؟“

”ٹھیک ہے۔“

”ہنہ، ہر بات پر ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ اس نے تلملا کر کہا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔ وہ کچھ دیر اس کے جملے اور انداز پر غور کرتی رہی، پھر اس کے باہر نکلنے پر بولی۔

”میں بتا دوں گی اور جو طے ہے وہی بتاؤں گی۔ آپ مجھے آزاد کر دیں گے بس۔“ وہ ایک دم گھوما اور اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور کہا۔

”مطلب۔“

”آسان ہے آپ نے سچ کو قبول نہیں کرنا تھا مجھے بچہ چاہیے سو آپ کے کہنے کے مطابق مجھے جانا ہے۔“ اس نے دھیرے دھیرے کہا۔

”یہ بات مکمل نہیں ہوئی۔“ اس نے طنز کیا۔

”تو کر دیں۔“

”مجھے تم سے اپنی اولاد نہیں چاہیے۔ تم پڑی رہتیں ایک کونے میں، دوسری صورت میں تم نے خلع کی بات

کی۔" وہ رکا۔

"تو دے دیں طلاق۔"

"اگر میں نہ دوں؟" وہ ایک دم بولا۔

"وہ تو آپ کو دینا ہی پڑے گی۔"

"چلو دیکھتے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ عشاء کا وقت تھا شاید نماز پڑھنے گیا تھا۔ زیبا کو عبدالصمد کے سونے کا انتظار تھا جونہی وہ سویا تو وہ بھی باہر آ گئی مگر کانوں میں صمد کا آخری جملہ گونج رہا تھا۔

"چلو دیکھتے ہیں۔" اب تمہاری نفرت اور حقارت کے ساتھ نہیں رہا جا سکتا۔ یا الزام میں لے کر جاؤں گی تمہارا بھرم نہیں ٹوٹے گا، میں خلع کا فیصلہ سنا کر جاؤں گی۔ اس نے سوچا۔

❁.....✸.....❁

"کتنی عجیب صورت حال ہے کہ نادان بیٹے کی نادانیوں کو جانتے ہوئے بھی مجھے تم سے کچھ مانگنا ہے کیونکہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں نے مجبور ہو کر تم سے تم کو مانگنے کا حوصلہ اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ شرمسار ہوں کہ شاید تم سے صلہ مانگ رہی ہوں، تمہیں مجبور کر رہی ہوں، مگر شرمین، میں ایک ماں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے نادان بیٹے نے تمہاری آرزو کی ہے وہ تمہارے لائق نہیں، مگر اسے تم سے شدید محبت ہے۔ اس کے پاگل پن نے مجھے تمہارے سامنے دامن پھیلانے پر مجبور کر دیا ہے، تم چاہو تو رد کر سکتی ہو تم پر کوئی زبردستی نہیں۔" وہ تفصیل سے بات کر کے پُر امید نگاہوں سے شرمین کو دیکھنے لگیں۔ شرمین کو اندازہ تھا کہ زینت آپا نے بھی بات کرنی ہوگی۔ بوبی اب تک گھر نہیں لوٹا تھا وہ دل ہی دل میں شرمندہ بھی تھی اور کچھ بیزار بھی۔

"کیا سوچنے لگیں؟" زینت نے چونکایا۔

"جی کچھ نہیں؟"

"جواب نہیں دیا میری بات کا۔"

"آپ میری بڑی ہیں آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"نہیں، نہیں شرمین، یہ حکم نہیں درخواست ہے بوبی کو بکھرنے سے بچانے میں میرے ساتھ تعاون کی درخواست خود غرض ماں کی درخواست، فیصلہ تو یہ تھا کہ بوبی جاتا ہے تو جائے مگر تمہیں کبھی نہیں کہوں گی، مگر اب ایسا لگتا ہے کہ بوبی کو دیکھے بنا جی نہ پاؤں گی۔" ان کی آواز رندھ گئی آنکھیں بھیگ گئیں تو اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے کہا۔

"آپ کیوں اس کے بنا جئیں اور درخواست کیسی آپ کا مجھ پر حق ہے میں آپ کی بات رد نہیں کر سکتی لیکن صرف خدشات کے باعث پریشان ہوں۔"

"جانتی ہوں تمہارے خدشات سب بجا ہیں۔ بوبی اور تمہارا مزاج اور ہے۔"

"عمروں کا فرق ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"خیر یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا بوبی تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے جب اس کو عمر سے فرق نہیں پڑتا تو تم کیوں اس پر غور کرتی ہو؟" زینت نے کہا۔

"مجھے فرق پڑتا ہے کیونکہ مجھے ہی فرق پڑے گا۔" وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"میں یہ نہیں چاہتی کہ تم میری خاطر جبر کرو، اگر تمہیں فرق پڑتا ہے تو انکار کر دو میرے لیے پھر بھی اتنی ہی

عزیز رہوگی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں، بس مجھے بوبی سے ایک بار بات کرلینے دیں ویسے آپ کو اس فیصلے کا پورا حق حاصل ہے۔" اس نے نرمی سے کہا تو زینت خوش ہو کر اس سے لپٹ گئیں۔ وہ مسکرا دی۔ دل میں یادوں کی زنجیر زنی شروع ہوئی گم گشتہ محبت کی یادیں۔ کیسے کیسے محبت کے دھوکے کھائے مگر سب کے بعد بوبی کو آزمانے کا فیصلہ..... وہ سوچ میں مبتلا تھی زینت کو اندازہ تھا کہ شرمین کے لیے یہ فیصلہ آسان نہیں اس نے دو چہروں سے اذیت اٹھائی ہے۔ بوبی تو اس کے حوالوں میں کبھی محبت کا حوالہ تھا ہی نہیں اب یہ فیصلہ یقیناً مشکل ہے اس لیے بوبی سے بات کرنے کے بعد فیصلہ کرلیا۔

"شرمین، تم بوبی سے جو چاہو بات کرلو، کرنے کے بعد بس بتادینا جو بھی پسند کرو۔"

"زینت آپا شکریہ۔"

"ارے شکریہ تو تمہارا کہ تم نے اتنے تحمل سے میری بات سنی اور تسلیم بھی کی۔"

"بھولی کو بھیجو ذرا میری ٹانگیں دبائے۔"

"جی ابھی بھیجتی ہوں۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر آئی تو بوبی کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ چند لمحے ٹی وی لاؤنج میں رک گئی۔ جونہی وہ چابی گھماتا آیا تو اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

"اپنی آوارگی میں سے کچھ وقت ماں کے لیے بچالیا کرو۔" وہ سنی ان سنی کرکے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو وہ حیران رہ گئی۔ اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

❁......❁......❁

ٹی وی کی ہلکی سی آواز باہر آرہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ بوبی جاگ رہا ہے دروازے پر دستک دی تو اس کی آواز آئی۔

"آجاؤ۔" وہ دروازہ کھول کر اندر آگئی اسے دیکھ کر اس نے ٹی وی بند کردیا۔

"جی فرمایئے۔"

"بوبی اپنے رویے سے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیوں کرتے ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"مجھے کسی فیصلے کی خوشی نہیں رہی۔"

"مطلب؟"

"خیر چھوڑو کیسے زحمت کی؟" وہ ٹال گیا۔

"تم سے آج کتنا برا کیا معلوم ہے، اتنا سامان تیار ہوا پھر گھر سے غائب ہوگئے۔"

"حوصلہ رکھو اب مستقل گھر سے غائب ہوجاؤں گا۔"

"او کے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا فیصلہ درست تھا تمہارے ساتھ صرف تم ہی رہوگے۔" اس نے ذومعنی بات کی وہ کچھ نہ سمجھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تفصیلی بات چیت کرنا چاہتی ہوں کیونکہ اس کے بعد کے نتیجے کے تم ذمہ دار ہوگے۔ اس لیے سوچ سمجھ کر بات کا جواب دینا۔" شرمین نے کہا، تو وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"کہو۔"

"بوبی ہمارے مزاج مختلف ہیں کیسے ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکیں گے۔"

"بہت پیار سے، بہت محبت سے۔" اس نے جذباتی ہوکر کہا۔

"وہی بچپنا، سنجیدہ ہوجاؤ پلیز۔" وہ چڑ گئی۔
"یار میں کوئی بوڑھا ہوں۔"
"یہی بات سنی ہے! مجھے بولو اور بھی بولو"
"کبھی تو مذاق بھی برداشت کرلیا کرو، میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔" وہ سنجیدہ ہوگیا۔
"شادی کا فیصلہ مذاق نہیں ہوتا۔"
"سچ تو تم نے فیصلہ کرلیا۔" وہ خوشی سے کھل اٹھا۔
"بوبی میری بات غور سے سنو۔"
"اوہ سوری بتاؤ جلدی۔"
"مجھے تم سے محبت ہو نہیں سکتی تم سے شادی تمہاری محبت کو تسلیم کرکے نہیں بلکہ ذہنیت اپا کا کہا سمجھ کر کروں گی۔ محبت کی ڈیمانڈ تم کبھی نہیں کرو گے۔ کیونکہ اس لفظ کی اصلیت میں جانتی ہوں اس لیے سچ بولا ہے۔ کیا تم میرے سرد گرم رویے کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہو گے؟" اس نے بات کرکے غور سے اس کو دیکھا اور بات مکمل کی۔
"آف کورس اور تمہارے لیے میری محبت ہی کافی ہوگی۔" وہ دیوانوں کی طرح دکھائی دیا۔
"میں نے تم سے محبت نہیں مانگی اور اس کی مجھے ضرورت بھی نہیں مجھے عزت احترام اور اعتماد چاہیے ہوگا یہ سب دے سکو گے؟"
"میری جان میرا سب کچھ تمہارا ہے تم اعتبار تو کرو۔"
"نہیں سب کچھ نہیں جو کہا ہے بس یہی منظور۔"
"اوکے بابا منظور۔"
"اور جب محسوس کرو کہ تمہیں کسی اور سے محبت ہوگئی ہے تو بس مجھے بتا دینا۔"
"اوہو یار یہ کیا بکواس ہے کسی اور سے محبت کیوں ہوگی؟" وہ بری طرح جھنجلا۔
"کیونکہ محبت ایسے ہی ہوتی رہتی ہے۔" اس نے کافی گہری بات کی مگر وہ اس وقت عالم جذباتیت میں تھا سمجھا نہیں۔
"یہ تم سے ہوئی ہے تم پر ہی ختم ہوگی۔"
"تمہیں آج رات اچھی طرح غور کرنا ہے کہ کیا ہم ساتھ رہ سکتے ہیں۔ صبح جو بھی نتیجہ نکالو وہ بتا دینا۔" اس نے کہا اور تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔
"یاہو۔" بوبی کمرے میں اچھلنے لگا۔
"تھینک یو اللہ میاں، شرمین میری چاہت، میری محبت نے ہاں کردی۔ میرے جذبے سچے تھے، میری محبت سچی تھی، میں نے جو چاہا پالیا، میں کتنا خوش نصیب ہوں، کتنا لکی ہوں شرمین کتنی احمق ہے مجھے رات دی ہے سوچنے کو میں نے رات سوچنے میں ضائع کرنی ہے۔ میں اور یہ سوچوں کہ ہم ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں اسٹوپڈ ہوں کیا؟" وہ بول رہا تھا جذبات چھلک رہے تھے خوشی میں جھوم رہا تھا بھولی اسے بڑی بیگم صاحبہ کے کہنے پر بلانے آئی تو کچھ دیر دروازے کے پاس کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر حیرانی سے بولی۔
"چھوٹے صاحب آپ کو کیا ہوا ہے؟"
"ارے تم کب آئیں۔" وہ چونکا۔
"تھوڑی دیر ہوگئی آپ کیا کررہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"ارے، بہت کچھ ہوگیا، بھولی ناچنے کو جھومنے کو دل چاہتا ہے، تم گاؤ...... ناچو میرے ساتھ۔" دیوانگی میں اس کا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھ کر اور اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے کر وہ ناچنے لگا بھولی اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ بے ہنگم سا اچھلنا کودنا اور بے سری آواز میں گانا دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔ کمرے میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایک ہنگامہ سا بپا تھا۔

بوبی۔" زینت نے غصے سے پکارا۔ دونوں کو جیسے بریک لگ گئی۔

"ماما...... ماما...... آئی ایم سو ہیپی۔" بوبی اپنی سادگی میں ماں کو بتانے کے لیے زینت کی طرف بڑھا مگر زینت گرج اٹھیں۔

"وہ خوشی تم اس طرح منا رہے تھے شرم آ رہی ہے مجھے۔"

"ماما وہ شرمین۔"

"چپ کر جاؤ آپ۔ بھولی تم...... تم جا کر آرام کرو تمہاری خبر تو صبح لوں گی۔" زینت نے بہت غصے سے پہلے بوبی کو دیکھا اور بعد میں بھولی کو جھڑکا۔ وہ تو فرش پر سے اپنا دوپٹا اٹھا کر باہر بھاگی زینت بیگم نے گھور کر بوبی کو دیکھا اور کہا۔

"اتنی بے ہودگی کہ اس بے وقوف لڑکی کا دوپٹا بھی زمین پر گر گیا۔ مگر نہ تمہیں ہوش اور نہ اسے۔ ویسے بھی وہ تو احمق ہے تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ تم شرمین کو کھونا چاہتے ہو؟"

"ماما......!" وہ اس حیرت سے چلایا کہ زینت کو غصہ آ گیا۔

"اس طرح حیرت ظاہر مت کرو۔"

"ماما ایسی کیا بات ہوگئی آپ کو خوشی نہیں ہوئی شرمین نے ہاں کر دی ہے۔" وہ ان سے لپٹتے ہوئے بولا تو انہوں نے چاہتے ہوئے بھی خود سے الگ نہ کیا۔ ممتا شاید اسی کو کہتے ہیں۔

"دیکھو، خوشی کے اظہار کا طریقہ غلط ہے ایک بھولی رہ گئی تھی کیا؟"

"اوہو وہ اس وقت آ گئی تو۔"

"تو تم وہی حرکت کر بیٹھے جس پر بھولی کو ہزار مرتبہ ڈانٹ چکے ہو۔" انہوں نے اس کا جملہ کاٹا۔

"ہمم...... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر......؟" وہ پھر رکا۔

"شرمین سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مزاج سمجھو۔" زینت نے کچھ نرمی سے کہا۔

"اوکے ماما یہ خوشی جلدی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" وہ پھر بولا۔

"کیا کہا ہے شرمین نے؟"

"کہ میں صبح اسے اپنا فیصلہ سناؤں۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"یہی کہ کیا ہم ساتھ رہ سکتے ہیں؟"

"تو؟"

"آف کورس ماما ساتھ رہنے کے لیے ہی تو اس کی تمنا کی ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر صبح اسے سلیقے سے یقین دلا دینا۔"

"رائٹ مگر ماما اب کیا ہوگا؟" وہ معصومیت سے بولا۔

"جو ہوگا وہ تمہیں پتا چل جائے گا بس صبر اور سکون۔"

"پھر بھی۔"
"بوبی میں تو چاہوں گی کہ فوراً شادی ہو لیکن شرمین کی مرضی معلوم کرنے کے بعد۔" انہوں نے کہا تو وہ فی الحال خاموش ہوگیا۔

❁......❁......❁
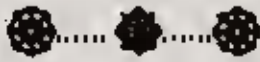
آفس جانے سے پہلے اسے عبدالصمد کے لیے سیرپ لینے مارکیٹ آنا پڑا مگر مدکیٹ تو ابھی صبح کھلی نہیں یہ سوچ کر وہ ادھر ادھر گاڑی گھماکر شہر کے سب سے بڑے اور معروف میڈیکل اسٹور آگیا۔ دو چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا سیرپ لے کر واپس آرہا تھا کہ ایک دم آغا جی کی آواز آئی اس نے دائیں ہاتھ کھڑی سیاہ مرسڈیز دیکھی اور اس طرف آگیا۔ آغا جی باہر نکل آئے مصافحہ کیا گلے لگایا۔
"خیریت صبح صبح میڈیسن کی ضرورت؟" آغا جی نے پوچھا۔
"جی بس بچے کو بخار ہے تو سیرپ لینا تھا۔"
"کس بچے کو؟" آغا جی کیونکہ لاعلم تھے اس لیے حیرت سے پوچھا۔
"وہ میرا بچہ آئی مین بیٹا۔" وہ بری طرح ہکلایا۔
"او ماشاء اللہ اتم نے بتایا نہیں بیٹے کے باپ بن گئے۔" آغا جی کو بہت خوشی ہوئی مگر وہ شرمندگی سے صرف مسکرا کر رہ گیا۔
"وہ بس اتفاق کہہ لیجیے۔"
"یار صفدر، عارض سے ناراضگی اپنی جگہ اپنے آغا جی کو تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے تھا۔" انہوں نے گلہ کیا تو وہ شرمسار ہو کر بولا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے لیے آپ ویسے ہی ہیں میں بس مصروف رہا۔"
"خیر اب کسی روز ہمارے پوتے اور بہو کو لے کر گھر آؤ۔"
"جی...... جی ضرور۔"
"بلکہ شرمین بیٹی کو میرا پیغام دینا کہ وہ مجھ سے ملے، عارض نے تو مجھے بچی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔"
"میں پیغام دے دوں گا شرمین، بہن بہت باہمت اور حقیقت پسند ہیں وہ آپ کو ضرور ملنے آئیں گی۔"
"اور میرے پوتے کو لانا نہ بھولنا۔" آغا جی نے پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہکلا کر بولا۔
"آپ یہاں صبح صبح۔"
"بس میری میڈیسن ختم تھیں واک کے لیے نکلا تو اس طرف آ گیا ڈرائیور لینے گیا ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔
"عارض کی واپسی......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔
"وہیں ہیں، ہندو لڑکی کے چکر میں۔"
"واٹ۔" صفدر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
"بظاہر تو ایسا ہی ہے اللہ اسے شر سے محفوظ رکھے۔" آغا جی بہت افسردگی سے بولے۔
"اللہ خیر کرے گا آپ پریشان نہ ہوں۔" اس نے حوصلہ دیا۔
"یار صفدر اس سے رابطہ رکھو، سمجھاؤ واپس بلاؤ۔"
"جی کوشش کروں گا مگر وہ خود رابطہ نہیں رکھنا چاہتا شاید۔"

"ایسا ہوگا لیکن اسے بلاؤ رابطے میں رہو، میں اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔"

"آپ بے فکر ہو جائیں میں رابطہ کروں گا۔" صفدر نے ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو وہ مسکرا دیئے آنکھوں میں جھلملاتی نمی کے ساتھ اسی اثناء میں ڈرائیور میڈیسن لے کر آ گیا تو اس نے ان سے اجازت طلب کی اور خدا حافظ کہا وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پھر زور سے بولے۔

"بیٹے کو جلدی لے کر آنا۔" اس کے قدم من من کے ہو گئے۔ بیٹے کی حقیقت لوگوں سے اب کیسے چھپائی جا سکتی ہے۔ نہ بتانے پر بھی سب اسی رشتے اور حوالے سے پکارنے لگے ہیں رات بھر جو بخار میں پھنکتا رہا ہے اور ای جسے باری باری گود میں لے کر ٹھنڈی پٹیاں ماتھے پر رکھتی رہیں وہ زمانے کی نظروں میں اس کا بیٹا ہے۔

"یا خدا، میں کیسے سب رد کروں؟ یہ بچے تو زیانے اپنی ڈھال بنالیا ہے اس صورت حال کو میں، برداشت نہیں کر سکتا۔" گاڑی چلاتے ہوئے وہ مسلسل عبدالصمد کے بارے میں سوچتا رہا۔ گھر پہنچنے پر بلاوجہ کا غصہ اس کے چہرے سے چھلکنے لگا۔ سیر پہ بیڈ پر اچھال کر آفس کے لیے تیار ہونے واش روم میں گھس گیا۔

❁......❁......❁
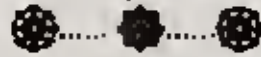
عشق کمانا اوکھا
کسے نوں یار بنانا اوکھا
پیار پیار تے ہر کوئی بولے کر کے پیار نبھانا اوکھا
ہر کوئی وکھاں تے ہیں لبھندا اے، کسی دا اوہ دو ونڈانا اوکھا
گلاں نال نہیں رب ملتے، جوگی بھیس وٹانا اوکھا
کوئی کسے دی گل نہیں سندا لوکاں نوں سمجھانا اوکھا
اسے یار منالے بلھیا جیس تے رب وی منانا اوکھا

سکھ گلوکار کی آواز میں بابا بلھے شاہ کے الفاظ اس کے کمرے میں گونج رہے تھے وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ دکھ اور ملال کا دھواں اس کے چاروں اطراف پھیلا تھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر شرمین کی یادیں بصورت ای میل موجود تھیں۔ وہ بار بار انہیں پڑھتا رہا بلھے شاہ کا کلام آن کر لیا تو دل اور زیادہ بے کل اور مضطرب سا ہو گیا۔ ڈھیر سارا وقت گزر گیا تھا اس کا اٹھنے کو دل نہ چاہا، فون بیل کی آواز پر وہ چونکا۔ صفدر کا نمبر دیکھ کر غیر یقینی کی حالت میں خوش ہو گیا۔ کال ریسیو کی۔

"ہیلو یاد آ گئی میری۔" عارض پھٹ پڑا۔

"اس سوال کا جواب خود سے لو۔" صفدر اس غیر متوقع سوال پر بولا۔

"شرمین کی وجہ سے دوست کو فراموش کر دیا۔" عارض کی دلی حالت اس وقت بہت خراب تھی رونے کو من کر رہا تھا۔

"تم نے دوست کی زبان فراموش کی یا نہیں۔" صفدر نے بھی جوابی گلہ کر دیا۔

"شرمین کیسی ہے؟" بے اختیاری ہی وہ پوچھ بیٹھا۔

"چھوڑو تم اس کا بتاؤ جس سے تازہ تازہ محبت ہوئی ہے۔" صفدر نے طنز کیا۔

"بابا کی غلط فہمی میں دور نہیں کر سکتا۔" وہ سمجھ گیا کہ بابا نے صفدر کو سنجنا کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔

"چلو سب سامنے آ جائے گا تمہیں تیزی سے محبت ہوتی ہے نہ وہ چھپتی ہے اور تیزی سے محبت نے عزت ہوتی ہے نہ وہ چھپتی ہے۔" صفدر کے اس قدر تیکھے جملے اور لہجے پر اسے برا لگا لیکن ضبط کر گیا۔

"میرے دوست میرے لیے یہی بہتر ہے کہ جا چھا بنا رہا۔"

"خیر نئی کہانی ختم کر کے آؤ گے یا پہلے آ جاؤ گے ایک دوست کے کہنے پر۔" صفدر نے کہا۔

"آنا تو ہے ہی بس حوصلہ جمع کرنا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"محبت سب سے ارفع چیز ہے لیکن تم اس کی بہت تذلیل کر چکے ہو شرمین بہن کی جس طرح تم نے ہتک کی ہے اس کا رنج میں اپنی روح کے اندر محسوس کرتا ہوں۔"

"صفدر تمہاری سوچ میں نہیں بدل سکتا مجھے تو اتنا پتا ہے کہ محبت ملے یا نہ ملے اس کے احساس اور احترام میں کمی نہیں آنی چاہیے کیونکہ یہ دونوں باتیں اس بات کا فیصلہ کرتی ہیں کہ محبت ملنی چاہیے تھی یا نہیں احساس ہی تو اس کی حیات اور احترام اس کی بقا ہے۔"

"واہ کس کتاب کی لائنیں ہیں یا کسی فلم کا ڈائیلاگ؟" صفدر نے قہقہہ لگایا۔

"مت مذاق اڑاؤ۔"

"خارش شرمین کو تم کھو چکے اب اپنی زندگی کی خوشیاں بوڑھے باپ کے لیے بچا لاؤ آ جاؤ اس لڑکی کے چکر سے نکل آؤ پلیز۔" صفدر نے بہت نرمی اور اپنائیت سے سمجھایا۔

"لڑکی کا کوئی چکر نہیں بس آ جاؤں گا۔"

"کب؟"

"جب شرمین کو اس کی محبت مل جائے گی۔"

"اس کی محبت کتنے نادان ہو تم۔" صفدر کو افسوس ہوا۔

"بھابی اور تمہارا بیٹا سب ٹھیک ہیں۔"

"میری پروموشن ہو گئی ہے گھر بدلنا ہے تمہاری گاڑی گھر چھوڑ آؤں گا مجھے نئی گاڑی کمپنی نے دی ہے۔" وہ بات ٹال گیا۔

"واہ مبارک ہو مگر گاڑی بند پڑا اسے گھر کے استعمال میں رکھو، بھابی کو دے دو۔"

"بس کرو، بھابی بھابی ہو جا رہی ہے میری زندگی سے۔" اس نے دل میں پلتے لاوے کو نکال باہر کیا۔

"کیا مطلب؟"

"بس طلاق مانگ رہی ہے۔"

"کیا...... کیوں؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"لمبی کہانی ہے آؤ گے تو بتاؤں گا۔"

"یار...... سوچ سمجھ کر تمہارا بیٹا......"

"وہ صرف اپنی ماں کا ہے میری زندگی سے دونوں جائیں گے۔"

"نہیں میں نے پہلے بھی سمجھایا تھا ایسا مت کرنا۔"

"او کے پھر بات ہو گی مجھے میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے تم آ جاؤ اللہ حافظ۔" صفدر نے عجلت میں کہا اور فون بند کر دیا۔

❁......✦......❁

سوا مہینہ گزر گیا لیکن عبدالصمد کی وجہ سے اپنے گھر جانے کا فیصلہ بدلنا پڑا۔ منتہیٰ اسے لینے کے لیے آئی تھی مگر جہاں آرا نے صدقہ خیرات سب کرنے کے باوجود پوتے کے بخار کی وجہ سے جانے نہیں دیا۔ عبدالصمد کا بخار اب تقریباً کا

ہوگیا تھا۔ عمران کی محبت اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ ایک لمحے کو بھی اسے نظروں سے اوجھل کریں۔ زیبا ان کی یہ بے پناہ محبت دیکھ دیکھ کر ہول رہی تھی۔ اس نے تو منصوبہ بنالیا تھا کہ اب جائے گی تو واپس نہیں آئے گی عمران کو صدمہ کتنا ہوگا یہ تصور بھی پریشان کررہا تھا۔

"تم بتادو خالہ جان کو۔" نمی نے کہا۔

"کیا؟" وہ چونکی۔

"کہ تم ان کے بیٹے کی وجہ سے جارہی ہو۔"

"نہیں یہ کہنے کا مطلب ہے انہیں گہرا صدمہ دینا۔"

"کیوں، کیوں تم اپنے سر الزام لو۔" نمی اڑ گئی۔

"پھر وہ بھی تو سب بتادیں گے۔"

"کب تک ڈرتی رہو گی؟"

"پھر بھی ہو اتنی شفیق اور مہربان ہیں کہ میں انہیں دکھ نہیں دے سکتی۔" زیبا نے کہا ہی تھا کہ جہاں آرا اشک بار آنکھوں کے ساتھ کمرے میں آگئیں۔ زیبا اور نمی پریشان ہوگئیں کہ کہیں انہوں نے کچھ سن تو نہیں لیا۔

"کیا...... کیا ہوا ہے؟"

"وہی منصور کی ضد دفتر سے آدمی بھیجے ہیں سامان اٹھانے کو۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"تو آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے تو انہیں سختی سے ڈانٹ دیا ہے کہ چلے جائیں کوئی سامان نہیں جائے گا۔" انہوں نے بتایا اور دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کیں۔ زیبا نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا پانی پلایا۔

"ٹھیک کیا آپ نے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہمیں پتا ہے منصور کچھ دیر میں خود انہیں لے کر آئے گا۔"

"ٹھیک ہے میں فون کردیتی ہوں۔" زیبا نے انہیں تسلی دی۔

زیبا نے بھی کچھ نہ سوچا جھٹ اس کا نمبر ڈائل کرلیا کچھ دیر بعد اس نے فون ریسیو کیا۔

"کیا مسئلہ ہے دفتر کے آدمیوں کو واپس کیوں بھیج دیا؟" دوسری طرف سے وہ غصے میں بولا۔

"وہ امی نے۔ آپ پلیز فی الحال ایسا نہ کریں۔" زیبا ہکلائی۔

"اب میں تم سے مشورہ لیا کروں؟" وہ گرجا۔

"وہ دراصل امی نہیں چاہتیں۔"

"تم صرف اپنی بات کرو امی کو میں سمجھاؤں گا۔"

"میرا کوئی ایشو نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم تو آج جانے والی تھیں۔"

"جی چلی جاؤں گی۔" اسے غصہ آگیا۔

"باقی کی ٹینشن کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا اور فون آف کردیا۔

اس کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ کتنی تحقیر اور نفرت تھی اس کے لہجے میں کہ وہ رو دی۔

"کیوں رو رہی ہو؟" جہاں آرا اور نمی نے ایک ساتھ پوچھا۔

"کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔" وہ چھپا گئی۔

"معلوم ہے سدا کا ضدی ہے۔ بے چاری کو ڈانٹا ہوگا۔" جہاں آرا نے اپنے تئیں سوچ کر کہا۔

"امی میں آپ کے لیے فروٹ کاٹ کر لاتی ہوں۔" زیبا خود کو ڈھارس دے کر اٹھی اور بہانے سے باہر چلی آئی۔

❁......❁......❁

ہلکے گلابی لباس میں ہلکی گلابی لپ اسٹک لگا کر بال برش کر کے پونی میں سمیٹے دوپٹا شانوں پر پھیلا کر پلٹی تو وہ سینے پر ہاتھ باندھے پتھر کی مورت بنا کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے رسٹ واچ باندھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی تو دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے تمہاری۔" وہ مدہوش سا آگے بڑھا۔

"کیوں ہمنہہ مطلب کی بات۔"

"یار تم نے کہا تھا کہ صبح فیصلہ بتانا۔"

"تو اب تو شام ہو رہی ہے میں نے مارکیٹ جانا ہے ذہینت آپا کے ساتھ۔"

"میں تو رات بھر سویا نہیں صبح آنکھ لگی تھی قسم سے ابھی سو کر اٹھا ہوں۔"

"اچھا خیر بتاؤ۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"شرمین، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ تم نے ایک زندگی کا پوچھا ہے میری ہزار زندگیاں بھی ہوتیں تو تمہارے ساتھ گزارتا۔"

"شاعری نہیں، حقیقت۔"

"یہ حقیقت ہی ہے۔"

"اچھا مطلب میں جلد بوڑھی ہو جاؤں گی تب بھی تم میرے ساتھ محبت کرو گے۔"

"شک ہے کیا اور تم بوڑھی کیوں ہوگی؟"

"ہاہاہا...؟" وہ ہنسنے لگی۔

"کیوں ہنس رہی ہو؟"

"اس لیے کہ انسان کی اتنی بڑی حقیقت سے تم نظریں چرا رہے ہو۔" اس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"فار گاڈ سیک، ابھی ہم نے سفر شروع نہیں کیا تم منفی باتیں سوچنے لگیں۔" وہ جھنجلا گیا۔

"او کے یعنی تم میرے ساتھ سفر کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں......"

"ٹھیک ہے میں ذہینت آپا کو بتا دیتی ہوں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ بوبی کے بچگانہ فیصلے کو میں نے قسمت کا فیصلہ بنا لیا ہے مجھے تیار رہنا ہے ایک اور امتحان کے لیے ایک اور دکھ سہنے کے لیے۔" وہ بہت مضبوطی اور قوت کے ساتھ کہہ کر باہر نکل گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

داستاں میرے لاڈ پیار کی بس
اک ہستی کے گرد گھومتی ہے
پیار جنت سے اس لیے ہے مجھے
یہ میری ماں کے قدم چومتی ہے

"یہی میرا آخری فیصلہ ہے اور میں نے بہت سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ کیا ہے۔" وہ دوٹوک انداز میں کہہ رہی تھی۔

"جس گھر میں میری بہن خوش نہیں رہ سکی، تم کیسے رہ سکو گی؟" اس کی ماں کا لہجہ دھیما لیکن قدرے ناصحانہ تھا۔

"ویل..... آپ کی بہن نے غلطیاں کیں سو خوش نہیں رہ سکی، میں غلطی نہیں کروں گی۔" وہی بے لچک انداز اس کی ماں کا چہرہ قدرے پھیکا پڑا۔

"میں تمہاری ماں ہوں تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے بارے میں کچھ غلط سوچوں گی۔" پسپا لہجہ۔

"اب اس ایک ماں ہونے کو آخر آپ کہاں کیش کروائیں گی؟ مہتاب کی بار تو کوئی اعتراض نہیں کیا تھا آپ نے۔ میری راہ میں کیوں روڑے اٹکاتی ہیں آپ؟ کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا؟" لہجے میں بلیک کافی سی تلخی تھی۔ اس کی ماں کچھ کہنا چاہتی تھی اپنی صفائی میں شاید یا کوئی نصیحت مگر میرم پاؤں پٹختی وہاں سے جا چکی تھی۔

❁.....❁.....❁

کچی سڑک کے دونوں اطراف دھان کے کھیت تھے دن پھیکا پڑ چکا تھا۔ اندھیرے کی اجارہ داری ہوا ہی چاہتی تھی دھان کی کچی فصل کی دودھیا مہک ہر سو پھیلی تھی۔ ابراہیم نے بے ساختہ رک کر ایک لمبی سانس کے ذریعے یہ خوشبو اندر اتاری۔

یہ عیاشی صرف پل بھر کے لیے تھی اگلے ہی لمحے کتنی فکریں دامن گیر ہوئیں۔ اس نے ٹٹول کر جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا اور اس پر لکھی چیزوں کے نام بغور پڑھنے لگا۔ ایک بڑے سائز کا رجسٹر اور بال پوائنٹس کا ڈبہ اس کی مجھلی بی ایڈ کی اسٹوڈنٹ بیٹی نے منگوایا تھا۔ چھوٹی بیٹی کی انگلش کی بک اور جلیبیاں.....
چھوٹے بیٹے کے لیے بریانی کا ڈبہ ایک شرٹ اور میتھس کی بک بڑا بیٹا لاہور ہاسٹل میں رہ کر پڑھتا تھا

سود وہ باپ کو ایسی کوئی فکر نہیں ڈالتا تھا ہاں البتہ باقاعدگی سے ایک بڑی رقم لینے وہ ہر ماہ پہنچ جاتا تھا۔

ابراہیم کی بڑی شادی شدہ بیٹی مع ایک عدد بیٹی آئی ہوئی تھی' سو دعوتی کھانے کے تمام لوازمات معہ بچی کے سارے کھلونے' اس نے شاپر ٹٹول ٹٹول کے ایک ایک چیز پر نگاہ دوڑائی۔ دکھتے کندھوں اور تھکتے بوڑھے وجود کو گھسیٹتا تیز قدم اٹھاتا وہ گھر کی جانب چلنے لگا۔ گھر...... آہ......

❀......❀......❀
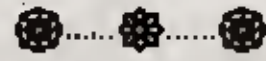
"میں تمہیں ایک بار پھر وہی مشورہ دوں گی کہ سوچ لو......" سطوت بیگم ایک بار پھر میرم کے روبرو تھی۔

"میں بھی آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ اس بار ضد چھوڑ دیں' ہمیشہ اپنی منواتی ہیں آپ پہلی اور آخری بار میری مان لیں گی تو کیا فرق پڑے گا۔" وہ دو بدو بولی۔

"ہم نے ہمیشہ تمہارا بھلا سوچا ہے۔" وہ ماں ہو کے بھی مناسب لفظ ڈھونڈ رہی تھیں' بیٹی کو قائل کرنے کے لیے۔

"ہونہہ بھلا...... ہر جگہ مجھے پسپا کرنے کو بھلا کہتی ہیں آپ؟ آج آپ لوگوں کی وجہ سے میں عام لڑکی ہوں' بالکل عام......" سطوت نے دکھ سے دیکھا اس بیٹی کو خاص بنانے کے لیے انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔

"ہم جو کچھ تمہارے لیے کرسکتے تھے وہ سب کیا۔" آواز دھیمی تھی اور لہجہ دکھ سے لبریز۔

"آپ نے کچھ نہیں کیا میرے لیے جب کہ بہت کچھ کرسکتے تھے بلکہ وہی کرنا چاہیے تھا۔" میرم پھر سے تڑخی۔

"ہم بڑے ہیں تمہارے' تم سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں جو تمہارے لیے بہتر تھا وہی کیا۔ کیا ماں باپ اتنا حق بھی نہیں رکھتے؟"

"حق......؟ ماں باپ......؟ ایک بار پیدا کر کے پھر کہاں کہاں یہ حق استعمال نہیں کرتے آپ لوگ؟ ہر وقت کی بلیک میلنگ' پتے درختوں پر لگتے ہیں' پھول بھی اور پھل بھی کاش اولاد بھی درختوں پر لگتی یوں ساری زندگی ماں باپ کے احسانوں کے بوجھ تلے تو نہ گزارنی پڑتی۔" میرم کا لہجہ بدتمیزی لیے ہوئے تھا۔

"ماں باپ بھی اولاد کا برا نہیں چاہ سکتے۔" مجبوریاں لپسا لہجہ۔

"ہاں برا چاہ نہیں سکتے برا کرتے ضرور ہیں۔" میرم بڑبڑائی۔

"میں پھر سے کہوں گی میرم سوچ لو۔" وہ ماں تھیں برا ہوتے کیسے دیکھتیں؟

"میں نے ضرورت سے زیادہ سوچ لیا ہے' مجھے حماد سے ہی شادی کرنی ہے۔ سمیع کا نام بھی نہ لیں میرے سامنے' آپ نے ساری زندگی میری خواہشوں کا گلا گھونٹا' اب اس آخری خواہش کا مان رکھ کے تاوان ہی بھر دیں۔" سطوت بیگم آنکھوں کی نمی سنبھالے اٹھ گئیں۔

انہیں میرم کی حماد سے شادی پر اعتراض نہیں تھا مگر جب بہتر اور بہترین دونوں میسر ہوں تو عقل بہترین کا ہی مشورہ دیتی ہے۔ حماد اور سمیع ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے' دونوں کزن تھے پڑھے لکھے' ہینڈسم تھے۔ حماد جلد باز تھا جذباتی بھی آج کل کے نوجوانوں جیسا' جوشیلا' چوکس۔ لائٹر کے شعلے کی مانند ایک دم بھڑک اٹھنے والا' ہر جگہ خود کو نمایاں کرنے والا۔ سمیع دھیمے مزاج کا تھا اپنے کام سے کام رکھنے والا اور ویسے بھی "چغتائی ولا" وراثت میں سمیع کو ملنے والا تھا۔ حماد لوگ یہاں رہتے ضرور تھے اور اپنا حصہ لے کر ہڑپ کرچکے تھے اب جب تک ان کا رویہ سمیع لوگوں کے ساتھ ٹھیک تھا گھر اور دل میں گنجائش رہتی ورنہ......

سمیع دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا' حماد دو بہنوں اور تین بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ دونوں پرپوزل آئے تھے سطوت بیگم کو حماد کی نسبت قدرے کم گو سمیع اچھا لگا تھا مگر میرم کی ایک ہی ضد تھی کہ اسے حماد سے

شادی کرنی ہے۔

❀......❀......❀

سردیوں کی لمبی ٹھٹھرتی رات کا آغاز ہوچکا تھا رات دھیمے سروں بجتے میوزک کی طرح رواں تھی۔ نو بجا ہی چاہتے تھے اور آخری ٹائم بھی نکلنے کو تھا بس......

ابراہیم نے بوڑھے بھوکے وجود سے نگاہ چراتے دھیان ادھر اُدھر بھٹکا رکھا تھا۔ اس کی جیب میں پیسے تو تھے مگر اتنے نہیں کہ کرایہ نکال کے کوئی عیاشی کرسکتا ویسے بھی چھوٹے بیٹے کی ایف ایس سی کی فیس ابھی جمع کرانی تھی۔ سوحتی الامکان وہ فضول خرچی سے بچتا' اس کے چھوٹے بیٹے نے میٹرک میں زبردست نمبر لیے تھے۔ ان دنوں ابراہیم کا سر فخر سے اونچا رہا اور اس نے کسی اچھے نجی کالج میں اپنے بیٹے کے ایڈمیشن کا سوچا تھا اس کے سارے بچے ذہین تھے۔ رزلٹ کے دنوں میں ابراہیم خوش خوش ہواؤں میں اڑتا پھرتا مگر جلد اپنے بچوں کی خواہشیں اور فکریں اسے زمینی مسائل میں الجھا دیتیں۔

رات سست روی سے بیتتی رہی اور اسی سست روی کا شکار ان کی گاڑی بھی رہی کہ باہر سخت دھند تھی نتیجتاً تین گھنٹوں کا سفر پانچ گھنٹوں میں طے ہوا اور ابراہیم کا تھکا خزاں زدہ وجود دن بھر کی مشقت اور رات بھر کے سفر کے بعد اب پندرہ منٹ سے گھر کی ڈوربیل بجا رہا تھا۔ سردیوں کی گہری پرسکون نیند اور گرم لحاف' سترہ منٹ بعد ابراہیم کی بیوی نے دروازہ کھولا۔ واش روم سے آیا تو کھانا سامنے تھا۔ گرم سالن اور باسی ٹھنڈی روٹی' اس کی بیوی لحاف میں گھس چکی تھی' ابراہیم صبر شکر سے کھانے لگا۔ کھانا کھاتے ہوئے بے ساختہ اسے اپنی ماں یاد آئی۔ جاڑے کی راتیں ہوتیں یا گرم پسینے سے شرابور' بھیگتی یا بھگوتی راتوں میں وہ جب تک گھر آ نہیں جاتا تھا اس کی ماں جاگتی رہتی۔

اس کی بیوی بھی اب یہی کرتی جس دن پتا ہوتا اس کا بیٹا لاہور سے آرہا ہے وہ جب تک آ نہیں جاتا بھلے

رات آدھی بیت جاتی وہ جاگتی رہتی۔ ابراہیم کی ماں بھی اس کے سامنے ٹھنڈی روٹی اور گرم سالن رکھتیں۔ اور ان کا زمانہ نہیں تھا اور نہ گیس ہوتی تھی سو روٹی بنا کے تین چار رومالوں میں لپیٹ دیتیں۔ انگیٹھی کے جلتے بجھتے کوئلوں پر سالن رکھے رکھتیں' ابراہیم کو اپنی دکان کا سامان لاتے اکثر تب بھی آدھی رات بیت جایا کرتی تھی' پھر جب وہ ٹھنڈی روٹی کے ساتھ گرم سالن لاجواب ذائقے کے ساتھ کھا رہا ہوتا تو اس کی ماں پاس بیٹھی رہتی۔ ابراہیم اکثر خفا ہوتا ماں تم سو جایا کرو ناں اور وہ ہنس کے پوپلے منہ کے ساتھ کہتیں۔

"نیند نہیں آتی بیٹا! نجانے ماؤں کو نیندیں کیوں نہیں آتیں؟"

❀......❀......❀
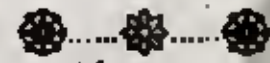
میرم اپنے چاروں بہن بھائی کی نسبت ذہین تھی وہ لوگ گاؤں میں رہتے تھے۔ میرم کے ابو شارجہ میں ہوتے تھے اور ہر تین چار سال بعد پاکستان آتے۔ مناب اس سے تین سال بڑی تھی اور دو کلاس آگے میرم کے تین چھوٹے بھائی تھے اس بار جب میرم کے والد پاکستان آئے تو میرم کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پچھلی بار جب وہ گئے تھے تو میرم پانچ سال کی تھی وہ بڑی بڑی آنکھوں والی ان کی خاموش سی بچی' مناب قدرے چالاک تھی۔ اب میرم آٹھ سال کی ہو چکی تھی' اور پانچویں کا امتحان وظیفے کے ساتھ پاس کیا تھا اس دن پورا گاؤں میرم کی ذہانت کے گن گا رہا تھا کسی تقریری مقابلے میں بھی وہ ڈویژن بھر میں فرسٹ آئی تھی اور اس کی ہینڈ رائٹنگ دیکھ کر تو خود امین صاحب حیران رہ گئے یوں جیسے موتیوں کو نفاست سے پرو رکھا ہو ان کے ہمسائے ریاض صاحب نے مشورہ دیا "بچی ذہین ہے ضائع مت کرواسے" ان کے گاؤں میں پرائمری تک ہی گرلز اسکول تھا' مناب بھی دو سال سے گھر بیٹھی تھی اب میرم نے بھی پرائمری مکمل کرلی تھی اور آگے پڑھنے کا اسے بے حد شوق تھا۔

امین صاحب ایک ماہ کی چھٹی پر آئے تھے سب سے پہلے انہوں نے چھٹی بڑھوائی اور شہر میں کرائے کے مکان کی تلاش شروع کردی۔ سلوت بیگم البتہ اس حق میں نہ تھیں وہ اکیلے رہنے اور سدا کی گاؤں میں رہنے والی اب شہر جانے سے گھبراتی تھیں۔ بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچتیں اور چپ ہو جاتیں۔

گھر میں بڑی وہی تھیں' امین صاحب نے مناسب علاقے میں گھر کرائے پر لے کے سب بچوں کے ایڈمیشن کروائے اور بیوی کو تسلی ولاسے دیتے چلے گئے۔

سلوت شروع میں تو بہت ڈرا کرتیں' بچوں کے آنے کے بعد گیٹ کو اندر سے تالا لگائے رکھتیں۔ خود بچوں کو اسکول چھوڑنے لانے جاتیں۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر لاک چیک کرتیں وہ دراصل کسی انہونی سے ڈرتی تھیں کہ گاؤں سے شہر آتے وقت سب ہی رشتہ داروں نے مخالفت کی تھی۔ وقت گزرتا رہا میرم کی کامیابیوں کا سلسلہ جوں کا توں تھا۔

مڈل پاس کرنے پر وظیفہ ملا اور ساتھ میں لندن جا کر پڑھنے کے لیے اسکالرشپ' وہ پرجوش تھی اور جانے کے لیے رضامند بھی مگر امین صاحب اور سلوت دونوں اس حق میں نہ تھے۔ ایک تو وہ چھوٹی تھی اور دوسرا ان کا گھرانا اور سب رشتہ دار قدرے دقیانوسی تھے۔

میرم نے ان دنوں منہ بنائے رکھا' پڑھائی بھی دل لگا کر نہ کرتی سو میٹرک میں رزلٹ پر اثر پڑا وہ ضلع بھر میں سیکنڈ رہی تھی۔ ایک بار پھر ایک نئی خواہش نے جنم لیا وہ کسی بڑے شہر جا کر ایف ایس سی کرنا چاہتی تھی مگر انہی دنوں سلوت کی طبیعت خراب رہنے لگی ان پر ایکدم سے فالج کا حملہ ہوا۔ مناب کی تو شادی ہو چکی تھی سو گھر بھر کو اور ماں کو سنبھالنے کی ذمہ داری میرم پر آن پڑی۔

وہ باول نخواستہ سب کرتی' بڑے شہر تو کیا ان کے اپنے شہر کے کالج میں ایڈمیشن کی تاریخ ختم ہو چکی تھی۔ سلوت بیگم اب قدرے بہتر تھیں' میرم نے پرائیوٹ ایڈمیشن بھجوایا اور اکیڈمی جوائن کرلی۔

سطوت بیگم مکمل طور پر ٹھیک نہیں تھیں مگر اب گھر وہ خود سنبھالتیں۔ میرم کو کوئی کام نہ کہتیں وہ پڑھتی رہتی۔ اب بھی اس کا ریکارڈ برقرار رہا اسے ون گریڈ آیا تھا۔ خواہش کے بیج میں سے ایک اور کونپل پھوٹی' میرم ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں آنرز کرنا چاہتی تھی ان کی اپنے شہر میں ایسی کوئی سہولت تھی نہیں اور بڑے شہر جانے میں اس بار بھی کئی رکاوٹیں حائل تھیں۔ امین صاحب پاکستان آئے ہوئے تھے' سطوت بیگم کی حالت کی جانب سے انہیں تشویش تھی حالانکہ وہ اب بالکل ٹھیک تھیں۔ ان کے اپنے خاندان کی دقیانوسی روایات اور بھی بہت کچھ' مجبوراً میرم کو جز ترم لے کر سادہ بی اے کرنا پڑا۔ بی اے میں اس کی اپنے کالج بھر میں فرسٹ پوزیشن تھی۔ ماس کمیونیکیشن میں ماسٹرز اس کی خواہش تو پنجاب یونیورسٹی سے کرنے کی تھی مگر وہی ہاسٹل میں رہنا وغیرہ کی پرمیشن نہ ہونے کی باعث اس بار اس نے کوئی ضد نہ کی اور ورچوئل میں ایڈمیشن بھجوایا' شاندار مارکس سے ماسٹرز مکمل ہوتے ہی ایک نجی چینل سے جاب کی آفر بھی آ گئی۔ ایک بار پھر میرم نے زور لگایا مگر میڈیا تو کیا اسے کسی بھی قسم کی جاب کی اجازت نہ ملی' ابھی اس واقعے پر گرد بیٹھی ہی تھی کہ حماد اور سمیع کا معاملہ' اس بار میرم جیت گئی' حماد سے اس کی شادی ہوگئی۔

❀......❀......❀
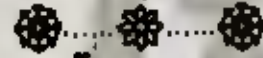
شام اپنے پر سمیٹ رہی تھی' سب اپنے اپنے گھونسلوں' گھروں میں لوٹ چکے تھے۔ ابراہیم کا بڑا بیٹا لاہور سے آیا ہوا تھا سب ماں کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے۔ ابراہیم کا سب سے چھوٹا بیٹا تو کچھ زیادہ ہی ماں کا لاڈلا تھا۔ ایف ایس سی کا اسٹوڈنٹ تھا مگر ہر وقت ماں کا پلو تھامے رکھتا۔ ابھی بھی ماں کے ساتھ چپک کے بیٹھا تھا' اس کی شادی شدہ بیٹی ماں کی دوسری جانب تھی کوئی ماں کے گھٹنوں کے پاس تھا تو کوئی کمر سے چپکا ہوا۔ لحاف میں دبکے ابراہیم نے مسکرا کے یہ سب منظر نامہ دیکھا اور آنکھیں موند لیں' چھم سے ماں کا چہرہ

اروی مختار

السلام علیکم! تمام ریڈرز اینڈ رائٹرز کو میرا پُرخلوص سلام۔ میں نے تیس جنوری کو اس دنیا میں آ کر اپنے گھر کو رونق بخشی' میرا تعلق میاں چنوں سے ہے اور میں ایم اے انگلش کی اسٹوڈنٹ اور ساتھ میں بی ایڈ بھی کر رہی ہوں۔ ہم دو بہنیں اور تین بھائی ہیں اور میں سب سے بڑی ہوں۔ مطالعہ کرنے اور ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق ہے اور آنچل کے علاوہ بھی کبھی ڈائجسٹ پڑھتی ہوں لیکن آنچل میرا موسٹ فیورٹ ہے اب بات ہو جائے خوبیوں اور خامیوں کی تو سنئے جناب! میں بہت حساس طبیعت کی مالک ہوں' بہت چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہوں اور کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اور خامیاں تو بہت زیادہ ہیں جن میں چند ایک' غصے کی بہت تیز ہوں بقول کزن لوگوں بہت منہ پھٹ ہوں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا شروع کر دیتی ہوں۔ میری موسٹ فیورٹ اور بیسٹ فرینڈ ہابرہ ہے اور بھی بہت ساری فرینڈز ہیں اگر نام لکھنے پڑ گئیں تو پورا صفحہ ہی ختم ہو جائے گا اور بیسٹ کزن میں عائشہ ہے جو کہ فرینڈ بھی ہے اور میری بیسٹ ٹیچر فائزہ افتخار ہیں چلو بات ہو جائے پسند نہ پسند کی تو مجھے خوب صورت مناظر بہت پسند ہیں۔ چاندنی راتیں اور سردیوں کی بارش بھی بہت پسند ہے۔ پسندیدہ رنگوں میں بلیک' آف وائٹ اور پنک شامل ہیں۔ لباس میں مجھے فراک اور چوڑی دار پاجامہ پسند ہے اور ساتھ میں بہت بڑا سا دوپٹہ پسند ہے' میری موسٹ فیورٹ شخصیت مولانا طارق جمیل' ڈاکٹر عافیہ' حافظ ابوبکر (نعت خواں) اور مولانا اعظم طارق شہید ہیں۔ محبت پر یقین رکھتی ہوں' ہر رنگ اور ہر روپ میں محبت خوب صورت ہے۔ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور بہن بھائیوں اور سب کو قدم قدم پر خوشیاں عطا کرے اور ہمیں خلفائے راشدین جیسا حکمران عطا کرے آمین ثم آمین۔

نگاہوں میں آ گیا۔ وہ بھی اسی طرح ماں کا لاڈلا ہوا کرتا تھا ہردم جگنو کی مانند ماں کے اردگرد چکراتا اس کے دیگر بہن بھائی اس کا مذاق اڑاتے اسے ماں کا چمچہ بلاتے مگر اسے پروانہ ہوتی آہ بہن بھائی..... گردش دوراں اور غم روزگار نے ساری مالا بکھیر دی تھی جو اس کی ماں نے پروئی تھی۔

ماں!'' ابراہیم کے لبوں سے آہ نکلی۔

ہم جگنو تھے
ہم تتلی تھے
ہم رنگ برنگے پنچھی تھے
کچھ ماہ وسال کی جنت میں
ماں ہم دونوں بھی ساتھی تھے
میں چھوٹا سا اک بچہ تھا
تیری انگلی تھام کے چلتا تھا
تو دور نظر سے ہوتی تھی
میں آنسوآنسو روتا تھا
اک خوابوں کا روشن بستہ
تو روز مجھے پہناتی تھی
جب ڈرتا تھا میں راتوں کو
تو اپنے ساتھ سلاتی تھی
ماں تُو نے کتنے برسوں تک
اس پھول کو سینچا ہاتھوں سے
جیون کے گہرے بھیدوں کو
میں سمجھا تیری باتوں سے
میں تیرے ہاتھ کے تکیے پر
اب بھی رات کو سوتا ہوں
ماں میں چھوٹا سا اک بچہ
تیری یاد میں اب بھی روتا ہوں

ماں کے ہاتھ کے کڑھائی کیے تکیے پر لیٹے ابراہیم کے دو آنسو لڑھک کر تکیے میں جذب ہوگئے تھے۔ اسے اپنی ماں بے طرح یاد آرہی تھی، مائیں کیوں مر جاتی ہیں؟ ماؤں کو نہیں مرنا چاہیے...... کبھی بھی نہیں۔

❀......❀......❀

کچھ خواہشات تکمیل کے بعد بھی اذیت ہی دیتی ہیں ایک عجیب سے دکھ سے روشناس کرتی ہیں۔ ایسے جیسے کسی نئی ڈش کا نام سن کے ایک ذائقہ تصور کرلیں۔ ایک شیریں ڈش لیکن وہ چائنیز ملغوبہ سا نکل آئے اور اس کے کھانے اور اس کی خواہش سے دل اچاٹ ہوجائے۔ فقط دو ماہ بعد ہی میرم کو غلطی کا احساس ہونے لگا ایسی غلطی جس کا اب کوئی مداوا بھی نہیں تھا سوائے پچھتاوے کے اور پچھتاوا بھی ایسا کہ کم یا زیادہ سے فرق نہ پڑتا ہو ایک ہلکی کسک لیے ہر دم سلگتا ہوا' سمیع کی بیوی نے گھر اور دلوں میں گنجائش ختم کردی تھی۔ حماد کے گھر والے تو گاؤں چلے گئے تھے مگر وہ بوجہ جاب نہ جاسکتا تھا مجبوراً کرائے پر مکان لینا پڑا۔ اتنی مہنگائی میں گھر کا کرایہ حماد کے شاہانہ ڈریسز کھانا پینا رہائش اور بس واجبی سی تنخواہ ایک دن خود کہا تھا۔

''میرم اتم کوئی جاب کیوں نہیں کرلیتیں؟''

''میں......؟'' میرم نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں تم اتنے مارکس اور پڑھائی کا کوئی تو فائدہ اٹھاؤ اور نجانے کیوں میرم کو بہت برا لگا حالانکہ یہ تو اس کی اپنی بھی خواہش تھی۔ اس کی شدید خواہش تکمیل پاگئی تھی دو ماہ ہوگئے تھے اسے جاب کرتے ہوئے۔

پہلا مہینہ تو آرام سے گزر گیا تھا' گھر میں ایک فل ٹائم ملازمہ تھی سو کوئی خاص مشکل نہ لگی مگر اب وہ تھکنے لگی تھی۔ جاب سے واپس آتے ہوئے اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہوتا۔ سر درد لگ اوپر سے نہ کچھ کھانے کو دل چاہتا نہ پینے کو پورا دن بھوکے گزار دیتی آج تو حد ہی ہوگئی لنچ ٹائم میں دل نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے سینڈوچ منگوالیا ایک دو نوالے لیے ہی تھے کہ زبردست ابکائی آئی وہ بیگ سنبھالتے قریبی کلینک چلی آئی۔

''مبارک ہو آپ ماں بننے والی ہیں۔'' چند منٹس بعد ڈاکٹر اسے رپورٹ تھماتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

❀......❀......❀

ابراہیم کے پانچوں بچے ماں کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے اس کی بڑی بیٹی بھی آئی ہوئی تھی اور اس نے اپنے بھائی کے لیے کوئی لڑکی پسند کی تھی غالباً اسی کے بارے میں ڈسکشن چل رہی تھی۔ ابراہیم حسب معمول لحاف میں لپٹا ہوا تھا' سارا دن دکانداری کرکے اسے اتنی تھکن ہو جاتی کہ بمشکل گھر آ کے کھانا کھاتا اور لحاف میں پڑا رہتا۔ اگرچہ دکان پر اس نے دو ملازم بھی رکھے ہوئے تھے مگر پھر بھی جوتے اٹھانا' اتارنا' چیک کروانا یہ سب اس کے بڑھاپے کی طرف مائل جسم کو تھکا دیتا۔ ایسی کوئی زیادہ عمر بھی نہ تھی اس کی پچاسواں سال لگا تھا ابھی' مگر مڈل کلاس گھروں کی ضرورتیں اور پریشانیاں انہیں بہت کم جوانی کے مزے لوٹنے دیتی ہیں۔ ابراہیم نے ایک بار پھر لحاف سے منہ نکال کے اپنے بچوں کے چہرے دیکھے اور مطمئن سا مسکرا دیا۔ وہ ایک خوش باش سی فیملی کا بھرپور منظر تھا ابراہیم بظاہر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا مگر دل میں ایک حسرت سی سر ابھار رہی تھی۔

اس کی ساری زندگی محنت سے عبارت تھی' چابے کے کھوکھے سے پرچون کی دکان اور پھر جوتوں کی' وہ زندگی میں کبھی تھکا نہیں تھا۔ عید سے قبل رات بھر اکیلا دکان پر بیٹھا ہوتا ایک کمرے سے دس مرلے کے گھر تک کا سفر' گورنمنٹ اسکولز' کالجز سے بہترین نجی کالجز...... دال سے چکن' قیمہ' مٹن' سب کامیابی اور محنت سے طے کیا تھا اس نے مگر اب بڑھاپے کی طرف مائل وجود تھکنے لگا تھا۔ اسے حقیقتاً کسی بازو کی ضرورت تھی مگر بازو مزید پڑھنے کی خاطر باہر جانا چاہتا تھا۔ خدا نے اسے رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا تھا۔ اولاد خوب صورت بھی تھی اور نیک بھی اور شاید فرماں بردار بھی۔

وہ اسے مکمل ریزن دیتے تھے تو وہ فرماں برداری ہی تو ہوئی ناں ابراہیم اپنے بچوں کو اپنا مکمل بیسٹ دے رہا تھا۔ بوڑھا تھکا وجود جتنی محنت کر سکتا تھا کرتا تھا' جتنا کما سکتا تھا کماتا تھا اور جتنی خواہشات پوری کر سکتا تھا کرتا تھا اور بدلے میں ان کی اولاد جتنا پڑھ سکتی تھی پڑھتی تھی۔ وہ سب بہن بھائی اعلیٰ گریڈز سے پاس ہوتے تھے' کسی غیر قانونی عادت میں ملوث نہ تھے بیشتر وقت گھر پر گزارتے تھے پھر بھی ابراہیم کو کبھی کبھار کچھ نہ کچھ مسنگ لگتا مگر کیا یہ وہ سمجھ نہ پاتا حالانکہ وہ اچھا خاصا شکر گزار انسان تھا۔ ہاں مگر اب اسے اپنی ماں بہت یاد آتی بے تحاشہ' بے حد و حساب اور جیب کی خواہش اس کے اندر پنپنے لگی تھی کہیں سے کسی بھی قیمت پر اس کی ماں واپس آ جائے اور اسی طرح اس

ماں: مجھے نیند نہیں آتی ہے

ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے
ماں مجھے لوری سنا دو ناں' سلا دو ناں مجھے
ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
رتجگا اب تو مقدر ہے میری پلکوں کا
نیند آئے تو لیے آتی ہے بغداد کی یاد
آنکھ لگتے ہی کوئی بیوہ اٹھا دیتی ہے
پیٹ کتنا ہی بھروں بھوک نہیں مٹتی ہے
جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگا دیتی ہے
کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے
ذکر قندوز کا آئے تو مجھے لگتا ہے
کاٹ کے سر کوئی ہنستا ہے' جلاتا ہے مجھے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
ماں میری آنکھیں تو پتھر کی ہوئی جاتی ہیں
نوجوان لاشے پہ رونے نہیں دیتے ہیں مجھے
میرے سینے پہ رکھو ہاتھ رلا دو ناں مجھے
ماں مجھے لوری سنا دو ناں' سلا دو ناں مجھے
ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے

شاعر: وصی شاہ

انتخاب: ملالہ اسلم...... خانیوال

کے لاڈ اٹھائے' جیسے بچپن میں اٹھاتی تھی۔ آج کی رات اور نیند بھی پھر ماں کے نام تھی' آنسوؤں اور یادوں سمیت' ہمیشہ کی طرح۔

❁......❁......❁
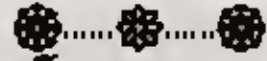
''اِنس نارمل۔'' وہ پین کاغذ پر گھسیٹتے کہہ رہی تھی' میرم کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے والی ہوگئیں کھلا منہ فوراً سے بیشتر بند کیا۔ اسے لگا ڈاکٹر نے اس کی بات دھیان سے سنی نہیں' اگر سن بھی لی ہے تو سمجھی نہیں سو وہ پھر سے دہرانے لگی۔

''میرا کسی چیز کو دیکھنے کا بھی دل نہیں کرتا' کھانا تو بہت دور کی بات ہے۔ پورا دن الٹیاں کرتی ہوں' پانی کے دو گھونٹ بھی پی لوں تو قے آجاتی ہے۔ پورا دن بھوکے پیاسے گزارتی ہوں' ہر چیز سے بدبو آتی ہے۔ دن میں ایک بار بمشکل واش روم جاتی ہوں وہ بھی ناک اچھے سے لپیٹ کے' نہاتے ہوئے قے کرتی رہتی ہوں۔ صابن کی بہت بدبو آتی ہے حتیٰ کہ صبح اٹھتے ہی منہ دھوتے ہوئے قے آجاتی ہے۔ ہر وقت چکر' کمزوری' ہر چیز سے الرجی۔''

''میں نے کہا ناں اِنس نارمل! تین ماہ تک ایسے ہی چلے گا اور شاید پورے نو ماہ تک بھی ہوسکتا ہے۔ آپ اپنی ڈائٹ اچھی کریں' نہیں کھانے کو دل چاہتا پھر بھی کھائیں' قے آجاتی ہے تو بھی کھائیں۔'' ڈاکٹر پرچہ اسے تھماتے بے پروا انداز میں کہہ رہی تھی۔

''لیکن ڈاکٹر......'' میرم نے کچھ کہنا چاہا مگر ڈاکٹر نیکسٹ کا اشارہ کررہی تھی سو وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔

اسے بہت کمزوری محسوس ہورہی تھی مگر کسی گاڑی' بائیک پر بیٹھنا تو دور ان ناموں سے ہی گھبراہٹ ہونے لگتی۔ جی الٹنے لگتا' تین دن ہوچلے تھے اس نے سوائے دو گھونٹ پانی کے کچھ نہ لیا تھا اور وہ دو گھونٹ پانی بھی اندر رہتا ہی کب تھا۔ وہ آہستہ آہستہ پیدل چل رہی تھی پھر بھی اس کا سانس پھول گیا تھا۔ وہ سڑک سے قدرے ہٹ کے گلیوں میں سے گھر واپس آرہی تھی' چلتے ہوئے اسے زور کا چکر آیا بے اختیار اس نے دیوار کا سہارا لیا اور وہیں ایک گھر کے باہر بنے چبوترے پر بیٹھ گئی۔ اسے لگ رہا تھا وہ زندہ نہیں بچے گی' کسی طور بھی نہیں تبھی اسے ڈاکٹر کی بات یاد آئی ''اِنس نارمل'' اگر یہ نارمل تھا تو کیا واقعی ہر ماں اتنی اذیت سے گزرتی ہے۔

اسکول میں چھٹی ہوئی تھی' بچے غول در غول باہر آرہے تھے۔ اتنے ڈھیر سارے بچے' کیا ان سب کی مائیں ان کو جنم دیتے ہوئے اسی اذیت سے گزری ہوں گی۔ میرم نے بے اختیار سوچا اسے اس پل اپنی ماں یاد آئی' اپنی ماں سے کی گئی بدتمیزی یاد آئی۔

❁......❁......❁
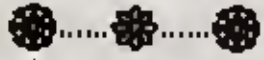
ابراہیم کی بیوی ناشتے پراٹھے تلنے میں مصروف تھی' ساتھ سب کو اٹھ جانے کے لیے آوازیں بھی لگارہی تھی۔ ابراہیم ابھی صبح کی نماز ادا کرکے مسجد سے لوٹا تھا اس کا بھی بے اختیار پراٹھا کھانے کو دل چاہا وہ ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی نے پلیٹ میں پراٹھا' مرغی کا شوربہ اور آملیٹ ٹیبل پر لاکر رکھا۔ تبھی اس کے چھوٹے بیٹا' بیٹی آئے ''میں کھاؤں گا' نہیں یہ میرا ہے......'' والی روز کی مخصوص لڑائی اس کی بیوی نے ایک اور پراٹھا لا رکھا تھا۔

ابراہیم مسکراتے ہوئے دونوں کی معصومانہ لڑائی دیکھ رہا تھا ایک ہاتھ اس نے نوالہ توڑنے کو بڑھایا ہی تھا کہ اس کی بیوی نے جھنجلاتے پلیٹ آگے سے اٹھا کے بیٹی کے سامنے رکھی۔

''اُف او...... آپ بھی کیا بچوں کی طرح صبح صبح......'' وہ بڑبڑاتے ہوئے چولہے کی جانب بڑھ گئی۔ ابراہیم کو بالکل بھی برا نہیں لگا۔ اس کی بیوی نے اس کی بیٹی کو ہی تو دیا تھا ناں اور والدین تو ساری زندگی یہی کرتے ہیں۔ اپنے آگے سے اٹھا کے' اپنے منہ سے نکال کے بچوں کو دے دیتے ہیں نجانے کیوں مگر پھر بھی ابراہیم کے دل میں ایک حسرت سی جاگی تھی کہ کاش وہ پہلے ناشتا کرتا۔ اس کی بیوی اس کی ماں کی طرح پہلے

اسے ناشتا دے۔ سچ ہی کہتے ہیں بڑھاپا اور بچپن ایک سا ہوتا ہے' خواہشوں اور ارمانوں کا زمانہ' لاڈ اٹھوانے اپنی منوانے کا زمانہ..... ابراہیم کا دل چاہتا اس کے لاڈ اٹھائے جائیں' بچپن کی طرح نوالہ اس کے منہ میں ڈالا جائے اس کی ماں اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلائے' اسے تیار کرے اور سب سے بڑھ کر سب کچھ اس سے پوچھ کر کرے۔ اسے اپنی اولاد سے بہت محبت تھی' اس کی اولاد بھی اس سے بہت پیار کرتی لیکن نجانے کیوں اسے کچھ مسنگ لگتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا دل نہ لگتا' کسی طور نہ بہلتا تھا بس ایک خواہش اس کے اندر جنم لے چکی تھی جو ہر دم اسے بے چین رکھتی کہ کہیں سے اس کی ماں آ جائے۔

ابراہیم کے بڑے بیٹے کا رشتہ فائنل ہوگیا اس کی بیوی اور بچوں نے لڑکی پسند کی تھی۔ ابراہیم کی پسند ان کی پسند سے الگ تھوڑی نہ تھی' گھر میں ہمہ دم رونق لگی رہتی پر پھر بھی ابراہیم کا دل نہ لگتا تھا نجانے کیوں؟ وہ گھر کے شور و ہنگامے سے الگ رہتا۔ گھر کی ضرورتیں وہ پہلے کی طرح خوشی سے پوری نہ کرتا سب کچھ اسے ایک بوجھ کی طرح لگتا۔ ایک گھٹن سی اس کے سر پر سوار رہتی۔

اب یہ نہیں ہے اب وہ نہیں ہے وہ ہر ضرورت گھر والوں کی وقت پر پوری کرتا۔ بن کہے پوری کرتا' کسی کو مانگنے کا موقع نہ دیتا لیکن یہ سب اسے کس قدر کٹھن لگتا تھا اب وہ بتا نہ پاتا۔ ہر دم اس کا دماغ چٹختا رہتا اور دل..... دل میں تو ایک ہی خواہش چٹکیاں بھرتی کہ ماں آ جائے کہیں سے اسے آغوش میں بھر لے۔ دل دماغ سب فکروں سے خالی کر دے۔ اس کے ناز اٹھائے اس کو اہم جانے' شدید ترین خواہش جو حسرت کا روپ دھار لے ماں کی بددعا جیسی ہوتی ہے جو سیدھی آسمان تک جاتی ہے۔ ابراہیم کی خواہش بھی آسمان تک چلی گئی تھی اور ماں کی بددعا تو عرش ہلا دیتی ہے۔ رات اچھا بھلا سویا تھا ابراہیم لیکن صبح اٹھ نہ پایا وہ ماں کی آغوش پا چکا تھا۔ شدید خواہش' جو زندگی نے

پرانے وقتوں کی باتیں

عزت' غیرت اور شرم و حیا
سب پرانے وقتوں کی باتیں ہیں
جب غیرت پر سر کٹتے تھے
شرم سے لوگ مرتے تھے
عزت تھی اک شے انمول
رشتے کا کوئی مول نہیں تھا
جب انسان نظر جھکا کر چلتا تھا
اور سر اٹھا کر جیتا تھا
ہم انسان ہیں نئے دور کے
ہم سے بات کرو نا پید چیزوں کی
عزت' غیرت اور شرم و حیا
سب پرانے وقتوں کی باتیں
جو بیت گیا سو بیت گیا
کیوں بیتی باتیں دہراتے ہو
دولت ہے ان کا نعم البدل
کیوں اتنا تم گھبراتے ہو
عزت' غیرت اور شرم و حیا
سب پرانے وقتوں کی باتیں ہیں

مہر سدا ارشد بٹ......

پوری نہ کی تھی' موت نے کر دی تھی پھر بھی لوگ موت کو برا کہتے ہیں' نجانے کیوں؟

❁......❁......❁
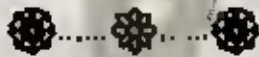
میرم کو پچھلے تین ماہ کی اذیت نے ادھ موا کر ڈالا تھا۔ اس نے ان تین ماہ میں سب سے زیادہ اپنی ماں کو یاد کیا تھا: اپنی عظیم ماں کو' جس نے اتنی اذیت کے بعد اس کو جنم دیا تھا اور کبھی جتلایا تک نہ تھا۔ میرم کیا اذیت اٹھا رہی تھی اس کی ماں نے اس سے قدرے زیادہ اذیت اٹھائی تھی۔ اتنا آسان تو نہیں ہوتا ناں ماں بننا اور ایسی عظیم ماں کہ جو کبھی احسان تک نہیں جتلاتی' کبھی اپنے دردوں کا صلہ تک اولاد سے نہیں مانگتی' خدا کو معلوم تھا کہ کبھی صلہ اس کے پیروں تلے رکھ چھوڑا اور وہ بھی کتنا

عظیم حکمت والا ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے رکھی ہاتھوں میں نہیں تھمائی کہ یہ عظیم ہستی جس کو اولاد دھتکار بھی دیتی‘ اس کے ہاتھ جھٹک دیتی تو وہ اسی ہاتھ سے جنت اولاد کو تھما دیتی اور اللہ نے جنت اس کے وجود میں بھی نہ رکھی کہ یہ بغیر کسی صلے کے اولاد کو تھما دیتی۔ پاؤں کے اوپر نہ رکھی کہ جھکے اٹھائے اور بچوں کو تھمادے‘ اللہ نے تو جنت ماں کے قدموں کے نیچے کہیں چھپادی کہ خود بھی ڈھونڈ نہ پائے‘ ایڑی تلے ہے‘ انگلیوں تلے یا پیر کے وسط میں۔ اولاد خود ڈھونڈے اسی بہانے سہی چلو وہ جھکے تو ماں کے آگے‘ جھکے اور جنت پالے زندگی گزرنے کا کتنا سیدھا گر ہے ناں۔

میرب کو لگتا وہ اب کبھی اپنی ماں کے سامنے سر نہیں اٹھا پائے گی‘ ایسی عظیم ہستی کے آگے سر اٹھایا جاتا ہے بھلا‘ اسے رہ رہ کر اپنی بدتمیزی یاد آتی۔ اس کی عظیم ماں نے اس کے لیے کیا کچھ نہ کیا تھا‘ اس کے بہتر مستقبل کے لیے اکلاپے کا عذاب سہا۔ حماد کی پروموشن ہوئی اور کراچی پوسٹنگ ہوگئی تھی‘ اب وہ گھر میں اکیلی ہوتی تھی تو احساس ہوتا تھا اکیلے رہنا کس قدر کٹھن ہے۔

کراچی جیسا پرہجوم شہر اور وہ بالکل تنہا‘ حماد تو سارا دن ڈیوٹی پر ہوتا‘ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ ماں سے مل بھی نہ سکی۔ اب وہ ماں سے ملنا چاہتی تھی اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ اسے اس دنیا میں لانے کے لیے جس قدر کٹھنائیوں سے وہ گزری تھیں اس کا مداوا کرنا چاہتی تھی۔ ماں کی اذیت کا مداوا بھی ہوا ہے کبھی کیا؟ اولاد ساری زندگی کھپادے تو بھی دنیا میں آنے کے بعد کی گئی ماں کی خدمتوں کا صلہ تک نہیں دے سکتی‘ ان نو ماہ کا تو حساب کیا..... میرب کو یاد تھا اس نے کہا تھا۔

”ایک بار پیدا کر کے کہاں کہاں یہ حق کیش نہیں کرواتی ماں؟“ اسے اپنے کہے لفظوں پر خود ہی اذیت ہوئی۔

ماں حق کیش کرواتی ہی کہاں ہے اور اگر کروانے پہ آئے تو ایک زندگی کیا نو جنموں کی نو زندگیاں بھی ناکافی ہوں۔ حماد اس کے لیے اتنا بُرا بھی نہ تھا مگر ماں کی خوشی کے لیے حماد اتنا بھی اچھا نہ تھا۔ وہ خود ماں بننے والی تھی مگر ہر وقت اپنی ماں کے متعلق سوچتی رہتی۔

اگلے ہفتے سے حماد کو تین چھٹیاں ملنے والی تھیں ان تین چھٹیوں میں اس نے ماں کو دیکھنے‘ ماں سے ملنے کا پلان بنایا تھا۔ ہر روز دو گھنٹے اسکائپ پر بات کر کے بھی سیر نہ ہو پاتی تھی۔ وہ ماں کے آگے جھکنا چاہتی تھی‘ اس کے قدموں کو چومنا چاہتی تھی جہاں اس کی جنت تھی۔

❁......❁......❁

ابراہیم کو گزرے دو ماہ ہو چلے تھے مگر اس کے گھر والوں کی حالت ابھی تک دیوانوں کی سی تھی۔ وہ یقین نہ کرتے وہ کتنا خاص تھا ان کے لیے‘ اس کی اولاد سر پٹخ کے روتی وہ کتنا اہم تھا زندگی کے لیے۔ ابراہیم کی بیوی اٹھ اٹھ کے روتی اور رو رو کے اٹھتی۔ ”انہوں نے بھی اپنے خاموش طبع ہمہ دم ان کی ضرورتیں پوری کرنے والے باپ کو اہم نہ جانا تھا وہ بہتر ریزن دیتے تھے اسی پر مطمئن تھے۔ ابراہیم کو اپنی زندگی میں کچھ مسنگ لگتا تھا آج اس کی اولاد جان گئی تھی وہ مسنگ کیا تھا۔ انہوں نے باپ سے محبت کی ریزن دیا پر انہوں نے باپ کی قدر نہ کی‘ اہم نہ جانا‘ بوجھ نہ بٹایا اور اب پوری زندگی وہ یہی کرنے والے تھے جس کا اب کوئی فائدہ نہ تھا۔

ماں باپ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ دو عظیم ترین نعمتیں ہیں۔ خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں والدین کی زندگی میں ہی ان کی خدمت‘ قدر‘ محبت کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ ان کی زندگی کے بعد تو ہر کوئی قدر کرتا ہی ہے اور جب وقت کرواتا ہے تو کیا خوب کرواتا ہے اور یقین کیجیے وقت کا کروانا بہت بُرا ہوتا ہے۔ والدین کی زندگی میں ان کو ان کا وقت دے دو ورنہ وقت اپنے وقت پر اپنا وقت انہی کو دیتا ہے لیکن ہوتا وہ بے فائدہ ہی ہے۔

❁

اب خوف نہیں کوئی مجھے راہ گزر سے
میں دور نکل آیا ہوں پتھر کے نگر سے
اک موڑ پر ہم اجنبی بن کے بھی ملیں گے
یہ بات تو معلوم تھی آغازِ سفر سے

"میں تھک گئی ہوں، اکتا گئی ہوں..... مجھے فیصلہ چاہیے جب ایک تعلق ایک رشتہ بوجھ لگنے لگے تو کیا کرنا چاہیے عبدالرحمان؟ بس اب اور برداشت کی ہمت نہیں مجھ میں۔" اسٹڈی روم کے کونے میں ٹیبل لیمپ کی روشنی میں بیٹھے آفس کی فائلز پر سر جھکائے اس شخص کی سماعت میں تھکی تھکی پژمردہ آواز ٹکرائی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا اندھیرے میں ایک سایہ سا لہرایا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی تو ہر طرف پھیلی دودھیا روشنی سے اس کی اپنی آنکھیں بھی چندھیانے لگی تھیں' آنکھیں ملتا وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں..... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" وہ رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتا متفکر لہجے میں مریم سے پوچھ رہا تھا۔

"رات کا ایک بج رہا ہے تم تو عموماً جلدی سو جاتی ہو ناں کیا ہوا؟" وہ ڈبڈبائی نظروں سے اس کو دیکھے جارہی تھی تو وہ دوبارہ گویا ہوا اور بغور اس کی طرف دیکھا۔

آنکھوں میں نمی' تھکن زدہ پژمردہ چہرہ' ملگجہ حلیہ' الجھی بکھری رات کے اس پہر وہاں کھڑی اس کو مضطرب و بے چین کررہی تھی۔

"مجھے ہمارے درمیان بیزاریت' اکتاہٹ اور اس رشتے کو نبھانے کے لیے جبر نہیں چاہیے۔" وہ وہیں کھڑی دیوار کو تھامے اس کی باتوں کو نظر انداز کرتی بھیگے لہجے میں بولی تو وہ ششدر سا کھڑا اس کو دیکھتا رہ گیا اس کے لب و لہجے' الفاظ اور مضمحل و مضطرب انداز سے اس کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

"تم نے یقیناً کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوگا' چلو آؤ بیٹھو اور بتاؤ کیا ہوا؟" وہ اس کا بازو پکڑ کے اس کو اندر لایا تو وہ اپنے بے جان ہوتے وجود کو گھسیٹتی اسٹڈی روم کے صوفے پر تکلف سے بیٹھ گئی وہ اپنی ٹیبل کی طرف بڑھا اور گلاس میں پانی لے کر اس کے پاس آیا۔ دوسرے لمحے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگانا چاہا جس کو اس نے پیچھے دھکیل دیا۔

"بتاؤ کیا ہوا؟" وہ اس کے قریب بیٹھ کر محبت سے اس کے بکھرے بالوں کو سمیٹنے لگا تو ایک بار پھر اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں نے بہت کوشش کی عبدالرحمان کہ حالات کو اپنے بس میں کرلوں آپ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکوں' آپ کی ہر وہ بات' ہر وہ عادت جو مجھے بہت دکھی کرتی ہے فراموش کرسکوں۔ خدا گواہ ہے عبدالرحمان! میں نے کوشش کی' بہت کوشش کی لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں۔" وہ بکھر رہی تھی اور اس کے جارحانہ انداز پر عبدالرحمان ششدر سا اس کو تکے جارہا تھا۔

"مریم...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے تو ایسا......"

"آپ نے ٹھیک کہا تھا بہت ساری چھوٹی ناقابل برداشت باتیں کسی بہت بڑی بات کا سبب بنتی ہیں۔ میں نے آپ کی بات سے اختلاف کیا تھا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تلخ لہجے میں بولی۔ عبدالرحمان اسے دیکھنے لگا اس کی محبت کرنے والی بیوی آج اس سے کس قدر متنفر نظر آرہی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر گویا ہوا۔

"مریم ایسا نہیں ہے' کیا ہوا...... کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" وہ نرم لہجے میں اس سے پوچھ رہے تھے۔

"میں غلط تھی' بہت غلط...... مجھے اب اندازہ ہورہا ہے عبدالرحمان کہ کوئی بھی بات کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو جب اس سے تکلیف پہنچتی ہے اور اس کی چبھن دل میں محسوس ہونے لگتی ہے ناں تو پھر وہ بات درگزر نہیں ہوتی۔ بہت کوشش کے باوجود بھی نہیں۔" اس کے لہجے میں آنسوؤں' بے بسی' سراسیمگی و بے چینی کی واضح آمیزش سے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی تو اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"زمان میں بہت تھک گئی ہوں۔" مریم نے اپنا ہاتھ چھڑا کر صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ اس کے چہرے پر کرب واضح تھا' عبدالرحمان اس کے اس ہذیانی انداز پر بوکھلاہٹ کا شکار ہورہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔

"میں نے ہر قدم پر آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب میں اس وعدے کو پورا کرنے میں ناکام ہورہی ہوں زمان! آپ کا ساتھ دینے کی بہت کوشش کی لیکن جب تک یہ کوشش یہ وعدہ دوطرفہ نہ ہو کوئی بھی رشتہ نبھانا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ ایسا میں جان گئی ہوں' میں نے خود سے بھی وعدہ کیا تھا کہ آپ کے ساتھ اپنی زندگی کو ہمیشہ کامیاب بناؤں گی لیکن میں ناکام ہورہی ہوں۔" وہ بند آنکھوں کے ساتھ متوحش و مضطرب بولے جارہی تھی اور اس کے پاس بیٹھے عبدالرحمن ٹکٹکی باندھے ہونقوں کی طرح اس کو دیکھے جارہے تھے کوئی سرا اس کے ہاتھ نہ آرہا تھا کہ ایسا کیا ہوا جس کی وجہ سے مریم اس طرح ری ایکٹ کررہی ہے۔

"مریم......" انہوں نے اس کے یخ بستہ ہاتھوں کو ایک بار پھر تھامنے کی کوشش کی۔

"میں مانتا ہوں کہ پچھلے کچھ عرصے سے میں تھوڑا بزی ہوگیا ہوں اور تمہیں ٹھیک طرح سے ٹائم نہیں دے پارہا لیکن اس کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ تم یا ہمارا گھر میرے لیے اپنی اہمیت کھو بیٹھے ہیں۔ تم میرے لیے آج بھی پہلے دن کی طرح ضروری ہو۔" عبدالرحمان اس کے ہاتھ کو سہلاتے فکرمندانہ' صلح جو لہجے میں بولے۔

"تھوڑا بزی......؟" مریم نے متحیر نظروں سے اس کو دیکھا۔ "ایک دن بھی ایسا بتا دیں جب آپ نے میری پروا کی ہو؟" وہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں جکڑے اپنے ہاتھ کو کھینچتے ہوئے طنز سے بولی۔

"تین تین' چار چار دن میں ایک ہی کپڑے پہنے رکھوں تو آپ نے کبھی توجہ نہیں دی۔ ہمارے درمیان برائے نام گفتگو کیوں ہورہی ہے زمان! ہمارے پاس کوئی بات بھی کیوں نہیں ہے کرنے کو؟ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ میں نے تو آپ سے پہلے دن ہی کہا تھا میرے نزدیک پیسے کی کوئی اہمیت نہیں پھر آپ کس کے لیے یہ بزنس سیٹ کررہے ہیں؟ جب بھی میں نے آپ سے کہا کہ کام پر نہ جاؤ آپ نہ جانے کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر

اچانک ہی آپ کو ضروری کام یاد آجاتا ہے اور پھر آپ سب چھوڑ کر مجھے چھوڑ کر وہ ضروری کام نبھاتے ہیں۔ کیا آپ کو پتا ہے کہ میں سارا دن کیا کرتی رہتی ہوں؟" تان اسناسب بولتی وہ لمحہ بھر کو رکی اور اچنبھے انداز میں ان کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

"نن...... نہیں......" عبدالرمان پہلو بدل کر رہ گئے۔ "شاید گھر کا کام اور باقی سب کا خیال؟ امی تمہاری بہت تعریف کرتی ہیں کہ تم ہر رشتے کو بخوبی نبھا رہی ہو۔" فوراً اس سے کوئی جواب نہیں بن پایا تو وہ دوسرے رشتوں پر بات رکھتے ہوئے بولے۔

"میں بہت ساری راتوں سے ایسے ہی جاگ رہی ہوں لیکن آپ......" وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بولتی اس کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کر گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی بزی روٹین اس کی زندگی پر اس درجہ حاوی ہو چکی ہے کہ وہ جو اس کی متاع حیات ہے بڑھ کر بھی اس طرح سوچ رہی ہے اور اتنی بدگمان ہو چکی ہے کہ حتمی نتائج کی ڈیمانڈ کے لیے آئی ہے۔

"آپ کے لیے میرے ساتھ زیادہ ضروری آپ کی بزنس میٹنگز اور فیس بک کی دوستیاں ہیں اور میں ان سب سے تھکنے لگی ہوں۔ اس بورنگ، بے ڈھب اور روکھی زندگی سے اکتانے لگی ہوں۔ مجھے اپنے آپ سے ڈر لگنے لگا ہے زمان! کیونکہ اب مجھ سے آپ کا انتظار نہیں ہوتا۔ آپ نہیں ہوتے تو میں مطمئن رہتی ہوں میں ایزی فیل نہیں کرتی زمان جب آپ میرے پاس، میرے ساتھ ہوتے ہیں۔" عبدالرمان نے چونک کر اس کو دیکھا وہ ایک نادیدہ نقطے پر نظریں جمائے بھیگتے بے چین لہجے میں عبدالرمان کے آندھیوں میں گھرے وجود کی توڑ پھوڑ سے بے خبر اپنی ہی لے میں بولتی رہی تھی اور اس کی آخری بات پر عبدالرمان لرز اٹھا تھا۔

"زمان! عورت کا کام مرد کی زندگی میں پیار لانا ہوتا ہے لیکن اسے اس پیار پر بھروسہ مرد کو دینا پڑتا ہے۔ عورت کے پیار اور مرد کے بھروسے کی پٹری پر چل کر ہی یہ گاڑی آگے بڑھتی ہے جہاں پر جس موڑ پر بھی اس محبت اور بھروسے کا ساتھ چھوٹا وہاں پر یا تو گاڑی تیز سے تیز تر راستوں پر مڑ جاتی ہے یا پھر گاڑی تو کسی نہ کسی طرح چلتی رہتی ہے لیکن عورت کے پیار اور مرد کے بھروسے کا درمیانی فاصلہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ پھر کسی صورت طے نہیں ہو سکتا۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی زمان! مجھے ٹوٹے گھروں، بکھرے رشتوں سے ڈر لگتا ہے لیکن اب مجھے گھٹن ہوتی ہے زمان!" اپنی بات ختم کر کے وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی تو عبدالرمان کے اوسان خطا ہو گئے۔ الجھن کا شکار تو پہلے ہی تھے اب مزید پریشانی نے گھیر لیا۔

"م...... مریم...... یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ تم نے کبھی کچھ کہا ہی نہیں اگر میرا اتنا مصروف رہنا ہمارے درمیان فاصلوں کا باعث بن رہا تھا تو تم نے کیوں بڑھنے دیا ان فاصلوں کو؟ میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ سب نہ تھا تم نے مجھے کیوں نہ روک لیا؟ یہ جو کچھ آج کہہ رہی ہو تب کیوں نہ کہا جب سب کچھ بس میں تھا۔" عبدالرمان اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم طیش میں گویا ہوئے۔ مریم کے الزامات پر اب ان کے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا تھا ماتھے کی سلوٹیں، سرخ آنکھیں اور بھنچی مٹھیاں صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ اس لمحے عبدالرمان ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ وہ اسٹڈی روم کے درمیان رکھے ٹیبل کے پاس آئے اور دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹس میں ڈالے پُرسوچ انداز میں کھڑا ہوئے۔ مریم وہیں صوفے پر سر ٹکائے آنسو بہا رہی تھی کہ یک دم ہر طرف تالیوں کی گونج ہوئی اور تیز روشنیوں نے ہر ایک منظر کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

دوسرے پل مریم مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور عبدالرمان کے بھی تنے اعصاب نارمل ہو چکے تھے۔ ڈھیروں تالیوں کی لے پر وہ دونوں چلتے اسٹیج کے درمیان آ کھڑے ہوئے۔ ویلوٹ کے بڑے بڑے پردے آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"آپ سب کے شوق انہماک اور محبت سے اندازہ

ہو رہا ہے کہ آپ نے "پہلی بار ستارے ٹوٹے تھے" کا فرسٹ ہاف انجوائے کیا ہے کلائمکس جاننے کے لیے ملتے ہیں پندرہ منٹس کے بعد۔" پردے ملتے ہی اس اعلان نے تھیٹر ہال میں کھلبلی سی مچادی اور وہ لوگ جو نہایت محویت سے اپنے من پسند "اللہ دتہ اور بانو میراب" کا ڈرامہ دیکھ رہے تھے اس بریک پر بدمزہ ہو کر پہلو بدل کر رہ گئے۔

اللہ دتہ اور بانو میراب اسٹیج ایکٹرز تھے۔ ہمیشہ اکٹھے کام کیا تھا جس وجہ سے دونوں کا نام تھیٹر کی دنیا میں سنہری حروف میں لکھا جانے لگا۔ بعد میں ان کی پرفارمنس دیکھنے کے لیے۔ اداکاری میں بھی حقیقت کے رنگ بھر دینا ہی لوگوں کو ان کا دیوانہ بنا رہا تھا اپنے ٹیلنٹ اور شوق وجنون سے وہ اپنے کام کو محنت ومحبت سے کامیاب بنا رہے تھے۔

......☆☆☆......

"میں کیسے کچھ کہتی زمان...... آپ کے پاس ٹائم ہی کب ہوتا ہے کوئی بات سننے کا؟" پردہ ہٹتے ہی ہال کی لائٹس آف ہوگئیں تھیں اور ہر فرد سانسیں روکے اپنی اپنی نشست پر براجمان نظریں اسٹیج پر جمائے اللہ دتہ اور بانو میراب کی اداکاری دیکھنے میں مصروف ہوگئے تھے۔

مریم اپنے دوپٹے سے آنکھیں رگڑتی منوں بھاری قدم گھسیٹتی عبدالزمان کی طرف بڑھتی بولی۔

"میں مانتا ہوں مریم کہ میری غلطی ہے مجھے دھیان دینا چاہیے تھا لیکن اتنے سارے الزامات دینے سے پہلے وہ محبت جو ہمارے درمیان تھی اس میں دراڑیں پڑنے سے پہلے مجھے سدھرنے کا ایک موقع تو دیتی۔ اپنے خیالات و جذبات بدل جانے سے پہلے میری اصلاح تو کرتی۔" عبدالزمان دو قدم اور آگے بڑھے اور انتہائی دکھ یاسیت آمیز لہجے میں گویا ہوئے۔

"تم ہر چیز پر دھیان دے رہی تھیں ہر ایک رشتے کو اچھی طرح ہینڈل کر رہی تھیں تو مجھے بھی اندازہ نہ ہوسکا کہ تم...... میرے اور تمہارے درمیان فاصلے جنم لے رہے ہیں۔" عبدالزمان اس کے مقابل کھڑے گمبھیر لہجے میں بولے۔

"یہ میری محبت ہی تو ہے جو میں ہر چیز پر دھیان دے رہی تھی۔ دیکھیں زمان ہم ایک ایسے رشتے میں بندھے ہیں جہاں لفظوں کی نہیں عمل کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے ہمارے رشتے میں ہمیں بار بار یہ نہیں جتانا پڑتا کہ ہمیں ایک دوسرے سے کتنی محبت ہے بلکہ ہمیں اپنے رویے سے اپنے طور طریقے یہ بات واضح کرنی ہوتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے کتنے ضروری ہیں۔ رشتوں کو نبھانے کے لیے ان کو اپنے خلوص اور نرم لہجوں سے سینچنا پڑتا ہے زمان صرف توقعات وابستہ کرلینے سے رشتے پروان نہیں چڑھتے۔ میں سب آپ کے لیے کررہی تھی لیکن جب آپ کو پروا نہیں آپ کو خبر ہی نہیں کہ میں کیا کررہی ہوں تو مجھے ان رشتوں کی ضرورت نہیں۔" مریم بھیگی پلکوں کے ساتھ ان کی طرف دیکھتی بمشکل بول رہی تھی۔

"دیکھو مریم! گھپ اندھیرے میں چند پل گزارنے کے بعد ہر چیز واضح ہونا شروع ہوجاتی ہے کیونکہ اندھیرے میں ہماری آنکھیں صرف اور صرف روشنی کی متمنی ہوتی ہیں اور وہ اس روشنی کو تلاش کرلیتی ہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو مریم کہ اندھیرے میں کھڑے رہنے سے روشنی خود بخود تمہارا مقدر بن جائے گی؟" عبدالزمان کی باتوں پر مریم نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"نہیں تم غلط سوچ رہی ہو اندھیرے سے مانوس ہونے کے لیے تمہیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑیں گی جب وہ چھوٹی چھوٹی دکھائی نہ دینے والی کرنیں تمہاری آنکھوں کی پتلیوں سے رستہ بناتی تمہارے اندر سرایت کریں گی ناں تب وہ اندھیرا تمہارے لیے روشنی بنے گا۔ تم نے اندھیرے میں آنکھیں بھی بند کررکھی ہیں اور چاہتی ہو کہ ہر ایک چیز واضح نظر بھی آجائے تو ایسا ممکن نہیں ہے۔" عبدالزمان دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھوں کو تھامتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

"کیا آپ سے توقعات کرنا میرا جرم ہے؟" مریم

بھرائی آواز میں بھیگی پلکوں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"نہیں میں قطعی یہ نہیں کہہ رہا تم حق بجانب ہو یقیناً میں نے ہی کوتاہی برتی تو تم کو شکایتیں ہوئیں۔ لیکن خدا گواہ ہے مریم! میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں' میں تو بہت خوش اور مطمئن تھا اور اطمینان سے اپنے کام کررہا تھا کہ تم ہو میرے ساتھ' میرے رشتوں کو سنبھالے ہوئے میری زندگی کو سنوار رہی ہو اور......"

"ہاں میں کررہی تھی سب لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ مکمل طور پر غافل ہوجائیں' اتنے مصروف ہوجائیں کہ میں اکیلی رہ جاؤں۔ جب تک کسی رشتے کو وقت نہ دیا جائے وہ پروان نہیں چڑھ سکتا زمان!" مریم ان کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی۔

"دیکھو مریم! میں مانتا ہوں کہ میں غلطی پر تھا بعض دفعہ کیا ہوتا ہے کہ ہم اپنی طرف سے اچھا کرتے ہیں لیکن وہ اچھا ہے یا بُرا یہ تو سامنے والا ہی بتا سکتا ہے ناں؟ مجھے لگ رہا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔ تم نے اتنی دیر کردی مجھے یہ باور کرانے میں کہ میں ہمارے رشتے کو صحیح طرح نہیں نبھا رہا۔" عبدالزمان دھیمے و صلح جو لہجے میں بولے۔

"میں اس انتظار میں تھی کہ آپ کو خود احساس ہوگا۔" مریم آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

"بعض دفعہ احساس دلانا پڑتا ہے مریم! اور تمہارے کسی عمل سے مجھے کبھی نہیں لگا کہ تم ناراض ہو۔ تو ایسے میں تمہارا انتظار ناحاصل تھا ناں۔ جس طرح محبت کا اظہار چاہے وہ عمل سے ہو یا لفظوں سے ضروری ہوتا ہے ناں اسی طرح ناراضگی کا اظہار بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہر رشتے میں نہ سہی لیکن جن رشتوں میں گلے شکوے نہیں ہوتے ناں وہاں دراڑیں زیادہ ہوتی ہیں اور انجام دوریوں اور نفرتوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔" عبدالزمان مریم کا ہاتھ تھامے مدہم میٹھے لہجے میں بول کر اس کو مطمئن کرگئے تھے مریم نے ان کی طرف دیکھا اور سر اثبات میں ہلادیا۔

"مریم! گلے شکوے محبتوں کی میراث ہوا کرتے ہیں ان کے بغیر رشتوں میں چارم ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ہماری محبت ہی ہوتی ہے جو ہمیں گلہ کرنے پر مجبور کردیتی ہے۔" عبدالرحمان کی خوب صورت جذبوں میں گندھی آواز گونج رہی تھی۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں اس کے سوا کہ آپ بہت مصروف ہیں اور ٹائم نہیں دیتے۔ آپ نہیں جانتے میں کس اذیت سے دوچار تھی اور میرا ذہن کس کج پر بھٹکنے لگا تھا۔" مریم ان کے کندھے پر سر ٹکا کر بولی تو عبدالرحمان کے چہرے پر دلکش مسکان پھیل گئی۔

"اب تو کوئی شکایت نہیں ناں؟ تمہاری شکایت سنی اور اب وعدہ کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"ہاں...... لیکن گلے شکوے بھی ہر کوئی برداشت نہیں کرتا اور کبھی کبھی تو ان گلے شکووں سے مزید دوریاں ان رشتوں کا مقدر بن جاتی ہیں جن پر ہم حق جتا کر زبان کھولتے ہیں اس لیے میں بھی اتنا عرصہ خاموش رہی۔" مریم نے ایک اور پہلو نکالا اور ساتھ اپنے خدشات بھی ظاہر کیے۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسا تبھی ہوتا ہے جب رشتوں کی بنیادیں کھوکھلی ہوں' استحقاق جھوٹے ہوں' ان کے درمیان محبت نہیں صرف دکھاوا ہو تو وہاں گلے شکوے کوئی اور ہی شکل اختیار کرلیتے ہیں لیکن ہمارے درمیان ایسا نہیں' ان گلے شکووں نے ہماری محبت کو اور مضبوط کردیا ہے...... ہے ناں؟" عبدالرحمان اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"ہاں......" مریم نے شرمگین مسکان کے ساتھ ان کے شانے پر سر ٹکادیا۔

"لیکن یاد رکھنا میں بھی انسان ہوں' غلطی ہو ہی جاتی ہے آئندہ بھی انجانے میں کوئی غلطی ہوئی' تمہاری طرف سے غفلت برتی تو اتنی دیر نہ لگادینا شکایت کرنے میں۔" عبدالرحمان اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولے۔

"ویسے میں اب کوشش کروں گا کہ اپنے کام کے ساتھ ساتھ تمہاری طرف بھی توجہ دوں لیکن پھر بھی اگر کبھی ایسا ہو تو بہت دیر نہ کرنا۔" مریم نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو اپنے وعدے پر مہر ثبت کردی۔

ناراضگی' خفگی' یاسیت اور مایوسی کے بادل چھٹ چکے تھے۔ تھکن زدہ' پژمردہ' مضطرب چہروں پر خوشی کے دیپ روشن تھے جن رشتوں میں اعتبار اور محبت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ شکایتیں سننے کا حوصلہ اور کدورتیں جتانے کی طاقت ہو وہاں ستارے ٹوٹ کے بکھرتے ہیں نہ ہی ان کی کرچیوں سے روحیں لہولہان ہوتی ہیں بلکہ ان کی روشنی دور دور تک پھیل کر ان کے درمیان اعتبار و محبت کی جڑوں کو اور مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ گانٹھ دیتی ہے۔

"کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں؟ کیا آپ اپنے پیارے رشتوں کو بدگمانی' نفرت اور انا کی بھینٹ سے روک سکتے ہیں؟ کیا آپ ٹوٹے ستاروں کے ذروں کو اپنی محبت سے روشن کرسکتے ہیں؟"

تھیٹر ہال ایک بار پھر سفید روشنیوں میں نہا گیا تھا' بے تحاشا تالیوں کی گونج اور داد نے اللہ دتہ اور بانو میراب کے چہروں پر خوشی اور کامیابی کے دیپ روشن کررکھے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے کردار کو بخوبی نبھایا تھا' ایکٹنگ اور فیس ایکسپریشن نے لوگوں کا دل جیت لیے تھے۔ ویلوٹ کے پردے دوبارہ حرکت میں آگئے تھے اور آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اللہ دتہ اور بانو میراب کے ٹوٹے ستاروں کے ذروں کی روشنی دل میں بسائے تھیٹر ہال کی نشستوں پر براجمان لوگ اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ ہورہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 31

تیری خوشبو نہیں ملتی تیرا لہجہ نہیں ملتا
ہمیں تو شہر میں کوئی تیرے جیسا نہیں ملتا
زمانے کو قرینے سے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے
مگر میرے لیے اس کو کوئی لمحہ نہیں ملتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کے رشتے سے انکار پر وقار بذات خود انا سے بات کرتے ہیں لیکن وہ انہیں مطمئن کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ ولید کے پوچھنے پر بھی اس کے رویے میں وہی اجنبیت اور سرد مہری نظر آتی ہے جبکہ ولید اس کے حال پر چھوڑ کر پلٹ جاتا ہے چیک اپ کے لیے وہ صبوحی اور ولید کے ہمراہ جس اسپتال جاتی ہے وہیں بابا صاحب بھی زیر علاج ہوتے ہیں تب ہی اس کی ملاقات شہوار سے ہوتی ہے شہوار اپنی دوست کے بدلتے رویے کو جاننے کی خاطر اسے اپنے گھر لے آتی ہے۔ انا اس کی ہمدردی پا کر سب بتا دینا چاہتی ہے لیکن حماد کی آمد کے سبب وہ خاموش ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف حماد اسے تنہا پا کر محبت کا اظہار کر بیٹھتا ہے۔ جبکہ انا یہ سن کر ساکت رہ جاتی ہے۔ اسی دوران ولید اور روشی اسے لینے پہنچ جاتے ہیں جبکہ ولید اسے حماد کے ہمراہ دیکھ کر خائف ہو جاتا ہے۔ عباس اور مصطفیٰ کی زیر حراست عادلہ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو جاتی ہے۔ مصطفیٰ کی زبانی ایاز کی گرفتاری اور تھانے میں کچھ وقت گزار کر اس کا سارا غرور جھاگ کی مانند بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے میں عباس رابعہ سے رابطہ کر کے اسے آفس آنے کا کہتا ہے لیکن وہ اپنی شادی کا ذکر کرتے صاف انکار کر دیتی ہے ہادیہ ابوبکر سے ملنے کی خواہش مند ہوتی ہے دوسری طرف ابوبکر بھی اچانک گھر پہنچ کر رابعہ سے ملنے آتا ہے لیکن ہادیہ کی آواز اسے ماضی کی یادوں میں دھکیل دیتی ہے اور وہ پلٹ جاتا ہے۔ کاشفہ کے دھمکی آمیز میسج کے آگے ہار مانتے انا حماد کے نمبر پر رابطہ کرتی اس سے ملنے کی درخواست کرتی ہے اور اپنا پرپوزل پیش کرتی ہے۔ حماد کے لیے انا کی ملاقات اور پھر واضح لفظوں میں اقرار باعث حیرت ہوتا ہے لیکن وہ اپنے اور ولید کے رشتے کو بڑوں کا طے کردہ فیصلہ کہہ کر ٹال دیتی ہے دوسری طرف حماد جلد اپنے گھر والوں کو اس کی طرف بھیجنے کا وعدہ کر لیتا ہے۔ بابا صاحب اپنے گناہوں اور پچھتاوؤں کی آگ میں جلتے مصطفیٰ کے سامنے اعتراف کر لیتے ہیں وہ تابندہ کو تلاش کرنے کا کہہ کر ان سے معافی مانگنا چاہتے ہیں جبکہ تابندہ کا کچھ پتا نہیں چل پاتا۔ چوہدری حیات علی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد اور نہایت فرمانبردار ہیں۔ کم عمری میں شادی کے سبب ان کے تین بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ وہ کام کے سلسلے میں شہر آتے ہیں جب ہی صفدر نامی شخص ان کی گاڑی کی زد میں آ جاتا ہے وہ اس کی مرہم پٹی کرا کر اس کے بتائے ایڈریس پر لے آتے ہیں۔ گھر میں صفدر کی بیٹی اور بیوی ہوتی ہے جب ہی اس حادثے کے بعد ان کی زیب النساء سے پہلی ملاقات ہوتی ہے اور یہ ملاقات ان کی زندگی کا نیا روپ سامنے لاتی ہے۔ انا کے گھر نہ پہنچنے پر ولید اور وقار اس کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اسے حماد کے ہمراہ پارک میں دیکھ کر نہایت ذلت محسوس کرتے

ہیں۔ گھر پہنچ کر ناصاف الفاظ میں حماد کے لیے اپنے رشتہ بھیجنے کی بات کرتے ولید کے لیے واضح انکار کی وجہ بھی بتا رہی ہے۔ جس پر وقار کا ہاتھ اٹھا پر اٹھ جاتا ہے۔ جبکہ یہ سب حقیقت جان کر ضیاء صاحب کی طبیعت بگڑ جاتی ہے اور سب انا کو چھوڑ کر ان کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀
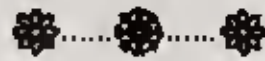
ضیاء ماموں کو اٹیک ہوا تھا' وہ لوگ ان کو فوراً اسپتال لے گئے اور انا بے حس وحرکت اپنے کمرے میں بیٹھی رہ گئی تھی۔ منزاں گھر میں تھی' وہ آتے جاتے اسے تسلی دیتی لیکن اس طرح تسلیاں دینے سے بھلا دل تسلی پا لیتا تو گلہ ہی کیا تھا۔

ضمیر پر ایک اور بوجھ آن گرا تھا' اس نے ولید ضیاء سے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ اس کی محبت میں دیوانگی کی حد تک جذباتی ہو چکی تھی اور اب اس سے دستبردار ہو گئی تھی۔ کاش وہ کسی کو بتا سکتی کہ محبت سے دستبردار ہونا کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔ وہ کمرے میں بیٹھی شدت سے رو رہی تھی' اس کا نروس سسٹم متاثر ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اپنے دل سے محبت کو نوچ کر نکال دے گی۔

"ولید ضیاء سے رشتے سے انکار کرنا۔" وہ کیسے کسی کو بتاتی کہ اس نے اپنے جسم سے کیسے اپنی جان نکلنے کا اہتمام کیا تھا' وہ محبت سے دستبردار ہو گئی تھی اور اب...... روتے ہوئے اس نے موبائل دیکھا' وہ سائلنٹ پر تھا۔ حماد سے ملنے گئی تھی تو پارک میں اس کی کال ریسیو کرنے کے بعد اس نے موبائل سائلنٹ پر لگا دیا تھا۔ گھر سے دوستی کی لاتعداد کالز آئی تھیں اور اس نے ایک کال بھی ریسیو نہ کی تھی' موبائل اب بھی وائبریٹ ہو رہا تھا' اس نے اسکرین دیکھی "کاشفہ کالنگ" کے الفاظ تھے۔ اس نے لب بھینچ لیے' ایک جنون طاری ہونے لگا' جی چاہا کہ موبائل اٹھا کر دیوار پر دے مارے' اس نے از حد دیوانگی میں کال پک کی تھی۔

"بولو......"

"تم دو دن سے میری کال کیوں نہیں ریسیو کر رہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"تمہیں ولید ضیاء چاہیے' میں نے اس سے منگنی توڑ دی ہے۔ اب میرا کسی بھی ولید ضیاء سے کوئی تعلق' کوئی رشتہ نہیں۔ اللہ کا واسطہ ہے اب میری جان چھوڑ دو' مت کرو مجھے کالز......" کاشفہ کے جواب میں وہ غصے سے چیخی۔

"ہمارے درمیان صرف رشتہ توڑنے کی بات پر ڈیل نہیں ہوئی تھی' باقی بھی بہت سی باتیں تھیں۔" دوسری طرف سے بغیر کسی لچک کے کہا گیا۔

"تم ولید ضیاء کو جیسے مرضی حاصل کرو' تمہارا مسئلہ ہے' میں نے جو کرنا تھا وہ کر دیا۔" وہ غم و غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔

"ایسے تو نہیں چھوڑوں گی تمہیں' جب تک تم میرا مکمل کام نہیں کر لیتیں' اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا تو تم جانتی ہو میں کیا کر سکتی ہوں۔" دوسری طرف سے کاشفہ نے کہا تو انا ساکت ہوئی اور بے دم ہو کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے' جو بھی کرنا ہے جلدی کرو اور ہاں اب اگر تم نے میری کال اگنور کی تو میں سیدھی تمہارے گھر پہنچ جاؤں گی۔" کاشفہ تختی سے کہہ کر کال بند کر چکی تھی۔

انا روتے ہوئے گھٹنوں میں منہ چھپا گئی تھی' کچھ دیر بعد گھٹنوں سے سر اٹھایا' موبائل مٹھی میں بھینچا ہوا تھا۔

اس نے روشی کا نمبر نکالا۔

''ہیلو......'' تھوڑی دیر بعد کال ریسیو کرلی گئی تھی، روشی کی آواز سنائی دی۔

''ماموں کیسے ہیں اب؟''

''ٹھیک ہیں، خطرے والی کوئی بات نہیں۔ ہم گھر آرہے ہیں، رستے میں ہیں۔ ولی بھائی اور پھوپو اسپتال میں رک گئے ہیں۔'' اس کے ایک سوال پر اس نے بہت سنجیدگی سے تمام صورت حال بتائی اور مزید کچھ بھی کہے بغیر کال کاٹ دی۔

اس سے پہلے اس نے جتنی بھی کال کی تھیں روشی نے ایک بھی ریسیو نہ کی تھی، ماموں کی خیریت کا سن کر وہ پھر رو دی۔ ان کو کچھ ہو جاتا تو شاید وہ زندگی بھر خود کو کبھی معاف نہ کرتی۔ وہ موبائل بستر پر پھینک کر واش روم میں گھس گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ ماموں ٹھیک ہو گئے تو وہ نوافل ادا کرے گی، وہ وضو کر کے جائے نماز بچھا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀
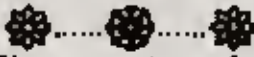
آج رات بابا صاحب کے پاس عباس بھائی رک گئے تھے، مصطفیٰ گھر پر ہی تھا۔ وہ لیٹ آفس سے آیا تھا، کچھ فائلز اس کے پاس تھیں۔ وہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔

شہوار کے پاس کرنے کو سو کام تھے، ابھی تک دونوں پھوپیاں اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ صبا اور عائشہ بھی یہیں تھیں۔ دو تین دن سے رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ شاہ زیب صاحب سارا دن کی بھاگ دوڑ سے تھک چکے تھے وہ تو کمرے میں سونے جا چکے تھے باقی سبھی لاؤنج میں ہی براجمان تھے۔ کچن کا سارا کام مکمل کر کے شہوار بھی وہیں آ گئی تھی۔

''مصطفیٰ بھائی کچھ زیادہ بزی نہیں ہو گئے۔'' عائشہ کو مصطفیٰ کی غیر موجودگی فوراً محسوس ہوئی تو کہا۔

''کوئی فائل ہے جس پر وہ کام کر رہے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ میرے سوالات سے تنگ آ کر مجھے بھی کمرے سے نکال دیا۔'' شہوار جو اس بات پر خفا تھی، سو خفگی سے کہا تو عائشہ ہنس دی۔

''میں بلا کر لاتی ہوں، ایسی بھی کیا جاب کی مصروفیات کہ بندہ بہن بھائیوں سے بھی ملنے سے جائے۔'' عائشہ بولتی ہوئی اٹھ گئی۔ عاصمہ اور دریہ آپس میں باہر کا کلچر ڈسکس کر رہی تھیں۔ ماں جی اور دونوں پھوپو کسی خاندانی مسئلے کو چھیڑ ہوئے تھیں جبکہ لائبہ، صبا اور عائشہ اپنے اپنے شوہر کے قصے لے کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ مرد حضرات کی اپنی باتیں تھیں، ایسے میں شہوار کو مصطفیٰ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی، کچھ دیر بعد عائشہ زبردستی مصطفیٰ کا ہاتھ پکڑے کھینچ کر لے ہی آئی تھی۔

''لو شہوار! تمہارے مجرم کو میں نے تمہارے سامنے لا کر پیش کر دیا ہے اب تم جلدی سے سزا سناؤ۔'' سبھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ شہوار جھینپی، جبکہ ماسوائے دریہ کے باقی سب ہنس دیئے تھے۔

شادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ دونوں یوں سب کے درمیان موجود تھے۔

''کیسی سزا کیا کیا ہے میں نے؟'' مصطفیٰ نے عائشہ کو گھورا۔

''بقول آپ کی بیگم کے آپ ان کو بالکل بھی ٹائم نہیں دیتے، سارا سارا دن آفس فائلز اور دوسرے کام۔'' عائشہ نے شرارت سے دونوں کو دیکھتے کہا تو شہوار نے گھورا۔

اس نے تو کسی اور معنوں میں اسے یہ بتایا تھا، کیا پتا تھا کہ وہ یہ سب کے سامنے کہہ دے گی۔

بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟

کفار نے چھاپے ہیں میرے نبی ﷺ کے خاکے
بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟
پھر سے اس ظالم کو ہوئی کیسے یہ جرأت
کیوں بنایا اسے عبرت کا نشان نہیں ہے
پوچھتے ہو میرے آقا ﷺ کی عظمت کیا ہے
کیا تم میں پڑھا کسی نے قرآن نہیں ہے؟
وہ خیر البشر اللہ کے محبوب پیارے
کیا نبی ﷺ رحمت جہان نہیں ہے
وہ میرا محمد ﷺ احمد وہ قوموں کا ہادی
کوئی یاد تمہیں وہ ان کا احسان نہیں ہے؟
وہ کامل، اکمل وہ رحیم وہ عادل
کچھ تو بولو منہ میں تمہارے زبان نہیں ہے
کوئی تو ہو جو آنکھیں دکھا کر پوچھے
کیا کوئی عقل مند حکمران نہیں ہے؟
تاج فہم اسلام گر ہم میں آجائے
پھر دیکھنا کیسے بھاگتا شیطان نہیں ہے

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تو اس نے جواباً عائشہ کو دیکھا۔

"یہ کیا سن رہی ہوں مصطفیٰ تم شہوار کو ٹائم نہیں دیتے؟" ماں جی بھی فوراً چہیتی بہو کے حق میں ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھیں۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ماں جی! بابا صاحب کی وجہ سے کچھ زیادہ بزی ہوگیا ہوں اوپر سے آفس کے جھنجھٹ، گھر پر جتنا وقت ملے گا اب اتنا ہی گزار سکتا ہوں۔" وہ سجاد کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"پھر بھی گھر پر توجہ دیا کرو، آفس کے کام آفس تک ہی رکھو، نئی نئی شادی ہے تمہاری، گھومو پھرو تم تو شہوار کو لے کر کہیں گئے بھی نہیں۔" ماں جی نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

"آپ کے سامنے ہی ہے سب کچھ ماں جی! فارغ کب ہوتا ہوں میں۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمارے ہاں بھی دعوت پر نہیں آئے آپ، کئی کالز کی تھیں میں نے مجال ہے جو ایک بھی سنی ہو۔" حبا کو بھی فوراً اپنا شکوہ یاد آیا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ایک دو کیسز ہیں وہ دیکھ لوں پھر کچھ فارغ ہوا تو ان شاء اللہ سب کے گلے شکوے دور کردوں گا۔" شہوار کی طرف دیکھ کر اس نے کہا تو وہ مسکرادی۔

"بابا صاحب تو اب بہتر ہیں ان شاء اللہ ایک دو دن میں گھر بھی آجائیں گے۔ مصطفیٰ کا ولیمہ بھی نیٹ ہوتا

جارہا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں بابا صاحب کی طبیعت سنبھلتی ہے تو یہ نیک فریضہ بھی سرانجام دے دیتے ہیں۔“ مہر النساء زینب پھپھو سے مخاطب ہوئیں۔

”تو اور کیا سب ہی لوگ کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ مصطفیٰ کا ولیمہ کب ہوگا؟“ لائبہ بھابی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ ”ہم تو بڑی دھوم دھام سے ولیمہ کریں گے۔“ مصطفیٰ نے محض مسکرا دیا۔

”میرے یہ جو چند کام ہیں وہ نبٹ جائیں تو پھر رکھ لیجیے گا کوئی تاریخ‘ لیکن ابھی میں بہت بزی ہوں۔ ابھی کچھ بھی فائنل نہ کیجیے گا۔“

”کام کا بہانہ تو مت بناؤ‘ آج یہ کیس نبٹا تو اگلے دن کوئی نیا ل جائے گا۔ تمہارے بابا کے ساتھ ساری عمر گزاری ہے لیکن فرصت کبھی نہ ملی ان کو۔ وہ تو اللہ اللہ کر کے انہوں نے وقت سے پہلے ریٹائرمنٹ لی اور بزنس شروع کیا تو گھر والوں کے لیے اب کچھ وقت نکال لیتے ہیں۔“ مصطفیٰ مسکرا دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ماں جی کو یہ پروفیشن بالکل بھی پسند نہیں۔

”چلیں کوشش کروں گا لیکن ابھی بالکل بھی فری نہیں ہوں۔“ وہ ماں جی سے کہہ کر سجاد اور حماد کے ساتھ باتوں میں شریک ہوگیا۔ کچھ دیر بعد امجد خان کی کال آ گئی تو وہ اٹھ کر آ گیا تھا‘ شہوار کمرے میں آئی تو مصطفیٰ الماری کھولے کھڑا تھا۔ وہ کچھ فائلز نکال کر دیکھ رہا تھا۔

”ادھر میں نے ایک گرین والی فائل رکھی تھی؟“ مصطفیٰ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا‘ وہ چڑ گئی۔

”ہر وقت فائلز‘ آفس کالز‘ بھاگ دوڑ کوئی اور کام نہیں آپ کو۔“ مصطفیٰ نے اسے دیکھا‘ وہ ناگواری سے فائلز کو دیکھ رہی تھی جو اس نے ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔

”یہ سب میرے کام کا لازمی حصہ ہے ان سب سے تو تمہیں سمجھوتہ کرنا ہوگا۔“

”بشرطیکہ یہ کام صرف آفس تک ہی محدود رہیں تو۔“ شہوار نے ناراضگی سے کہا تو وہ مسکرایا۔

”لیکن اس وقت مجھے گرین فائل کی اشد ضرورت ہے وہ مل نہیں رہی۔“ مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے قریب آ کر خود الماری کا پٹ وا کر کے دیکھا تو فائل وہاں نہیں تھی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے خود الماری کی صفائی کر کے ساری فائلز ایک جگہ رکھی تھیں۔ پھر لاکر دیکھا‘ لاکر میں فائل موجود تھی شاید مصطفیٰ یا پھر اس نے خود ہی یہاں رکھ دی تھی‘ اس نے فائل نکال کر مصطفیٰ کو تھمائی۔

”یہ لیں۔“

”شکر ہے مل گئی‘ امجد خان نے یہ سارا کیس اور اس سے متعلقہ معلومات اکٹھی کی تھیں‘ اب مجھے اس فائل کی ضرورت تھی۔“ وہ فائل لے کر دوسری فائلز واپس الماری میں رکھنے لگا۔ شہوار سنجیدگی سے مصطفیٰ کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

”کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے آپ کی یہ جاب میری سوتن ہے۔“ شہوار کا انداز بے پناہ خفگی لیے ہوئے تھا۔ مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا وہ بستر کی چادر درست کر رہی تھی۔ مصطفیٰ بے اختیار مسکرا دیا‘ وہ آج کل بے پناہ مصروفیت کے سبب شہوار تو کیا کسی کو بھی ٹائم نہیں دے پا رہا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک نظر ہاتھ میں تھامی فائل کو دیکھا اور پھر ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں سے کیچر اتارتی شہوار کو اور پھر مصطفیٰ شہوار کی طرف پلٹا۔

”بڑی شکایتیں لگا رکھی ہیں تم نے میری ماں جی اور عائشہ سے۔“ وہ برش لے کر بالوں میں پھیرنے لگی تھی مصطفیٰ نے کندھوں سے تھامتے مسکرا کر پوچھا۔

رشک وفا

السلام علیکم! قارئین کیا حال ہے؟ یقیناً ٹھیک ہوں گے اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف تو جناب میرا نام (سوری) میرا تخلص رشک وفا ہے۔ گجرات کے ایک گاؤں برنالی سے تعلق ہے بائیس جولائی بروز جمعۃ المبارک کی ایک تپتی دوپہر میں اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔ چار بہن بھائی ہیں اور میں سب سے چھوٹی ہوں اس لیے لاڈلی بھی ہوں۔ بڑے بھائی وقاص کی تو سب سے زیادہ لاڈلی ہوں۔ کھانے میں بریانی اور چکن کی ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ کلرز میں بلیک اینڈ وائٹ موسٹ فیورٹ ہے اینڈ بیسٹ فرینڈز بہت سی ہیں کچھ کے نام یہ ہیں فوزیہ، اقراء، آنسہ مقدس بھابی، رضوانہ فوزیہ شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ لباس میں گھیر دار فراک اور چوڑی دار پاجامہ موسٹ فیورٹ ہیں۔ ایکٹرز میں شاہ رخ خان، فیصل قریشی اور سنگرز میں عاطف اسلم، رحت فتح علی خان اور ثریا گھوشال موسٹ فیورٹ ہیں۔ غزلیں سننا اور لکھنا اچھا لگتا ہے۔ آخر میں اپنی پیاری آپی سحرش کو سلام اور بہت بہت پیار اپنی ڈیئرسٹ ہادیہ کو ڈھیر سارا پیار اور ارمان جانی دنیا میں ویلکم او کے رب دا کھا فیک کیئر۔

"میں نے کوئی شکایت نہیں لگائی۔" اس نے چڑ کر کہا۔

"ہاں ماں جی اور عائشہ کو تو میں نے بتایا ہوگا کہ میں تمہیں ٹائم نہیں دے رہا۔" شہوار نے آئینے میں دیکھا مصطفیٰ اسے دیکھتے مسکرا رہا تھا۔

"عائشہ آپ کی روٹین پوچھ رہی تھی میں نے تو عام انداز میں ہی بتایا تھا اب ان دونوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ مجھے ٹائم نہیں دے رہے تو اس میں غلط کیا ہے؟"

"اف یہ شکوے......؟" مصطفیٰ نے ہنس کر اس کے ہاتھ سے برش لے کر واپس ڈریسنگ پر رکھا اور پھر گہری سانس لے کر کہا۔

"چلو آج سب فائلز ایک طرف رکھ کر تمہارے سب شکوے دور کر دیتا ہوں۔" مسکرا کر شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"رہنے دیں خوامخواہ آپ کا حرج ہوگا۔" اس نے پہلو بچانا چاہا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

"دیکھ لو میں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً تمہاری خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں اب تم خود ہی پہلو بچا رہی ہو۔" مصطفیٰ نے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے مسکرا کر کہا تو وہ ہنس دی۔ بڑی دلکش معطر جھلملاتی سی ہنسی تھی۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" مصطفیٰ کو دیکھتے اس نے شرارت سے کہا تو مصطفیٰ نے بے اختیار اسے اپنے اور بھی قریب کر لیا۔

"اور کیا کیا شکوے ہیں وہ بھی کہہ دو۔" شہوار کے بالوں کو انگلیوں سے چھیڑتے اس نے کہا تو وہ شرمائی۔

"کہا تو ہے ایسی کوئی بات نہیں۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا۔

"مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں لیکن جب آپ اس طرح گھر کو بھی آفس بنا لیتے ہیں تو الجھن ہوتی ہے۔"

"ان چند دنوں میں، میں کچھ زیادہ ہی بزی ہو گیا ہوں شاید خیر کوشش کروں گا کہ آئندہ گھر اور آفس کی روٹین کا خیال رکھوں۔" وہ مسکرا دی۔

مصطفیٰ سے قدرے پرے ہٹ کر دوبارہ برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنے لگی تھی۔

''اچھا آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' شہوار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو واپس پلٹتا مصطفیٰ رک گیا۔
''ہاں کہو۔''
''یہ دریہ واپس کب جائے گی؟'' اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا لیکن لہجے میں کچھ ایسی بے زاری تھی کہ مصطفیٰ ٹھٹک گیا۔
''کیوں خیریت؟''
''کافی عرصہ ہوگیا ہے اسے یہاں آئے ہوئے' جس مقصد کے لیے وہ یہاں آئی ہے وہ تو ہوتا نظر نہیں آرہا پھر وہ یہاں کیوں رکی ہوئی ہے؟'' مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا اور پلٹ کر بستر پر جا بیٹھا۔
''اب اس کی مرضی' وہ کچھ عرصہ مزید رکنا چاہتی ہے' زبردستی تو کوئی نہیں کرسکتا نا۔'' مصطفیٰ کا انداز سرسری سا تھا۔ شہوار نے برش رکھ کر بالوں کو دوبارہ کیچر میں جکڑ لیا۔
''لیکن اس طرح اس کے یہاں رہنے کی بھی تو کوئی وجہ نہیں ہے نا۔'' شہوار کے لہجے میں ناگواری تھی' مصطفیٰ چونکا۔
''کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے' پھر کچھ کہا ہے اس نے؟'' مصطفیٰ دریہ کا شہوار سے متعلق رویہ اچھی طرح دیکھ چکا تھا اس لیے فوراً متوجہ ہوا تھا۔ شہوار سنجیدگی سے پہلے بستر پر آ بیٹھی تھی۔
''اس کا میرے ساتھ رویہ بہت خراب ہوتا ہے' ہر وقت کوئی نہ کوئی طنز' خاندان کو لے کر بحث کرنا' آتے جاتے جملے کسنا' میں اب تک برداشت کررہی تھی لیکن اب اس نے جو روش اپنائی ہے وہ برداشت نہیں ہورہی مجھ سے۔''
''تم نے پہلے کیوں نہیں ذکر کیا' میں سمجھا تھا کہ میرے ایک بار کے خبردار کرنے اور اچھی طرح سمجھا دینے کے بعد اسے عقل آگئی ہوگی۔'' مصطفیٰ واقعی حیران ہوا تھا۔
''میں اپنی وجہ سے کوئی بدمزگی نہیں چاہتی' آپ نے شاید نوٹ کیا ہو یا نہیں لیکن دریہ آپ کو لے کر میرے ساتھ بہت غلط برتاؤ کرجاتی ہے اور جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ مجبوراً مجھے خاموش ہوجانا پڑتا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ پرسوچ انداز میں سرہلا گیا۔
''میں ماں جی سے ذکر کروں گا وہ اسے سمجھائیں گی تم ٹینشن نہ لو۔'' مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔
وہ تو اس دن سے ہی دریہ کی گاڑی میں مصطفیٰ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جانے والی حرکت سے پریشان ہوگئی تھی۔ وہ مصطفیٰ سے فوراً بات کرنا چاہتی تھی لیکن مصطفیٰ فری ہی نہ تھا اب موقع ملا تو اس نے فوراً یہ موضوع چھیڑ دیا تھا۔
''اور مجھے آپ کا دریہ کو امپورٹنس دینا بھی اچھا نہیں لگتا۔'' اس نے صاف لفظوں میں دل کی بات کی تو مصطفیٰ ایک دم حیران ہوا' اس نے سنجیدگی سے شہوار کو دیکھا وہ سنجیدہ تھی۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟''
''گھر میں ڈرائیور ہے اور باقی لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن باہر کہیں بھی آنا جانا ہو فوراً آپ کو کہتی ہے خصوصاً لیٹ نائٹ۔'' شہوار نے کہا تو مصطفیٰ نے گہرا سانس خارج کیا۔
''چھوڑو یار! وہ کزن ہے میری اس کی تمام تر بے وقوفیوں کے باوجود میں اسے ایک دم انکار نہیں کرسکتا۔''

گیا آسمان سے پرندہ

زمین پر چل نہ سکا اور آسمان سے بھی گیا
کٹا کے پر وہ پرندہ اڑنے سے بھی گیا
بھلا دیا تو بھولنے کی انتہا کردی
اب میں اس شخص کے وہم و گماں سے بھی گیا
کسی کے ہاتھ سے نکلا ہوا تیرا ہوں میں
جو ہدف کو چھو نہ سکا اور کمان سے بھی گیا
تباہ کرگئی مجھے پکے مکان کی خواہش
میں اپنے گاؤں کے کچے مکان سے بھی گیا
پرائی آگ میں کودا تو کیا ملا تجھ کو عادی
اسے بچا نہ سکا اور اپنی جان سے بھی گیا

صنعاء سندھو...... حضرت کیلیا نوالہ

شہوار نے خفگی سے دیکھا تو مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"یار وہ کم عقل سی ایرو ڈی بگڑے مزاج کی لڑکی ہے' تم کیوں پریشان ہورہی ہو چلی جائے گی واپس۔ وہ یہاں شہر نے تھوڑی آئی ہے۔ میں بھی اس سے واضح بات کرچکا ہوں اب بار بار ایک ہی بات دہرانا اچھا نہیں لگتا' اگر تم اس کو لے کر جیلس ہورہی ہو تو یہ اور بات ہے۔" بات کرتے کرتے مصطفیٰ آخر میں کچھ شرارتی ہوا تو شہوار نے گھور کر دیکھا۔

"میں کوئی جیلس ویلس نہیں ہورہی اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی ذاتی پرخاش ہے لیکن جب وہ منہ اٹھائے ہمارے کمرے میں گھسے گی' کہیں بھی آتے جاتے بلاوجہ آپ کو ساتھ گھسیٹے گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا اور مجھ پر بلاوجہ کی تنقید آتے جاتے طنز کرے گی تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گی پھر۔" بے پناہ خفگی سے کہا تو مصطفیٰ زور سے ہنس دیا۔

"میں تو سمجھتا تھا تم خاصی منفرد سی لڑکی ہو لیکن دریہ والے معاملے سے لگ رہا ہے کہ چاہے لڑکی کسی بھی طبقے کی ہو شوہر کے معاملے میں جذبات ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔" شہوار کی خفگی سے مصطفیٰ نے حظ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ویسے تھوڑا مزاج بدل لے اور ہر وقت شو آف رہنے کی بجائے ہم سب میں گھل مل جائے تو دریہ اتنی بری بھی نہیں' چھوٹے موٹے افیئر کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔" مصطفیٰ نے شرارتی انداز میں کہا تو شہوار ایک دم پیچھے ہٹی۔

"آپ......آپ......"

"دیکھو بھئی شریعت میں تو چار شادیاں بھی جائز ہیں ویسے میں افورڈ بھی کرسکتا ہوں اب جب کہ وہ خود لفٹ کرواتی ہے تو کیا حرج ہے۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ واقعی سنجیدہ ہوگئی تھی۔

"مصطفیٰ پلیز......خبردار آپ نے ایسا سوچا بھی تو۔ اگر آپ مذاق میں بھی ایسی کوئی بات کہیں گے تو مجھ سے

بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔
"سوچنے میں کیا حرج ہے؟"
"پلیز مصطفیٰ۔" اس نے چڑ کر کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر اس کا ہاتھ تھام کر پھر خود سے قریب کرلیا۔
"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے رعب میں آجاؤں گا۔" شہوار نے خفگی سے دیکھا' مصطفیٰ نے شرارت سے اس کی ناک دبائی۔
"تمہیں کیا لگتا ہے میں کوئی کم عمر بچہ ہوں جو دریہ جیسی لڑکی کی اداؤں سے گھائل ہوجائے گا اور انگلی پکڑ کر وہ جدھر لے چلے گی میں چل دوں گا۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو وہ گہرا سانس لیتے نفی میں سر ہلا گئی۔
"تو پھر پریشان کیوں ہوتی ہو؟ نظر انداز کردیا کرو جیسے میں اسے کردیتا ہوں ہاں جب بات میرے کنٹرول میں نہ ہوئی تو میں اسے ٹوک دوں گا۔ بی کول یار دریہ جیسی لاکھوں بھی آجائیں تو بھی مجھ جیسے شخص کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکتیں۔"
"مجھے اپنی قسمت سے ڈر لگنے لگا ہے' دریہ جب مجھے خاندان اور بے نام ونشان ہونے کے طعنے دیتی ہے تو اتنا غلط بھی تو نہیں کہتی۔" اس کے اندر وہی پرانا احساس کمتری عود کر آیا تھا' مصطفیٰ نے جواباً گھورا۔
"اُف وہی باتیں یعنی تمہیں مجھ پر اور میری محبت پر کوئی اعتبار نہیں۔" مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔
"آپ پر اعتبار نہ ہوتا تو ابھی یہ سب آپ سے نہیں کہہ رہی ہوتی۔"
"تو پھر ذہن سے ہر خدشہ مٹا کر خوش رہا کرو اس دل میں صرف ایک لڑکی کی محبت نے جگہ بنائی ہے اور اس کا نام مسز شہوار مصطفیٰ ہے اور اس کے بعد اس دل کا دروازہ سختی سے بند ہوگیا ہے۔ اب اس دل میں اور کوئی نہیں آسکتا۔" مصطفیٰ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑے اسٹائل میں ڈائیلاگ ادا کیا جبکہ وہ ایک دم ہنس دی۔ جھلملاتی ہنسی مصطفیٰ کو لگا اس کی روح تک سیراب ہوگئی ہو۔ اس نے بہت محبت ونرمی سے شہوار کو اپنی ذات میں سمیٹ لیا۔

❀......❀......❀
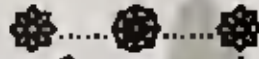
ضیاء صاحب کی طبیعت کافی بہتر تھی' ولید کے علاوہ سب ہی گھر پر تھے۔ انا سارا وقت کمرے میں قید رہی تھی۔ احسن اور روشی سمیت سب کو ہی صورت حال کا علم ہو چکا تھا۔ احسن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یا تو انا کا دماغ درست کردے یا پھر اس حماد کو جا دبوچے جس کی وجہ سے یہ سارا کھڑاگ پیدا ہوا تھا۔ وہ انا کے کمرے میں آیا تو وہ دیوار سے ٹیک لگائے قالین پر بیٹھی ہوئی تھی' اسے دیکھ کر سیدھی ہوگئی تھی۔ احسن نے دیکھا اس کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں متورم اور سرخ تھیں۔
"کیوں کررہی ہو تم ایسا؟" احسن نے پوچھا تو اس نے خاموشی سے سر جھکالیا۔
"کیا کمی ہے ولید میں؟" دوسرا سوال کیا۔
"انا......" کچھ دیر بعد وہ چیخا۔ "جواب دو مجھے خاموش کیوں ہو؟" اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کرتے اسے بغور دیکھتے اس نے پھر پوچھا۔ "جواب دو انا! میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" احسن نے پھر کہا۔
"کیوں کررہی ہو تم ایسا؟" وہ پھر خاموش رہی تھی اسی طرح سر جھکائے مہر بلب۔
"جانتی ہو کتنا بھروسہ کرتا تھا تم پر میں فخر کیا کرتا تھا تم پر میں سمجھتا تھا کہ میری بہن عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے۔

آج تک میں نے تمہاری کوئی بات نہیں ٹالی اور اب ایک دم سے یہ حماد چلا آیا' کیوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا' انا سر جھکائے کھڑی تھی۔ احسن نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا۔

''ماموں کی طبیعت مسلسل خراب ہے' مرتے مرتے بچے ہیں وہ' تمہاری اور ولید کی شادی ان کی زندگی کا خواب تھا۔'' احسن نے کہا تو انا کے اندر شدید اذیت نے سر اٹھایا۔

''ہر انسان کو اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے' اگر میں نے اپنے دل کی خوشی کی خاطر اپنا حق استعمال کیا ہے تو آپ سب کو میرا ری ایکشن اتنا بُرا کیوں لگ رہا ہے۔ یہ میری زندگی ہے' میں جو چاہے فیصلہ کروں' کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ میرے معاملے میں بولے۔'' اندر کی اذیت کا طوفان ایک دم پھٹا تھا۔ وہ ہیجانی انداز میں بولی تھی' احسن ششدر رہ گیا تھا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے' جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو؟'' اس کے الفاظ پر ایک دم مشتعل ہوتے احسن نے اس کا بازو جھنجوڑا۔

''بہت اچھی طرح۔'' احسن کی گرفت سے اپنا بازو کھینچ کر پیچھے ہٹتے اس نے بے رخی سے کہا۔ احسن حیرت زدہ رہ گیا تھا اس نے بغور انا کو دیکھا وہ اس کی طرف سے رخ موڑ گئی تھی۔

انا بہت بدلی بدلی' بدتمیز اور گستاخ محسوس ہو رہی تھی' احسن کو اس وقت وہ بہت بُری لگ رہی تھی۔

''میں جان سے مار دوں گا اگر اب تم نے ایسا کچھ بھی کہا تو۔'' احسن نے بہت غصے سے کہا تو انا طنزیہ ہنسی۔

''یہ بھی کر کے دیکھ لیں' اگر اس طرح مجھے مار کر آپ لوگوں کو سکون مل جائے تو کر لیں۔'' احسن حیرت سے گنگ رہ گیا' انا واش روم بند ہو گئی تھی۔ احسن نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں...... '' یہ واقعی ان کی انا نہیں تھی' وہ تو بہت مختلف لڑکی تھی۔ انتہائی بااخلاق اور باکردار۔ احسن نے آج تک اس کے کردار میں ہلکا سا جھول تک نہ دیکھا تھا' وہ تو ہمیشہ اپنے کردار کے معاملے میں بہت پکی رہی تھی پھر ایک دم یہ سب کیسے ہو گیا تھا۔

وہ اس قدر کیونکر بدل گئی تھی اتنی جلدی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو سکی تھی۔ احسن بے یقینی میں گھرا مسلسل واش روم کے بند دروازے کو گھور رہا تھا۔

❁......❁......❁
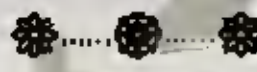
سہیل بھائی پاکستان آچکے تھے' شادی کی تیاریوں میں زور و شور سے اضافہ ہو چکا تھا۔ رابعہ آفس نہیں جا رہی تھی' ثریا بیگم اس کے آفس چھوڑ دینے پر مطمئن ہو گئی تھیں۔ رابعہ بہت مطمئن تھی' فیس بک پر اپ لوڈ ہونے والی تصاویر والا معاملہ اس کے گھر والوں اور ابوبکر کے علم میں نہیں آیا تھا۔

وہ گھر کی صفائی بھابی کے ساتھ کروا کر فارغ ہوئی تو اس کے موبائل پر کال آنے لگی' آفس سے کال تھی۔ آفس چھوڑ دینے کے بعد کی فارمیلٹیز مکمل کرنے اور اپنے واجبات کلیئر کروا لینے کے سلسلے میں آفس والوں نے بلوایا تھا' وہ امی کو بتا کر تیار ہو گئی تھی۔

سہیل بھائی گھر پر ہی تھے' ان کے ساتھ وہ آفس آ گئی تھی۔ وہ سب سے ملتی ہیلو ہائے کرتے اپنے کیبن کی طرف چلی آئی تھی۔ وہ شادی کے کارڈز بھی ساتھ لائی تھی۔ اس کا کیبن ابھی بھی خالی تھا۔ سہیل بھائی کو وزیٹر روم میں بٹھا کر وہ سر عباس کے روم کی طرف چلی آئی اور دروازے پر ناک کرتے خود کو قدرے ریلیکس کیا۔ وہ بھلے آفس چھوڑ چکی تھی لیکن وہ اذیت ناک واقعہ ایسا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اسے بھلا نہ پا رہی تھی۔

شگفتہ الطاف

ذئیر قارئین اور آنچل اسٹاف کو میرا پیار بھرا سلام قبول ہو! یسے تو کبھی پچھاڑ سے دیکھ رہی ہیں یہ میں ہوں شگفتہ الطاف۔ جی تو چلیں آپ سے اپنی ہستی کو متعارف کرواتی ہوں میرا! ہمتو جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں میں 10 اپریل 1999ء کو اس جہان فانی میں تشریف لاکر اس کی رنگینیوں میں اضافے کا باعث بنی۔ پچھلے کئی سالوں سے میں آنچل کی خاموش قاری ہوں اور اب باقاعدہ شرکت کرنے کا شرف حاصل کررہی ہوں۔ ہم آٹھ فیملی ممبرز ہیں تین بہنیں اور تین ہی بھائی ہیں اور میرا نمبر چوتھا ہے میٹرک کے امتحانات سے فارغ ہوں اور اب راوی چین ہی چین لکھ رہا ہے۔ سرخ گلاب بہت پسند ہے بارش بھی پسند ہے لیکن کیچڑ نہ ہو بس۔ سبھی رنگ پسند ہیں لیکن پنک اور بلیک فیورٹ ہیں۔ کھانے میں بریانی بہت پسند ہے رائٹرز میں نازی کنول نازی عشنا کوثر سمیرا شریف طور ام مریم، نبیلہ عزیز جیسی ضیاء بہت پسند ہیں۔ بہت زیادہ فرینڈز بناتی ہوں (ارے) آپ ابھی سے بور ہورہے ہیں ابھی تو میں نے انٹری دی ہے۔ بیسٹ فرینڈز میں شائستہ جمیل، ثریا جمیل اور اقراء کریم بخش شامل ہیں آخر میں دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور اس مشکل آزمائش کے دور میں ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے آمین اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

''لیس کم ان۔'' سر عباس کی آواز پر وہ اندر داخل ہوئی۔

''السلام علیکم سر!'' فائلز میں مصروف سر عباس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو چونکے۔

''ارے آپ وعلیکم السلام۔'' وہ ایک دم کھڑے ہوگئے تھے وہ ان کی ٹیبل کے پاس پہنچ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''کیسی ہیں آپ؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

''بیٹھیں نا۔'' وہ آہستگی سے ایک چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''اور سنائیں کیا ہورہا ہے آج کل؟'' عباس نے بڑی فرصت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے بھائی پاکستان آئے ہوئے ہیں تو بس اسی سلسلے میں مصروف ہیں سب۔''

''زبردست' مبارک ہو۔''

''تھینک یو سر!'' وہ مسکرائی۔ عباس نے اسے دیکھتے گہرا سانس لیا۔

وہ کئی دن بعد دکھائی دی تھی تو دل و نظر ایک دم بے قرار اور بے اختیار سے ہوگئے تھے۔

''مجھے آفس کی طرف سے کال آئی تھی؟'' اس نے کہا تو عباس نے سر ہلایا۔

''آپ نے یوں بالکل اچانک چھوڑ دیا تھا بس اسی سلسلے میں آپ کو کال کرنا پڑی۔ آپ پیچھے آفس میں وقار صاحب سے مل لیں میں کہہ چکا ہوں آپ کی پے کلیئر کردیں گے اور جو پچھلے چند ماہ کے الاؤنسز ہیں وہ بھی کلیئر کروالیں۔ اس کے بعد آفس ورک کے سلسلے میں جو فائلز آپ کے پاس تھیں وہ مس ہادیہ کو ہینڈ اوور کردیجیے گا۔ ابھی تک نیو اپائنمنٹ تو نہیں ہوئی لیکن یہ فائلز بہت ضروری تھیں، اس لیے بھی کال کرنا پڑی۔'' عباس نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

''کیا لیں گی چائے یا کافی؟'' عباس نے انٹرکام اٹھایا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''بس او کے سر! آپ تکلف مت کریں' میں بس زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔''

''تکلف کیسا میں چائے منگواتا ہوں۔'' انہوں نے کہا تو وہ چپ ہوگئی۔ ''اکیلی آئی ہیں کیا؟'' عباس نے

قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
''نہیں سہیل بھائی ساتھ ہیں ان کو ویٹنگ روم میں بٹھا کر آئی ہوں۔''
''ارے ان کو یہیں لے آتیں میں بھی مل لیتا ان سے۔''
''کوئی بات نہیں سر!'' رابعہ کا انداز تکلف بھرا تھا۔
''عادلہ نے دوبارہ تو رابطہ نہیں کیا؟'' عباس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
''نہیں۔''
''وہ اب کرے گی بھی نہیں اس کا بھائی حوالات میں بند ہے۔ آج کل میں جیل منتقل ہونے والا ہے اس کے باپ کی کنڈیشن بھی قابل گرفت ہے دھوکہ دہی اور فریب سے حاصل کردہ دولت اسی طرح بعض اوقات انسان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے۔ عادلہ کو مصطفیٰ اچھی طرح سمجھا چکا ہے اس کے باوجود وہ پھر کوئی کم عقلی دکھائے گی تو نقصان اٹھائے گی۔'' عباس نے کہا تو رابعہ نے گہرا سانس لیا۔ وہ اندر سے بے شک مطمئن تھی لیکن دل میں عادلہ کی طرف سے پھر کسی سازش کا خدشہ کلبلا رہا تھا۔
''بہرحال آپ مطمئن رہیں۔ عادلہ اب کچھ بھی نہیں کرے گی وہ مسلسل مصطفیٰ اور اس کے عملے کی نگرانی میں ہے اور دیگر سرگرمیوں پر گہری نگاہ ہے اگر وہ کچھ الٹا سیدھا کرے گی بھی تو فوراً ایکشن لے لیا جائے گا۔'' عباس نے بتایا تو رابعہ نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی۔
''تھینک یو سر!'' وہ واقعی مشکور تھی۔
''اب شکریہ کہہ کر شرمندہ مت کریں آپ پر یہ ساری آفت میری ذات کے سبب ہی تو تھی۔ عادلہ یہ ساری انتقامی کارروائی میری وجہ سے ہی تو کر رہی تھی اور بدقسمتی سے آپ آلہ کار بن گئیں۔'' عباس نے سنجیدگی سے کہا تبھی ملازم چائے کی ٹرے لیے چلا آیا تھا۔ ٹرے لا کر اس نے ٹیبل پر رکھی ملازم چلا گیا تو عباس نے ٹرے اپنے سامنے رکھ لی۔
کپ میں گرم پانی ڈال کر دودھ اور چینی ڈال کر اس نے ٹی بیگ ڈالا تھا کپ رابعہ کی طرف بڑھایا تو وہ مسکرائی۔
''شکریہ سر۔''
''یہ بھی لیں۔'' عباس نے دیگر لوازمات بھی اس کے سامنے کردیے تھے۔ ''آپ کی شادی کی تیاری کہاں تک پہنچی ہیں۔'' اپنے لیے چائے بناتے عباس نے اسے دیکھا وہ جھینپ سی گئی۔
''ابوبکر گھر ڈیکوریٹ کررہے ہیں ہماری طرف سے بھی تیاریاں مکمل ہیں۔ سہیل بھائی بھی آگئے ہیں باقی کام وہ دیکھ رہے ہیں۔''
''ابوبکر بہت اچھا لڑکا ہے ایک بار ہی ملا ہوں لیکن بہت متاثر ہوا ہوں۔ بہت محنتی اور خوددار انسان ہیں وہ۔'' عباس نے خلوص دل سے کہا رابعہ کے چہرے پر ایک اطمینان اور فخر کا احساس اجاگر ہوا تھا۔ ابوبکر واقعی ایک نائس انسان تھا۔
''شادی کے کارڈ چھپ گئے؟''
''جی۔''
''کیوں بھئی ہمیں انوائٹ نہیں کررہی ہیں؟'' چائے کے سپ لیتے عباس نے پوچھا۔

غزل

معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
کاغذ کی حویلی ہے بارش کا زمانہ ہے
کیا شرط محبت ہے کیا شرط فسانہ ہے
آواز بھی زخمی ہے اور گیت بھی گانا ہے
اس پار اترنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے طوفاں کو بھی آنا ہے
معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب جانا ہے

شگفتہ گل..... بھکر

"آپ آئیں گے؟"

"بالکل' اگر آپ انوائٹ کریں گی تو؟" رابعہ نے اپنا بیگ کھولا تھا' کارڈ تو لائی تھی لیکن سب کو دینے کے باوجود سر عباس کو دینے پر ڈبل مائنڈ ہو رہی تھی۔ کہاں وہ اتنے بڑے آفس کے مالک اور کہاں وہ ایک عام سی لڑکی پتا نہیں وہ آئیں بھی کہ نہیں' اب تک وہ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے شاید عادلہ کی وجہ سے لیکن وہ اپنی اس قسم کی سوچ کا اظہار سر عباس کے سامنے نہیں کر سکتی تھی اس نے آہستگی سے کارڈ نکال کر سر عباس کی طرف بڑھا دیا۔

"تھینکس کارڈ۔" کارڈ بہت خوب صورت انداز میں پرنٹڈ تھا' عباس کھول کر دیکھنے لگا۔

"ہم ضرور آئیں گے۔" عباس نے مسکرا کر کہا تو وہ مسکرائی۔

"اگر کسی بھی قسم کی کوئی خدمت درکار ہو تو ضرور کہیے گا' یقین جانیے گا ہمیں بہت خوشی ہوگی۔" عباس نے خلوص سے کہا۔

"نہیں سر! ایسی کوئی بات نہیں' بس آپ شامل ہو جایئے گا میری فیملی اس پر بہت خوش ہو جائے گی۔"

"چلیں ان شاء اللہ ضرور آئیں گے۔" عباس نے پھر یقین دہانی کروائی' اس نے محض سر ہلا دیا تھا۔

❁.....❁.....❁
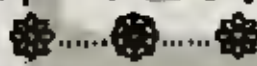
وہ بہت دن بعد کالج آئی تھی۔ اتنے دنوں کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ آنا تقریباً سب ہی لڑکیوں اور جاننے والوں نے خیریت دریافت کی تھی۔ شہوار نے جس لڑکی سے بھی کال پر رابطہ کر کے انا کی گمشدگی کے بارے میں پوچھا تھا وہ سب ہی متجسس تھیں۔ وہ ان کو ٹالتی رہی تھی' باقی وقت کلاسز لینے اور مصروفیت میں گزرا تھا' وہ کالج سے گھر آئی تو پھر وہی روٹین تھی۔ روشی گھر پر تھی ہلکی پھلکی سی چہل پہل تھی' ماموں گھر آ چکے تھے ان کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی تاہم وہ اپنے کمرے میں ہی تھے۔ وہ ان کے سامنے نہیں گئی تھی' عجیب سا گلٹ محسوس ہوتا تھا' گھر والوں سے اس کی مکمل بات چیت بند تھی۔ وہ چینج کر کے کچن میں آئی تو ٹھٹک گئی۔

ولید کرسی پر بیٹھا ہوا تھا روشی اس کے سامنے کھانا رکھ رہی تھی۔ بہت دن بعد وہ یہ منظر دیکھ رہی تھی ورنہ اتنے دنوں میں ولید سارا وقت ہسپتال میں ہی رہتا تھا۔ انا اندر داخل ہوئی تو روشی نے خاموشی سے اسے دیکھا' ولید کی بھی نگاہ پڑی تھی' اس نے لب دانت تلے دبا لیے تھے۔

انا دونوں کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے فریج کی طرف بڑھی تھی۔ بہت دنوں بعد کچھ کھانے پینے کو دل کر رہا تھا ورنہ گزرے دنوں میں تو کھانا پینا ایک طرف وہ تو سونا تک بھول چکی تھی۔ شاید سارا دن کالج میں مصروف رہنے کا نتیجہ تھا کہ ذہن گزرے دنوں والی کشمکش میں نہیں تھا۔ فریج میں پھل اور جوسز کے پیک موجود تھے اس نے فریج بند کیا۔ ان کے ہاں دوپہر میں کھانا فریش بنتا تھا' ماموں کی طبیعت کے مطابق ہلکا پھلکا کھانا ہوتا تھا' اس کے علاوہ ماما کے بوتیک اور احسن کے آفس بھجوانے کے لیے بھی کھانا پکتا تھا جو روزانہ ڈرائیور دے کر آتا تھا۔ وہ چولہے کی طرف بڑھی تو روشی پاس چلی آئی۔

"تم بیٹھو میں کھانا نکال دیتی ہوں۔" ماموں کی طبیعت کی خرابی کے بعد یہ پہلا جملہ تھا جو روشی نے کہا تھا۔

"نہیں میں کرلوں گی۔" پتا نہیں اجنبیت مزاج میں آئی تھی یا حالات میں انا گزرے دنوں میں مکمل طور پر بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ روشی نے اسے بغور دیکھا۔

دوپٹہ کندھوں پر ڈالے ڈھیلے ڈھالے لباس میں وہ جیسے ساری دنیا سے بے زار تھی' چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔ روشی نے بغور دیکھا تو دل دکھنے لگا' انا کا چہرہ زرد اور کملایا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد حلقے تھے۔ وہ ہمہ وقت فریش اور تر و تازہ دکھائی دینے والی لڑکی اس وقت سخت بے زار اور مرجھائی ہوئی تھی۔

انا نے چولہے پر رکھے برتن دیکھے بریانی کے علاوہ سالن بھی تھا اور ماموں کے لیے علیحدہ سے پرہیزی کھانا' اس نے خاموشی سے پلیٹ میں تھوڑی سی بریانی نکالی تھی روشی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"بابا کو کچھ ہلکا پھلکا کھلا کر میڈیسن دے دو۔" ولید نے سنجیدگی سے یوں مسلسل انا کو دیکھتی روشی کو دیکھا اور پھر ناگواری سے ٹوکا۔

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ کہہ کر فوراً فریج کی طرف بڑھی تھی۔ سیب نکال کر پلیٹ میں رکھ کر وہ پلٹی تو چونکی انا ٹرے میں اپنے لیے تھوڑی سی بریانی اور پانی کا گلاس رکھ رہی تھی۔

"یہ رائتہ اور کباب بھی رکھے ہوئے ہیں لے لو۔" اسے یونہی ٹرے اٹھائے دیکھ کر روشی نے کہا۔

"اٹس اوکے۔" وہ کہہ کر کچن سے نکل گئی تھی۔ روشی کے اندر عجیب سے انداز میں کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ ابھی تک یہ سب کوئی خواب سمجھ کر یقین کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہو پا رہی تھی لیکن آج اتنے دنوں بعد انا کا رویہ اور پھر اس کی حالت دیکھ کر اس کے دل کو سخت اذیت ہو رہی تھی۔ فریج بند کرکے وہ پلٹی تو ٹھٹکی' ولید ابھی تک بالکل ویسے ہی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے جو تھوڑا بہت کھانا پلیٹ میں ڈالا تھا وہ جوں کا توں تھا' ولید نے سختی سے لب بھینچ رکھے تھے اور چمچ سے پلیٹ میں رکھے' کباب کے پیس کر رہا تھا' سر جھکا ہوا تھا۔ وہ اس کے چہرے سے کچھ اندازہ نہ لگا پائی تھی۔ روشی نے ٹوکنا چاہا لیکن پھر نفی میں سر ہلا کر چھری لے کر کچن سے نکل گئی تھی۔ ولید نے سر اٹھا کر اسے جاتے دیکھا اور پھر پلیٹ کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا کھانا کھانے کا موڈ بالکل غارت ہو چکا تھا' اتنے دنوں بعد انا سے سامنا ہوا تھا۔

وہ گزرے دنوں میں اس قدر اپ سیٹ رہ چکا تھا کہ اب کسی بھی معاملے کو سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ آفس نہیں جا رہا تھا وہ مسلسل ضیاء صاحب کی دیکھ بھال میں لگا ہوا تھا۔ وہ کچن سے نکلنے لگا تو منزاں داخل ہوئی۔ برتن جوں کے توں دیکھ کر رک گئی۔

"صاحب کھانا نہیں کھایا۔" باہر نکلتے ولید کو دیکھ کر پوچھا۔

سیدہ فرزین حبیب

السلام علیکم! آنچل کے دوستوں! کیسے ہیں آپ سب؟ میں نے بھی اپنی خاموشی کو زبان دی اور آپ کی محفل میں شریک ہوگئی۔ نام سے تو واقف ہو گئے کچھ دوست اور دل کے قریب لوگ پنکی بھی کہتے ہیں۔ اکیس اپریل کی پُر بہار اور روشن صبح اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی لہٰذا ہمارا اسٹار ثور ہے خامیاں بے شمار ہیں مثلاً بہت زیادہ جذباتی' غلط بات برداشت نہ کرنا' اپنی امی کو تنگ کرنا وغیرہ وغیرہ مگر خوبیاں صرف گنتی کی ہیں بقول دوستوں کے ملنسار' معاون اور پُر خلوص ہوں جس سے دل مل جائے اس سے ہر بات شیئر کرلیتی ہوں اور جو ہم مزاج نہ ہو اس سے زیادہ بے تکلفی پسند نہیں۔ تعلیمی قابلیت صرف' ایم ایڈ' ایم ایس سی اور بی ایڈ میں پوزیشن ہولڈر ہوں اور پچھلے تین سال سے گورنمنٹ سیکٹر میں سائنس کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہوں۔ تمام طالبات کی ہر دلعزیز ٹیچر ہوں (آہم) فارغ اوقات میں اچھی سی شاعری کی کتاب یا آنچل پڑھنا پسند ہے۔ پسندیدہ شاعر وصی شاہ' احمد فراز' آر بے سید محفوظ الحسن اور پروین شاکر ہیں۔ فلموں اور انڈین ڈراموں سے کوئی لگاؤ نہیں' پی ٹی وی اور پاکستانی ڈرامے شوق سے دیکھتی ہوں۔ کھانے میں بریانی' اچار گوشت' دال چاول اور آئس کریم بہت رغبت سے کھاتی ہوں۔ پنک اور بلیک فیورٹ کلرز ہیں' ہر وہ لباس جو مشرقی روایت کے ساتھ حیا کا عنصر بھی لیے ہو پہننا اچھا لگتا ہے۔ مذہب سے بہت لگاؤ ہے' پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہوں اس کے علاوہ اکثر نفلی روزے اور نماز دلی سکون کا باعث بنتی ہے۔ دوست کوئی خاص نہیں' میری بہن فرحانہ اور اللہ پاک ہی بہترین دوست ہے۔ میرے پاپا کی دعائیں اور امی کی قربانیاں میری کامیابیوں کا اصل خزانہ ہیں اللہ پاک ان کا سایہ ہمیشہ ہم پر سلامت رکھے اور ہم چار بہنیں اور ایک چھوٹا مگر نٹ کھٹ سے شرارتی بھائی فرحان ہے جو ہم سب کی جان اور مان ہے۔ اپنے بھانجا اور بھانجی (شاذل اور عدن) کو بہت یاد کرتی ہوں جو لاہور میں رہتے ہیں۔ میری امی کی محبت میرے جسم میں خون بن کر دوڑتی ہے' ان کے بغیر میری ذات بالکل ادھوری ہے۔ لکھنے لکھانے کا شوق بھی' ان کی ہمت اور آنچل کی مطالعے سے پیدا ہوا۔ فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی' عمیرہ احمد' اشفاق احمد' ام مریم' سمیرا شریف طور' ثمرہ بخاری' بانو قدسیہ ہیں۔ آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت "نفرت کو محبت سے بدلنے کی کوشش کرو اگر تا کام بھی ہو گئے تو سرخرو ہو گے" لہٰذا خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں' بتایئے گا ضرور میرا تعارف کیسا لگا۔

بھوک نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر کچن سے نکل آیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا تو اس کا موبائل بج رہا تھا' کوئی انجان نمبر تھا' اس نے کال ریسیو کی۔

"السلام علیکم!" زنانہ آواز پرشکا لیکن آواز سنی سنائی سی تھی۔

"وعلیکم السلام!"

"میں شہوار بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے تعارف کروایا گیا تو ولید نے گہرا سانس لیا۔

"آج انا کالج آئی تھی' بتارہی تھی کہ انکل کی طبیعت خراب ہے' کچھ دن ہاسپٹلائزڈ رہے ہیں۔" وہ پوچھ رہی تھی۔ ولید کے اندر انا کے ذکر پر عجیب سا اشتعال برپا ہوا تھا۔

"جی۔"

"ادھر بابا صاحب بھی بیمار تھے' شکر ہے کل گھر آگئے ہیں لیکن گھر میں ٹریٹمنٹ چل رہی ہے اس لیے ہم لوگ بزی تھے۔ آپ سے بھی کوئی رابطہ نہ ہوسکا اور نہ ہی مصطفیٰ نے ذکر کیا ورنہ میں انکل کی عیادت کو ضرور آتی۔ آج

کل میرا انا سے بھی تقریباً رابطہ نہ ہونے کے برابر رہا ہے ورنہ اس سے انکل کی خراب طبیعت کا علم ہو جاتا۔" شہوار نے کہا تو ولید نے خود کو کمپوز کرتے مسکرانے کی کوشش کی۔

"اٹس او کے بابا اب کافی بہتر ہیں۔" انداز میں اطمینان تھا۔

"مصطفیٰ سے میرا بھی رابطہ نہیں' بس بابا کی وجہ سے بہت بزی اور پریشان رہا ورنہ وہ ہی شاید آپ کو بتا دیتا۔"

"ہاں وہ بھی آج کل ایک دو کیسز میں بہت بزی ہیں' آج گھر آئیں گے تو میں اور وہ ان شاء اللہ انکل کی عیادت کو آئیں گے۔"

"جی ضرور۔" ولید نے خلوص دل سے کہا۔

شہوار انا کی دوست نہ ہوتی تو بھی اس سے بات کرنے کے لیے مصطفیٰ کا حوالہ کافی تھا۔ شہوار نے کچھ دیر اور بات کی اور پھر کال منقطع کر دی تھی۔ موبائل بستر پر ڈالتے ولید نے چند پل کچھ سوچا اور پھر موبائل پاکٹ میں ڈالتے وہ ضیاء صاحب کے کمرے میں آ گیا تھا۔ روشی ان کے کندھے دبا رہی تھی اور ساتھ ساتھ بات بھی کر رہی تھی۔

"میڈیسن دے دی؟" ولید نے پوچھا تو ضیاء صاحب نے آنکھیں کھول کر بیٹے کو دیکھا۔

"جی۔"

"بس کرو تم آرام کرو سارا دن لگی رہتی ہو میں اب ٹھیک ہوں۔" بابا نے دھیمی نقاہت زدہ آواز میں کہا تو روشی مسکرائی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"اپنی طبیعت کا خیال رکھا کرو میرا کیا ہے اپنی زندگی اور وقت پورا کر چکا ہوں' آج ہوں کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔" انہوں نے کہا تو روشی نے ناراضی سے دیکھا۔

"پھر وہی باتیں شروع کر دیں' آپ ایسی باتیں مت کیا کریں' آپ جانتے ہیں کہ مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے آپ کو ہزاروں سال جینا ہے ہمارے لیے۔" روشی ایک دم رنجیدہ ہو گئی تھی۔ ضیاء صاحب نے اپنا لرزتا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا تھا۔

"خوش رہا کرو۔" ان کی آواز میں لرزش تھی۔ ولید خاموشی سے بستر کے قریب کھڑا تھا۔

"کھڑے کیوں ہو بیٹھو نا؟" انہوں نے کہا تو وہ بیٹھ گیا' انہوں نے بغور دیکھا' ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"کیا بات ہے پریشان ہو؟ اب تو میں ٹھیک ہوں پھر کیوں ٹینشن لیتے ہو۔" انہوں نے کہا تو ولید نے دھیرے سے مسکرا کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"بس آپ کی فکر ہے' آپ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پھر کوئی ٹینشن نہیں۔"

"تم دونوں بہن بھائی نے مجھے بچہ بنا رکھا ہے' دیکھو یہ معمولی اٹیک تھا' اب ٹھیک ہوں تم دونوں بھی مطمئن ہو جاؤ کچھ نہیں ہوگا ابھی مجھے۔" وہ مسکرا رہے تھے ولید نے بھی ان کی ہمت پر مسکرا کر سر ہلا دیا' اس سے پہلے کہ جواباً وہ کچھ کہتا کمرے کے دروازے پر انا آ رکی تھی۔ ولید دروازے کی طرف ہی بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر لب بھینچ گیا تھا انا جو کھانا کھا کر برتن کچن میں رکھ کر ادھر آئی تھی مگر وہاں روشی کے علاوہ ولید کو دیکھ کر ایک دم رک گئی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ فوراً واپس پلٹ جائے تب ہی ولید کو سامنے دیکھتے پا کر روشی اور ضیاء صاحب نے بھی

غزل

کچھ محبت سے کچھ سیاست سے
چال چلتے ہیں لوگ چاہت سے
کتنی سادہ ہے یہ حسیں دنیا
قتل کرتی ہے کس مروت سے
راستہ اپنا تم جدا کرلو
سوچتے کیا ہو ایک مدت سے
درد بڑھتا ہے بڑھتے رہنے دو
درد ملتا ہے دوستی قسمت سے
ہے خوشی غم ہی اس مسئلے کا حل
بات الجھے گی اب وضاحت سے
اس کے منصب سبھی مقدس ہیں
اس کو نسبت ملی ہے جنت سے
گھر بھی اس کے بن سونا سونا ہے
سر پہ سایہ تھا ماں کی شفقت سے

انتخاب: آسیہ اشرف..... گنگاپور

دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

''انا.....'' روشی نے اسے پکارا اب کمرے میں داخل ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

''السلام علیکم!'' وہ اندر آ گئی تھی دھیمے سے کہا تو ضیاء صاحب نے سر ہلا دیا۔ ان کے دل و دماغ پر پھر وہی لمحے تازہ ہونے لگے جب انا شادی سے انکار کرتے کسی اور لڑکے کا نام لے کر اپنے باپ کے سامنے کھڑی تھی اور پھر وقار کا ہاتھ اٹھا تھا۔ ضیاء صاحب کے چہرے کا رنگ ایک دم زرد ہو گیا تھا' ولید جو باپ کو دیکھ رہا تھا ایک دم چونکا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے بابا؟'' اس نے فوراً پریشانی سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' انہوں نے آہستگی سے کہہ کر انا کو دیکھا۔

''بیٹھو انا۔'' وہ اندر آ تو گئی تھی لیکن اب سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے۔

''میں آپ کی خیریت پوچھنے آئی تھی' کیسے ہیں آپ اب؟'' ان کے کہنے پر اس نے جھجکتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائے۔

''اللہ کا کرم ہے' تمہارے سامنے ہوں۔ یہ روشی اور ولید تو خوامخواہ ہی پریشان ہو گئے تھے ورنہ میں تو اگلے دن ہی گھر آنا چاہ رہا تھا۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو انا نے سر ہلا دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب بھلا مزید کیا پوچھے' وہ کھڑی لب بھینچ گئی۔

روشی سر جھکائے اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی اور ولید اس کی توجہ صرف اور صرف ضیاء صاحب کی طرف

تھی۔ اسے ایک دم بے پناہ اجنبیت کا احساس ہوا تو دل کے اندر بہت کچھ ٹوٹنے لگا۔
''چلتی ہوں۔'' لہجے میں عجیب سی شکستگی تھی ذلید نے سر جھکا کر دیکھا۔
''رُکو نا۔'' اس کے پلٹنے پر ضیاء صاحب نے کہا۔
''نہیں' بس آپ کو دیکھنے آئی تھی۔ آج بہت دن بعد کالج گئی تھی تو اسٹڈی کا بہت سارا میٹر ہے' وہ سب دیکھنا ہے۔'' دھیمے سے کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی' تینوں نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁
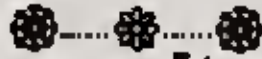
وہ اپنے کمرے میں کتابیں پھیلائے بیٹھی ہوئی تھی' ایک کتاب اس کی گود میں کھلی پڑی تھی لیکن اس کی توجہ کتاب کی طرف نہیں تھی' وہ نجانے خلا کی وسعتوں میں کس نادیدہ نقطے کو دیکھ رہی تھی۔
روشی کچھ دیر دروازے میں کھڑی دیکھتی رہی تھی اور اس کے پاس قالین پر آ بیٹھی۔ انا نے چونک کر اسے دیکھا' روشی اس کی قریب موجود تھی۔
''تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟'' روشی نے انا کو بغور دیکھتے پوچھا۔ انا کے چہرے کے رنگ میں ایک اذیت سی گھل گئی تھی۔ وہ سر جھکا کر کتاب میں نادکھائی دینے والے حروف کھوجنے لگی۔
''جواب نہیں دو گی یا تمہارے پاس سرے سے ہمارے کسی سوال کا جواب ہی نہیں؟'' روشی کے لہجے میں تلخی تھی' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔
ماما پاپا سے بول چال بند تھی' احسن بھی سخت پریشان تھا اور باقی لوگوں کے تو گویا دن رات کوفتوں پر گزر رہے تھے۔
''محبت کرنا یا کسی کو پسند کرنا جرم ہے کیا؟'' روشی کی تلخی نے اسے اندر سے ریزہ ریزہ کر دیا تھا' جواباً لفظوں میں اذیت گھل گئی تھی۔
''محبت جرم تب بنتی ہے جب اس کے حصول کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا جاتا ہے' محبت تو بہت پاکیزہ جذبہ ہے جو ہر کسی کے لیے پیدا نہیں ہوتا۔'' بہت دن بعد روشی خود سے اس کے پاس آئی تھی اور خود سے ہی بات کا آغاز کیا تھا۔
''میں نے کوئی غلط طریقہ اختیار نہیں کیا تو پھر میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟'' انا کے الفاظ میں اذیت سی گھل گئی تھی۔ وہ اذیت جو وہ پچھلے کچھ دنوں میں جھیل رہی تھی۔
''سچ سچ بتاؤ انا' یہ حماد کہاں سے آ گیا ہے' بالکل یوں اچانک ایک دم سے۔'' انا نے سر جھکا کر ایک گہرا سانس لیا۔
''وہ محبت کرتا ہے مجھ سے۔'' اس نے دھیمے سے کہا' روشی نے اسے بغور دیکھا۔ انا کتاب کے صفحات پلٹ رہی تھی روشی نے کتاب پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔
''اور تم؟'' انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''ہاں میں بھی محبت کرتی ہوں اس سے۔'' اس نے اپنے الفاظ میں مضبوطی پیدا کرنا چاہی تھی' روشی طنزیہ ہنسی' انا نے الجھ کر اسے دیکھا۔
''اور ولی بھائی۔'' ولید کے نام پر اس کے چہرے پر سخت اذیت کی لہر پیدا ہوئی تھی۔
''ان کی کیا حیثیت ہے تمہاری زندگی میں؟ بہت... سے لوگوں کی موجودگی میں تمہارا اور ان کا رشتہ طے پایا تھا۔

اگر تم کسی اور سے محبت کرتی تھیں تو انکار کیوں نہیں کیا تم نے اتنے ماہ تک کیوں کھیلتی رہیں ہم سب کے جذبات سے۔'' روشی کا انداز یک دم جارحانہ ہوا تھا۔ انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں نے کسی کو بھی دھوکہ نہیں دیا' تم اپنے بھائی سے جا کر پوچھ سکتی ہو میں نے کبھی ان کو چیٹ نہیں کیا۔ میں نے تو بہت فیئر ہو کر ان کی اور تم سب کی زندگی سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔ حماد ایک اچھا انسان ہے' محبت کرتا ہے مجھ سے اور میں بھی اسے پسند کرتی ہوں۔ بہت صاف الفاظ میں سب کو کہہ دیا تھا' دھوکہ تو یہ ہوتا کہ میں ڈبل کراس کرتی پھر یہ الزام کیوں؟'' انا نے بہت ہی سنجیدگی سے کہا۔

''انا پلیز' کس کو بے وقوف بنا رہی ہو' تم سمجھتی ہو کہ یہ حماد حماد کر کے تم ہمیں بے وقوف بنالو گی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیا وجہ ہے' جس کی وجہ سے تم ولید بھائی کو چھوڑ رہی ہو' لیکن میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ تم ولید بھائی کے ساتھ بہت خوش تھیں' تم اس رشتے پر مطمئن تھیں۔ دیکھو انا ہم کزنز ہی نہیں اچھی دوست بھی تھیں' کیا ولید بھائی اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا۔'' روشی نے براہ راست اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو وہ چند پل کو ساکت رہ گئی۔

''میرا اور ولید کا کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا' امی سے پوچھ سکتی ہو مجھے شروع سے ہی اس رشتے پر اعتراض تھا' میں بس تمہاری شادی کی وجہ سے اس منگنی کے لیے راضی ہوئی تھی' اس کے بعد بھی بس اس لیے خاموش رہی کہ شاید میں مطمئن ہو جاؤں لیکن میں خود کو راضی نہیں کر پائی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

احسن' وقار اور صبوحی کے سامنے وہ یہ سب باتیں نہیں کر سکتی تھی اور نہ اس نے کی تھیں لیکن اس نے روشی کی سامنے سب کہہ دیا تھا وہ جانتی بھی تھی کہ یہ سب احسن بھائی تک پہنچ جائے گا اور پھر ماما پاپا تک بھی۔

''یعنی تم حماد کی خاطر ہم سب کو چھوڑ دو گی؟'' روشی نے دکھ سے پوچھا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اگر حماد سے رشتہ جوڑنے کی سزا تم لوگوں کے نزدیک تم سب کو چھوڑ دینا ہے تو میں پھر کیا کر سکتی ہوں۔ بہرحال یہ زندگی میری ہے اور میں اپنی شادی سے متعلق اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہوں۔ مجھے تمہارا بھائی پسند نہیں اگر میں ولید کی جگہ حماد کو سپورٹ کر رہی ہوں تو اس میں غلط کیا ہے؟ براہ راست دل کی بات کی ہے کوئی جرم تو نہیں کر لیا۔'' بہت تلخی سے کہہ کر وہ اٹھی تھی' پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی تھی لیکن دروازے میں ولید کو کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی اسے یوں ٹھٹکتے دیکھ کر روشی نے بھی دیکھا تھا' ولید لب بھینچے کھڑا تھا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کافی دیر سے موجود تھا۔ یقیناً ان کی گفتگو کا سارا حصہ سن چکا تھا۔ انا کا دل ایک دم ڈوب کر ابھرا تھا' وہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی تھی۔

''تمہیں احسن بلا رہا تھا۔'' ولید نے روشی کو دیکھ کر کہا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی' ولید اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا تھا' روشی ولید کے پاس سے گزر کر چلی گئی تھی۔

''تم سمجھتی ہو تم نے یہ جو ڈرامہ شروع کیا ہے اس سے ہم سب کو بے وقوف بنالو گی۔'' ولید کے لہجے میں اس قدر تلخی تھی کہ وہ ایک دم ساکت رہ گئی تھی۔

''مائنڈ یور لینگویج۔ میں کوئی ڈرامہ نہیں کر رہی۔'' ولید اتنے دنوں بعد براہ راست اس سے مخاطب تھا۔ وہ بھی فوراً اس کے الفاظ ''ڈرامہ'' پر مشتعل ہوئی تھی۔

''تو یہ سب کیا ہے؟ بے وقوف نہیں ہیں ہم سب لوگ' ہمیں چلا رہی ہو اور ہم تمہاری اس بکواس اسٹوری پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیں گے۔'' ولید غصے سے چند قدم بڑھ کر اس کے مقابل آ ٹھہرا تھا۔

اسماء خان

السلام علیکم! میرا نام اسماء خان ہے 14 دسمبر کو دنیا میں جلوہ افروز ہوئی ہم سات بہن بھائی ہیں۔ پانچ بہنیں دو بھائی میرا نمبر پہلا ہے مطالعے کی بچپن سے عادت ہے جواب جنون بن گئی ہے آنچل بہت پسند ہے فیورٹ رنگ سیاہ ہے۔ کھانے میں بیف بریانی بہت پسند ہے میٹھا میں نہیں کھاتی۔ خوبی کوئی نہیں خامیاں بہت ہیں غلط بات برداشت نہیں ہوتی' نہ جھوٹ اس لیے لڑاکا ہوں۔ شوق' کتابیں پڑھنا ہے اور دوسرا ایک اسکول کھولنا اور اپنے لیے ایک گھر بنانا ہے۔ دعا کیجیے گا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں آمین۔ مجھے صرف اپنی ماں سے بہت محبت ہے دوسرے نمبر والی بہن اور سب سے چھوٹے بھائی محمد احمد سے بھی پیار ہے' رشتوں نے بہت دکھ دیا ہے ہر بار اعتبار مان توڑا ہے' بہت اذیت اٹھائی ہے میں نے۔ میری سب سے درخواست ہے خدارا کسی کا اعتبار مت توڑیں' دھوکہ مت دیں' جھوٹ نہ بولیں جب اعتبار ٹوٹتا ہے تو کچھ نہیں بچتا۔ بہت تکلیف ہوتی ہے اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

انا نے تختی سے دیکھا۔

"میں آپ کے سامنے اپنے کسی بھی عمل کی جواب دہ نہیں ہوں' بہتر ہے مسٹر ولید ضیاء احمد آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

"تم...... تم......" ولید ایک دم غصے سے اس کی طرف لپکا تھا۔ کلائی سے تھام کر قریب کیا۔

"میں چاہوں تو ایک پل میں تمہارا دماغ درست کرسکتا ہوں' ایک ہی پل میں ساری اکڑ نکل جائے گی تمہاری۔" مضبوط گرفت میں اس کی کلائی ایسے جکڑی جیسے ابھی کاٹ دی جائے گی۔

"کیا بدتمیزی ہے چھوڑیں مجھے۔" اس کی مضبوط گرفت سے اپنا بازو نکالنے کی کوشش کرتے وہ چیخی۔

"تم ذہنی طور پر ایک بیمار لڑکی ہو ایک شکی مزاج اور بے وقوف۔ تمہاری کم عقلی نے ساری فیملی کو ڈسٹرب کر کے رکھ دیا ہے۔ تم سمجھتی ہو یہ سب کر کے تم کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے لوگی تو بھول ہے تمہاری۔ تم صرف اپنا نقصان کر رہی ہو صرف اپنا۔" بجائے اس کے کہ وہ اس کا بازو چھوڑتا ایک دم سختی سے اسے دھکیلتے اس نے کہا۔ انا ٹیبل کے کونے سے ٹکرائی اور اس کی کمر پر ٹیبل کا کونہ بڑے زور سے لگا تھا۔

"آہ......" وہ ایک دم کراہ اٹھی تھی جبکہ ولید نے دھیان نہ دیا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے چھوٹے ذہن کی لڑکی ہو' کاشفہ جیسی لڑکی کو بنیاد بنا کر تم مجھے ریجیکٹ کروگی۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔"

"ولید چھوڑیں مجھے۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔ ولید نے طنزیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جبکہ اس کی کمر سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی خود کو' میں جو ہوں وہی کر رہی ہوں۔ میں ایک بے وقوف' کم عقل نان سینس لڑکی ہوں تو کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ' چلے جائیں یہاں سے میں آپ کا رستہ کلیئر کر چکی ہوں۔ آپ کے رستے سے ہٹ کر آپ کو آگے بڑھنے کا موقع دے چکی ہوں اب کیوں چلا رہے ہیں مجھ پر۔"

"شٹ اپ۔" وہ انا کے چلانے پر اس سے زیادہ زور سے چلایا تھا۔

"مجھ پر چلانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔" انا بغیر ڈرے چلائی تھی۔

''یو ایڈیٹ......'' ولید کا ہاتھ ایک دم طیش کے عالم میں بلند ہوا لیکن پھر اس نے ہاتھ روک لیا تھا۔
''تم ایک چھوٹی سی بے بنیاد بات کو ایشو بنا کر یہ سب کرو گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تم حماد کو کیوں درمیان میں لائی ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا تم یہ سب کر کے بہت پچھتاؤ گی۔ بہت......'' غصے سے ہاتھ ہٹاتے اسے ایک دم جھٹکے سے چھوڑ کر اس نے کہا۔ انا کی آنکھیں بہنے لگیں' کمرے کے ورا احساس توہین سے وہ جم سی گئی تھی۔
''میں پچھتاؤں' مروں یا جیوں میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں کہ آپ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ میں کچھ بھی کروں آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے اور بے فکر رہے گا۔ میں مر بھی جاؤں تو بھی مدد مانگنے آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔'' بھیگی آنکھوں' اور رندھی آواز میں اس نے کہا تو ولید نے ازحد تاسف سے اسے دیکھا۔
''جان بوجھ کر خود کو کسی کھائی میں گرا لینا شاید اسے ہی کہتے ہیں۔ تمہارا خیال ہے مجھے تمہاری پروا ہوگی یا تمہاری فکر میں مرا جا رہا ہوں' ہونہہ...... نائی فٹ۔'' بہت تنفر اور غصے سے کہا۔ انا نے بے دردی سے دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ولید کو دیکھا۔
''تو پھر اس وقت میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں؟'' سوال ایسا چبھتا ہوا اور تکلیف دہ تھا کہ ولید نے لب بھینچ لیے تھے۔
''میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ۔'' وہ رستے میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔
انا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھتے وہیں قالین پر بیٹھ گئی اس کا دل جل رہا تھا' آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے اسے ایک دم احساس توہین سے اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا وہ وہیں بیٹھ کر گھٹنوں میں منہ چھپا کر شدت سے سسک اٹھی تھی۔

❁......❁......❁
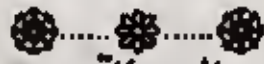
مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار بابا صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' بابا صاحب گھر شفٹ ہو چکے تھے۔ ان کی حالت پہلے سے بہتر تھی لیکن شاہ زیب صاحب نے ان کو واپس گاؤں جانے نہیں دیا تھا سب ہی ان کا خاص خیال رکھ رہے تھے۔ دونوں پھپھو جا چکی تھیں عائشہ اور صبا بھی ساتھ چلے گئے تھے۔
زاہد بھائی اسی شہر میں تھے سو وہ روزانہ شام میں بیگم اور حماد کے ساتھ چکر لگا رہے تھے' اس وقت بھی آئے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ سیدھا ان کے پاس ہی آ کر بیٹھا تھا۔
''آپ کو پتا ہے ولید بھائی کے والد صاحب کی طبیعت کافی خراب رہی ہے وہ کچھ دن اسپتال میں رہے ہیں اب گھر آ چکے ہیں۔'' اس نے مصطفیٰ سے کہا' مصطفیٰ چونکا۔
''اچھا' کب......؟ مجھے تو ولید نے کچھ بھی نہیں بتایا اور میں بھی اس سے رابطہ نہیں کر پایا۔''
''ہاں وہ بھی یہی کہہ رہے تھے' میں تیار ہوتی ہوں پھر ان کی عیادت کر آتے ہیں۔'' اس نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلایا۔
''او کے چلو میں بھی تیار ہو جاتا ہوں۔'' مصطفیٰ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔
''ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں' بابا صاحب سے مل لیا ہے تمہارے ساتھ ولید کے ہاں بھی ہو لیتے ہیں۔ کیوں کیا خیال ہے؟'' حماد نے فوراً کہا تھا زاہد بھائی نے سر ہلا دیا تھا۔
''ہم تیار ہو کر آتے ہیں پھر چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تھا۔ حماد نے پرسوچ نظروں سے انہیں جاتے

آنسو

اداس شہروں میں ساحلوں پر
بہہ رہے ہیں کمال آنسو
محبتوں کے زوال میں یہ
بھٹک رہے ہیں سوال آنسو
برستی بارش چمکتی بجلی
سسک رہے ہیں نڈھال آنسو
اداس شاموں میں ڈھل گئے ہیں
وقت کے یہ سبب مثال آنسو
راج دل کے الٹ گئے ہیں
یہ خشک آنکھوں میں سیلاب آنسو

سیدہ عبادت راج..... ڈیرہ اسماعیل خان

دیکھا' دو دن سے انا کا موبائل بند تھا' کوئی رابطہ نہ تھا۔ انا نے اس سے خود ہی رابطہ کیا تھا۔ خود ہی اس کی محبت کو پذیرائی بخشی تھی۔

اس کے بعد اس نے اسے پارک میں بلایا تھا اور پھر اس کے والد آئے تھے وہ اسے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعد اس کا نمبر تو آن تھا لیکن اس نے کال پک نہ کی تھی' اور اب نمبر بند تھا۔ مصطفیٰ اور شہوار تیار ہو کر آ گئے تھے۔ دوسری گاڑی میں زاہد بھائی' شائستہ بھابی اور حماد تھے' جس وقت وہ لوگ انا کے گھر پہنچے تو رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ ولید کو مصطفیٰ اپنی آمد سے آگاہ کر چکا تھا وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا' لیکن حماد اور باقی لوگوں کو دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ حماد کی موجودگی کی وجہ سے ان کے گھر میں آگ لگی ہوئی تھی۔ باقی لوگوں کا ری ایکشن ولید جیسا ہی تھا تاہم شہوار اور مصطفیٰ کی وجہ سے خاموش تھے انا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔

روشی انا کے کمرے میں آئی تو وہ اندھیرا کیے بیٹھی ہوئی تھی۔

''انا......'' اس نے لائٹ آن کی تو چونکی۔

انا ٹیبل کے پاس قالین پر گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا وجود ہولے ہولے ہل رہا تھا۔

''کیا ہوا انا؟'' اس نے فوراً قریب آ کر پوچھا تو انا کا ہلتا وجود یک دم ساکت ہو گیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

بے تحاشا سرخ چہرہ اور متورم آنکھیں۔ روشی کو یاد آیا کچھ دیر قبل ولید اس کے کمرے میں تھا یقیناً دونوں میں کچھ گڑبڑ ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ کہہ کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی تھی۔ روشی نے چند پل اسے دیکھا۔

''شہوار اور مصطفیٰ بھائی آئے ہیں ساتھ میں حماد اس کا بھائی اور بھابی بھی ہیں۔'' انا نے چونک کر دیکھا روشی سنجیدہ تھی۔

''کیوں؟''

''بابا کی عیادت کو آئے ہیں، شہوار تمہارا پوچھ رہی تھی تم فوراً باہر آؤ۔'' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔
''منہ ہاتھ دھولو۔'' روشی کہہ کر اٹھ گئی تھی۔
''میں کسی سے بھی نہیں ملوں گی اگر کوئی میرا پوچھے تو کہہ دینا میں گھر میں نہیں ہوں۔'' روشی ایک دم رک گئی تھی۔
چونک کر دیکھا انا سنجیدہ تھی۔
''کیوں حماد سے بھی نہیں ملو گی؟'' سوال ایسا تھا کہ انا نے ایک دم دانتوں تلے دبا لیے تھے۔
''مجھے لگتا ہے حماد خصوصی طور پر تمہارے لیے ہی آیا ہے اور شاید تمہارا منتظر بھی ہے۔''
''میں نے کہا ناں مجھے کسی سے بھی نہیں ملنا پلیز میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے کوئی میرے کمرے میں بھی نہیں آئے۔'' وہ تیزی سے کہہ کر واش روم میں گھس گئی تو روشی نے بس خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔
وہ باہر آ گئی تھی۔ سب کو چائے سرو کی تو شہوار اور شائستہ انا کا پوچھنے لگ گئی تھیں۔
''کہاں ہے انا، اس کا نمبر بھی بند مل رہا ہے۔'' شہوار نے چائے پیتے پوچھا تو حماد بھی متوجہ ہو گیا تھا۔
''اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، سو رہی ہے میں نے بھی ڈسٹرب نہیں کیا۔'' روشی نے کہا مصطفیٰ سے بات کرتے ولید کے چہرے کے عضلات میں شدید کھنچاؤ سا آ گیا تھا۔
''کیا ہوا اسے؟ کالج میں تو ٹھیک ٹھاک تھی۔''
''بس سر میں درد اور بی پی کا پرابلم ہے۔'' روشی کی بات پر صبوحی بیگم نے ایک گہرا سانس لیا وقار صاحب بھی خاموش تھے۔ گھر آئے مہمان تھے ورنہ حماد کو دیکھ کر ان کا جی چاہ رہا تھا کہ اس لڑکے کو ابھی فوراً اپنے گھر سے نکل جانے کو کہہ دیں۔
''میں دیکھتی ہوں۔'' شہوار نے اٹھنا چاہا۔
''وہ سو رہی ہے۔'' روشی نے فوراً کہا۔
''کوئی بات نہیں میں اسے اٹھا لوں گی۔'' چائے کا کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھ کر شہوار کھڑی ہو گئی تھی۔
''چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' شائستہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔
مجبوراً روشی کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔ وہ انا کے کمرے میں آئیں تو لائٹس آف تھیں۔ روشی نے آن کیں انا کمرے میں نہیں تھی واش روم کا دروازہ بند تھا۔ روشی نے ایک پرسکون سانس لی۔
کچھ دیر بعد وہ باہر نکلی تو گیلے بالوں کو تاول میں لپیٹ رکھا تھا۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ شہوار اور شائستہ سے ملی تھی۔
''کیا ہوا تمہیں۔ کالج میں تو تم ٹھیک ٹھاک تھیں۔'' نہانے سے انا کے چہرے کی سرخی تو کم ہو گئی تھی تاہم آنکھوں کی سرخی برقرار تھی۔
''بس سر میں درد ہو رہا تھا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ ان کے ساتھ ہی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔
شہوار نے اسے بغور دیکھا وہ بڑی بجھی بجھی سی تھی۔ بلکہ کالج میں بھی وہ اسے ایسی ہی لگی تھی۔ اس نے بارہا پوچھا تھا اور وہ ہر بار میں ٹھیک ہوں بس تمہارا وہم ہے کہہ کر ٹال گئی تھی۔ لیکن اس وقت انا کا ستا ہوا چہرہ اور متورم آنکھیں دیکھ کر الجھ گئی تھی۔ شائستہ بھابی ساتھ نہ ہوتیں تو شاید وہ اس کے رویے کی وجہ جاننے کی کوشش ضرور کرتی۔

''کسی دن تم لوگ بھی ہمارے گھر آؤنا۔'' روشی کی کسی بات پر شائستہ نے مسکرا کر کہا تو روشی نے انا کو دیکھا۔
''کیوں نہیں، آج کل انا کا دل کر رہا ہے آپ لوگوں کے ہاں آنے کا۔ دیکھیے بڑوں سے کب اجازت ملتی ہے۔'' روشی نے سنجیدگی سے کہا تو انا اپنی انگلیوں کے ناخن دیکھنے لگی۔ روشی کی بات کا پس منظر وہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔
''اگر ایسی بات ہے تو ہم بڑوں سے اجازت لے لیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے تم دونوں کو ہمارے ہاں آ کر بہت خوشی ہوگی۔'' شائستہ نے سادگی سے کہا۔
''میں تو کہیں آتے جاتے کم ہی خوش ہوتی ہوں لیکن مجھے یقین ہے انا آپ کے ہاں جا کر بہت خوش ہوگی۔''
''تو پھر کب آ رہی ہو تم انا ہمارے ہاں؟'' شائستہ نے مسکرا کر کہا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''انا تو جانے کو تیار ہے بس ہماری طرف سے ہی لیٹ ہو رہا ہے۔'' روشی نے ہنس کر کہا۔
انا محض مسکرائی تھی ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ ایک دم پھٹ پڑے اور شہوار سمیت سب کو کمرے سے نکال باہر نکال دے۔ وہ کچھ دیر اور اس کے پاس بیٹھی تھیں اور پھر جانے کو اٹھ گئی تھیں۔
''تم بھی آ کر باقی لوگوں سے مل لو۔'' روشی نے کہا تو شہوار نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ روشی یہ سب کیوں کر رہی ہے۔
''جس سے ملنا ہوگا تمہیں بتائے بغیر بھی مل سکتی ہوں۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' انداز دھیما لیکن لہجہ تیز تھا اب کے روشی نے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔ شہوار نے حیران ہو کر دونوں کو دیکھا تھا۔
''کیا ہوا بھئی؟''
''کچھ نہیں تم سے میں نے جن لیکچرز کا کہا تھا وہ ضرور تیار کر دینا۔ میں پھر فوٹو کاپی کرا لوں گی۔'' انا نے کہا تو دونوں اپنے کالج کی باتیں کرنے لگ گئی تھیں۔
کچھ دیر بعد وہ تینوں انا کے کمرے سے نکل آئی تھیں۔ انا ان کے ساتھ باہر نہیں آئی تھی۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم میں پہنچیں تو حماد کے چہرے پر ایک دم مایوسی کی کیفیت چھائی تھی۔
وہ بطور خاص انا سے ملنے آیا تھا لیکن اب انا کہیں بھی نہ تھی۔ وہ صاف محسوس کر رہا تھا کہ یہاں سب لوگ اس سے سرد مہری سے پیش آ رہے تھے۔ وقار صاحب تو کچھ دیر ہی ان کے پاس بیٹھ کر اٹھ گئے تھے۔
ضیا صاحب اپنے کمرے میں ہی تھے وہ تینوں ان کے کمرے میں جا کر عیادت کر آئے تھے احسن اور ولید ہی موجود تھے احسن زیادہ تر خاموش تھا اور ولید کی توجہ بھی مصطفیٰ کی طرف تھی کبھی کبھار وہ زاہد کی بات میں بھی شامل ہو جاتا تھا جبکہ اس نے حماد کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ حماد کو بڑا انسلٹنگ رویہ لگا تھا۔ جاتے وقت اس نے جب احسن اور ولید سے ہاتھ ملایا تو سرد مہری صاف دکھائی دی تھی۔ حماد کو شدید ہتک کا احساس ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر مصطفیٰ اور زاہد سے بھی پہلے وہاں سے نکل گیا تھا۔
احسن نے انتہائی ناگواری سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ ان لوگوں کے جانے کے فوراً بعد صبوحی بیگم انا کے کمرے میں آئی تھیں۔ انا خاموشی سے بستر کے کنارے پر دونوں ہاتھ گود میں رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ صبوحی کو دیکھ کر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
''یہ حماد یہاں کیا لینے آیا تھا؟'' اتنے دنوں بعد وہ اس سے مخاطب تھیں۔ انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''آپ اس سے پوچھ لیتیں؟''

سر جھکا کر کہا تھا صبوحی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''یہ سب کیا ہے انا؟ کیوں کررہی ہو تم ایسا، اپنے ماموں کی حالت دیکھی ہے، کیا تمہیں ہم پر ذرا بھی ترس نہیں آتا؟'' انہوں نے بے چارگی و تلخی سے کہا۔

''میں نے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی، رہ گئے ماموں اور ان کی طبیعت اب ان کے متعلق میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''دیکھو انا ہم بہن بھائی کا برسوں کا ساتھ ہے اب اگر تم انکار کروگی تو رشتوں میں دراڑ آجائے گی بھائی صاحب کی طبیعت کا دیکھو تمہارا ذرا سا انکار سن کر وہ بستر سے جالگے ہیں اور اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہوگیا تو؟'' انا نے لب دانتوں تلے دبالیے تھے۔

''تمہارے بابا تم سے اس قدر ناراض ہیں کہ وہ تم سے بات تک نہیں کرنا چاہتے اور احسن اسے میں نے سمجھا بجھا کر بٹھا رکھا ہے ورنہ وہ فوراً حماد سے بات کرنا چاہتا ہے۔ دیکھو ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تم سب بھول جاؤ ہم بھی دوبارہ نہیں دہرائیں گے۔ تم بس حماد کو منع کردو اور یہ بھی کہ وہ ہمارے ہاں دوبارہ مت آئے۔''

''اپنی مرضی سے شادی کرنا تو ہر انسان کا حق ہے میں اگر ولید کی جگہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو اس میں غلط کیا ہے۔'' وہ ابھی تک اسی مقام پر تھی۔ صبوحی نے انتہائی بے بسی سے اسے دیکھا۔

''وہ کسی بھی لحاظ سے ولید کے مقابل نہیں تم سمجھ کیوں نہیں رہی۔''

''ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں وہ ولید کے مقابل نہیں لیکن یہ طے ہے کہ میں شادی پھر بھی آپ کے بھتیجے سے نہیں کروں گی ہاں ولید کے علاوہ کسی کا بھی نام لیں گی میں تیار ہوں۔'' انداز سنجیدہ اور فیصلہ کن تھا صبوحی حیرت سے گنگ رہ گئی تھیں یعنی یہاں مسئلہ حماد کا نہیں ولید کی ذات سے تھا۔ وہ الجھ گئی تھیں۔

نجانے کیوں ایک پل کے لیے انہیں محسوس ہوا کہ انا کو مسئلہ ولید سے ہے نہ کہ حماد سے شادی کرنے میں دلچسپی۔

''کیوں، کیا کمی ہے ولید میں؟''

''ان میں ہر چیز کی کچھ زیادہ ہی فراوانی ہے کمی تو مجھ میں ہے، بہرحال مجھے ان کی ذات یا کسی کی بیٹی سے کوئی لینا دینا نہیں اصل بات تو یہ ہے کہ میں حماد سے شادی کرنا چاہتی ہوں آگے آپ کو جو مناسب لگے۔''

''لیکن انا؟'' انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن انا نے بات کاٹ دی۔

''پلیز ماما آپ کو لگتا ہے میں غلط ہوں یا میں غلط کرسکتی ہوں۔'' صبوحی خاموش ہوگئی تھیں۔

''آپ نے مجھے ہر طرح کی آزادی دی میں نے ہمیں آپ کی عزت اور اپنے وقار کا خیال رکھا پھر میں کچھ غلط کیسے کرسکتی ہوں میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں نے حماد کے حق میں رائے دی ہے اور ولید سے انکار کیا ہے اگر آپ کو میرا یہ قصور نہایت ناقابل معافی لگتا ہے تو پھر مجھے سزا دیں اس طرح میرا بائیکاٹ کیوں کررہے ہیں سب، زبردستی تو رشتے جوڑے جاسکتے ہیں مگر دل نہیں اور یہی سمجھ لیں میرا دل ولید کے ساتھ کبھی بھی نہیں جڑ سکتا۔'' اس کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا۔ صبوحی نے بہت بے بسی سے اسے دیکھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے انا کے سامنے وہ بالکل بے بس ہوچکی ہیں انہوں نے نہایت تکلیف سے اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔

❀......❀......❀
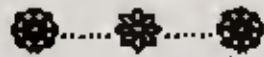
حیات علی گاؤں واپس آچکے تھے لیکن انہیں لگتا تھا کہ ان کا دل وہیں ٹوٹی پھوٹی دیواروں والے گھر میں ہی

اٹک گیا ہے۔ وہ بہت پریشان تھے وہ تین بیٹیوں اور دو بیٹوں کے باپ تھے بھلے اپنی عمر کے لڑکوں کے مقابل بہت جلد پانچ بچوں کے باپ بن چکے تھے لیکن دل ابھی بھی کم عمری کی لپیٹ میں تھا وہ کوئی دل پھینک یا عاشق مزاج انسان نہ تھے۔ جس عمر میں لڑکے مختلف کھیل تماشے اور ہنگامے کرتے ہیں انہوں نے اپنی وہ عمر بھی انتہائی سنجیدگی سے اپنی تعلیم مکمل کرنے میں گزار دی تھی۔

والدین کی اکلوتی اولاد ہر طرف سے پیسے کی فراوانی لیکن سراج صاحب نے ان پر ایسی کڑی نگاہ رکھی تھی کہ کبھی بھٹکنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ وہ کئی دن تک اس پسماندہ سے گھر میں موجود اس دلکش سی لڑکی زیبن کو بھلانے کی کوشش کرتے رہے تھے لیکن نجانے کیا بات تھی وہ لڑکی ان کے دل و دماغ میں بس کر رہ گئی تھی۔

انہوں نے سوچا وہ اب کبھی بھی شہر نہیں جائیں گے۔ کچھ دن گزرے، اور وہ سنبھل گئے ان کی بیوی، خوب صورت دل موہ لینے والی بچے دولت کی فراوانی کسی چیز کی کمی نہ تھی بلکہ اب تو سراج دین صاحب کے بہت سے کام خود بخود حیات علی کے ذمے آ گئے تھے۔ ان کا ذمہ دارانہ انداز دیکھتے سراج دین صاحب اب ان پر خصوصی طور پر اعتماد کرتے تھے۔

اس دن کوئی تین ماہ بعد کسی کام سے انہیں پھر سے شہر جانا پڑ گیا تھا چار پانچ دن کا قیام تھا شہر میں ان کا ذاتی گھر تھا ان کا کام دو دن میں مکمل ہو چکا تھا۔ وہ واپسی کی تیاری کر رہے تھے جب ان کے دل میں صفدر سے ملنے اور اس کے گھر جانے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ انہوں نے ملازم کو گاڑی تیار کرنے کو کہا۔

وہ صفدر کے گھر چلے آئے تھے۔ کافی سارے پھل اور دیگر لوازمات ساتھ ہی تھے۔ گاڑی گھر کے سامنے رکی تو ملازم نے دروازہ کھول دیا تھا۔ حیات علی دروازے کی طرف بڑھے تھے لیکن کھلے دروازے سے چھوٹے سے گھر کے اندر ہونے والی اونچی اونچی آوازوں کی بازگشت باہر تک سنائی دے رہی تھی۔

''میرا دماغ مت کھا صفدر، اس نشے اور جوئے کی لت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ مال دولت رشتے دار ہر چیز ساتھ چھوڑ چکی ہے پھر بھی تجھے عقل نہیں آئی۔'' آواز ایسی تھی کہ چوہدری حیات علی وہیں رک گئے تھے۔

ملازم فروٹس کے شاپر سارا سامان لیے پیچھے کھڑا تھا یہ بخشو ان کا خاص ملازم تھا ہر وقت حیات علی کے ساتھ رہتا تھا۔

''میرے ساتھ زیادہ بک بک نہ کیا کر جو کہا ہے وہ کر ورنہ جان سے مار دوں گا میں۔'' دوسری طرف صفدر اونچی آواز میں چلایا اور شاید اس نے کسی پر ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔

''مہرالنساء کے ساتھ جو تو نے کیا میں ابھی تک دل پر ہاتھ رکھ کر صبر کر رہی ہوں اب زیبن کو تباہ نہیں ہونے دوں گی۔ بھلے تو جان سے ہی مار ڈالے کوئی پروا نہیں۔'' روتی آواز میں کہا گیا تھا۔

''میں شام کو گھر آؤں گا وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے تو زیبن کو تیار کر دینا خبردار اب زیادہ بک بک کی تو۔'' صفدر کہتا ہوا باہر کے دروازے کی طرف بڑھا لیکن کھلے دروازے میں کھڑے دو نفوس کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

''ارے چوہدری صاحب آپ؟'' وہ پہچانا تو اس کی باچھیں کھل گئی۔

''آئیں نا باہر کیوں کھڑے ہیں آپ اندر آئیے چوہدری صاحب آئیں نا۔'' وہ ایک دم بچھ بچھ جا رہا تھا۔

پہلی ملاقات میں چوہدری صاحب اسے جو رقم دے چکے تھے وہ ایسی معقول تھی کہ وہ ان کے سامنے قدموں میں بھی بچھ جاتا تو کم تھا۔ چوہدری حیات علی اندر گئے تھے وہی پرانے والے مخصوص کمرے میں صفدر نے انہیں لا بٹھایا تھا۔

ملازم بھی اندر آ کر پھل اور دیگر سازوسامان رکھ گیا تھا۔ ملازم واپس چلا گیا تو حیات علی نے صفدر کو بغور دیکھا۔

''تم ٹھیک ہو؟''

''آپ کی دعائیں ہیں چوہدری صاحب۔'' ساتھ والے کمرے سے عورتوں کے بولنے اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ صفدر شرمندہ ہو رہا تھا۔

''آپ بیٹھیں چوہدری صاحب میں آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا تھا۔

''چوہدری حیات علی آئے ہیں آہستہ بول۔'' دوسرے کمرے سے صفدر کی دھیمی آواز حیات علی کے کانوں میں پڑی تھی۔

''کیوں بولوں آہستہ روز تو کسی نہ کسی کو اٹھا کر لے آتا ہے برباد کر کے رکھ دیا ہے تو نے ہمیں اپنے نشے اور جوئے کے علاوہ تجھے کسی اور کی خبر ہی نہیں۔'' عورت کی آواز خاصی بلند تھی۔

''چپ کر جا ورنہ الٹے ہاتھ کا دوں گا تیرے منہ پر۔'' صفدر کی غراہٹ واضح تھی۔

''چل زبین اٹھ جا کر چوہدری صاحب کے لیے چائے بنا۔'' زبین کے نام پر چوہدری حیات علی کی ساری حسیات ایک دم جاگ اٹھی تھیں۔ اتنے ماہ گزر جانے کے باوجود وہ اس لڑکی کا صاف شفاف کم سن حسن نہیں بھول پائے تھے۔

دوشیزگی اور خوب صورتی کی تمام تر رعنائیوں سے سجا وہ پیکر ایسا تھا کہ جس نے مہینوں ان کے ذہن کو اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا۔ صفدر واپس کمرے میں آ گیا تھا۔ چوہدری حیات علی ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے وہ عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

''آپ نے ہمارے گھر میں قدم رکھ کر ہماری قسمت جگادی ہے یہ سب لانے کی کیا ضرورت تھی چوہدری صاحب میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھ غریب کو بھول بھال گئے ہوں گے۔'' خوشامدی لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔ حیات علی ہلکا سا مسکرایا تھا۔

''تم سناؤ تمہاری چوٹیں کیسی ہیں؟'' حیات علی کے لہجے میں تمکنت اور خاندانی وقار کی جھلک تھی۔

صفدر خود بخود ہی متاثر ہو رہا تھا۔

''آپ کی دعائیں ہیں صاحب۔''

''تم نشہ کرتے ہو؟'' ویسے تو انہیں پہلی ملاقات میں ہی علم ہو چکا تھا لیکن آج صفدر کا اپنی بیوی اور بیٹی سے رویہ دیکھ کر انہوں نے پوچھ لیا تھا۔

''بس صاحب۔'' وہ سر جھکا کر شرمندہ ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

''اپنی صحت دیکھو گھر کے حالات دیکھو، کیوں کرتے ہو تم نشہ؟''

''بس صاحب پرانی عادت ہے بڑی کوشش کی لیکن چھوٹتی ہی نہیں۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے کیا کام کرتے ہو؟'' چوہدری حیات علی نے اگلا سوال کیا۔

''بس صاحب کوئی بھی محنت مزدوری والا کام مل جائے تو کر لیتا ہوں۔ کبھی دیہاڑی لگ جاتی ہے اور کبھی ہفتوں فاقوں میں گزر جاتے ہیں۔''

''ابھی تمہاری اور تمہاری بیوی کی باتیں سن رہا تھا جوا بھی کھیلتے ہو تم؟'' حیات علی نے پوچھا تو وہ شرمندگی کا

مظاہرہ کرتے سر جھکا گیا تھا۔
"کتنے بچے ہیں تمہارے؟" اگلا سوال کیا۔
"دو بیٹیاں ہیں جی بس ایک بیٹی کی شادی کردی ہے دوسری کا رشتہ دیکھا ہے۔" زبین کے ذکر پر حیات علی کے حواس فوراً بیدار ہوئے تھے۔
"پڑھی لکھی ہے تمہاری بیٹی کیا؟"
"جی صاحب شروع میں ہمارے حالات بہت اچھے تھے لیکن پھر غربت اور بدبختی نے گھر کا رستہ دیکھ لیا۔"
"وہ تو دیکھنا ہی تھا جب نشے اور جوئے جیسی لت لگ جائے تو پھر بچتا ہی کیا ہے؟" تبھی ساتھ والے کمرے سے صفدر کی بیوی باہر نکلی تھی۔
ستا ہوا چہرہ، بکھرے بال، روتی آنکھیں، وہ چوہدری حیات کو دیکھ کر رک گئی تھی۔
"السلام علیکم!" چوہدری حیات علی نے کھڑے ہوکر سلام کیا تو اس نے محض سر ہلایا تھا۔
"دیکھ زبین نے چائے بنائی ہے، تو لے آ۔" صفدر نے کہا تو وہ چہرے پر سنجیدگی لیے چلی گئی تھی۔
چوہدری حیات علی نے اسے پرسوچ نظروں سے جاتے دیکھا تھا۔
"تمہارا اپنی بیوی سے کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟"
"بس ویسے ہی دماغ خراب ہے اس عورت کا ہر بات پر "چیں، چیں" کرتی ہے مجال ہے جو کبھی کوئی بات سن لے آرام سے۔" لہجے میں تلخی تھی۔
چوہدری حیات نے خاموشی سے دیکھا تبھی ٹرے میں چائے کے کپ رکھے صفدر کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی تپائی کے اوپر ٹرے رکھ دی تھی۔
"چوہدری صاحب آپ کسی اچھے گھرانے کے لگتے ہیں آپ اس کو سمجھائیں، اس طرح اولاد کو تباہ مت کرے۔" ٹرے رکھ کر صفدر کی بیوی نے روتے ہوئے کہا تو حیات علی نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ صفدر کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔
"زیادہ بک بک نہ کر دفع ہو جا یہاں سے۔" وہ فوراً اپنی بیوی کو جھڑک کر بولا۔
"تم کیسے بات کر رہے ہو بیوی ہے تمہاری۔" حیات علی کو ناگوار گزرا تو اسے ٹوک دیا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا۔
"میں ان کے بھلے کے لیے ہی یہ سب کر رہا ہوں۔" "خالی ہاتھوں میں، کون بیاہنے آئے گا اس کی بیٹی کو۔" تلخی سے کہہ کر اس نے بیوی کو گھورا۔
"اس کے نشے اور جوئے کی لت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اچھا بھلا خاندان اور گھر تھا اس کی حرکتوں کی وجہ سے خاندان نے ہمیں چھوڑ دیا۔ جوئے میں گھر ہار دیا۔ یہ ٹوٹے پھوٹے کرایے کے مکان میں لا بٹھایا بڑی بیٹی کو ایک بوڑھے سیٹھ سے بیاہ دیا۔ جس کا قرض دینا تھا اس نے اور اب میری چھوٹی بیٹی اس کے لیے یہ رشتہ لایا ہے ایک جواری زمانے بھر کے آوارہ اور بدمعاش کا۔ کہتا ہے جوئے میں رقم ہارا ہے اب رقم نہیں دے گا تو وہ اسے مار دے گا۔ جواباً یہ اس سے میری بیٹی کی شادی کرے گا۔ میری معصوم اور بھولی بھالی سی بیٹی وہ تو جیتے جی مر جائے گی سال کے گیارہ ماہ وہ شخص جیل میں گزارتا ہے لیکن یہ نہیں مانتا۔" صفدر کی بیوی روتے ہوئے سب کچھ بتاتے اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

چوہدری حیات کے سامنے ایک دم روشنیاں بکھیرتا وجود آ ٹھہرا تھا۔ انہوں نے تاسف سے صفدر کو دیکھا۔ وہ نظریں چرانے لگا تھا۔

''چوہدری صاحب اگر اسے ایک دو دن میں رقم نہ دی تو وہ مجھے مار دے گا۔''

''اور تم اپنی جان بچانے کے لیے اپنی بیٹی کو مار ڈالو گے؟'' چوہدری حیات علی نے تاسف سے پوچھا۔

''وہ شادی کرکے اپنے گھر میں رکھے گا۔ وعدہ کیا ہے اس نے مجھ سے کہ شہزادیوں کی طرح وہ میری بیٹی کو رکھے گا۔'' اس نے کہا۔

''جس کو شہزادیوں کی طرح یہ جواری نہیں رکھ سکا وہ بدمعاش کیسے رکھے گا۔'' صفدر کی بیوی نے روتے ہوئے کہا۔

''کتنی رقم دینی ہے تمہیں؟'' صفدر سے پوچھا تو اس کی آنکھوں کی چمک ایک دم بڑھی تھی۔

''صاحب پچاس ہزار۔'' سر جھکا کر ندامت سے کہا۔

''پچاس ہزار۔'' ایک بہت بڑی رقم تھی۔

''صاحب میں اپنی ساری زندگی بھی لگا دوں اپنا آپ بھی بیچ دوں تو بھی اتنی بڑی رقم نہیں بنا سکتا۔''

''تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ تم بیٹی کو بیچ دو گے۔''

''بیچ کب رہا ہوں شادی کروں گا۔'' وہ فوراً کہنے لگا۔ چائے پڑے پڑے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

''اتنی بڑی رقم کیسے بن گئی کیا جوا لگایا تھا تم نے؟'' اس نے سر جھکا کر سر ہلایا تھا۔

''کچھ قرضہ لیا تھا اور کچھ جوئے کی رقم ہے۔''

''تمہاری غیرت گوارا کرے گی کہ تمہاری بیٹی جوئے میں دے دی جائے۔''

''اس میں غیرت ہوتی تو پہلی بیٹی ہی کیوں بیچتا۔ میری شہزادیوں جیسی بیٹی نوکروں کی سی زندگی گزارتی ہے وہ بوڑھا سیٹھ اسے عورتوں کی کمی تھوڑی ہے بس دل بہلانے کو میری بیٹی پر ظلم توڑتا ہے اور اب دوسری کو بھی اس جہنم میں دھکیل رہا ہے۔'' صفدر کی بیوی رو رو کر کہہ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے اس وقت میرے پاس اتنی رقم نہیں گاؤں واپس جا رہا ہوں ایک دو دن میں چکر لگاؤں گا تب تک تم انتظار کرنا تم اس شخص کو سمجھا بجھا لینا میں رقم دے دوں گا۔'' صفدر کی بیوی کی گریہ وزاری پر حیات علی کا دل فوراً نرم پڑ گیا تھا۔

''اللہ آپ کا بھلا کرے گا صاحب ہم پر یہ ایک بہت بڑی نیکی ہوگی۔ میں بہت دعائیں دوں گی آپ کو۔'' صفدر کی بیوی ایک دم ہاتھ جوڑ کر رو دی تھی۔

❀......❀......❀
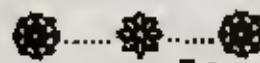
ولید آفس میں تھا جب وہ اس کے آفس میں آئی تھی۔

''کیسے ہو ولید؟'' کافی دن بعد سامنا ہوا تھا سو انداز بھی بدلا ہوا تھا۔ ولید نے محض سر ہلایا تھا۔

''بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟'' وہ سامنے کھڑی تھی۔

اگر پچھلے دنوں میں ان دونوں کے درمیان بہت ساری تلخ کلامیاں نہ ہو چکی ہوتیں تو شاید وہ اس کی آمد پر کسی ری ایکشن کا مظاہرہ ضرور کرتا۔

''بیٹھو۔'' وہ سامنے بیٹھ گئی تھی۔

''کیسے ہو؟'' اس نے محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو ولید کے اندر شدید اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔
''جو کہنا ہے وہ کہو؟'' انداز دو ٹوک اور سرد مہر تھا۔ وہ مسکرائی۔
''محبت کرنے والوں کی اس طرح توہین نہیں کرتے ولید ضیاء احمد ورنہ محبت بہت خوار کرتی ہے مجھے دھتکارو گے تو کیا خود خوش رہو گے۔''
''اگر تم نے یہی بکواس کرنی ہے تو گیٹ لاسٹ۔'' وہ سخت اپ سیٹ تھا۔ اب اسے سامنے دیکھ کر غصہ ایک دم بڑھا تھا۔
اس لڑکی کی وجہ سے انا اس حد تک جا رہی تھی ورنہ شاید حالات کچھ مختلف ہوتے۔ انا اتنی بے حس اور بے وقوف تو نہ تھی جو اس لڑکی کو لے کر اپنا آپ تباہ کر لیتی۔ لیکن اب یہ سب ہو رہا تھا۔
''محبت کا جواب نفرت سے نہیں دیتے ولید ضیاء، تمہارے در پر سوالی بن کر آئی ہوں ایک بار پھر۔''
''تم ساری عمر بھکاریوں کی طرح بھی بیٹھی رہو گی تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے محض تم سے دوستی کی تھی اور انا وقار سے میری بات طے ہے اور میں بار بار فیصلہ بدلنے والا انسان نہیں ہوں۔'' لہجے میں مضبوطی اور سختی تھی۔ کاشفہ ایک دم ہنسی۔
''انا وقار۔'' ولید نے تلخی سے دیکھ کر لب بھینچ لیے۔
''جانتی ہوں انا وقار کی حیثیت بھی اور اس کی عقل مندی بھی۔ قبول تو تم مجھے ہی کرو گے ولید ضیاء جتنا بھی انکار کر لو، بس یہ انا کسی کنارے لگ جائے ذرا۔'' ہنس کر کہتی کر وہ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید ضیاء نے بہت تلخی سے دیکھا تھا۔
''چلتی ہوں پھر آؤں گی تمہیں انا وقار کی شادی کی مبارک باد دینے۔'' مسکرا کر کہہ کر وہ چلی گئی اور ولید ششدر سا رہ گیا تھا۔
یہ بات ابھی صرف ان کے گھر کے افراد کے درمیان تھی پھر بھلا کاشفہ جیسی لڑکی کو کیسے معلوم ہو گئی تھی۔ وہ حیرت زدہ تھا۔
''تو کیا کاشفہ اور انا کا آپس میں کوئی رابطہ ہے؟'' ولید کے ذہن میں یہ سوال ایک دم اٹھا اور پھر وہ اس سوال کے ہر پہلو کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ وہ جیسے جیسے سوچتا جا رہا تھا توں توں الجھتا جا رہا تھا۔
ایک دم ہاتھ میں تھامے قلم کو ٹیبل پر پھینک کر اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

❀......❀......❀
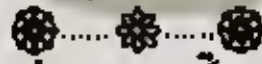
شہوار کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی دریہ اندر داخل ہوئی تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا اور پھر توجہ دیے بغیر چائے کی طرف متوجہ ہو گئی۔
''ایک کپ مجھے بھی چائے دے دینا۔'' اس نے نخوت سے آرڈر دیا تو شہوار نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
''تم تو کافی پینے والی لڑکی ہو، چائے کا کیا کرو گی۔''
''میں کافی پیوں یا چائے جو کہا ہے وہ کرو۔'' انداز میں کافی غرور اور تکبر تھا۔
''میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو تم مجھ سے اس لہجے میں بات کرو، باہر ملازم بہت ہیں کسی سے بھی بنوا کر پی سکتی ہو۔'' شہوار دریہ کے اس انداز پر ایک دم سلگ اٹھی تھی۔
''ملازمہ کی بیٹی سے مالک اگر شادی کرلے تو بھی اس کی حیثیت اور اوقات نہیں بدل جاتی۔ محمل میں ٹاٹ کا

صباء الیاس

تمام قارئین وآنچل کے خوب صورت بلبلوں کو السلام علیکم! امید ہے سب اپنی اپنی زندگی کو انجوائے کررہی ہوں گی۔ میرا نام صباء الیاس ہے یکم جولائی کو ماہندر جیسے خوب صورت گاؤں میں پیدا ہوئی میرا اسٹار سرطان ہے اور اس پر یقین رکھتی ہوں ہم سات بہن بھائی ہیں چار بھائی اور تین بہنیں۔ سب سے بڑی بابرہ باجی ان کے بعد دو بھائی پھر میں پھر دو بھائی ان کے بعد چھوٹی بہن حلیمہ سعدیہ۔ خوبیوں اور خامیوں کی بات کی جائے تو خوبیاں تو نام ہی کی ہیں اور خامیاں بے شمار۔ دوسروں پر اعتبار بہت جلدی کرلیتی ہوں رونا بہت آتا ہے دوسروں کو اداس نہیں دیکھ سکتی۔ ایف ایم شوق سے سنتی ہوں۔ کرکٹ کی دیوانی ہوں محمد حفیظ اور فواد عالم میرے بیسٹ پلیئر ہیں۔ سب سے قریبی دوست سونیا اور صائقہ جن سے میں ہر بات شیئر کرلیتی ہوں ویسے تو امی بھی بہت اچھی دوست ہیں اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

پیوند لگا بھی لو اس کا نام ٹاٹ ہی رہے گا مخمل نہیں بن جائے گا۔" الفاظ ایسے تھے کہ شہوار کو لگا اس کے اندر گویا کسی نے آتش فشاں بھر دیا ہو۔

"شٹ اپ، میں جو بھی ہوں کم از کم تمہاری طرح کردار کی ہلکی نہیں ہوں شرم آنی چاہیے تمہیں، میں ماں جی سے بات کروں گی۔"

"ہاہاہاہا۔" دریہ بے اختیار ہنسی تھی۔

"بصد شوق۔"

"ان جیسے سیدھے سادے لوگوں کو ورغلا کر مطلب نکلوا لینے والی تمہاری ماں حویلی سے کب کی بھاگ چکی ہے بے چارے یہ لوگ پردہ ڈالتے پھر رہے ہیں بڑا شوق ہے، تمہیں خاندانی بننے کا پہلے اپنے خاندان کا پتا تو لگا لو پھر کسی اور پر چلانے کی جرأت بھی کرلینا۔" دریہ کے الفاظ پر شہوار ششدر رہ گئی تھی۔

تابندہ بی حویلی چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور یہ بات سب نے پوشیدہ رکھی تھی لیکن دریہ شہوار پر طنز کررہی تھی صاف پتا چل رہا تھا کہ یہ بات اب اتنی بھی چھپی ہوئی نہیں رہی تھی۔ شہوار چائے کا چولہا بند کرکے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"سنو۔" شہوار رک گئی تھی۔

"تمہاری ماں نجانے کہاں سے بھاگ کر یہاں آئی تھی اور حویلی میں آکر اپنا مطلب پورا کرنے والی اب نجانے کہاں بھاگ گئی ہے تمہارا بھی جب بھاگنے کا ارادہ ہو مجھے ضرور بتانا میں تمہارا ساتھ ضرور دوں گی۔" الفاظ ایسے تھے گویا بھالے سیدھے دل میں پیوست ہوگئے تھے۔

شہوار جو اس معاملے میں پہلے ہی احساس کمتری میں مبتلا تھی ایک دم کچن سے بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ وہ اذیت سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

اس کی طبیعت کچھ گری گری سی ہورہی تھی وہ کالج بھی نہیں جاسکی تھی۔ اس نے کافی سارا وقت بابا صاحب کے پاس گزارا تھا اور موڈ چائے بنا کر پینے کا تھا لیکن دریہ کی آمد نے اس قدر ہرٹ کیا تھا کہ اس کا وجود اذیت کی بھٹی میں جلنے لگا تھا وہ خاموشی سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ تابندہ بوا کی یاد آئی تو آنکھوں میں ایک دم جھڑی سی لگ گئی تھی۔

وہ سب کچھ بھلا کر خوش رہنا سیکھ چکی تھی۔ وہ مصطفیٰ کے ساتھ زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی کہ اپنا احساس کمتری سامنے نہ آنے دے۔

یہ اس کی زندگی کا سب سے تاریک پہلو تھا وہ بھلا کیسے اس سے بچ سکتی تھی۔ وہ بستر پر لیٹ کر تکیے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی تھی۔ آج ایک دم تابندہ بوا بڑی شدت سے یاد آئی تھیں۔ نجانے وہ کہاں تھیں اور کن حالات میں تھیں۔ اس کا دل کسی ننھے بچے کی طرح ہمک ہمک کران کے پاس جانے کو مچلنے لگا تھا۔

❀......❀......❀
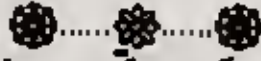
وہ عصر کے وقت اٹھی تو طبیعت میں عجیب سی کسلمندی تھی۔ وہ واش روم میں گھسی تو اپنا سر چکراتا سا محسوس ہوا اسے منہ بھر کر قے آئی تھی۔ اس کی طبیعت مزید گری گری سی رہنے لگی تھی وہ منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے نکلی تو بھابی کو روم میں دیکھ کر ٹھٹکی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ اس کے نڈھال سے انداز کو دیکھ کر چونکیں۔

لائبہ فوراً قریب آئی تھیں۔ انہوں نے بازو پکڑ کر پوچھا۔ شہوار نے مسکرا کر سر ہلانے کی کوشش کی۔ بھابی نے بغور دیکھا۔

"سچ سچ بتاؤ آج کالج بھی نہیں گئی کیا بات ہے؟" وہ ٹاول سے منہ صاف کرکے بستر کے کنارے آ ٹکی۔

"کہیں کوئی خوش خبری تو نہیں؟" انہوں نے پوچھا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"میں سوچ رہی ہوں چیک اپ کرالوں۔" کچھ جھجکتے اس نے کہا تو بھابی کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔

"ارے..." وہ ہنس دی تھیں فوراً اس کے پاس بیٹھی تھیں۔

"مصطفیٰ اور ماں جی کو علم ہے؟" ایک دم پر جوش ہوتے پوچھا تو اس نے جھینپ کر نفی میں سر ہلایا۔

"کب سے طبیعت ایسی؟" خالص عورتوں والا سوال تھا۔

"چند دن سے۔ میں نے توجہ ہی نہ دی کہ شاید تھکن وغیرہ کا اثر ہے۔"

"لو جی مستقبل کی ڈاکٹر کا اپنے بارے میں یہ حال ہے۔" بھابی نے مذاق اڑایا وہ مسکرا دی۔

"ابھی ڈاکٹر بن رہی ہوں بنی تو نہیں۔" بھابی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

"آپ کی اسپیشلسٹ کے پاس چلتے ہیں پہلے شیور کرلوں۔" اس نے کہا تو لائبہ نے سر ہلایا تھا۔

"ماں جی کو بتاتی ہوں ذرا، وہ تو سن کر ہی خوش ہو جائیں گی۔" وہ ہنس دیں۔

"ابھی رہنے دیں پہلے مجھے شیور کر لینے دیں پھر بتا دیجیے گا۔"

"او کے تم چینج کرلو میں ماں جی سے اپنے چیک اپ کا کہہ کر اجازت لے کر آتی ہوں پھر چلتے ہیں۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

شہوار سونے سے پہلے از حد رنجیدہ اور دکھی ہو رہی تھی مگر اس وقت ایک نئے احساس سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ لب خود بخود ہی مسکرا اٹھے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

وہ میرا جنون تھا

کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں
ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اجڑی شاخوں سے
ہم اہلِ جنوں پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں

"ہارون وحید۔" آج کل یہ نام شہرت کے آفاق پر کندہ تھا۔ ہر لب پر اس کے لیے ستائش تھی مگر یہ عروج یہ نام پانے کے لیے اس نے کتنی کڑی محنت کی تھی کتنے کٹھن سفر سے گزرا تھا اور کتنے عرصے سے وہ اس کے لیے انتھک جدوجہد کر رہا تھا۔ اس سے تو وہ ہی واقف تھا۔ اخبار میں تو یہ خبر ایک عام سی خبر ہی تھی ناں کہ "کم پہلے ون ڈے کرکٹ میچ سے شہرت پانے والا پلیئر ہارون وحید۔"

مگر یہ پہلا ون ڈے میچ کھیلنے کے لیے وہ سالوں سے محنت کر رہا تھا...... کرکٹ کا جنون اسے بچپن سے تھا۔ نو سال کی عمر سے اس نے کلب جوائن کیا تھا اور تب سے اس نے باقاعدہ اس کھیل کو سیکھنا اور کھیلنا شروع کیا۔

پھر اللہ کی مہربانی سے اس نے انڈر فورٹین انڈر سیون ٹین پھر انڈر نائن ٹین فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلی اور ڈومیسٹک کرکٹ میں شاندار پرفارمنس پر وہ اے ٹیم میں شامل ہوا تھا۔

قومی کرکٹ میں وہ محنتی اور بہترین کھلاڑی مانا جاتا۔ ایک ٹیلنٹڈ کھلاڑی ہونے کے ناطے اکثر اخبارات میں بھی اسے سراہا جاتا تھا۔ مگر وہ کبھی کرکٹ بورڈ کی نظروں میں نہ آ سکا تھا۔ اس کی محنت اور مستقل مزاجی رنگ لائی اور دورہ انگلینڈ میں چودہ رکنی ٹیم میں اس کا نام شامل ہو گیا تھا اور یوں اس کے انٹرنیشنل کرکٹ کا آغاز ہوا تھا۔ پھر ان آٹھ سالوں کا کھیل کئی سال اس کے ساتھ جاری رہا مگر اب...... وہ ٹیم کا بہترین کھلاڑی مانا جاتا کرکٹ کی دنیا میں اس کا نام تھا۔ اس کھیل میں اس کا جنون کامیاب ہوا کیونکہ اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ یہ جنون تو ہارون وحید کی نیچر کا خاصہ تھا۔ وہ جو کام کرتا جنون کی حد پر جا کر کرتا تھا۔ پھر چاہے وہ علی وسیم سے عشق کیوں نہ ہو۔

"علی وسیم" اس کا سب کچھ ہاں یہ ہی تو کہتا تھا وہ صرف دوست نہیں علی وسیم اس کے لیے کل کائنات ہے۔ وہ زندگی میں ہر چیز شیئر کر سکتا تھا۔ سوائے علی وسیم کے وہ ہر دکھ سہہ سکتا سوائے علی وسیم کی دوری کے اور اس کی بے توجہی کے۔ آج تک ان دونوں کے درمیان تیسرا شخص اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہا تھا۔

ان کی دوستی بے مثال تھی۔ صرف ہارون نہیں علی وسیم بھی اسی طرح جان دیتا تھا اس پہ۔ حالانکہ عادت اور مزاج دیکھا جائے تو وہ ایک دوسرے کی ضد تھے۔ ہارون وحید بہت جنونی، غصیلا اور قدرے بدزبان سا بندہ تھا اور علی وسیم بہت کول مائنڈڈ شوخ اور ہنسنے بولنے والا انسان تھا۔

ہاں ایک خوبی دونوں میں تھی اور وہ تھی مستقل مزاجی ایک کام جو بھی شروع کرتے اسے آخر تک انجام دیتے تھے۔ وہ جس فیلڈ میں تھا ظاہر ہے میڈیا کی ہر پل کی توجہ کا مرکز تھا۔ اور یہ بات اسے بہت غصہ دلاتی تھی پھر اگر بعض اوقات وہ سخت لہجے میں کوئی جواب دے دیتا تو اگلے دن اخبار میں آنے والے تبصرے پر مزید آگ بگولا ہو جاتا تھا۔

ایسے میں علی وسیم کی ذات تھی جو اس کے غصے کے لیول کو نارمل ڈگری پر لاتی تھی۔

❁......❁❁......❁

دورہ سری لنکا میں وہ نقص کی وجہ سے شامل نہیں

ہوسکا تھا۔ عام سی انجری تھی مگر خیر سلیکٹرز کی مرضی وہ قدرے اداس بھی ہوا اور حیران بھی کیونکہ وہ خود کو خاص فٹ محسوس کر رہا تھا اور اپنا موڈ قدرے بہتر بنانے کے لیے وہ اور علی آج سبین آپی کی طرف آئے تھے۔ آپی انہیں دیکھ کر خوش ہوگئیں۔

"شکر ہے اللہ کا آج میرا بھائی نظر آیا مجھے۔" انہوں نے ہارون کو محبت پاش نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"اور ہارون نہیں ہوتا تو علی بھی نہیں آتا۔" ساتھ ہی علی وسیم سے گلہ کرنا نہ بھولیں۔ علی ہنس دیا۔

"بس آپی کیا کروں یہ ہوتا ہے تو میں باہر جاتا ہوں ورنہ گھر اور بستر۔"

"وعلیکم السلام!" اجنبی سی آواز پر ان دونوں نے ہی چونک کر دیکھا تھا روشن چہرے پر ذہانت سے چمکتی آنکھیں اور مسکراتے لب اس کی شخصیت کو دوبالا کر رہے تھے۔ وہ یقیناً دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے ہنر سے واقف تھی۔

"وعلیکم السلام۔" جواب علی وسیم نے بغور اسے دیکھ کر دیا تھا پھر آپی کی طرف متوجہ ہوا۔

"ان کی تعریف آپی؟"

"یہ عشا ہے کامران بھائی کی سسٹر اور طلال کی کزن۔ کامران بھائی اسے یہیں میرے پاس چھوڑ گئے ہیں۔"

"او..... نائس ٹو میٹ یو عشا۔"

"تھینک یو علی بھائی۔" وہ یقیناً انہیں جانتی تھی حیرانی کی بات ہرگز نہیں تھی۔ کامران بھائی نے بتایا ہوگا۔

"یہ عشا ملک ہے؟" حیران کن آواز میں ہارون بولا۔

"وہ جو چھوٹی سی ہوتی تھی۔"

"ہارون بھائی چھ سات سال پہلے کی بات ہے وہ۔ آپ بھی تو لب ماشا بڑے ہوگئے ہیں۔ میں بڑی نہ ہوتی کیا؟" اس کے جواب پر وہ خفیف سا ہوگیا کیونکہ عشا ملک کو بولنے کی بیماری اب بھی بہت تھی۔

"ہائے ہارون بھائی آپ تو پہلے ہی اتنے روڈ ہوتے تھے۔ اب تو آپ کا دماغ ساتویں آسمان پر ہوگا مجھے بڑا تجسس ہو رہا تھا آپ سے ملنے کا اور دیکھنے کا۔"

"ایکسکیوزمی عشا سسٹر آپ میرے دوست کی انسلٹ کر رہی ہیں یا انہیں سراہنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"علی بھائی میں ان کی تعریف کر رہی تھی۔ بھئی ظاہر ہے آج یہ دنیا میں اچھے کرکٹر سمجھے جاتے ہیں تو اس بات کا غرور تو ہوگا نا۔"

"ہارون مغرور نہیں ہے مگر روڈ ہے۔"

"ہارون بھائی شروع سے اکڑے ہوئے ہیں آئی نو۔"

"او گاڈ..... علی پلیز تم کیوں بحث کر رہے ہو اس سے یہ جو سوچتی ہے سوچنے دو.....؟" ہارون کے چہرے پر غصہ تو نظر نہیں آیا مگر سنجیدگی ضرور تھی۔

"ہارون یہ تمہاری انسلٹ کر رہی ہے۔"

"علی یو نو کچھ لوگوں کو پیدائشی بیماری ہوا کرتی ہیں اور عشا ملک کو فضول بولنے کی بیماری بچپن سے ہے۔"

"کیا.....؟" وہ چیخی۔

"ہارون بھائی آپ میری.....؟"

"اتنی دیر سے تم بھی یہی کر رہی تھیں شاید مگر میں تو چیخا نہیں۔" اس نے اسی سنجیدگی سے جواب دیا پھر آپی کی طرف متوجہ ہوا جو ان کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھیں۔

"آپ چائے نہیں پلائیں گی کیا ہمیں؟"

"لاتی ہوں ابھی۔" وہ اٹھ گئیں اور ہارون ٹی وی آن کرکے یوں بیٹھ گیا جیسے اسے عشا اور علی کی بحث سنائی ہی نہ دے رہی ہو۔

❁.....❁❁.....❁

اس کا سارا وقت علی وسیم کا تھا اور علی بھی تمام مصروفیات بھلا کر اسے مکمل ٹائم دے رہا تھا۔ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ ہر تیسرے دن وہ سبین آپی کی طرف ہوتے۔

علی اور عشا کی اچھی گپ شپ لگتی اور ہارون ان کی یہ باتیں چپ بیٹھ کر انجوائے کرتا تھا۔ کیونکہ اتنا بولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی ہاں اسے عشا ملک کے بولنے کی پیدائشی بیماری اب بری نہیں لگتی تھی۔ اس کی حاضر جوابی اسے مزہ دیتی تھی۔ کچھ ہی دنوں میں وہ علی وسیم کی

چیتی بسن بن چکی تھی۔ جبکہ ہارون صرف ہیلو ہائے تک تعلقات رکھے ہوئے تھا۔ عشا کو آئس کریم بہت پسند تھی اور ہر تیسرے دن ہی وہ آئس کریم کی فرمائش کر دیتی اتنی شدید سردی تھی بقول ہارون کے کہ آج تو قلفی جم رہی ہے اور میڈم کا دل چاہ رہا ہوتا کہ باہر گھومیں اور آئس کریم کھائیں۔

"اچھا چائے تو پلاؤ پھر دیکھیں گے۔" علی نے کہا۔

"چائے پانچ منٹ میں حاضر ہے لیکن آئس کریم کھانے ہر حال میں جانا پڑے گا۔" ہارون کو شدید سردی لگ رہی تھی بھلا وہ حامی کیسے بھرتا علی کو یقین تھا کہ وہ بھی نہیں مانے گا۔ مگر حیرت کا جھٹکا اس وقت لگا جب وہ خاموشی سے چائے کے فوراً بعد مان گیا۔

"آپ کچھ بدل نہیں گئے ہارون وحید صاحب۔"

"اچھا میرا نہیں خیال۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"مسٹر ہارون وحید اتنا تو تم بھی خود کو نہیں جانتے جتنا کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔" اس نے ہارون کی گہری براؤن آنکھوں میں جھانکا جہاں آج کل بے پناہ چمک نظر آ رہی ہوتی۔

"یہ تمہارا دعویٰ ہے مگر مجھے پتا ہے، بہت پہلے سے؟"

"ہارون تو چپ چاپ مجھے اپنے بدلاؤ کا ریزن بتا رہا ہے یا نہیں۔" وہ بگڑا۔

"او کم آن علی یقین کرو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ایسا ہو نہیں سکتا میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں ہارون وحید اپنی مرضی کے خلاف کسی کی نہیں سنتا۔ پھر آج ایک لڑکی کی بات اس نے مرضی کے خلاف خاموشی سے مان لی۔"

"علی تو مجھے اپ سیٹ کر رہا ہے خوامخواہ۔"

"ڈونٹ وری ڈیئر کچھ دن تک سیٹ اپ بن جائے گا۔" اس نے شوخی سے کہہ کر آنکھ ماری، ہارون اسے فقط گھور کر رہ گیا۔

"مجھے لگتا ہے علی گاڑی مجھے چلانی چاہیے کیونکہ آج تو ضرور کہیں نہ کہیں گاڑی مارے گا۔" اس کی سنجیدگی مزید بڑھ گئی۔

"مسٹر ہارون وحید، تم ایک دن خود مجھے آ کر بتاؤ گے کہ تمہارا دل بدل گیا ہے۔ وہاں کوئی آن بسا ہے اور..... !"

"میرے دل میں کون بستا ہے یہ میں ابھی بتا دیتا ہوں میرے دل کے تمام نہاں خانوں میں صرف علی وسیم ہے اور اس کا راج ہے اور میرا دل خود میری طرح بڑا قنوطی ہے وہ کبھی اپنی محبت شیئر نہیں کرے گا اور بس۔"

"محبت شیئر کرنے سے بڑھتی ہے ہارون، کم نہیں ہوتی۔ ہمارے دل میں کب کون آ بستا ہے اس کا ادراک ہمیں خود بھی نہیں ہوتا مگر خود کو قنوطی کر لینا، کسی اور کے لیے دل کے دروازے بند کر لینا بہت بڑی بے وقوفی ہے محبت جس طرح بے ارادہ ہو جاتی ہے ناں ہارون یہ اپنی جگہ بھی خود بنا لیتی ہے۔ مگر تو ارادتاً محبت کو اپنے دل میں آنے سے روکے گا تو علی وسیم کو بہت دکھ ہوگا۔ کیونکہ علی وسیم کو ہارون سے محبت ہے اور وہ ایسا ہرگز نہیں چاہے گا کہ تم آنے والی اپنی خوشیوں کو دروازے سے موڑ دو۔ اگر خوشیاں آئیں تو انہیں ویلکم کہنا ہارون ورنہ میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔" اس دفعہ وہ کچھ بہت سنجیدہ تھا۔

ہارون نے اسے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے ونڈو سے باہر دیکھنے لگا۔

❀......❀❀......❀
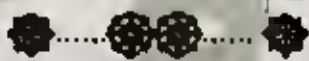
"ہارون بھائی آپ اتنے زور سے مت ہنسا کریں۔ جو لوگ کبھی کبھی ہنستے ہیں انہیں نظر بہت لگتی ہے۔"

"عشا یہ تم میری تعریف کر رہی ہو یا مجھے مشورہ دے رہی ہو۔" بات حیران کن تھی مگر تھی سچ کہ ہارون وحید کی عشا ملک سے دوستی ہو گئی تھی۔

وہ ہارون وحید جو لڑکیاں تو دور کی بات لڑکوں سے بھی بہت کم بات چیت کرتا ہے اب عشا ملک سے ڈھیروں باتیں کرتا اور خوب ہنستا تھا۔ علی وسیم نے غلط نہیں کہا تھا بھلا وہ کبھی ہارون کے دل کو پہچاننے میں غلطی کر سکتا تھا یہ اور بات تھی کہ ہارون نے دل پر کڑے پہرے بیٹھا لیے

تھے عشا ملک سے چاہت اسے ہوگئی تھی وہ ماننے سے انکاری تھا۔ وہ کبھی اپنی محبت میں حصہ داری نہیں چاہتا تھا۔ پھر بھلا وہ علی کی محبت کو کیسے تقسیم کرسکتا تھا اور یہی بات علی کو بری لگتی تھی اس کا یہ جنون یہ قنوطیت بھلا کبھی محبت بھی کم ہوسکتی تھی۔

"تعریف کرنے والے تو آپ کو بہت ملتے ہیں ہارون بھائی میں تو نصیحت کررہی ہوں اور ویسے بھی علی بھائی کم ہیں آپ کو خوامخواہ جھوٹی تعریفیں کرکے سر چڑھانے کے لیے۔"

"وہ مجھ سے محبت کرتا ہے عشا اور محبت میں جھوٹ نہیں بولا جاتا۔"

"اوکاؤ! آپ کو اتنا ایمان ہے ان کی محبت پر۔"

"ہاں بالکل۔"

"کیا بنے گا ان لڑکیوں کا جنہوں نے آپ لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ اتنی انتہا اور اتنی قنوطیت پتا آپ کو پتا ہے لڑکیاں اس معاملے میں بہت حساس ہوتی ہیں۔ انہیں بٹی ہوئی محبت قبول نہیں ہوتی۔ جس انسان کے لیے وہ تمام رشتے تمام ناتے چھوڑتی ہیں ایک نئی دنیا بساتی ہیں اور وہی شخص اگر اسے یہ کہے کہ اس کی زندگی میں اس کے دل میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی محبت تو صرف فلاں شخص کے لیے ہے تو اس بے چاری کا کیا بنے گا۔ کبھی کبھی مجھے حیرت ہوتی ہے حنا بھابی پر کہ انہوں نے واقعی دل بڑا کرکے علی بھائی سے نکاح کیا ہوگا ہر لڑکی اتنا بڑا دل نہیں رکھتی کم از کم میری جیسی تو ہرگز بھی نہیں۔ بٹی ہوئی محبت کے سہارے میں تو زندگی نہیں گزار سکتی۔" عشا کو ان کی یہ جنونی محبت اچھی لگتی تھی مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس جنونیت کے منفی پہلو بھی ضرور تھے۔

"تم جلتی ہو ناں ہماری محبت سے۔" ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ نہ کرے میں تو مستقبل قریب کی بات کررہی تھی۔"

"جب ہوگا مستقبل قریب میں کوئی ایسا مسئلہ تب دیکھا جائے گا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

علی وسیم آفس سے سید ھا ہارون سے ملنے آیا تھا۔

"شرم کر میرے بنا چائے پی رہا ہے۔"

"تجھے تو بڑی شرم آتی ہوگی جب عشا ملک کے ہاتھ سے بنی چائے پی ہوگی۔" اس نے چوٹ کی تو وہ ہنس دیا۔

"مت ہنس کر ایسے نظر لگ جائے گی۔"

"کیا مصیبت ہے یار تم لوگ تو میرے ہنسنے کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔"

"تم لوگ سے کیا مراد ہے؟"

"وہ عشا بھی یہی کہہ رہی تھی اور اب تم بھی۔"

"او..... ہو یعنی اب تم اس حد تک۔"

"اوئے..... یہ حد ود تک بکواس رہنے دے وہ تو ایویں ہی۔"

"تو مان لے ہارون، عشا نے تیرے دل میں ہلچل مچا دی ہے۔"

"اور تو کیوں نہیں مانتا علی، میں سب کچھ شیئر کرسکتا ہوں تیری محبت نہیں، ناممکن۔" علی نے گہری سانس لی۔ پھر بغور اس کا الجھن سے بھرپور چہرہ دیکھا اور اٹھ کر دونوں ہاتھوں میں اس کے چہرہ تھام لیا۔

"ہارون! تو دیوانہ ہے ایسا نہیں ہے جیسا تو سمجھتا ہے۔"

"ایسا ہی ہے علی لیکن کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ آنے والے دنوں میں بدل تو جائے گا تیرے لیے مجھ سے زیادہ اہم کوئی اور ہوجائے گا۔ کیونکہ جو تجھ سے وابستہ ہے وہ بھی تجھ سے پوری محبت اور مکمل توجہ چاہے گی نا۔" اس کی بات مکمل ہوئی تو علی نے اپنا سر تھام لیا۔

جس دن سے علی وسیم کا نکاح اپنی تایا زاد سے ہوا تھا ایسے جنونی دورے اسے اکثر پڑ جاتے تھے۔

"شاید میں کبھی تمہیں نہ سمجھا سکوں ہارون، کتنے ماہ بیت گئے میرے نکاح کو تو نے کبھی میرے رویے میں بدلاؤ دیکھا میری محبت میں کمی دیکھی؟" وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے۔

مگر علی وسیم پھر بھی سمجھدار تھا وہ رشتوں ناتوں کی اہمیت بھی سمجھتا تھا...... وہ جانتا تھا کہ بہت سے لوگ ہماری زندگی سے وابستہ ہیں اور ہمیں تمام لوگوں کے ساتھ جینا ہے اور وہ اپنی ذات سے کسی کو بھی دکھ نہیں دینا چاہتا تھا مگر ہارون وحید کی زندگی میں تو صرف ایک ہی شخص اہم تھا اور وہ علی وسیم تھا تمام رشتے، ناتے وہ تمام لوگ جو اس سے محبت کرتے تھے جن کے لیے وہ اہم تھا اس کے لیے صرف علی اہم تھا۔ حالانکہ علی اکثر اسے سمجھاتا تھا لیکن بے سود کیونکہ وہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"ہوسکتا ہے کل کی آ جائے۔"

"تو کیوں مجھے پریشان کرتا ہے ہارون، مت الٹا سیدھا سوچا کر...... اتنی سہل زندگی کو کیوں مشکل بنا رہا ہے۔"

"تو مت ہوا کر ناں پریشان اب تجھے میری باتیں بری لگنے لگی ہیں میں ہی تجھے برا لگنے لگوں گا۔" علی نے گہری سانس خارج کی اور عین اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھا پھر اس نے کاندھوں پر ہاتھ دھر دیے۔

"ہارون تو نے وہ نظم پڑھی ہے۔" اس نے ہارون کی آنکھوں میں دیکھا۔

"محبت کسی کے اختیار میں نہیں
اور پھیلتی جا رہی ہے
تقسیم ہوتی جا رہی ہے
یہ اور بات ہے کہ
تمہارا حصہ اب بھی زیادہ ہے
دوسروں سے، بہت زیادہ

علی نے نظم ختم کر کے پیار سے اسے دیکھا۔

"تیرا حصہ سب سے زیادہ ہے ہارون۔" اس کی آنکھوں میں جھانک کر علی نے کہا وہ محض لب بھینچ گیا۔

کہہ نہ سکا کہ یہ حصہ داری ہی تو مجھے نہیں چاہیے۔

بظاہر وہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا مگر بھوری آنکھوں کا اضطراب ذرا بھی کم نہ ہوا تھا۔

❀......❀❀❀......❀
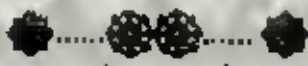
وہ ساتھ ہوتا تھا تو بھی پریشان کرتا تھا اور اب جب وہ نہیں تھا ملک سے باہر تھا تو ٹینٹی ٹورنامنٹ کے لیے تب بھی اسے بہت مس کر رہا تھا وہ۔ جس وقت وہ ٹیم کے ساتھ ہوتا تھا وہ اپنا سو فیصد دیتا تھا۔ ہر چیز بھلا کر لیکن اس بار وہ جانے کیوں عشا ملک کو نہ بھول سکا تھا۔ جب بھی ذرا سا ایزی ہوتا وہ اس کے خیالوں میں آ جاتی تھی۔ وہ فون بھی کر لیتا تھا سرسری بات چیت رکھتا تھا اس سے زیادہ وہ نہیں۔

جتنے دن وہ باہر رہا اس نے عشا کو بہت مس کیا اور جیسے ہی لوٹا وہ زندگی میں پہلی بار علی سے ملنے سیدھا آپی کی طرف آیا تھا۔ مگر یہاں آ کر یوں لگا جیسے سب بے کار گیا کیونکہ وہ اپنی جامعہ کی چھٹیاں گزارنے گھر یعنی اسلام آباد گئی ہوئی تھی بمشکل دس منٹ بیٹھ کر وہ سیدھا علی کی طرف آ گیا۔ جس سے مل کر وہ ہمیشہ کی طرح سب کچھ بھول گیا۔ ان کے پاس بس کچھ دن تھے کیونکہ اس نے پھر ٹیم کے ساتھ ہوا سے ای جانا تھا اور وہ اپنے تمام فارغ دن علی وسیم کے ساتھ انجوائے کر رہا تھا۔ لیکن یہ سچ تھا کہ وہ عشا کو بھی بہت مس کر رہا تھا علی نوٹ کر رہا تھا اکثر ہنستے ہنستے وہ چپ ہو جاتا تھا بولتے بولتے کہیں کھو جاتا تھا۔

اتنا اندازہ تو وہ پہلے ہی کر چکا تھا کہ ہارون مانے یا نہ مانے عشا ملک اپنی جگہ بنا چکی تھی اس کے دل میں۔ اب ہارون انجان تھا یا جنا چاہ رہا تھا اس کا اندازہ وہ نہیں لگا پا رہا تھا۔

"ہارون میں نے ہمیشہ سنا تھا کہ محبت انسان کو خوب صورت بنا دیتی ہے مگر دیکھنے کا موقع اب ملا ہے واقعی محبت انسان کی خوب صورتی میں چار گنا اضافہ کر دیتی ہے۔" علی کی بات اس کے پلے نہیں پڑی۔

"یکی کہ تو بہت خوب صورت ہو گیا ہے۔" اس نے شوخی سے دیکھا۔ ہارون ہنس دیا۔

"علی تو پاگل ہے۔"

"چل یوں ہی سہی میں پاگل ہوں مگر تجھے اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"کیا ہے علی تو کھل کر...... مجھے اتنا الجھا کیوں رہا ہے۔" اس دفعہ اس کی پیشانی پر بل نمایاں تھے۔

"اف اور اتنا سیدھا بننے کا ڈرامہ میرے سامنے مت کروا چھا۔" وہ اب تک مذاق کے موڈ میں تھا مگر ہارون کا موڈ بگڑ گیا۔

"تجھے تو دعویٰ ہے ناکہ تو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے پھر بھلا میں تیرے سامنے کیوں جھوٹا کیسا ڈرامہ کروں گا؟" اس کے تیکھے لہجے پر علی یک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"ہمسے یار، میں تو مذاق کر رہا تھا تو خفا ہو گیا۔"

"اب ایسے مذاق تو زیادہ ہی کرنے لگا ہے کبھی میں تجھے احمق نظر آتا ہوں کبھی کہتا ہے بننے لگا ہوں اتنے دور ہو گئے ہو مجھ سے کہ سمجھ نہیں سکتے۔" اس کا لہجہ جتنا تلخ تھا اتنا ہی طنزیہ بھی تھا اور توقع کے برعکس علی وسیم تلملا اٹھا۔

"شٹ اپ ہر وقت تیری یہی بکواس ہوتی ہے۔"

"ہاں ظاہر ہے میں بکواس ہی کرتا ہوں جھوٹے تو تم لگے ہو مجھے۔"

"ہزار بار وضاحت کرنے کے بعد بھی تیرے دماغ میں میری بات نہیں سماتی تو ٹھیک ہے جو مرضی سمجھ لے۔" ضبط کی انتہا پر تھا وہ۔

"کہا تھا ناں میں نے بہت جلد آئے گا وہ دن جب تو نظر پھیر لے گا اور......!"

"بس کر دے ہارون پلیز۔" اس کی آواز اتنی بلند تھی گویا چھت پھاڑ کر نکل جائے گی۔

"نکل آؤ اس غلط فہمی سے اپنی زندگی بھی سکون سے گزار سکے گا اور مجھے بھی اطمینان مل جائے گا۔"

"تیرے اطمینان کے لیے آج تجھے چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ تجھے اب میری ضرورت نہیں رہی اور مجھے تقسیم شدہ محبت نہیں چاہیے۔" اس نے ہر لفظ پر زور دے کر کہا اور دروازہ دھکیل کر باہر نکل گیا۔

علی کے لب سے پکارنے کو ہلے تھے مگر اگلے پل اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے...... ہر دفعہ میں ہی کیوں پہل کروں غلطی اس کی ہے سوری بھی وہ کرے گا۔ اس کے دل میں ضد اتر ی حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا چانس ایک فیصد بھی نہیں کہ ہارون وحید بولنے میں پہل کرے گا۔

پھر ایک ہفتہ گزر گیا دونوں طرف خاموشی تھی دونوں میں سے کوئی پہل کرنے کو تیار نہ تھا۔ رات کو کتنی بار علی وسیم کے فون کی بیل بجتی وہ اٹینڈ کرتا تو صرف خاموشی، جانتا تھا وہ کہ صرف اس کی آواز سننے کے لیے فون کرتا ہے اس لیے علی نے ہیلو تک کہنا چھوڑ دیا کہ شاید وہ اسی طرح پہل کر دے مگر ہارون دیوانہ ضرور تھا مگر انا کی بے قدری اسے منظور نہ تھی۔ سو اس نے فون کرنا بھی چھوڑ دیا...... اور یہ لڑائی علی وسیم کو شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا کر گئی تھی۔ اس کے لب ہر وقت سختی سے بھینچے رہتے تھے اور جب ہارون بنا ملے ہی چلا گیا تو اسے شدید دکھ پہنچا...... وہ خود ہی اسے "اللہ حافظ" کہہ دے گا اس نے یہ سوچ کر فون کیا تو فون ہی بند ملا۔ اس کا اضطراب حد کو چھونے لگا اور جب وہ مما کے ساتھ تایا جان کے گھر گیا تو سب نے اس کی خاموشی کو نوٹ کیا۔

"خیریت ہے تم لڑ کر آئے ہو کسی سے؟" حنا سے اس کا رشتہ اچھی دوست اور کزن کا بھی تھا۔

"نہیں تو۔" اس نے زبردستی مسکرانا چاہا۔

"دل نہیں ہے تو مت مسکراؤ زبردستی نہیں ہے۔" اس نے شوخی سے کہا علی بغور اسے دیکھنے لگا۔

"جب یہ لڑکی ہو کر محبت شیئر کر سکتی ہے تو ہارون وحید تم کیسے انسان ہو حالانکہ میری محبت کی شدت کا اندازہ تو تمہیں بھی ہے نا۔"

"تم محض سوچ رہے ہو یا میرے چہرے پر کسی اور کو تلاش کر رہے ہو؟" حنا نے اسے چونکایا۔

"سوچیں تو کبھی پیچھا نہیں چھوڑتیں اور تمہارا اپنا چہرہ اتنا اچھا ہے کسی اور کو کیوں تلاش کروں۔"

"ہاں یہ بھی ہے مجھے لگا تم ہارون وحید کے نقش کھوج رہے ہو۔" وہ تو اس کا موڈ اچھا کرنا چاہ رہی تھی مگر ہارون کے نام پر وہ مزید الجھ گیا۔

"کیوں، میں تمہیں محسوس نہیں کر سکتا۔"

"اف او! ایک تو تم بات بے بات الجھنے لگے ہو آج کل۔" وہ یقیناً اس کی ذہنی کیفیت سے بے خبر تھی۔

"فار گاڈ سیک حنا، میں تنگ آ گیا ہوں اس لفظ آج کل سے۔" وہ چیخا حنا حیران نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ بہت کول مائنڈڈ بندہ تھا۔ چیخنا چلانا کبھی اس کی عادت نہیں رہی تھی۔

"علی تم اپ سیٹ ہو۔" برا ماننے کے بجائے اس نے دھیمے لہجے میں دریافت کیا تھا وہ قدرے شرمندہ ہو گیا۔

"آئیم سوری یار بس وہ......؟"

"او ہو علی مجھے برا نہیں لگا مگر میں جانتی ہوں تم کبھی اس طرح برتاؤ نہیں کرتے یقیناً کوئی وجہ ہے۔"

"کچھ بھی نہیں یار، بس سر میں درد ہے تم پلیز پریشان مت ہو سب ٹھیک ہے۔" اس نے حنا کو بہلایا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔

***
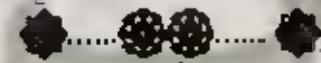
"پہلے ٹیسٹ میں ہی ٹیم کو بڑا نقصان آل راؤنڈر ہارون وحید تیز بال پھینکتے ہوئے ان فٹ ہو گئے کمر کے درد کی وجہ سے۔" صبح صبح یہ خبر علی وسیم کو مزید پریشان کر گئی اس کا پورا دن ہی بے کار گزرا۔

شام میں اس نے کئی بار ہارون کا نمبر ڈائل کیا مگر بے سود اس نے عشنا کا فون ٹرائی کیا۔

"ہیلو۔"

"علی بات کر رہا ہوں۔"

"جی علی بھائی کیسے ہیں اور کہاں ہیں؟"

"یہیں ہوں تمہارے شہر میں۔"

"آئی تو مگر ہارون بھائی نہ ہوں تو آپ بھی ہمارے گھر کا راستہ بھول جاتے ہیں۔"

"اچھا......" وہ ہولے سے ہنسا۔

"وہ عشنا ہارون سے تمہاری بات ہوئی۔"

"ہاں ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو فون کیا تھا ہارون بھائی نے آپ سے بات نہیں ہوئی؟"

"تب سے اس کا فون ٹرائی کر رہا ہوں مگر مل نہیں رہا۔ مجھے پریشانی ہو رہی ہے اس کی طبیعت کی طرف سے وہ کیسا ہے۔ تم سے تو بات ہوئی ہے نا۔"

"ہاں بس وہ ان کی بیک میں کچھ پرابلم ہو گئی ہے اس لیے وہ اب میچ نہیں کھیل رہے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتا آخر مسئلہ کیا ہے کیوں یہ کمر میں تکلیف ہوتی ہے بار بار۔" اس کی پریشانی حد سے سوا ہوئی۔

"ڈونٹ وری علی بھائی وہ ٹھیک ہیں۔" عشنا نے اسے تسلی دی۔

***

اسے پتا چلا تھا کہ ہارون واپس آ گیا ہے اس نے گھر کے نمبر پر فون کیا تو وہاں سے تصدیق ہو گئی مگر وہ خود اس وقت گھر پر نہیں تھا۔

وہ فون بند کر کے سبین آپی کی طرف چلا آیا لیکن وہاں سے علم ہوا کہ وہ اور عشنا باہر گئے ہیں۔ جانے کیوں اس کے دل پر ضرب سی لگی...... وہ جب بھی باہر سے لوٹتا تھا سب سے پہلے اس سے ملنے آتا مگر...... پہلی بار ایسا ہوا کہ اس نے علی وسیم سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا...... ظاہر ہے وہ خفا جو تھا وہ وہاں سے اٹھ آیا۔ ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ایکسیڈنٹ تو معمولی تھا شکر تھا اس رب کا کہ اسے زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔

مگر اچھا یہ ہوا کہ ہارون وحید کی ناراضگی ختم ہو گئی اسے جیسے ہی خبر ملی تھی وہ سیدھا اسپتال پہنچا تھا۔ اس سے لپٹ کر جہاں اس کی آنکھیں بھیگی تھیں لہجہ بھی نم ہو گیا۔

"آنکھیں ماتھے پر رکھ کے چلا رہے تھے گاڑی۔" اس نے ڈانٹا علی وسیم صرف مسکرا کے سن رہا تھا۔

"مجھے پتا ہوتا کہ تیری ناراضگی یوں ختم ہو جائے گی تو بہت پہلے ایکسیڈنٹ کرا لیتا۔"

"اب مزید بکواس نہیں۔" اس نے گھورا۔ یوں طویل ناراضگی ختم ہوئی اور دونوں کو ہی سکون ملا کہ ایک دوسرے کے بنا رہنا ان دونوں کے ہی بس کی بات نہیں تھی۔

"کب جا رہا ہے انگلینڈ؟"

"اگلے سنڈے۔" اس نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"مجھے کل اہم میٹنگ کے لیے لاہور جانا ہے یار، دو تین دن لگ جائیں گے۔" علی نے بتایا۔

"یعنی ان دو تین دنوں میں مجھے بور ہونا پڑے گا۔"

"کیوں عشا ہے ناں۔" علی وسیم نے شوخ نظروں سے دیکھا وہ مسکرا دیا۔

"علی، مجھے لگتا ہے عشا مجھے اچھی لگتی ہے۔" اس کی بات پر علی زور سے ہنسا۔

"آئی نو یہ بات مجھے بہت پہلے پتا چل گئی تھی، میں منتظر تھا کہ کب تو خود مجھے بتائے گا۔"

"لیکن یار" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہارون آئی نو عشا کا مزاج بہت الگ ہے اور تمہاری نیچر الگ لیکن جہاں محبت کا وجود ہو تا وہاں سب کچھ ممکن ہے ایک دوسرے میں خود میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے جو عادتیں تمہیں پسند نہیں وہ بدل لے اور جو خامی تم میں ہے وہ تم دور کردیتا کہ یہ گلہ نہ ہے۔"

"لیکن وہ کہتی ہے کہ اسے تقسیم شدہ محبت پسند نہیں وہ محبت کو اجارہ داری سمجھتی ہے۔"

"اور تم ہارون۔"

"میری زندگی میں سب سے پہلے تم ہو اس کے بعد ہی کسی اور کی گنجائش نکلتی ہے۔"

"نائٹ تم غلط سوچ رہے ہو اگر تمہیں اس سے محبت ہے تو خود کو بدلو اس کا بھی تمہاری زندگی پر حق ہے۔"

"اسی لیے ابھی میں یہ بات خود سے بھی چھپاتا ہوں کہ میرا دل ابھی قبول نہیں کر رہا کہ......؟"

"کم آن ہارون بچے مت بنو زندگی کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھو۔ ہمیں اس زندگی میں بہت سے رشتے ناتے نبھانے ہیں اور ہم یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ہماری لائف میں ان کی اہمیت کم ہے ہمارے لیے ہر رشتہ اہم ہے ہمیں ہر رشتے سے محبت ہے بس محبت کی نوعیت مختلف ہے تم اس بات سے انکار کرسکتے ہو کہ تمہیں اپنے مما، پپا اور برھان سے محبت نہیں تم سبین آپی کو کتنا چاہتے ہو سب جانتے ہیں...... پھر صرف عشا کی محبت کے لیے دل کیوں تنگ کر رہے ہو اگر تمہیں واقعی اس سے محبت ہوگئی ہے تو ڈیئر تم لاکھ انکار کرو مگر وہ تمہارے دل میں اپنی جگہ بنا چکی ہے اور اگر صرف وقتی......؟"

"علی کیا تم مجھے نہیں جانتے میں اس طرح کی نیچر نہیں رکھتا کہ فلرٹ کیا اور بھول گئے اگر ایسا ہوتا تو اب تک ہزاروں لڑکیاں میری زندگی میں آکر جاچکی ہوتیں مجھے لڑکیوں کو پھنسانے کے لیے محنت بھی نہیں کرنی پڑتی۔ لاکھوں میں نہ سہی ہزاروں میں نہ سہی سیکڑوں میں ضرور لوگ ہارون وحید کو بھی پسند کرتے ہوں گے۔ عشا ملک میری لائف میں آنے والی پہلی لڑکی نہ ہوتی اگر میں فلرٹ کرنے والا ہوتا۔" وہ برا مان گیا تو علی وسیم مسکرا دیا۔

"یعنی یہ بات تو طے ہے نا ہارون وحید کہ عشا ملک تمہارے دل میں اتر چکی ہے۔"

"آئی ڈونٹ نو۔" حالانکہ یہ سراسر جھوٹ تھا مگر علی نے چپ کرکے سنا تھا۔

"آئی ڈونٹ نو" کہنے والا ہارون وحید عشا ملک کی محبت میں پور پور ڈوب چکا تھا علی وسیم کو اس کا یہ چینج بہت اچھا لگا شاید اسی طرح اس کا جنون کم ہوجائے۔

ہارون وحید اب اسٹار بن گیا تھا اس کی مصروفیت بھی ان دنوں بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ بہت کم ہی علی وسیم کو مل پاتا فون کرتا تو ہارون کا نمبر اکثر ہی بزی ہوتا۔ وہ لب کاٹنے لگتا۔ وہ خود ہی تو چاہتا تھا کہ ہارون وحید زیادہ وقت عشا ملک کے ساتھ رہے اور اب اگر ہارون اس بات پر عمل کررہا تھا تو اسے کیوں بے چینی ہورہی تھی۔ اس کا من کیوں شاکی ہورہا تھا اور یہ اضطرابی کیفیت اس وقت حد سے سوا ہوگئی جب تقریباً ایک ماہ بعد وہ آیا اور وہ ہارون جو علی وسیم سے پہلے کسی کی شکل تک نہ دیکھتا تھا پہلی بار وہ سیدھا عشا سے ملنے چلا گیا اسے برا لگا مگر اس نے یہ سوچ کر کہ محبت میں انا نہیں ہوتی نظر انداز کردیا۔

اگلے دن وہ خود اس سے ملنے سبین آپی کی طرف گیا اور اس کی توقع کے مطابق وہ ملا بھی وہیں تھا۔ بہت گرم جوشی

سے ملا تھا وہ۔ علی بھی اس کی صورت دیکھ کر تمام گلے بھول گیا۔ لیکن جتنی دیر وہ بیٹھا رہا ہارون نے نوٹس کیا کہ وہ کچھ خاموش ہے۔

"علی آر یو اوکے؟"

"ہوں۔" اس نے یقین سے کہنا چاہا۔

"پھر سرمئی آنکھوں کے ڈیپ ڈاؤن کیوں ہیں۔" ہارون کی تفتیش علی کو الجھن میں مبتلا کررہی تھی۔

"میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔"

"کیا ابھی سے...... علی یہ اچھی بات نہیں ہے۔" ہارون نے خفگی سے کہا۔

"سوری ہارون، آج مجھے ارجنٹ جانا ہے۔ پپا کے فرینڈ ہیں ناصدیقی صاحب آج ان کی بیٹی کی شادی ہے۔"

"اور ہم نے جو آئس کریم کا پروگرام بنایا ہے اس کا کیا۔"

"تو تم دونوں چلے جاؤ نا، میری طرف سے سوری۔" حالانکہ اس شخص کی خاطر سگے چچا زاد تک کی شادی چھوڑ دی تھی اس نے مگر آج جانے کیوں اس کا دل عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔

"علی......" اس نے شاکی نظروں سے گھورا۔

"ایم سوری۔" اس نے کان پکڑے اور مزید بحث سے بچنے کے لیے خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا۔

"آج اسے پتا چلا تھا کہ اس میں اور ہارون میں کوئی فرق نہیں ہے۔" ہارون کی تھوڑی سی توجہ کم ہوئی تو وہ بھی حسد کرنے لگا۔ دل میں شکوے آنے لگے کیا چیز ہے یہ محبت بھی اس محبت نے تو اس کی مت ہی ماردی تھی۔ علی وسیم نے بے بسی سے سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کی۔

"پیار بھی عجب شے ہے
اضطرار میں مضطر
اختیار سے آگے
اختیار سے باہر"

اور واقعی اختیار سے باہر ہوگئی تھی یہ محبت اس کا دل جانے کیوں سکون ہی نہیں پا رہا تھا تبھی تو رات گئے تک بے مقصد گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا اور بے چین ہی رہا۔

❁......❁❁......❁
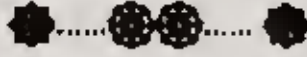
پھر پورے ہفتے ہی وہ مصروف رہا جان بوجھ کر نہیں انجانے میں ہارون کو وقت ہی نہ دے پایا۔ آفس میں کام بہت بڑھ گیا تھا وہ آفس کے بعد گھر پر بھی رات گئے تک کام کررہا تھا۔ اس وقت بھی رات کے بارہ بجے تھے اور وہ فائلیں پھیلائے ان میں سر کھپا رہا تھا جب دروازہ ناک ہوا اسے پتا تھا کہ ممی کے علاوہ اس وقت کون ہوگا۔

"اُف گاڈ۔" اس نے سر پکڑا جو شدت درد سے پھٹ رہا تھا اسے حیرت کا جھٹکا تب لگا جب دروازہ کھول کر ممی نہیں ہارون وحید اندر آیا تھا۔

"ہارون تو اس وقت خیریت سے ہے نا؟" ہارون کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر وہ فکرمند ہوا تھا۔ ہارون نے اس کی بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور سیدھا بیڈ پر اوندھا جا گرا۔

"ہارون مسئلہ کیا ہے؟" وہ اس کے پاس آکر پوچھ رہا تھا ہارون سیدھا ہوا ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھا نظریں علی وسیم کے چہرے پر تھیں۔

"ہارون پلیز میرا ہارٹ فیل کردے گی تیری یہ خاموشی پلیز بتاؤ کیا بات ہے۔"

"تجھے پروا ہے میری۔" چبھتا لہجہ تھا علی سر جھکا گیا۔

"ایم سوری یار، بہت مصروف رہا اور......!"

"پتا نہیں علی شاید ہم دونوں ہی بدل گئے ہیں آئی نو وری ویل کہ تجھے میری ذات سے گلہ ہے بٹ تو نے کبھی کہا نہیں۔ حالانکہ ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ گلے شکوے دل میں پیدا ہوجائیں تو محبت کم ہوجاتی ہے اور فاصلے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔" وہ پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ڈیئر۔" علی وسیم محبت سے بولا ہارون اکڑ کر اٹھ بیٹھا۔

"میں اب بچہ نہیں رہا علی وسیم جیسے تم محبت کی چاشنی سے بہلا کر سچ چھپالو گے۔"

"دیکھ ہارون تو اگر لڑنے آیا ہے تو بے شک لڑ مگر خفا ہو کر اب کہیں جانا پہلے ہی ہم عرصے بعد ملتے ہیں اور شکل تک کو ترس جاتے ہیں۔" وہ بے چارگی سے بولتا دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا کھڑکی کے پٹ وا کیے تو ٹھنڈی ہوا اس کے اندر کے اضطراب کو جیسے ٹھنڈا کر گئی تھی۔ ہارون نے اسے دیکھا جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا چہرے پر بے پناہ تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ یہ سچ تھا وہ اتنا مصروف تھا کہ پچھلی تین راتوں سے اس نے نیند بھی پوری نہیں لی تھی۔

"علی میرے پاس یہ جو دن ہیں میں تیرے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔" دو دن سے تجھے روز ملنے آتا ہوں مگر تجھ سے ملنا کون تیرا بند ہے اور.....!"

"اگر تو یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ میں ارادتاً تجھے اگنور کر رہا ہوں تو ایسا نہیں ہے۔ میں خود تجھ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں مگر بائی گاڈ ہارون میں بہت بزی تھا۔" علی کا چہرہ اس کے سچ کی عکاسی کر رہا تھا۔

"تو یہی سمجھ رہا ہے نا مجھے محبت نہیں رہی تجھ سے۔" اس نے ہارون کی آنکھوں میں جھانکا پھر کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر اس کے برابر آ بیٹھا۔ ہارون نے اس کی تھکن اپنے اندر اترتی محسوس کی تھی۔

"آئی ایم سوری علی میں واقعی تیرے ساتھ زیادتی کر دیتا ہوں۔" ہارون اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"تو بہت پیارا ہے علی کبھی میری کسی بات کو مائنڈ نہیں کرتا اگر ہرٹ ہو جائے تب بھی گلہ نہیں کرتا۔" وہ جذباتی ہوا اور علی وسیم ان لمحوں میں ریلیکس ہونا چاہتا تھا تمام مصروفیت اور ٹینشن بھول کر۔

"اچھا بک نہیں سر پہلے ہی درد سے پھٹ رہا ہے اب ذرا اٹھ کر دو کپ کافی ہی بنا لاؤ۔" علی نے مسکرا کر کہا تو وہ بدک کر اٹھ بیٹھا۔

"واٹ۔"

"میرا پیارا بھائی ہے نا، پلیز! اتنے میں یہ آخری فائل دیکھ لوں۔" مگر اس کی بات ختم ہوتے ہی ہارون نے جارحانہ انداز میں فائل جھپٹی اور دور پھینک دی۔

"جسٹ شٹ اپ اگر اس فائل کو ہاتھ لگایا تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔" علی نے اس کی حالت دیکھی پھر زور سے ہنس دیا۔

"تھینکس گاڈ مجھے لگا تو واقعی فائل پھاڑ ڈالے گا۔"

"آگ لگا دیتا اگر تیری محنت کا خیال نہ ہوتا۔ علی تو نے اپنی حالت دیکھی ہے۔ لعنت بھیج ایسے بزنس پر کہ اپنا آپ بھلا بیٹھے بندہ۔" اس نے علی کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر کہا۔ علی کی آنکھوں میں شرارت چمکنے لگی تھی۔

⁂
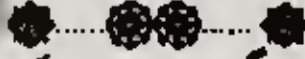
"مما بیمار رہنے لگی ہیں ہارون اور ان کی خواہش ہے کہ جلد از جلد حنا کی رخصتی کرا لیں تاکہ گھر کو سنبھالنے والی آ جائے مگر میں چاہتا ہوں کم از کم ایک سال مزید گزر جائے تاکہ میرے قدم اچھی طرح مضبوط ہو جائیں۔ میں نے اپنا نیا بزنس شروع کیا ہے بہت محنت کر رہا ہوں میں لیکن اس کے لیے مجھے مکمل توجہ اور وقت بھی درکار ہے۔"

"تو کیا شادی کے بعد بزنس پر توجہ کم ہو جائے گی۔"

"ظاہر ہے یار نئی نئی شادی ہو تو ہمارے لوگوں کو اعتراض بھی تو بہت ہوتا ہے ابھی شادی ہوئی ہے اور یہ آفس کے ہو گئے لڑکی کو وقت نہیں دیتا وغیرہ وغیرہ۔" اس نے ہارون کی بات کے جواب میں کہا۔

"مجھے یقین ہے علی کہ کم از کم تیری ذات سے یہ شکایات کسی کو نہیں ہوں گی تم ان شاء اللہ بخوبی سب ہینڈل کر لے گے۔ تمہیں آنٹی کی بات مان لینی چاہیے کیونکہ علی تم ان کے اکلوتے بیٹے ہو ظاہر ہے ان کی ساری خوشیاں تم سے وابستہ ہیں۔"

"ایک شرط پر کہ تم بھی عشا کو پرپوز کر دو۔" علی نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں یک دم ہی حیرت اتر آئی تھی۔

"پرپوز، تجھے لگتا ہے علی کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے۔"

"کیا مطلب؟ تم نے اب تک اس سے اپنی فیلنگز شیئر نہیں کیں تم نے اسے بتایا نہیں کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔" علی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"تنور۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"لیکن کیوں؟"

"مجھے ڈر لگتا ہے علی اگر اس نے منع کردیا ہم اچھے دوست ہیں ضروری تو نہیں کہ وہ بھی میرے لیے وہ جذبات رکھتی ہو مجھے نہیں محسوس ہوتا کہ ایسا کچھ ہے اس کے دل میں اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس نے میری انسلٹ کردی تو یونو علی محبت اپنی جگہ مگر میں اپنی انا کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔"

"مگر تم یہ تمام باتیں خود سے کیسے اخذ کرسکتے ہو۔ بنا اس کی رائے کے ہوسکتا ہے وہ خود بھی ایسی ہی احساسات سے دوچار ہو کہ تم ایک کرکٹر ہو تمہارا ایک نام ہے اللہ رب العزت نے تمہیں نوازا ہے ہوسکتا ہے وہ یہ سوچتی ہو تم اسے اپنے قابل نہ سمجھتے ہو وہ تو شروع سے تمہیں مغرور سمجھتی رہی ہے اب جبکہ تم اس کے قریب ہو وہ قدرے تمہیں سمجھنے کرنے لگی ہے تو یہ تمہارا فرض ہے تم خود اس سے اپنی فیلنگز شیئر کرو۔"

"میں نے کئی بار کوشش کی علی مگر ہر بار کہتے کہتے رک گیا۔"

"میرے کہنے پر پلیز ایک بار کوشش کرو، مجھے یقین ہے تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔" علی نے پریقین انداز میں کہا تو اس نے سر ہلا دیا اور اگلے دن ہی وہ عشا کو لانگ ڈرائیو پر لے گیا۔

"عشا تم نے کیا سوچا ہے اپنی لائف کے لیے آگے کیا کرنا ہے؟"

"آپ جانتے تو ہیں ہارون بھائی کہ سائیکولوجی میں میں ماسٹر کرنا میرا اوپشن ہے۔"

"میں اس کے بعد کی بات کررہا ہوں۔"

"اس کے بعد پی ایچ ڈی اور......؟"

"عشا پلیز میں تمہارے تعلیمی کیریئر کی نہیں اس کے علاوہ بات کررہا ہوں۔"

"مطلب؟"

"شادی وغیرہ۔" اس نے عشا کا چہرہ نگاہوں میں بساتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرا نہیں مما پاپا کا ہیڈک ہے۔"

"مگر تمہاری کوئی پسند کوئی آئیڈیل تو ہوگا نا۔"

"فی الوقت تو کوئی خاص نہیں میں ارینج میرج پر یقین رکھتی ہوں اور جو میرے بڑوں کا فیصلہ ہوگا مجھے منظور ہوگا۔"

"ہاں یہ اچھی سوچ ہے مگر تمہاری بھی تو کوئی پسند ہوگی کہ کیسا ہو وہ انسان جس کے ساتھ تم نے اپنی زندگی گزارنی ہے۔"

"بس پولس سا، محبت کرنے والا، غصے والا نہ ہو، آپ جیسا۔"

"یعنی میں تمہیں برا لگتا ہوں۔"

"یہ میں کب کہا ہارون بھائی مجھے آپ کے غصے اور جنون سے ڈر لگتا ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ کول، ٹھنڈا ہو جوش کے بجائے ہوش سے کام لینے والا۔"

"میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تم میرے لیے کیا سوچتی ہو یہ تو مجھے آج معلوم ہو ہی گیا لیکن تم حق رکھتی ہو کہ......"

"ہارون بھائی پلیز میں آپ کو ڈسکس نہیں کررہی ہوں میں تو صرف......!"

"جانے دو عشا۔" اس کے ماتھے پر بے شمار بل گواہ تھے کہ وہ برا مان گیا ہے عشا کو اس کے مزاج کے اس رنگ سے ہی تو ڈر لگتا تھا ورنہ وہ پرفیکٹ مین تھا کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل۔

"میرا خیال ہے ہمیں گھر چلنا چاہیے۔" اس کے سختی سے بھینچے لب اس کے ضبط کی گواہی دے رہے تھے۔

"ہارون بھائی، میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ میں تو آپ کو تنگ کرنے کے لیے مذاق کررہی تھی۔"

"لیکن میرا ہرگز مذاق کا موڈ نہیں تھا۔ عشا ہی انسان کو دوسرے کے احساسات کی بھی پروا کرنی چاہیے مگر شاید میں ہی غلط رو میں سوچ رہا تھا تم نے کچھ غلط نہیں کہا یہ صرف میری ہی غلطی ہے۔ تم اپنی سوچ میں آزاد ہو اور حق رکھتی ہو کہ تم جو رائے میرے بارے میں رکھتی ہو وہ کہہ

سکو۔" ہارون بہت ہرٹ ہوا تھا وہ کیا سوچ کر اسے لایا تھا اور عشا نے اس کے احساسات کی کوئی پروا نہیں کی تھی، بہت بددل ہو کر وہ ریش ڈرائیونگ کر کے اسے گھر چھوڑ گیا تھا۔

❁ ......❁❁......❁

"سیمین آپی مجھے ابھی صرف کھیلنا ہے اور بس، شادی کرنی ہے تو بہان ہے نا کر دیں اس کی۔" وہ کتنے دن کے بعد آپی سے ملنے آیا تھا مگر موڈ بہت آف تھا۔

"اور تم نے کنوارا ہی رہنا ہے۔"

"یہی سمجھ لیں۔" اس نے پہلو بدلا۔

"ہارون میں تمہاری طرف سے مطمئن ہونا چاہتی ہوں چندا میرا عشا پر بڑا دل ہے وہ تمہارے ساتھ سوٹ بھی کرتی ہے۔ اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہو تو......؟"

"آپ جانتی ہیں کہ میری زندگی میں لڑکیوں کے لیے کوئی جگہ ہے ہی نہیں پھر چاہے وہ عشا ملک ہو یا کوئی اور مجھے شادی نہیں کرنی۔" یک دم ہی وہ بیٹھے سے اکھڑ گیا عشا اس کی آواز سن کر اس سے ملنے آئی تھی۔ مگر اس کے الفاظ سننے کے بعد وہیں رک گئی۔

"عشا تمہاری اچھی دوست بن گئی ہے تم ایک دوسرے کو سمجھتے ہو ہارون، یہ ضد اور بچپنا کب تک چلے گا۔ علی بھی تو شادی کر رہا ہے نا۔"

"بھی کو میں نے کب پابند کیا کہ وہ شادی نہ کرے اچھا ہے آنٹی کو اس وقت بہو کی ضرورت بھی ہے۔ میں خوش ہوں علی کے لیے۔"

"پھر تم۔"

"آپ کو میرا آنا برا لگتا ہے تو آئندہ نہیں آؤں گا۔ صرف ملنے آیا تھا کل جا رہا ہوں نا اس لیے۔"

"ہارون......" انہوں نے دکھ اور تاسف سے اسے دیکھا جو انہیں اپ سیٹ لگ رہا تھا۔

"پلیز آپی، سوری مگر میں اس ٹاپک پر کوئی بھی بات کرنا نہیں چاہتا اور ہاں اس کی وجہ علی وسیم ہرگز نہیں ہے۔ رہی عشا سے دوستی کی بات تو آپی ضروری نہیں ہم اچھے دوست ہیں تو وہ مجھے اچھا بھی سمجھتی ہو وہ میرے بارے میں پوزیٹو نہیں سوچتی۔ وہ ہمیشہ مجھے روڈ، سیلفش، مغرور، بددماغ اور جانے کیا کیا کہتی رہی ہے۔"

"ارے وہ تو صرف مذاق کرتی ہے تمہیں تنگ کرنے کو تم نے سیریس لے لیا۔" وہ مسکرا دیں۔

"ہاں وہ مجھے تنگ کرتی ہے لیکن آپی یہ تمام باتیں اس کے اندر موجود ہیں تو اس کے ذہن سے نکلتی ہیں وہ میرے بارے میں ہو سکتا ہے یہ فیل کرتی ہو۔"

"میں خود اس سے بات کروں گی پتا ہے ہارون میرا دل کہتا ہے وہ تمہیں پسند کرتی ہے۔"

"یہی غلط فہمی علی کو بھی تھی مگر اب دور ہو گئی ہے میں نے اس کا یہ شوق پورا کر دیا ہے اور پلیز آپ بھی یہ بات دل سے نکال دیں اور مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ اس سے میرے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گی۔"

"ہارون تم نے عشا سے کچھ کہا تھا؟" اس کی باتوں سے انہیں لگا تھا جیسے ہارون پہلے ہی عشا سے بات کر چکا ہو۔

ہارون نے جواباً ہاں میں گردن ہلائی تو وہ لب کاٹنے لگیں۔ وہ سمجھ سکتی تھیں کہ ان کا بھائی ہمیشہ ہی لڑکیوں سے بہت دور رہا ہے خاندان میں کتنی ہی کزنز تھیں مگر ہارون کی کسی سے دوستی تو دور کی بات سلام دعا بھی نہ تھی وہ شروع سے ہی بھاگتا تھا اس مخلوق سے۔

مگر اب وہ کوئی کالج بوائے نہیں رہا تھا پریکٹیکل لائف میں تھا اور اس کی سوچ کی پختگی اس کے کیریئر سے ظاہر تھی کہ وہ ایک کامیاب کرکٹر تھا۔ وہ پہلی لڑکی تھی جس نے ہارون کی زندگی میں قدم رکھا لیکن اب ہارون کی اضطرابی کیفیت گواہ تھی کہ وہ عشا کی اس رائے سے ہرٹ ہوا ہے مگر کیا وہ عشا کو سمجھنے میں غلطی کر سکتی تھیں انہیں عشا کی آنکھوں میں جو ہارون کے لیے نظر آتا تھا وہ جھوٹ نہیں ہو سکتا پھر ہارون بھی تو جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا اس کی پریشانی خود چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

❁ ......❁❁......❁

بہت گہرا دکھ تھا اسے کہ وہ علی وسیم کی خوشی میں شامل

نہ ہوسکا تھا۔ علی کو قدم قدم پر اس کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تھی کبھی کبھی تو وہ اتنا یاد آیا کہ اس نے سختی سے آنکھیں بند کر کے ضبط کا دامن تھام لیا تھا۔ ایک تو جب وہ گیا بہت بکھرا بکھرا سا تھا وجہ لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے نہیں بتائی تھی مگر علی جانتا تھا کہ اگر وہ اتنا اپ سیٹ ہے تو ضرور کوئی بڑی وجہ تھی۔ اس نے فون کر کے اسے اور حنا کو وش کر دیا تھا اور معذرت بھی کی تھی کہ وہ ان کی شادی میں شامل نہ ہوسکا تھا۔

"کب آئے گا تو؟" علی نے پوچھا۔

"اب تجھے مجھے یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے بھابی ہے نا۔" پھیکی سی ہنسی کو تھی۔

"تجھے لگتا ہے ہارون کہ کوئی بھی شخص تیری کمی پوری کرسکتا ہے تو میری روح کا حصہ ہے ہارون کیوں بھول جاتا ہے تو۔"

"ہاں۔" اس نے گہری سانس خارج کی۔

"پتا نہیں کیوں میں زندگی سے مایوس سا ہوگیا ہوں۔ جیسے ساری چاہتیں مجھے صرف دھوکہ لگنے لگی ہیں۔"

"تو اپ سیٹ ہے اتنا تو میں جانتا ہوں لیکن کیوں یہ تجھے بتانا ہوگا۔"

"ابھی تو بیٹھا رہی ہے آؤں گا تو پوچھ لینا بھابی کو سلام کہنا او کے۔"

"ہارون......!"

"اللہ حافظ علی۔" اس کے پکارنے پر اس نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا اور پندرہ دن بعد جب وہ آیا تو ملنے تک نہ آیا علی خود ملنے گیا تو سویا ہوا تھا علی نے ڈسٹرب نہیں کیا۔

"علی تم بیٹھو میں اٹھا دیتی ہوں۔"

"ارے نہیں آنٹی، اسے سونے دیں اٹھ جائے گا تو بتا دیجیے گا۔"

"بس کچھ سست سا ہو رہا تھا تم سناؤ حنا ٹھیک ہے نا، ماما کیسی ہیں تمہاری؟"

"سب ٹھیک ہیں او کے آنٹی میں چلتا ہوں۔" وہ انہیں اللہ حافظ کہتا چلا گیا شام میں ہارون اس کی طرف چلا آیا۔ اس کے اور حنا کے لیے گفٹس لے کر بہت اچھے طریقے سے ملا تھا وہ جس پر اس نے سکون کا سانس لیا ورنہ اسے امید نہیں تھی کہ اکثر ہی وہ حنا سے جیلس رہا کرتا تھا۔

"تم کیوں سیر اپوسٹ مارٹم کر رہے ہو۔" اب وہ اس سے مخاطب تھا جو مسلسل اس پر نظریں گاڑے بیٹھا تھا۔

"تیری اداکاری دیکھ رہا تھا جو ابھی اور حنا کے آگے تو جم گئی۔ مگر مسٹر ہارون وحید میرے سامنے تم یہ فلاپ ایکٹنگ نہیں کرسکتے دانت نکالنے کی۔" اس کے چہرے کی تھکاوٹ آنکھوں کی اضطرابی کیفیت اس کے اندر کی الجھن کی صاف عکاسی کر رہے تھے۔ علی ہمیشہ کی طرح اسے اپنے کمرے میں لے آیا جہاں حنا چائے اور ناشتہ دے گئی تھی اور اب وہ علی کی عدالت میں تھا۔

"میری شادی تیری الجھن کا سبب تو نہیں ہے ہارون۔ دیکھ اگر ایسا ہے تو آئی پرامس یو میں حنا سے زیادہ تجھے وقت دوں گا تجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"ایسا کیوں سوچا تو نے؟"

"ہمیشہ ہی تو اس بات کو لے کر بہت پنچی رہا ہے ہارون میں جانتا ہوں میرے بدلنے..... تو جہ کم ہونے کا گلا رہا ہے نا تجھے۔"

"تو علی اگر میرے گلے عمر بھر دور نہ ہوں پھر کیا میرے لیے اپنی ہر خوشی چھوڑ دے گا۔ میں خوش ہوں تیرے لیے۔" اس کی مسکراہٹ کا پھیکا پن علی نے شدت سے نوٹ کیا تھا۔

"اچھا چھوڑ ساری باتیں تجھے پتا ہے عشا ملک کا پر پوزل آیا ہے اس کے کزن عاطف کا اسی وجہ سے میں کب سے تجھے کہہ رہا تھا کہ ایک بار اسے کہہ کر تو دیکھ لیکن تو......!"

"تو چاہتا ہے علی کہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں اگر نہیں تو اب ہمارے درمیان عشا ملک کا نام کبھی نہیں آئے گا۔" اس کے لہجے میں سرد مہری اتر آئی علی نے تحیر سے اسے دیکھا۔

یک دم ہی جیسے وہ ہارون کی الجھن کا سبب جان

گیا یعنی ریزن حتا نہیں عشا اور ہارون کے درمیان یقیناً کچھ ہوا ہے۔

"اس کا مطلب تو نے عشا سے بات کی تھی؟" پرسوچ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا۔ مگر ہارون کا ری ایکشن اسے حیران کر گیا ہارون تیزی سے اٹھا اور جھٹکے سے کمرے سے نکل گیا علی آواز دیتا رہ گیا۔

❀......❀❀......❀

عشا ملک سے مل کر اسے صورت حال کا اندازہ ہو چکا تھا کہ ہارون شدید غلط فہمی کا شکار ہوا ہے اور وہ ہارون کی یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا مگر اس کی خواہش تھی کہ خود عشا ہارون کی اس غلط فہمی کو دور کرے۔

"تم نے ہارون کو کلیئر کرنا تھا نا کہ تم صرف مذاق کر رہی تھیں۔"

"کہا تھا علی بھائی مگر آپ ان کے جنون سے واقف تو ہیں خود سے اندازے لگاتے ہیں اور پھر ان پر مہر لگا لیتے ہیں کہ یہی سچ ہے باقی سب بکواس فون تک نہیں ریسیو کرتے میرا۔ موبائل سوئچ آف کر دیتے ہیں۔"

"تمہیں اندازہ ہے اس نے اتنا ری ایکٹ کیوں کیا؟" علی نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہونے والی لڑکی نہیں تھی یقیناً ہارون وحید ہر لڑکی کا آئیڈیل مرد ہو سکتا تھا اس میں وہ ساری خوبیاں تھیں جن کی ایک لڑکی خواب دیکھتی ہے۔

"تم اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو عشا وہ لڑکیوں سے بھاگنے والی مخلوق تھا مرتا ہے وہ تم پر لیکن زبان سے کہتے ہوئے اس کی انا ہرٹ ہوتی ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ اگر تم نے اسے منع کر دیا تو اوپر سے تمہارے ریمارکس نے اس کا دماغ الٹا دیا۔" یہ نیوز حیران کن سے زیادہ اس کی مسرت وخوشی کا سبب بنی تھی وہ علی بھائی کو جواب تو کچھ نہ دے سکی بس اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"انسان کو دوسرے کے احساسات کی بھی پروا کرنی چاہیے مگر، شاید میں ہی غلط رو میں سوچ رہا تھا۔" اس دن جب وہ بھڑک گیا تو اس نے یہ الفاظ بھی کہے تھے تب شاید وہ انہیں سمجھ نہ سکی تھی پر اب اسے سمجھ آ گئی تھی۔

"او گاڈ...... ہارون وحید جیسا مغرور اور بد دماغ شخص میرے بارے میں یہ سوچتا ہے۔"

"کہتے ہیں ناں کہ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن وہ بھی اسی مقولے کی مانند تھی۔" پہلی بار ہارون وحید سے مل کر جو خاکہ اس کے دل ودماغ پر بنا تھا بس وہی فکس ہو گیا۔ حالانکہ اس کے ساتھ وہ کبھی روڈلی پیش نہیں آیا تھا ہاں وہ ریزرو ضرور رہتا تھا شاید وہ اس کی نیچر تھی کہ بہت جلد فرینک ہونا اس کی عادت نہیں تھی۔

پھر دوسری وجہ کہ اسے ہمیشہ لگا تھا علی وسیم اور ہارون وحید کے عشق کے درمیان کسی تیسرے کی گنجائش نہیں بن سکتی۔ علی تو پھر بھی سمجھدار تھا مگر جتنا وہ ہارون کو جان پائی تھی وہ علی وسیم کے لیے بہت کریزی تھا اور اس کی محبت میں شیئر کرنا ناممکن تھا پھر اس محبت میں عشا ملک کی گنجائش کیسے نکل آئی ہارون سے اس کی اچھی دوستی تھی وہ اگر گھر پر ہوتا تو اپنا بہت سا وقت اس کے ساتھ گزارتا تھا۔ اس کے باوجود بھی عشا کے ذہن میں صرف یہی فکس تھا وہ بہت مغرور ہے اور اسے ہونا بھی چاہیے آفٹر آل وہ تھا اتنا شاندار پھر اس کا ایک نام تھا وہ سب کا فیورٹ تھا اس جیسی عام سی لڑکی اس کے لیے دوست سے زیادہ اہم کیسے ہو سکتی تھی۔

ہارون وحید اپنی شاندار شخصیت سمیت اسے پسند تھا مگر وہ اس سے زیادہ خود کو خواب کی دنیا میں جانے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتی تھی کہ اس کے خواب تو ہزاروں لڑکیاں دیکھتی تھیں وہ ہر لڑکی کا نصیب نہیں بن سکتا تھا۔ لیکن آج اسے لگا کہ وہ بہت خاص ہو گئی ہے علی وسیم کے لفظ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہے تھے اور اس کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہے تھے۔

"وہ مرتا ہے تم پر......!"

❀......❀❀......❀

وہ تبین آپی سے ملنے آیا تو اسے صرف ہیلو کہا تھا ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور خود سے بھی خفا خفا سا...... پہلی بار اس نے کئی لمحے اسے غور سے دیکھا...... ورنہ اب

تک اتنی ہمت بھی نہیں کر پائی تھی۔ کامران اور طلال بھائی بھی آگئے تو انہوں نے زبردستی اسے ڈنر پر روک لیا۔

"طلال بھائی میں نے علی کے پاس جانا تھا وہ ویٹ کررہا ہوگا۔" اس نے بہانہ تراشا۔

"یار، تم تو نایاب ہی ہوگئے ہو اگر قسمت سے مل بھی جاتے ہو تو ہمارے لیے وقت ہی نہیں ہوتا تمہارے پاس۔"

"کیا طلال بھائی آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں۔"

"ارے مجھے تو فخر ہے کہ تم میرے بھائی ہو، بیٹا آج اگر وقت تمہارا ہے تو اس کے پیچھے تم نے محنت بھی بہت طویل کی ہے۔ تم نے برا وقت بھی دیکھا ہے ہارون۔ ان آؤٹ کے ان دور کو بھول گئے جب مایوس ہوکر منہ بھلائے میرے اور یسین کے پاس آتے تھے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تمام دن میں کیسے بھول سکتا ہوں طلال بھائی اگر آپ لوگ نہ ہوتے تو شاید میں مایوس ہوجاتا مگر آپ کی، آپی اور علی کی محبتوں نے مجھے ہمیشہ ہمت دی ہے جبھی تو رزلٹ آپ کے سامنے ہے اور طلال بھائی میں جو کچھ بھی ہوں آپ لوگوں کی محبتوں کے باعث ہی تو ہوں۔"

"اچھا بھائی کیریئر تو بن گیا اب سہرا کب باندھ رہے ہو سر پر۔" کامران بھائی نے موضوع بدلا۔

"ابھی کوئی موڈ نہیں ہے۔" وہ لائٹ انداز میں مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھئی شادی کے لیے بھی موڈ بنانا پڑتا ہے یار تم ستائیس سال کے ہوچکے ہو اور تمہاری عمر میں میرے دو بچے تھے۔"

"ہاں یار ہارون میرا خیال ہے اب تم فیصلہ کرلو ویسے بھی اتنے سارے ٹورز کیے ہیں کہیں تو کوئی نہ کوئی لڑکی بھائی ہوگی۔"

"جناب میں کھیلنے جاتا ہوں لڑکیاں پسند کرنے کے لیے نہیں یوں بھی پاکستان میں کمی نہیں ہے اچھی لڑکیوں کی۔"

"ویری گڈ تم تو بہت اچھی سوچ رکھتے ہو یہ بات تو طے ہے کہ تم شادی اپنے ملک میں ہی کروگے۔"

"پتا نہیں۔" اس کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا آپی چائے لے کر آئیں تو اس کی جان بچی تھی اور پھر وہ رات کے کھانے کے بعد باہر نکلا تو عشنا نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہارون بھائی پلیز میری بات تو سنیں۔"

"ہاں...... بولو۔" خلاف توقع وہ یک دم رک گیا اور سنجیدہ لہجے میں بولا اس کی نظریں اپنے چہرے پر مرکوز پاکر وہ گڑبڑا گئی اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ ہارون کے سامنے وہ یوں پزل ہوئی تھی۔

"ایم سوری اگر آپ ہرٹ ہوئے۔"

"بس یا اور کچھ۔" اس کا انداز اب بھی سنجیدہ تھا عشنا کی تمام ہمت جواب دینے لگی۔

"آپ جو سمجھ رہے ہیں ایسا نہیں میں صرف......!"

"تم صرف مذاق کررہی تھیں ہے نا، مذاق ہی تو ہوا ہے میرے ساتھ۔"

"آپ ناراض مت ہوں میری بات سمجھ......!"

"میں تم سے خفا نہیں ہوں اوکے اور پلیز پھر دوبارہ یہ باتیں مت دہرانا۔"

"آپ......!"

"گڈ نائٹ عشنا۔" اس نے عشنا کے مزید لفظ ادا ہونے سے پہلے ہی کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"تمہارے لیے یہ محض مذاق ہوسکتا ہے عشنا ملک مگر میرے لیے تم بہت اہم تھیں۔" اس نے گہری سانس خارج کرکے سوچیں جھٹکیں اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

❀......❀❀......❀

"بلیو می تجھے صرف غلط فہمی ہوئی ہے۔" علی نے دھیرے دھیرے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا جو عین بیڈ کے وسط میں بازو کا تکیہ بنائے لیٹا چھت کو گھور رہا تھا علی کی بات پر فقط اسے دیکھا۔

"اب کیا چاہتا ہے تو مجھ سے! ایک بار اپنی انسلٹ

کرالی ہے دوبارہ نہیں کراؤں گا بس بھی کردے ختم کراس قصے کو۔"

"یہ قصہ تو خود ختم کرنا نہیں چاہتا ورگرنا یہ حالت بنا کر نہ لیٹا ہوتا سب بھول چکا ہوتا۔" علی نے اسے گھورا وہ یک دم آنکھیں بھینچ گیا خود سے فرار پانے کو۔

"تو رہ لے گا اس کی محبت کے بنا تمام عمر گزار لے گا ایسے ہارون؟"

"مجھے زندگی گزارنے کے لیے صرف تیری محبت ہی کافی ہے علی کیونکہ میں جان چکا ہوں کہ تیری محبت کے علاوہ ہر محبت صرف نظر کا دھوکا ہے آئی پرامس یو علی میں بالکل پہلے کی طرح رہوں گا تجھے پھر کبھی میرے چہرے پر مایوسی نظر نہیں آئے گی۔"

"ہارون! ایسے لائف نہیں گزرتی تم تنہا زندگی کیسے گزارو گے تمہیں شادی تو بہرحال کرنی ہوگی۔"

"تیری خواہش ہے تو وہ بھی کرلوں گا پر ضروری تو نہیں کہ عشا ملک سے ہی میری شادی ہو مجھے کچھ وقت دو پھر تو جہاں کہے گا وہاں شادی کرلوں گا وعدہ ہے میرا۔"

"اور اگر تیرے اس فیصلے سے کوئی ہرٹ ہوتو۔"

"اگر تیرا اشارہ عشا ملک کی طرف ہے تو علی خدا کا واسطہ ہے آنکھیں کھول لے دیکھ تو مجھے پیار کرتا ہے نا تو تجھے لگتا ہے دنیا کا ہر شخص مجھے چاہتا ہے مگر حقیقت ایسی نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہے حقیقت، اس نے تجھ سے کہا تھا کہ وہ تجھے پسند نہیں کرتی برے لگتے ہو تم اسے۔"

"اس نے یہ بھی تو نہیں کہا تھا کہ اچھا لگتا ہوں میں اسے۔" جس طرح علی چیخا تھا اسی انداز میں اس نے جواب دیا تھا۔

"تو نے پوچھا کب تھا اس سے کہ......!"

"ہاں پوچھتا تو کون سا اس نے مجھ پر مر جانا تھا خامیاں تو پہلے ہی گنوانے بیٹھ گئی محترمہ۔"

"خامی بھی ان کی ہی نوٹس کی جاتی ہے جو ہمیں اچھے لگتے ہیں تو اس کی بات کو پوزیٹو بھی لے سکتا تھا ہوسکتا ہے تیری خامی جتانے کا مقصد یہ ہو کہ وہ چاہتی ہو کہ تم اپنے جنون اور غصے پر کنٹرول کرلو تمہاری یہ عادت اسے ناپسند ہو تم غصہ کرنا چھوڑ دو۔"

"تجھے آج تک میری ان عادتوں پر اعتراض نہیں ہوا تو وہ کون ہوتی ہے جس کے لیے میں اپنا آپ بدلوں تو نے تو کبھی نہیں کہا کہ میں یہ غصہ اور جنون چھوڑ دوں۔"

"ہر چیز کو مجھ سے کیوں کمپیئر کرتا ہے تو۔" علی جی جان سے جل گیا۔

"کیونکہ تجھ سے زیادہ محبت نہیں کرتا میں اس سے جب تو نے مجھے میری تمام خامیوں سمیت قبول کیا ہے تو وہ بھی کرلیتی۔"

"کرے گی تمام خامیوں خوبیوں سمیت کرلے گی ایک بار اسے پتہ تو دے کہ تو اسے کتنا چاہتا ہے۔"

"پوسٹر لگا دوں اب کیا یار اگر وہ مجھے چاہتی ہے اس کے من میں میرے لیے فیلنگز ہیں تو وہ میری آنکھوں سے نہیں جان سکتی ہم دونوں بنا کہے ایک دوسرے کے من کی ہر بات جان لیتے ہیں پھر وہ کیوں نہیں جان سکی۔" علی نے سر پیٹ لیا بھینس کے آگے بین بجانے سے بہتر تھا کہ وہ گھر جا کر حنا سے ڈسکس کرکے اس معمہ کا سلوشن نکالے اس نے تین چار گھونسے اس کے سینے میں مارے اور بکتا جھکتا گھر چلا گیا ہارون وہیں لیٹا لیٹا سو گیا جانے کتنے گھنٹے سویا موبائل کی آواز پر آنکھ کھلی تھی اس کی۔

"بس میں ساری عمر کے لیے تجھ سے خفا ہوں ہارون، تو نے میرا ہی نہیں عشا کا بھی دل دکھایا ہے اور تیرے رویے سے ڈس ہارٹ ہوکر اس نے عاطف کے لیے ہاں کردی ہے۔" علی نے اپنی بات ختم کرکے فوراً لائن کاٹ دی اور اس کی نیند سکون دونوں تباہ ہوگئے۔

"عاطف میں کون سی خوبی نظر آئی تھی میڈم کو جو مجھ میں نہیں تھی میری صرف خامیاں دکھائی دیتی ہیں۔" وہ پاگلوں کی طرح ٹہلتا رہا مگر دماغ ابتر رہا تھا اس نے منٹوں میں فیصلہ کیا اور بھڑکتے غصے سمیت گاڑی لیے وہ عشا ملک کے سامنے تھا۔

"خیریت تو ہے آپ......!" اس نے بنا اسے بولنے کا موقع دیے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما اور گاڑی میں بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اس کے چہرے کی سختی اور پیشانی کے نمایاں ہوتے بل اس کے غصے کے لیول کو اجاگر کررہے تھے۔

"آپ مجھے کہاں لے جارہے ہیں؟"

"بے فکر رہو اغوا نہیں کررہا ہوں کہ تمہارے مسٹر عاطف کو ڈھونڈنا پڑے۔"

"مسٹر عاطف، یہ عاطف بیچ میں کہاں سے آ گیا۔"

"یہ تو تم بتاؤ کہ یہ بیچ میں کہاں سے آ گیا؟" یک دم اس نے بریک لگایا تو بمشکل اس نے خود کو سنبھالا۔

"دیکھیے ہارون بھائی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے آپ نے جو بات کرنی ہے صاف الفاظ میں کریں اگر میں نے کچھ کہا تو آپ بنا پوری بات سنے اندازے لگا کر بیٹھ جائیں گے اور پھر منہ پھلا لیں گے۔" اگر وہ ہارون کی طرف دیکھتی تو شاید اتنی بڑی بات نہ کہہ پاتی اس لیے اس نے آنکھیں بند کیں تھیں پہلے اسے ہارون سے خفگی ابھی تک نہیں ہوتی تھی لیکن جب سے علی بھائی نے اسے بتایا تھا تب سے جانے کیوں چڑ سی ہوجاتی تھی۔

"عاطف میں ایسی کون سی خوبی ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ تم نے اسے سلیکٹ کیا لائف پارٹنر کے لیے۔"

"یہ میرا نہیں میرے پیرنٹس کا فیصلہ ہے۔" اس نے کھڑکی سے باہر نظریں جمائیں۔

"اور تم نے مان لیا؟" ہارون نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"میرے پاس انکار کا جواز نہیں تھا۔" وہ سر جھکا گئی۔ ہارون کا غصہ حد سے بڑھنے لگا اور اس کا دل چاہا کہ وہ عشا ملک کا گلا دبادے۔

"میرے چہرے پر غرور تو تمہیں نظر آتا ہے میرا غصہ اور جنون تمہیں دکھائی دیتا ہے عشا ملک لیکن میری آنکھوں میں وہ محبت کبھی دکھائی نہیں دی جو تمہارے لیے ہے۔ وہ دل کبھی نظر نہیں آیا جو تم پر مرمٹا ہے۔ میری چاہت دکھائی

بنام سحر

شب سے پوچھو یہ اشارہ کیا بنے گا
سحر سے جلنے والو! تمہارا کیا بنے گا
جو رکھتے ہیں دشمنی اہل وفا سے
ان لوگوں کا سہارا کیا بنے گا
ناخدا جو ناآشنا ہو فن سے
تو کشتی کا کنارا کیا بنے گا
ہم تو دیوانے ہیں سحر کے رضا
جو نہ ہوا سحر کا' ہمارا کیا بنے گا

انیس احمد...... بہاولپور

نہیں دیتی تمہیں۔ اس سے بڑا بھی جواز چاہیے تمہیں انکار کا میرا جنون میری محبت کم ریزن ہے۔" اسے کندھوں سے تھام کر بری طرح جھنجوڑا۔

"کس محبت کی بات کررہے ہیں آپ وہ محبت جو آپ خود سے بھی چھپاتے رہے ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں صرف علی وسیم کی محبت دکھائی دیتی ہے ہارون وحید صاحب کسی اور محبت کے لیے تو آپ کا دل بہت تنگ ہے نا۔ جبھی تو خود سے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں آپ اس چاہت کو آپ کے لبوں سے علی وسیم کی محبت کا اقرار ہی سننے کو ملا ہے کسی اور سے محبت کا اقرار کرنے سے آپ کی ایگو ہرٹ جو ہوتی ہے۔" اس نے ہارون وحید کے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں سے ہٹاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں تو تم نے کون سا میرے اقرار کو قبول کرلینا تھا تمہیں میری ذات میں صرف خامیاں ہی نظر آتی ہیں۔" وہ جل کر بولا۔

"آپ کی ذات کا غرور مجھے اچھا لگتا اور آپ کے غصے اور جنون سے میں ڈرتی تھی آپ کسی بھی لڑکی کے آئیڈیل ہوسکتے ہیں بلکہ ہیں ہزاروں لڑکیاں ہیں جو آپ پر مرتی ہیں میں خودکشی میں زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی۔"

"اور میں یہ سمجھتا رہا کہ تم میری خامیوں کی وجہ سے مجھے ناپسند کرتی ہو اپنے بارے میں شروع سے تمہاری رائے سن کر میں تم سے کچھ بھی کہنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں تم

انکار نہ کردو۔" اب اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔

"آپ صرف اپنی کہتے ہیں دوسرے کی سنتے کب ہیں کتنا تو سر پٹخا کہ آپ کو غلط فہمی ہے لیکن آپ نے سنی کب۔"

"عشا ملک جنون میری نیچر کا حصہ ہے عادت نہیں ہے میں لاکھ کوشش کروں نہیں ختم کرسکتا اور شاید یہ جنون ہی ہے جو مجھے یہاں تک لایا ہے اگر مجھے کرکٹ کا جنون نہ ہوتا تو شاید میں آج کرکٹر نہ ہوتا علی وسیم میرا جنون نہ ہوتا تو میری زندگی میں یہ سب کچھ نہ ہوتا اور تم...... تم سے بھی تو جنونی محبت کرتا ہوں میں۔"

"اوں ہوں...... بچی بچی...... محبت تو آپ صرف علی وسیم سے کرتے ہیں ہے ناں؟" اس کے لہجے کی شرارت اگر ہارون نہ لی ہوتی تو وہ ضرور برا مان جاتا مگر اب اس کے لبوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں سو تو ہے۔ جس کو اعتراض ہے وہ خود اپنا خون جلاتا رہے علی وسیم سے تو محبت کم ہوگی نہیں۔"

"اعتراض کی کیا ضرورت ہے کسی کو۔" اس نے منہ بنایا۔

"مگر مجھے اعتراض ہے تم نے بنا سوچے سمجھے ہاں کردی کم از کم تمہیں......!"

"ابھی تو صرف پرپوزل آیا ہے ہاں تو نہیں کی ویسے بھی سیمین آپی میرے دل کا حال جانتی ہیں۔"

"واٹ......؟ مگر علی تو کہہ رہا تھا کہ......!" وہ چیخا مگر اگلے ہی پل اسے علی وسیم کا ساری گیم سمجھ آگیا اور وہ اس کے مزاج کے ہر موسم سے واقف تھا جانتا تھا کیسے ہارون وحید کو منانا ہے وہ کیسے مان سکتا تھا اس کے غصے جنون اور جذباتیت کا فائدہ اٹھایا تھا علی نے مگر اس طرح اسے نقصان نہیں ہوا عشا ملک مل گئی تھی۔

"دیکھا عشا ملک اسے کہتے ہیں محبت اور تم جنہیں میری خامیاں کہتی ہو انہی خامیوں کا فائدہ اٹھا کر علی وسیم نے میرے اور تمہارے درمیان کی یہ غلط فہمی دور کی ہے۔"

"محبت انسان کی خوبیوں اور خامیوں سے نہیں کی جاتی ہارون! اور جن سے محبت ہو ان کی خامیاں بھی خوبیاں لگتی ہیں ویسے بھی جب آج تک علی وسیم نے کبھی آپ کی ان عادتوں کا برا نہیں مانا تو میری کیا مجال۔"

"تم ہر بات میں خود کو علی سے کیوں کمپیئر کررہی ہو۔" اس نے سنجیدگی سے عشا کو دیکھا۔

"عشا میں نے تم سے محبت کرنے کے بعد ایک بات کی سچائی جانی ہے علی نے مجھے سمجھایا مگر مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی تھی پر جب تم میری زندگی میں آئیں تو میں نے جانا کہ واقعی محبت کبھی تقسیم نہیں ہوتی، محبت میں حصہ داری بھی نہیں ہوتی ہر محبت کا اپنا رنگ ہوتا ہے ہر محبت کا انداز مختلف، مجھے لگتا تھا کہ علی وسیم کی محبت کے بنا میرا سانس لینا بھی مشکل ہے اور اب مجھے لگتا ہے کہ عشا تمہاری محبت کے بنا جینا بھی میرے لیے ناممکن ہے۔"

"آئی نو پچھلے دو ماہ سے آپ کی حالت نے یہ راز تو مجھ پر کھول ہی دیا ہے۔"

"اب مجھے کوئی ڈر نہیں ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ عشا ملک مجھے تم سے محبت ہے اور میں......!"

"مرتا ہوں تم پر۔" عشا نے مسکرا کر اس کی بات مکمل کی تھی پھر خود نظریں پھیر گئی۔

"ہاں مرتا ہوں تم پر۔" اس نے پوری سچائی سے اس کا ہاتھ تھام کر اقرار کیا تھا علی وسیم نے سچ کہا تھا۔

"محبت میں انا نہیں ہوتی۔" آج اگر وہ انا کا پرچم لہراتا رہتا تو شاید یہ پل کبھی نہیں پاسکتا تھا مگر وہ علی وسیم کو فون کر کے تھینکس کہنا بھی نہ بھولا تھا۔

بسا لیتے ہیں ذہنوں میں ہزاروں بت محبت کے
وہ جس کو پوجتے تھے آج وہ پتھر نہیں ملتا
وہ ماجد دن میں شرماتا ہے باہر ہی نہیں آتا
اندھیروں میں نکلتا ہے تو میرا گھر نہیں ملتا

شوں شوں کی تیز آواز کے ساتھ سالن بھنائی کے آخری مراحل میں تھا اور اس کے پسندیدہ مرحلے میں داخل ہوچکا تھا۔ اس نے جلتے توے پر روٹی ڈالی اور دیگچی میں زور زور سے ڈوئی گھمائی اسے یہ مرحلہ وار سالن کی تیاری بہت مزا دیتی تھی۔

بھنے بھنے گوشت کے مسالے میں پھنسی ہری ہری کچی مرچیں اور ان کی سوندھی خوشبو اچھل اچھل کر شور مچاتی گریوی کو نہ تلے سے لگنے دینا نہ چھن لینے دینا۔

ابا جی کے کھنکھارنے کی آواز آرہی تھی شاید مغرب کی نماز پڑھ کر آچکے تھے۔ اس نے پھرتی سے روٹی سینک کر دسترخوان میں لپیٹی اور سالن میں گلاس بھر کر پانی انڈیل دیا۔

"عابی! تمہارے ابا آگئے ہیں۔" اماں نے کچن میں جھانکا۔

"بس اماں کھانا بھی تیار ہے۔" اس نے مسکرا کر اماں کو دیکھا وہ مطمئن سی دسترخوان اٹھا کر باہر نکل گئیں۔

شوربے کے سالن میں کھدبدیاں اٹھ رہی تھیں اس نے روٹیاں اور سالن کی پلیٹیں دسترخوان پر چن دیں۔ ابا جی سلام کے جواب کے ساتھ دعائیں دیتے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔

"ارے عابی.....یا" معاً کچن سے اماں کی آواز آئی وہ کسی کام سے کچن میں گئی تھیں عابی بیٹھتے بیٹھتے پھر کچن میں چلی آئی۔

"یہ دیکھو سب سمیٹ دیا تم نے یہ سلیب کون صاف کرے گا۔ کوئی نہ کوئی کام ادھورا ضرور چھوڑا کرو پتا نہیں تمہارا پھوہڑپن کب جائے گا۔"

"اوہو اماں! کھانا تو کھائیں آکر برتن دھوؤں گی تو کروں گی صاف۔" وہ بے نیازی سے مسکراتی ہوئی اماں اور اپنے لیے سالن نکال رہی تھی۔

"تیری بھاوج بھی ان ہی باتوں سے چڑتی ہے اور ٹھیک ہی کرتی ہے۔" اماں کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

❁.....❁.....❁

"شادی نزدیک ہے اور تمہاری بے پروائیاں عروج پر ہیں عالی۔"

"کیا ہوگیا اماں!" اس نے کوفت سے رسالے سے سر اٹھایا۔

"یہ دیکھو۔" اماں نے اپنی انگلی سائیڈ ٹیبل پر پھیری۔

"کتنی بار کہا ہے جھاڑو کے بعد ڈسٹنگ ضرور کیا کرو' ساری دھول گرد اڑ کر چیزوں پر جم جاتی ہے اور اوف اللہ......" وہ صدمے سے اچھل کر اس کے اوندھے وجود کے نزدیک آ گئیں۔

"تم نے پھر پیر نہیں دھوئے ایڑھیاں دیکھو کس قدر گندی ہو رہی ہیں۔"

"اوہ...... اماں......" وہ بےزاری سے سیدھی ہوئی۔

"دنیا شکل دیکھتی ہے آپ کو پیروں کی پڑی ہے۔"

"نہ میری بچی اس بھول میں مت رہو دیکھنے والے تو قیامت کی نظر رکھتے ہیں اور اصل نکتہ پتا کیا ہے کہ انسان کی ظاہری حالت کے ساتھ ساتھ باطنی چیزیں بھی صاف ستھری ہوں۔ پہلی نظر میں نظر آجانے والی شکل تو دھو دھا کر سب صاف کر لیتے ہیں اصل صفائی تو یہ ہے بندہ صرف ایڑھیاں نہیں دل' دماغ بھی گندگی' آلودگی اور کثافت سے پاک رکھے کیونکہ ہر عمل کی طرح اس صفائی کا بدلہ دینے والا بھی اللہ پاک ہے دنیا نہیں۔" وہ اماں کی باتیں سنتی اپنی لمبی چوٹی آگے ڈالے اس کے بل گن رہی تھی۔

"مگر اماں' رہنا تو ہمیں اسی دنیا میں ہے ناں۔"

"پر جانا تو رب کے پاس ہے ایک نہ ایک دن بالآخر۔" اماں نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"اور یہ ادھر ادھر وقت بے وقت پڑ جانا بھی ٹھیک نہیں' لاؤ وہ گلابی دوپٹہ دیکھو کیسا ڈیزائن ڈالا ہے سرے کا۔"

"اماں بھئی۔" وہ چڑ گئی۔ "مجال ہے جو کبھی سکون سے بیٹھنے دیں۔" وہ پیر پٹختی بڑبڑاتی اپنی الماری میں گھس گئی۔

"سارا کام دھام اکیلے نمٹایا ہے بھابی تو پتا نہیں کب آئیں گی اور اب یہ بھی میری جان......" اماں مسکراتی ہوئی اس کی فرماں برداری دیکھ رہی تھیں جو حد درجہ بےزاری سے اپنے جہیز کا دوپٹہ نکال کر بیٹھ گئی تھی۔

❀......❀......❀

بارات سے واپسی پر شادی کی پہلی رات اس کی ساس کو شکایت ہوئی کہ باراتیوں میں کچھ خاص مہمان خصوصاً دلہا کی نانی کو کسی نے ڈھنگ سے کھانے کو نہیں پوچھا۔ اس کی ساس کچھ جلد باز قسم کی خاتون تھیں' جب ہی رات میں مہمانوں کے جانے کا انتظار کیے بغیر اپنے خیالات کا اظہار کر دیا یوں کمرے میں آنے والے نئے نویلے دلہن کے دل میں' پیار بھرے جذبات کی جگہ ترش شکایات تھیں۔ وہ ساری رات ہی پہلی رات کو اپنے شوہر کے خراٹے سنتی رہی۔

اگلے دن صبح گھر مہمانوں سے خالی تھا۔ اسے اپنی ساس کی شکایت یاد تھی اور گرہستی کے پڑھائے گئے اماں کے تمام اسباق ازبر۔ فٹافٹ جھٹ پٹ کچن میں تانکا جھانکی کی اور بیس' پچیس منٹ بعد دو روٹیوں کے ساتھ ایک خوش بودار سنہرے آملیٹ کا ناشتا تیار تھا۔ بھاپ اڑاتی گرم چائے بھی تیار تھی۔ ایک دن پرانی دلہن بھی سجاتی ٹرے لے کر ساس ماں کا دل جیتنے کو تیار کھڑی تھی۔

"اماں!" یہ بھی ایک وقت طلب امر تھا کہ وہ اپنی ساس کو کیا کہہ کر پکارے گی مگر فوراً ہی فیصلہ ہو گیا کہ جب ماں والی جگہ دے دی تو ماں والا نام کیوں نہیں۔ بھڑے ہوئے دروازے کو ٹرے سے ذرا سا دھکیل کر اس نے اندر جھانکا۔ پلنگ پر دوپٹہ منہ پر ڈالے لیٹے اماں کے وجود سے ایک نیم بیدار ہنکارا ابھرا۔

"ہوں......"

"آپ سو رہی ہیں؟" وہ کچھ جھجک سی گئی۔

"ہیں' نہیں...... اچھا تم ہو۔" وہ کچھ ہوشیار ہو کر دوپٹہ ہٹائی بمشکل اٹھیں۔

"السلام علیکم!" اس نے مسکراتے ہوئے اندر آ کر سلام کیا۔

"والسلام علیکم...... ہیں...... یہ کیا...... کون لایا...... کس نے؟" اس کے ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے پورے دن کی سب سے حیران کن خبر بننے والی تھی۔

"کوئی نہیں لایا' میں نے بنایا ہے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے۔" سانولے مہندی لگے ہاتھوں میں سنہری کانچ کھنکنا اٹھے۔

"لیکن کیوں...... کیا ضرورت تھی؟" وہ پلنگ سے پیر نیچے لٹکائے چپل پہننا بھول گئیں۔

"ضرورت نہیں یہ میری محبت ہے اماں جی! بس کل آپ شکایت کر رہی تھیں تو سوچا کیوں نا آج ہی دور کر دوں۔" اس نے ٹرے پلنگ پر رکھ کر محبت سے انہیں دیکھا۔

"ارے میری بچی!" اگلے ہی لمحے وہ جھک کر ان کے آگے چپلیں رکھ رہی تھی۔ جب سیدھی ہوئی تو انہوں نے چہرہ تھام کر چوم لیا اور دعاؤں کی بوچھاڑ کر دی۔

"سلام خالہ!" کسی نو وارد نے کمرے میں جھانکا۔

"او ہو بڑا پیار آ رہا ہے بہو پر۔" وہ آنے والی سے متعارف تو نہیں تھی مگر بے تکلفی بتاتی تھی کہ تعارف جلد حاصل ہو جائے گا۔

"ہاں ہاں' صفیہ آؤ دیکھو تو میری بہو نے کمال کر دیا......" وہ خوشی خوشی اسے عابی کا کارنامہ بتانے لگیں۔

"ہاں میں پہلے باورچی خانے میں ہی گئی تھی' پیاز کے چھلکے اور آٹا سلیب پر پڑا تھا۔ میں سمجھ گئی تھی۔" آنے والی کے لہجے میں طنز کی جھنک تھی۔ عابدہ کے اندر سر اٹھانے والا اعتماد ایک بار پھر کونے میں دبک گیا۔

"ہاں میں بس ابھی جا رہی تھی صاف کرنے۔" وہ خفیف سی ہو کر دھیمے سے بولی پھر باہر نکل گئی۔

جلدی جلدی سلیب کی صفائی کرتے ہوئے اس نے اپنے شوہر فائق کو نکل کر اماں کے کمرے میں جاتے دیکھا۔ رات والی بے مروتی بھلا کر لبوں پر پھیلی مسکان کو سمیٹا اور دو کپ چائے بنا کر واپس اماں کے کمرے تک آئی جب ہی اندر اپنا نام ابھرتا سن کر قدم بے اختیار رکے۔

"عابدہ تو تمہارے اندازوں سے بڑھ کر چالاک ہے اماں! تم بہت بھولی ہو۔" وہ کھنک گئی۔

"یہ اس کی محبت نہیں' یہ گھر اور سب چیزوں پر قبضہ جمانے کے لیے پہلا قدم ہے۔"

"ہیں...... یہ کیا بات ہوئی صفیہ!"

"ہاں نا اور کیا' آج کل کی لڑکیوں کے یہی طور طریقے ہیں۔" وہ آج کل کی لڑکیوں کے بارے میں یوں بات کر رہی تھی گویا خود سو سال کی دادی ہو۔

"جتنی جلدی ہو سکے گا تمہیں سائیڈ سے لگا دے گی اور پھر وہ تو ہے بھی اکیلی' ایک بار تم کو باورچی خانے سے نکال دیا تو سمجھو تمہارا راج ختم۔" باہر کھڑی عابدہ کے ہاتھ کانپ گئے۔ یہ اس کے خلوص اور بے غرضی کو کیا رنگ دے دیا تھا صفیہ نے۔

"اے ہائے' یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" اس کی ساس کی آواز سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اس کا مجازی خدا بھی تو کمرے میں تھا' جانے کیوں خاموش تھا۔

"تم تو خالہ صدا کی معصوم ہو' معصوم ہی رہنا۔" اندر سے صفیہ کے ٹھٹھا مارنے کی آواز آئی' جبھی فائق بول پڑا۔

"چل بڑی آئی' میری اماں کو الٹی پٹیاں نہ پڑھا۔" عابدہ کے مردہ تن میں جیسے کسی نے نئی روح پھونک دی' اس نے خود کو اس کے ناکرنے کے لیے تیار کرلیا۔

❀......❀......❀

"بیٹا! تُو خوش تو ہے ناں' سب ٹھیک ہے نا۔" پوری زندگی میں پہلی رات بیٹی کے بغیر بسر کرنے والی ماں کے لہجے میں امید بھی تھی اور خدشات بھی۔

"ہاں ہاں اماں! سب ٹھیک ہے' میں بہت خوش ہوں۔" اپنے تئیں اس نے اماں کو زبردست تسلی دی تھی۔

"اور بھابی کہاں ہیں بھابی بھی نظر نہیں آ رہی۔"

"وہ اپنے میکے گئی ہے' حالانکہ میں نے بہت کہا آج

"تو گھر میں رک جاؤ شادی والا گھر ہے آج نند کو آنا ہے پر......" اماں کے لہجے میں اوس سی گر رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں اماں! کچھ مت کہا کریں' ان کا دل چاہتا ہوگا۔" اس نے سبب وجہ ہی طرف داری کی' اماں خاموش سی ہوگئیں۔

❀......❀......❀

چم چم چمکتا ہوا گھر بریانی کی خوش بو سے مہک رہا تھا۔ وہ خود بھی نہائی دھوئی تیار کھڑی تھی۔ ہر چیز مکمل تھی' اماں بھی خوش تھیں مگر آفس سے واپسی پر گھر میں قدم رکھتا فائق ناخوش تھا ناخوش ہی رہا۔

"تو تم نے میرے کپڑے بھی استری نہیں کیے۔" اعتراض کی وجہ مل چکی تھی۔

"پہلے کھانا دو۔" وہ فرماں بردار تو ہمیشہ سے تھی اس لیے کھانا لگا کر استری کرنے کھڑی ہوگئی۔

"گرم روٹی تو ڈال دے' چاول نہیں کھا سکتی داڑھ میں درد ہے۔"

"کتنے عین موقع پر اماں نے کہا تھا' پہلے سے بتا دیتیں تو میں ڈال کے رکھ دیتی۔" اس کے دل میں شکوے نے سر اٹھایا مگر اس نے زبان سے شکوہ دل میں دبا کر کچن کی راہ لی شاید یہ اس کی اعلیٰ ظرفی تھی یا شاید یہی اس کی غلطی تھی۔

شکوے جمع ہوئے تو ڈھیر بن گیا' ڈھیر سے انبار پھر یہی انباروں میں غبار بھرنے لگا۔ غبار بڑھا تو گھٹن ہونے لگی اور گھٹن سے کیا ہوتا ہے سانس رک رک کر آتی ہے' کبھی زور سے تو کبھی کھانسی کے ساتھ۔ اس کے سیدھے سبھاؤ انداز میں بھی کھانسی' تیزی' شورش اور جھٹکے آنے لگے۔ یہاں تک کہ رمشہ نامی ننھی معصوم کلی سے ان کا آنگن مہکنے لگا' مگر اس کی معصوم قلقاریاں بھی اس گھٹن کو کم کرنے میں ناکام تھیں۔

"تو رات سے بتاتے ناں' اگر میٹنگ تھی اب میں مشین تو نہیں کہ پلک جھپکتے کپڑے تیار کردوں۔" اسے چڑ چڑاتا دیکھ کر فائق نے گھورا۔

"بکواس بہت کرنی آگئی ہے' زبان تو دیکھو کیسی ٹرین کی رفتار سے بھاگتی ہے۔" ممکن تھا وہ خاموش ہی رہتا مگر صفیہ کی کمپنی کے زیر اثر اماں کے لیے خاموش رہنا مشکل تھا۔

ساس تو یوں بھی چپ نہیں رہتیں وہ تو ازل سے بڑی ہے۔ رشتے کی قدرتی بناوٹ کے ہاتھوں بے بس و مجبور ساس جو کبھی خود بھی بہو رہ چکی ہوتی ہے مگر افسوس کہ سینارٹی کے درجے تک پہنچتے پہنچتے نچلے تمام درجے حقیر ہوجاتے ہیں۔

"ہاں تم آپ کا مقابلہ تو اب بھی نہیں کرپاتی۔" تھی تو بڑبڑاہٹ مگر اماں کی قوت سماعت اس عمر میں بھی قابل رشک تھی۔

"ماں کی بے عزتی کروا کر کیسے چپ چاپ کھڑا ہے بے غیرت۔" اماں نے حسب معمول فائق کو غصہ دلایا۔

"اس میں بے غیرتی والی کیا بات ہے' تین سال سے میری بے عزتی پر خاموش ہیں تو اب بھی سہی۔"

"ٹاں...... ں...... ں۔" صحن میں لگی واشنگ مشین کی بیل چیخ رہی تھی' اسے زور کی جھنجلاہٹ نے سویرے سویرے گھیرا تھا ورنہ وہ یقیناً جنگ بندی کا عملی مظاہرہ کرتی مگر اب تو زبان پھسل ہی چکی تھی اور تھا بھی روز کا معمول۔

وہ دل پر لینے والی نہیں تھی نہ ہی اپنی ساس کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی کا ارادہ تھا مگر اس روز وہ ہوگیا جو اس کے گمان کی حدوں سے کوسوں دور تھا۔ فائق نے آگے بڑھ کر ہاتھ اٹھایا اور اس کے گال پر جڑ دیا۔

اس کا منہ پھر گیا اور وہ صدمے کے مارے منہ گھما کر فائق کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکی۔ اماں فاتحانہ تاثرات لیے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ فائق تیز قدموں سے صحن پھلانگتا مغلظات بکتا گھر سے نکل گیا۔

"گھر سے نکلتے وقت مرد کے مزاج کے خلاف بات نہیں کرتے بیٹا! کیا پتہ باہر جا کر کن لوگوں سے پالا پڑتا ہو۔" اسے اماں کی نصیحت بہت بے وقت یاد آئی تھی۔

روتی ہوئی رمشہ اس کے پیروں سے لپٹ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے بھی جھڑی لگی تھی۔

❀......❀......❀
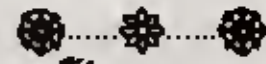
کتنے دن گزرے اسے ناراضگی میں گھر کے کام نمٹاتے پھر ایک دن قدرت کو اس پر رحم آیا اور فائق نے اپنے رویے کی تلافی بھی کرلی اور معذرت بھی۔ اس کے دل سے غم و غصے کی گرد یوں ڈھلتی چلی گئی جیسے ساون بھادوں میں ہرے ہرے پتوں پر جمی مٹی دھول ڈھل جاتی ہے۔

حالانکہ ابھی ہفتہ بھر پہلے ہی سردی کے بادل خوب جم کے برسے تھے مگر فائق کی بے نیازیاں عروج پر تھیں تو اس کا دن بھی کچھ کم اداس نہ تھا۔ فائق کے محبت بھرے انداز نے جلتے ہوئے دل کو سکون تو دیا تھا مگر اس کی جان کو کوئی ایک روگ نہ تھا۔ وقت بے وقت صفیہ کی آمد اور اس کی باتیں...... اس وقت بھی فائق کی واپسی کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے اس نے صفیہ کو گھر میں گھستے اور سیدھے باورچی خانے میں اماں کے پاس جاتے دیکھا تھا۔

"بیوی تو پیر کی جوتی ہوتی ہے خالہ! اسے بھلا سر پر سجا کے کیا کرنا۔" وہ اپنی مخصوص کراری آواز میں بول رہی تھی۔

عابدہ نے سنا تو تن بدن میں آگ سی لگتی ہوئی محسوس کی فوراً سے پیشتر اس نے صفیہ کی طبیعت صاف کرنے کی ٹھانی اور تنتناتی ہوئی کچن میں گھسی۔

"یہ تم کیا اماں کو ہر وقت الٹی سیدھی پٹیاں پڑھاتی رہتی ہو۔" اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ دروازے سے اندر گھستے فائق کے کانوں کو چھو کر اس کی طبیعت مکدر کرگئی۔

"ہیں......؟" صفیہ یوں اچانک دخل اندازی پر کچھ بوکھلا سی گئی تھی۔

"نہیں تو...... میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔" فائق صحن پار کرکے کچن کے دروازے تک پہنچا۔

"کیوں ابھی تم کیا بکواس کررہی تھیں؟ تم کسے پاگل سمجھتی ہو مجھے یا اماں کو جو تمہاری باتوں اور یہاں آمد کا مقصد نہیں سمجھ سکتی۔" اس کی آواز اور لہجہ دونوں سلگ رہے تھے۔ معاً صفیہ کی نظر عابدہ کی پشت سے جھانکتے فائق پر پڑی یہ آن کی آن میں آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"دیکھا...... دیکھا آپ نے کیسے میرے ساتھ غلط قسم کی باتیں کرتی ہے یہ۔" عابدہ فائق کی موجودگی سے بے خبر تھی چونک کر مڑی۔ فائق کے تاثرات ناقابل فہم سے تھے۔

"اور نہیں تو کیا ہمیشہ صفیہ کو بے عزت کرنے اور نیچا دکھانے کی فکر رہتی ہے اسے۔" فائق کا رخ اب اس کی طرف تھا۔

"پہلے تو تم اماں اور صفیہ کا نام لے لے کر میرے کان بھرتی تھیں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے میں نے۔ یہ سب کیا ہے عابدہ! کیوں ہر وقت میری ماں کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔" عابدہ فائق کی بات سن کر بوکھلا سی گئی۔

"میں کوئی پیچھے نہیں پڑی رہتی یہ تو ابھی صفیہ اماں کو......"

"میں نے کچھ نہیں کہا تھا فائق بھائی! اللہ کی قسم میں تو ایسے ہی ایک بات کررہی تھی۔" صفیہ کی کراری آواز بھرا کے بھی بلند ہی تھی۔

"ارے اس سے پوچھو تو سہی روز روز تماشے کیوں کرتی ہے؟ چاہتی کیا ہے یہ؟" وہ بلبلا کے کبھی اماں اور کبھی فائق کو کہہ رہی تھی۔

"میں تو اپنے گھر میں امن و سکون چاہتی ہوں جو اس صفیہ کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔" وہ دوٹوک لہجے میں بالآخر اسے کہنا ہی پڑا۔

"اچھا تو تو فیصلہ کرے گی کسے ہونا چاہیے اور کسے نہیں۔" اماں ایک دم زور سے چیخیں۔

"یہ میرا گھر ہے یہاں کون رہے گا کون نہیں اس کا فیصلہ میں کروں گی۔" فائق آگے بڑھا۔

"ارے اماں! بس کریں چلو تم کمرے میں جاؤ۔"

اس نے جانے کس خیال کے تحت اُسے بازو سے پکڑ کر اندر دھکیلا۔

"نہیں میں اندر نہیں جاؤں گی آپ اس منحوس کو باہر نکالیں پہلے۔"

"منحوس صفیہ نہیں منحوس تو ہے...... جس دن سے آئی ہے میری زندگی عذاب کردی ہے۔"

"آپ کی زندگی میں نے نہیں آپ کی بھانجی نے عذاب کی ہے جو چوبیس گھنٹے میرے خلاف آپ کے کان بھرتی ہے۔" اس کی بھی ضبط کی طنابیں ہاتھ سے چھوٹیں اور فائق نے ایک بار پھر اسی کو دبانے کے لیے ہاتھ کا سہارا لے لیا۔

"ہاں مارو...... اور مارو...... اور مارو مجھے...... میں دن بھر تمہاری ماں اور تمہاری اولاد کی چاکری کروں پھر اس کے طعنے بھی سنوں اور تم سے بھی مار بھی کھاؤں یہی سزا ہونی چاہیے تم سے شادی کرکے ہونے والی غلطی کی۔"

اس کی آواز پھٹ گئی وہ تیزی سے آنسو پونچھتی کمرے کی طرف بڑھی۔

"ارے منہ کیا دیکھ رہا ہے نکال باہر کر اس فساد کی جڑ کو۔ ارے ماں نے کچھ تربیت کی ہوتی تو آج یہ حال نہ ہوتا۔"

"مجھے کوئی نہیں نکال سکتا یہ میرا گھر ہے۔ نکالنا ہے تو اس کو نکالیں۔" اماں چیل کی طرح جھپٹیں اور بازو سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کردیا۔

"چل ابھی چل...... نکل ابھی یہاں سے......" وہ اسے گھسیٹتی ہوئی صحن تک آگئیں فائق نے بمشکل ان کو قابو کیا۔

صفیہ روتی ہوئی باہر نکل گئی فائق اماں کو پکڑ کر کمرے میں لے گئے مگر اس کے لیے یہی بہت تھا اب اس کا اس گھر میں رکنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

❀......❀......❀
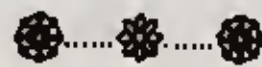
شام کے دھندلے سائے مغرب کے جھروکوں میں اپنا سراغ کھو رہے تھے وہ کب سے جھلنگا چارپائی میں

کائنات ایاز عباسی

السلام علیکم آنچل کے چاہنے والوں کو آداب! ارے ہم تو پہلی بار آنچل میں شرکت کررہے ہیں ذرا کھڑے تو ہوجائیں سارے (ہاہاہا)۔ چلیں میں اپنا تعارف ہی کرادیتی ہوں، بندۂ ناچیز کا نام کائنات ایاز عباسی ہے ملکہ کوہسار یعنی کہ مری کی رہنے والی ہوں۔ یکم مئی 1996ء کو میں نے اس دنیا کو رونق بخشی اور ابھی ماشاء اللہ سے ایف اے اچھے نمبروں سے پاس کیا ہے۔ کھانے میں بریانی بہت پسند ہے اور مزاج گرامی ذرا غصے والا ہے زیادہ بولنا پسند نہیں کرتی اور زیادہ بولنے والے لوگ بھی پسند نہیں۔ شمائلہ آپی کی گفتگو اچھی لگتی ہے۔ دنیا میں اپنے سے متعلقہ رشتوں کے علاوہ بہت کم لوگ اچھے لگتے ہیں چلو جی میں تو شروع ہی ہوگئی اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی ہمارے اور آپ سب کے تمام چاہنے والے ہمیشہ خوش رہیں آمین اللہ حافظ۔

دھنسی درختوں میں چھپے پرندوں کا شور سن رہی تھی۔ بے حس و حرکت خاموش جامد...... پاس ہی اسی جھلنگے میں رمشہ سو رہی تھی سہ پہر سے اسے تنگ کرتی ستاتی مکھیاں بھی کہیں کھدروں میں جا چھپی تھیں۔ گھروں کو لوٹتے پنچھیوں کا شور مدھم پڑنے لگا اور فضا میں اللہ کا بلاوا پکارنے لگا۔

اللہ سب سے بڑا ہے
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
آؤ بھلائی کی طرف آؤ فلاح کی طرف۔

"کیا فائق نے اس پکار پر کان دھرے ہوں گے...... کیا وہ گھر آگئے ہوں گے...... آتو جاتے تھے اس وقت تک پتا نہیں کچھ کھایا ہوگا دوپہر میں یا بھوکے لوٹے ہوں گے...... کھانا کس نے دیا ہوگا...... شاید اماں نے دیا ہو۔ میری یاد آئی ہوگی...... آئی تو ہوگی...... پتا نہیں......" سوچوں کے سمندر میں غرق وہ میکانکی انداز میں اٹھ کر وضو کرنے کی نیت سے صحن میں لگے

بیسن کی سمت بڑھ گئی۔

باورچی خانے کی کھڑکی سے چولہے پر چائے کا پانی رکھتی بھاوج نے اسے دیکھا اور سر جھٹکا۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے اپنے میکے میں بیٹھی تھی نہ خاوند نے کوئی پیغام دیا تھا نہ اس نے یہاں سے کوئی پیش رفت کرنے دی تھی۔

ابا نے ایک دو بار اس سے بات کی تھی جواباً وہ جس طرح تڑپ کر روئی تھی اس کے بعد ابا کی تو ہمت نہ تھی کہ اپنی اولاد کو واپس وہاں جانے کے لیے کہتے مگر یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ یونہی بیٹھی رہتی۔

اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا تھا؟ اس کا انتظار سب سے زیادہ اس کی بھاوج کو گراں گزر رہا تھا۔ جس کا اپنے خاوند کے دل اور سسر کے گھر پر مکمل راج تھا اور اب یہ شادی شدہ اپنے شوہر سے روٹھ کر میکے کے مان پر بھروسہ کر کے چلی آنے والی اکلوتی نند محض ایک ہفتے میں ہی آنکھ میں بری طرح کھٹک رہی تھی۔

❀......❀......❀
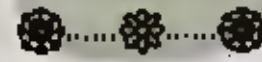
"فائق کا فون آیا تھا۔" اسے سوتا سمجھ کر ابا قصہ چھیڑ بیٹھے تھے۔ اس کی بند آنکھوں کے پیچھے رواں رواں سماعت بن گیا اور ابا بھی جانے کیا سوچ کر شروع ہوئے تھے کہ ایک جملہ بول کر چپ ہو گئے۔

"ایسی کیا بات کہہ دی انہوں نے‘ جو ابا سے بولی نہیں جا رہی۔" اس کے پورے وجود میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

"وہ کہتا ہے کہ عابی بے شک یہیں رہے مگر میں خود سے لینے نہیں آؤں گا اور رمشہ کو بھی وہاں نہیں چھوڑوں گا آپ اپنی بیٹی کو سمجھیں میں نے......" ابا سے بات مکمل نہیں کی گئی۔ اس نے مندی آنکھوں کی جھری سے ابا کے بوڑھے وجود کو دیکھا ان کے چہرے پر اتنی جھریاں نہیں تھیں جتنی اس وقت نظر آ رہی تھیں‘ جھکے کندھے ڈھلکا وجود۔

اس نے آن کی آن میں خود کو مجبوری کی گہری اندھیری کھائی کے دہانے کھڑا دیکھا۔ اسے وہ دن یاد آیا جب اسی کمرے میں اماں اس کا سر کندھے سے لگائے بیٹھی تھیں اور وہ آنسو بہا رہی تھی۔

"میں نے کہہ دیا اماں بس میں اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی‘ دھکے دے کر نکالا ہے ان کی اماں نے مجھے۔" اس نے بلک بلک کر روتے ہوئے سامنے بیٹھے فائق کو ملامت کی جو سر جھکائے مجرموں کی طرح سن رہا تھا۔

"دو کوڑی کی عزت نہیں میری جب جو دل چاہتا ہے جس کے سامنے دل چاہتا ہے سناتی رہتی ہیں۔" اس کی کانوں کو پھاڑ ڈالنے کی آواز اماں کے دل میں لگ رہی تھی۔ یہ سچ تھا کہ عابدہ نے اپنے باپ کے گھر میں ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی بار اتنی اونچی آواز میں ہنگامہ کیا تھا۔

"دماغ کو ٹھنڈا کر کے بات سنو اماں سے کہوں گا میں آئندہ غصہ نہ کریں۔ تم بھی چیزوں کو ٹھکانے سے رکھا کرو‘ وہ تو صرف وقت پر کام اور کھانا مانگتی ہیں‘ تم ان چیزوں کا خیال کرو تو وہ ناراض نہیں ہوں گی۔" مایوس ہو کر وہاں سے نکلنے سے پہلے فائق نے اسے دھیمے سے کہا وہ روتے روتے سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا میں ان باتوں پر ناراضگی کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی؟" اس نے بے حد غصے سے اسے گھورا۔

"تو میں کیا کھانا نہیں پکاتی‘ صفائی نہیں کرتی .... سب میں ہی تو کرتی ہوں تب صفیہ کی آنکھوں سے دیکھنا اور اماں کے کانوں سے سننا چھوڑو گے کب؟" وہ ادب آداب کی تمام حدیں کراس کر گئی تھی جواباً فائق ایک شکوہ بھری نگاہ اس پر ڈال کر چلا گیا تھا۔

"پھر کیا کہا آپ نے......؟" اماں کی خدشوں بھری سرسراتی آواز نے ٹھنڈی فضا میں تپتا ہوا چیرا لگایا اس کا دل کانوں میں دھڑکنے لگے۔

"میں کیا کہتا میری تو نہ اس کی ضد سمجھ میں آتی ہے نہ اس کی ہٹ دھرمی...... میں نے کہا بھی پیار محبت سے آ کے لے جاؤ مگر وہ بھی اڑ ہی گیا ہے۔"

"خیر یہ تو ہمیں بھی پتا ہے کہ اپنی عابی کام کے

معاملے میں ذرا ماٹھی ہے۔" اماں کے لہجے سے بے بسی سی جھلکی۔

گرم لحاف میں دبک کر لیٹی کے بستر میں جیسے آگ لگ سی گئی۔ اسے یکے بعد دیگرے وہ بے شمار لمحے یاد آنے لگے جب اس نے اپنے چین آرام اور سکون کو اس گھر کی خاطر قربان کیا تھا۔

شدید سردی میں ننگے پیر پھرنے والی عابدہ نے نور تڑکے بیدار ہو کر صرف اپنی ساس کو تکلیف سے بچانے کی خاطر پانی گرم کر کے بالٹیاں بھری تھیں۔ دھوپ میں زیتون کے تیل سے ان کے کمزور جسم کی مالش کی تھی۔ جس دن سرکاری نل سوکھا رہتا اس دن عابدہ کے آنگن کی کیاریاں میٹھے پانی سے مہکتیں، گھر والے نہاتے دھوتے اور پورا گھر دھویا جاتا، محلے بھر میں پانی بانٹا جاتا اور بڑے کا پمپ چلا چلا کر عابدہ اپنے اینٹھتے بازوؤں کی پکار پر کان نہ دھرتی بلکہ گھر میں بورنگ ڈلوانے والے اپنے سسر کو ایصال ثواب کے لیے دعائیں دیتے نہ تھکتی۔

اماں کو صحن میں لٹکتے دھلے کپڑے پسند نہ تھے اس نے بصد شوق خود چھت پر جا کر الگنیاں باندھیں اور زچگی کے پورے نو مہینے بھری ہوئی بالٹیاں لے کر چھت کی پریڈ کی۔ اب یہ تو وہ خود جانتی تھی یا اس کا خدا کہ ایسے وقتوں میں چھت کے چکر لگا کر اسے خود چکر آنے لگتے پر وہ کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتی۔

کہنے والے تو کہتے ہی تھے کہ دو بندوں کے گھر میں کتنا کام مگر دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ گھر کے راشن میں کوئی مسالہ ایسا نہ تھا جسے چن کر صاف کیے بغیر ڈبے میں بھر دیا گیا ہو۔ صدا کی کام چور عابدہ جو اپنی ماں کے طعنے سن سن کر بڑی ہوئی تھی، تین سال سے لگا تار ہر سردی میں لحافوں کے ڈورے کاٹ کر نئے بھرواتی اور انہیں خود دھنکتی۔

گرمی میں لان کی نت نئے ڈیزائن والی فراکیں اور سردی میں ابھرے ٹانکوں کے سادہ سے ڈیزائن والے سوئٹر اپنے ہاتھ سے بن کے اپنی بیٹی کو پہنائے۔

زندگی سسکتی ہے

جب پھٹے پرانے کپڑوں کو چیر کر
یخ بستہ ہوائیں جسموں میں گھستی ہیں
تب زندگی سسکتی ہے
جب رم جھم میگھا برسے
اور کوئی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے
لونگ ڈرائیو پر نکل جائے
تب سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی
زندگی کھلکھلاتی ہے
پھر انہی برستی بوندوں میں
دور کسی کی کٹیا
ہر جائے جب ٹپکتی ہو
تب زندگی ٹھٹھرتی ہے
صبح کی پہلی کرنوں کے سنگ
ماں کی ڈھیروں دعائیں لے کر
کوئی رزق تلاشنے نکلے تو
راہ چلتے ہوئے بس ایسے
نامعلوم سی اک گولی جب
سینہ چھید کر نکل جائے
تب زندگی بلکتی ہے

ممتاز مسیح..... سرگودھا

سبزی کاٹ کر چھلکے چھوڑ دینے والی نے ساس کی پسند جان کر سالن میں سرخی لانے کے لیے خود ثابت لال مرچیں خریدیں اور گھر میں لا کر خود پیس کر دیں۔

اماں جوڑوں کے درد کی مریضہ تھیں اس نے جانے کہاں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر تلسی کے پتے خریدے کیاری میں تلسی کا پودا لگایا اور پھر ان کی ٹانگوں کی سینکائی روز کا معمول تھا جو شادی سے پہلے کرنا تو دور اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

"لو اماں! تم کہتی ہو عابدہ کام میں ماٹھی ہے۔" گرم گرم آنسو آنکھوں سے نکل کر اس کا چہرہ اور تکیہ بھگو رہے تھے اور پرتپش آہیں لبوں سے نکل کر لحاف کی اندرونی سطح

سے ٹکرا کر پلٹتی اس کا اپنا چہرہ چوم رہی تھیں۔

"یہ بولو نا کہ عابدہ کام کی نہیں قسمت کی ماری نکلی۔"

❀......❀......❀
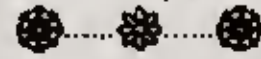
دن کے دس ساڑھے دس کا ٹائم تھا جب فجر سے جاری اس کی کوششیں رنگ لائیں اور اپنے ایک صدی پرانے ماڈل کے موبائل سے اس نے فائق کو کال کی۔

"گھر آنا ہے۔"

"تو آ جاؤ میں کیا کروں۔"

"آپ آ جائیں لینے۔" اس نے محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ پتا تھا کہ سب باہر برآمدے میں ناشتا کرنے بیٹھے ہیں مگر ابھی تک کسی نے اسے آواز نہ دی تھی۔

"کیوں...... میں کیوں آؤں اب' جب کہا تھا ساتھ آنے کو تب تو منع کر دیا تھا؟"

"اوف او...... غلطی کر دی تھی اب آ جائیں' میں اکیلی نہیں آ سکتی ورنہ کب کی آ چکی ہوتی۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جھنجلا سی گئی۔

"تو کہتی کیوں نہیں کہ پچھتا رہی ہو آ گئی عقل ٹھکانے...... ابھی تو ایک ہی ہفتہ ہوا ہے۔" فائق کا لہجہ طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس بھر کر امڈتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔

"ٹھیک ہے رات میں......"

"نہیں ابھی' ویسے بھی آج چھٹی ہے آپ تو گھر پر ہی ہوں گے۔" دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی اس کا دل کئی بار ڈوب ڈوب کر ابھرا۔

"ٹھیک ہے آتا ہوں۔" اس نے جلدی سے لائن کاٹ کر موبائل پلنگ پر پھینکا اور بال بنانے لگی۔

ناشتے کا دسترخوان سمٹنے کے بعد شاید ان کو یاد آ گیا تھا کہ عابدہ ناشتا کرنے کمرے سے باہر نہیں نکلی انہوں نے کمرے میں قدم رکھا تو وہ اپنے برقعے کا آخری بٹن بند کر رہی تھی۔

"خیریت...... یہ کہاں کی تیاری پکڑ لی؟" وہ چونک سی گئیں۔

"گھر جا رہی ہوں اماں! ان کا فون آیا تھا ابھی کہنے لگے تیار ہو جاؤ میں فوراً آ رہا ہوں لینے۔" اماں اس کا خوشی سے بھرپور لہجہ سن کر مشکوک نظروں سے چند لمحے دیکھتی رہیں۔

"تیرے ابا کو بتا دوں۔"

"ہاں بتا دیں مگر وہ جلدی میں ہوں گے شاید اندر نہ آئیں۔ میں باہر کے باہر ہی نکل جاؤں گی۔" اماں کے باہر جاتے جاتے اس نے بات مکمل کی اور فوراً منہ موڑ کر آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔ کالے اسکارف کو چہرے کے گرد کستے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اتر آئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد دروازے پر بائیک کا مخصوص ہارن بجا' وہ خود ہی دروازہ کھولنے لپک گئی۔ ممکن تھا فائق اندر آتا تو کوئی نئی بحث چھڑ جاتی مگر اس نے موقع نہیں دیا' جلدی جلدی سلام دعا کر کے گھر کی راہ لی۔

اب اپنے میکے اور سسرال دونوں جگہ اسے ہی بھرم رکھنا تھا اگر جو یہاں یہ بات کھل جاتی کہ عابی نے خود ہی فائق کو فون کر کے بلا لیا تو بھلے اماں اور ابا اس کی اس نیکی پر جی اٹھتے مگر بھابی ضرور جتاتی سو عافیت اسی میں تھی۔

بائیک واپسی کے لیے فراٹے بھر رہی تھی' فائق کا اتنی جلدی مان جانا اس بات کا غماز تھا کہ وہ بھی اس کی دوری سے تنگ آ چکا تھا۔ بائیک پر اپنے مجازی خدا کی کمر میں استحقاق سے بازو حمائل کر کے بیٹھی وہ چپکے چپکے سوچ رہی تھی۔

"کام اور قسمت کی سمجھ پر اماں تمہاری عابدہ عقل کی ماری نہیں۔"

❀

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی

قسط نمبر 1

جدا ہونے کا اندیشہ جدا ہونے سے پہلے تھا
وہ مجھ سے انتہائی خوش، خفا ہونے سے پہلے تھا
جنوں کا دور گزرا تو مجھے بھی بھول بیٹھا وہ
نمازِ عشق تھا لیکن قضا ہونے سے پہلے تھا

چلو اس شہر چلتے ہیں
چلو تقدیر کو پھر آزماتے ہیں
چلو ہم ریت سے چہروں کے جا کر نقش چنتے ہیں
ہواؤں پر لکھی سرگوشیوں کو آج سنتے ہیں
چلو پلکوں سے نیلے اور سنہری ریشمی سے خواب بنتے ہیں
ہتھیلی پر کسی نے لکھ دیا تھا کسی جنوں سا
اور ان آنکھوں کے دریچوں میں ادھورا خواب رکھا تھا
سماعت ان چھوٹی سی آہٹوں کی زد میں ہے شاید
جبھی تو دھڑکنیں چپ ہیں، جبھی تو ساعتیں چپ ہیں
چلو اس شہر چلتے ہیں
جہاں پر وصل کو زنجیر سے باندھا نہیں جاتا
معانی کو جہاں تحریر سے باندھا نہیں جاتا
جہاں دل کو کسی جاگیر سے باندھا نہیں جاتا
جہاں پر چاند تاروں سے مزین رات ہوتی ہے
جہاں پر چاہتوں کی ہر طرف برسات ہوتی ہے
جہاں پر دل کے سارے دشمنوں کو مات ہوتی ہے
چلو اس شہر چلتے ہیں

❁.....❁.....❁

بارش تیز ہورہی تھی۔ گلاس ونڈو کے اس پار اپنے شاندار آفس میں کھڑے حمید حسن صاحب کی نگاہیں سڑک کے اس پار تیز بارش میں بھیگتے درختوں اور پرندوں کو دیکھتے دیکھتے جیسے تھکنے لگی تھیں، آنکھوں سے چشمہ اتار کر وہ تھکے اور شکستہ بوجھل قدموں سے اپنی سیٹ پر آ بیٹھے، بہت دنوں کے بعد آج پھر ان کا دل بے حد اداس ہورہا تھا، سارے جسم پر جیسے صدیوں کی تھکن حاوی تھی جانے کیوں ان کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی سنسان ویران دشت میں جا کر بیٹھ جائیں اور خوب روئیں، پلکیں موند کر دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے ابھی سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکایا ہی تھا جب

عائلہ دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد کمرے میں چلی آئی۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! جیتی رہو! ابھی میں تمہیں ہی یاد کررہا تھا۔" اسے دیکھتے ہی انہوں نے خود کو سنبھالا۔ وہ کرسی کھینچ کر ان کے مقابل ٹک گئی۔
"خیریت؟"
"ہوں..... خیریت ہی ہے زاویار پاکستان آرہا ہے۔"
"واؤ..... یہ تو اچھی خبر ہے کب آرہے ہیں؟"
"پرسوں رات کی فلائیٹ سے۔"
"چلیں اچھی بات ہے اب آپ کو بھی تھوڑا آرام ملے گا۔"
"ہوں یہ تو ہے مگر مجھے نہیں لگتا وہ آفس سنبھالے گا۔"
"کیوں..... کیوں نہیں سنبھالیں گے وہ آفس؟"
"اس کی باتوں سے لگتا ہے عائلہ بہت خود پسند لڑکا ہے وہ اپنی محنت کے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا ہے باپ کی ہموار کی ہوئی زمین پر فصل نہیں اگائی اسے۔"
"کیا آپ سے کہا اس نے؟"
"نہیں..... واضح تو نہیں کہا مگر میں نے محسوس کیا ہے۔"
"کوئی بات نہیں اللہ مالک ہے آپ پریشان نہ ہوں۔"
"پریشان تو نہیں ہوں تم جیسی پیاری بچی کے ہوتے ہوئے بھلا کیسے پریشان ہوسکتا ہوں میں؟"
"ہوں..... بٹرنگ؟" ذرا سی آنکھیں پھیلا کر اس نے گھورا تو وہ کھل کر ہنس پڑے۔
"نہیں بٹرنگ نہیں سچ ہے۔"
"چلیں آپ کہتے ہیں تو مان لیتی ہوں ویسے آفس ٹائم آف ہوگیا ہے باہر بارش بھی بہت تیز ہورہی ہے گھر چلنے کا کوئی پروگرام ہے کہ نہیں؟"
"بالکل ہے تمہارے آنے سے پہلے اٹھ ہی رہا تھا بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ آج تمہاری طرف چلتے ہیں بہت دن ہوئے کرنل صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"
"ہوں گڈ آئیڈیا..... بابا بھی بہت یاد کررہے تھے آپ کو۔"
"تو پھر چلو..... دیر کس بات کی؟" فوراً سیٹ سے اٹھتے ہوئے انہوں نے اپنا کوٹ اور موبائل اٹھایا۔

❁......❁......❁
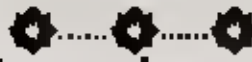
عائلہ نے جس وقت گھر کی دہلیز پر قدم دھرے سدید پانی کے ٹب میں کپڑے بھگوئے اپنی شرٹ کے کف فولڈ کررہا تھا۔ ڈریس پینٹ کے پائنچے فولڈ ہونے کے باوجود بھیگ رہے تھے۔ جبکہ کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی شرٹ بھی اچھی خاصی بھیگ چکی تھی۔
وہ سرسری سی نظر اس پر ڈالتی صمید صاحب کی ہمراہی میں آگے بڑھ آئی۔ صمید صاحب رک گئے تھے۔
"کیسے ہو برخوردار؟"
"فائن آپ سنائیں؟" ان سے مصافحہ کے لیے سدید ہاتھ دھو کر قریب چلا آیا عائلہ کرنل صاحب کے کمرے کی

طرف بڑھ گئی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں' بہت دن ہوئے نظر نہیں آئے' کہاں رہتے ہو آج کل؟"

"کہاں رہنا ہے جناب' ٹریننگ شروع ہوگئی تھی اسی میں مصروف تھا۔"

"ہوں..... گویا برف پوش پہاڑوں سے عشق کا خواب پورا ہوگیا آپ کا؟"

"جی بس یہی سمجھ لیں۔" وہ مسکرایا تب ہی وہ اسے لے کر کرنل صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئے' عائلہ اب وہاں نہیں تھی' وہ کمرے میں داخل ہوئے تو کرنل صاحب اسٹڈی ٹیبل پر پاکستان کا نقشہ سامنے پھیلائے ایک باریک چھڑی سے سٹروک نگار ہے تھے قدموں کی آہٹ پر انہوں نے پلٹ کر صمید صاحب کو دیکھا۔

"السلام علیکم!" آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے انہوں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے کرنل صاحب نے اپنائیت سے تھام لیا۔

"وعلیکم السلام' کیسے ہو صمید..... بڑے دنوں بعد آنا ہوا۔"

"معذرت چاہتا ہوں کرنل صاحب..... زندگی نے آج کل بہت الجھا رکھا ہے آپ سنائیں کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں..... بس یہ سیاچن اور کارگل کے بلند پہاڑوں پر بیٹھے' شیر جوانوں کو' کچھ ضروری ہدایات دے رہا تھا' دیکھو شدید سردی اور برف نے کیسے ان کے سونے جیسے رنگ سانولا دیئے ہیں۔" اسی سال کی طویل عمری میں بھی ان کے بارعب چہرے پر وطن سے محبت کا جذبہ دیکھنے لائق تھا صمید صاحب کی نگاہیں بے ساختہ ٹیبل پر دھرے نقشے پر جا پڑیں جیسے کرنل شیر علی کی طرح وہ بھی نقشے میں موجود سیاچن اور کارگل کے پہاڑوں پر بیٹھے برف کے شہزادوں کو دیکھ رہے ہوں۔

"بہت برے حالات ہیں پاکستان کے' گزرتے ہر دن کے ساتھ بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ نہ سکون رہا ہے نہ جان و مال کی حفاظت۔ .. چھوٹی چھوٹی معصوم بچیاں درندگی کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں' چھوٹی بڑی اسکرینوں پر تھرکتے عریانی کے اشتہارات نے دماغ گھما ڈالے ہیں ہر دن کے' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہوگا ہمارا۔" قدرے آزردگی سے کہتے ہوئے انہوں نے نقشے سے نگاہیں ہٹائی تھیں' کرنل صاحب ہیڈ ہنگ گئے۔

"صالح قیادت کا فقدان ہے صمید .. ورنہ یہ دھرتی انمول ہیروں سے خالی نہیں ہے' پسینہ بہانے والے مزدوروں سے لے کر اپنی ہتھیار بنانے والے ایک ایک افسر تک' جو بیٹے اس ماں کی گود میں ہیں' شاید ہی قدرت نے کسی اور ماں کو دیئے ہوں' ہر آزمائشوں اور تکلیفوں کے باوجود یہ طوفانوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالتے' سینہ سپر کیے بلند حوصلوں کے ساتھ آخری سانس تک جنگ کرتے ہیں مگر..... قیمتی سانسوں اور خون کی یہ جنگ' جب ہماری قیادت ڈائیلاگ کے میز پر ہار جاتی ہے تو یہاں ان برف پوش پہاڑوں سے بلند چیخیں اٹھتی ہیں آنے والے کتنے ہی دنوں تک یہ پہاڑ روتے رہتے ہیں۔" بولتے بولتے کرنل شیر علی کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

صمید حسن صاحب نے بے ساختہ لب بھینچ لیے' تبھی عائلہ نے دوبارہ کمرے میں قدم دھرے تھے۔

"یہ لیجیے گرما گرم پکوڑے اور چائے۔" اس کے ہاتھ میں بڑی سی ٹرے تھی۔ سدید جو اب تک خاموش بیٹھا تھا ایک دم سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"یہ سدید کو کیا ہوا؟" صمید صاحب حیران ہوئے تھے تبھی کرنل شیر علی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"سیز فائر چل رہا ہے' دونوں کے بیچ بول چال بند ہے۔"

"اوہ..... یہ تو اچھی بات نہیں ہے عائلہ۔"

"جی میں جانتی ہوں مگر میرا قصور نہیں ہے' سچ میں اس نے خود مردہ چھپکلی لاکر میری گود میں پھینکی تھی' تبھی میں نے اس کی شرٹ جلائی۔" اس کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"پاگل...... چلو اب پکوڑے تو کھلا دو اسے' کتنے کام کرتا ہے وہ بیچارہ تمہارے۔"

"تو میں بھی تو اس کے کتنے کام کرتی ہوں۔" اس نے فوراً منہ بسورا' صمید صاحب کی آنکھوں کے گوشے مسلسل ہنسنے سے بھیگ گئے۔

"ہوں...... وہ اس لیے کیونکہ عائلہ ایک بہت پیاری اور قابل بچی ہے اور اس کا دل شفاف ندی کی طرح ہمیشہ صاف رہتا ہے' لہٰذا وہ کسی سے بھی زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتی۔" اس بار اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے صمید صاحب نے اس کی تعریف کی تو وہ شرمندہ سی مسکرا کر فوراً کمرے سے باہر نکل آئی۔

بارش تھم چکی تھی مگر فضا میں خنکی کا احساس ہڈیوں میں چبھ رہا تھا' سدید کپڑے دھونے کے بعد اب کچن میں کھڑا اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ جب وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔

"ہٹو میں بنا دیتی ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے' ابھی ہاتھ پیر سلامت ہیں میرے' جس دن اپاہج ہو کر بیٹھ گیا اس دن بنا دینا۔" اس کا موڈ اچھا خاصا خراب تھا۔ عائلہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوہ...... ! تو یوں کہو ناں وہ تمہاری پیاری سہیلی کی نشانی تھی' پہلا اور آخری گفٹ۔"

"صرف ایک شرٹ جلنے پر اتنی ناراضگی؟"

"صرف شرٹ نہیں تھی وہ میرا دل جلایا ہے تم نے۔"

"جسٹ شٹ اپ۔"

"اچھا پلیز ہٹو میں چائے بنا دیتی ہوں۔ تم نے تو یونہی کلیجہ جلا رکھا ہے اپنا۔" زبردستی اس کے ہاتھ سے پین چھینتے ہوئے وہ چولہے کے قریب ہوئی' جب اچانک گرم گرم قہوہ اچھل کر اس کے ہاتھ کی پشت پہ آ گرا۔

"سس......" فوراً سے پیشتر اس کے لبوں سے سسکاری نکلی تھی۔ سدید کی جان پر بن آئی۔

"کیا ہوا؟" اس کا ہاتھ تھام کر اس نے عائلہ کی آنکھوں کے آنسو دیکھے پھر بھاگ کر پیسٹ اٹھا لایا۔

"تم ہمیشہ مجھے تنگ کرتی ہو عائلہ...... پتہ نہیں کیا ملتا ہے تمہیں میرا دل جلا کر۔"

"تم بھی تو تنگ کرتے ہو خوامخواہ منہ بنا کر۔"

"خوامخواہ...... ! جان بوجھ کر تم نے میری شرٹ جلائی' میرے موزے پانی میں بھگوئے' میرے کپیوٹر سے چار غائب اڑائیں' گرل فرینڈ کی انسلٹ کی اب بھی کہہ رہی ہو خوامخواہ۔"

"اوہ...... تو اصل غصہ گرل فرینڈ کی انسلٹ کا ہے۔" آہستہ سے اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکال لیا تھا۔

"اور نہیں تو کیا' کیا سوچتی ہو گی وہ...... کتنی بدتمیز کزن ہے میری۔"

"تو اسے کون کہتا ہے شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے روز یہاں چلے آنے کو۔"

"بابا کے خیال سے آتی ہے' پتہ تو ہے تمہیں اسے بزرگوں کی کمپنی کتنی پسند ہے۔"

"ہوں بالکل! جس بزرگ کے گھر میں ایک خوب صورت اسمارٹ آرمی میں بھرتی بے حد چاق و چوبند نوجوان لڑکا رہتا ہو اس گھر کے بزرگ کی محبت میں تو وہ نیند میں چل کر بھی آ سکتی ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"چلو شکر ہے تم نے یہ تو قبول کیا کہ میں اسمارٹ اور ہینڈسم ہوں۔"

"بس رہنے دو اللہ نے ذرا سی اچھی شکل اور ذہانت کیا دے دی کہ سنبھالا ہی نہیں جا رہا جناب سے۔" تورا خفگی سے منہ پھیرتے ہوئے وہ دوبارہ چائے کا پانی رکھنے لگی۔

سدید اس کی پشت پر بکھرے گھنے بالوں کی آبشار میں جیسے کھو سا گیا۔

"میرے کردار کو لے کر اگر اسی رفتار سے کڑھتی رہو گی تو اگلے چند سالوں تک بیوٹی کریمیں بھی چہرے پر رزلٹ دینا چھوڑ دیں گی۔"

"ہونہہ...... بیوٹی کریمیں استعمال کرتی ہے میری جوتی۔"

"اتنی سستی بھی نہیں ہوئیں ابھی کہ جوتیوں تک نوبت آجائے بہرحال چائے اور پکوڑے میرے کمرے میں لے آنا بہت سردی محسوس ہو رہی ہے۔" وہ زیادہ دیر وہاں رک کر اپنا ضبط کھونا نہیں چاہتا تھا تبھی حکم صادر کرتا فوراً کچن سے نکل گیا۔

✿......✿......✿

صمید حسن صاحب نے جس وقت گاڑی گھر کے پورچ میں کھڑی کی شام خاصی گہری ہو چکی تھی پریہان اور سارا بیگم میں سے کوئی بھی گھر پر نہیں تھا وہ جانتے تھے سارا بیگم یقیناً اپنے بوتیک پر ہوں گی جبکہ پریہان کسی نہ کسی دوست کی طرف جب ہی وہ سیدھا اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ آئے تھے۔

سردی کا احساس دور دور تک نہیں تھا پھر بھی کمرے میں آتے ہی نیم گرم پانی سے شاور لے کر وہ بستر میں گھس گئے۔ ابھی چند روز قبل انہوں نے اپنی پچاسویں سالگرہ سیلبریٹ کی تھی مگر اپنی شخصیت کے رکھ رکھاؤ اور قابل رشک صحت کی وجہ سے وہ چالیس سے زیادہ کے نہیں لگتے تھے۔

زاویار...... جوان کا اکلوتا بیٹا تھا اٹھائیس سال کا ہو چکا تھا مگر بہت سے لوگ اسے ان کا بیٹا ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے وقت جیسے انہیں چھوئے بغیر گزر گیا تھا تب ہی ان کی نگاہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی تھی جہاں مستنصر حسین تارڑ کا ناول "قربت مرگ میں محبت" رکھا ہوا ان کا دل دھڑکا گیا تھا۔ کتنے دنوں کے بعد آج وہ اس کتاب کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے پہلے ہی صفحے پر سرخ روشنائی سے موتیوں جیسی لکھائی میں لکھا تھا۔

"میرے لیے محبت چلتی سانسوں کا نام ہے جس دن یہ سانسیں رک گئیں اسی دن صمید حسن کی محبت سے میری ذات کا تعلق ٹوٹے گا۔" کتنے پراثر الفاظ تھے ایک دم سے ان کی آنکھوں کے گوشوں میں نمی اتر آئی۔

کوئی اس طرح بھی بھرتا ہے اپنے الفاظ سے جس طرح وہ مکر گئی تھی؟ اگلے ہی پل خود بخود ان کا ہاتھ اپنے والٹ پر جا پڑا جس کی پاکٹ میں اس کی تصویر تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے انہوں نے وہ تصویر نکالی اور تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جانے کیوں اتنے سال گزر جانے کے باوجود آج بھی ہر موسم کی شدت میں ان کا دل صرف اسی ایک وجود کی تمنا کرتا تھا کہ جس کی خوشبو ان کی سانسوں میں گھلی تھی۔

بہت دیر تک بھیگی آنکھوں سے اس چھوٹی سی تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد اچانک وہ اپنے ہونٹ اس تصویر پر رکھتے ہوئے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تھے۔

✿......✿......✿

چند لمحوں کا ہوا کرتا ہے خوابوں کا سفر
آنکھ کھلتی ہے تو صدیوں کی تھکن ہوتی ہے

رات کے دو بجے تھے جب سارا بیگم اور پرہیان دونوں کی گاڑیاں آگے پیچھے پورچ میں آ رکی تھیں۔ ذرا سے فاصلے پر کھڑی صمید حسن صاحب کی گاڑی اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ گھر پر موجود ہیں۔ پرہیان نے ایک نظر ان کی گاڑی پر ڈالی پھر تھکن سے چور جسم اور اعصاب کے ساتھ اندر لاؤنج کی طرف بڑھائی تبھی سارا بیگم کی پکار نے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک لیا تھا۔

"پرہیان۔"

"جی مما!" وہ رکنا نہیں چاہتی تھی مگر رک گئی تھی۔

"بات سنو۔"

"سوری مما! میں اس وقت بہت تھکی ہوئی ہوں' صبح بات کریں گے۔" اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی' سارا بیگم کا دل تڑپ اٹھا' پرس صوفے پر پھینکتے ہوئے وہ اس کے قریب آ گئی تھیں۔

"زندگی نے جتنا تمہاری ماں کو تھکایا ہے' اتنا تمہیں کبھی نہیں تھکا سکتی پرہیان۔" بھیگے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے بازو سے پکڑ کر باہر لان میں لے آئی تھیں۔ چاند کی مکمل روشنی میں جسم کو کپکپا دینے والی سرد ہوا نے ان کے سلگتے ہوئے اعصاب پر جیسے مرہم کا کام کیا تھا۔ پرہیان کے آنسو مزید شدت سے بہنے لگے۔

"کس سے بل کر آ رہی ہو؟" بہت دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر سارا بیگم نے پوچھا' جب وہ آنسو پونچھتے ہوئے رخ پھیر گئی۔

"ساویز سے۔"

"رو کیوں رہی ہو؟"

"پتہ نہیں۔"

"کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں؟"

"مما پلیز..... میں اس وقت آپ کے سوالوں کے جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" ایک دم سے وہ پلٹی اور اس نے اپنے اندر کا غبار نکالا۔ سارا بیگم پریشان سی اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

"تم جانتی ہو پرہیان! میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی۔"

"جھوٹ کہتی ہیں آپ..... کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو آپ مجھ سے میری حقیقت کبھی نہ چھپاتیں۔"

"کیسی حقیقت؟"

"آپ جانتی ہیں میں کس حقیقت کی بات کر رہی ہوں۔" مسلسل رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' سارا بیگم جیسے ٹھٹک گئیں۔

"اب تم مجھے پریشان کر رہی ہو پرہیان۔"

"پریشان ہی تو نہیں کرنا چاہتی میں آپ کو ورنہ ضرور بتاتی کہ جس وقت مجھے یہ پتہ چلا کہ میں پرہیان صمید حسن نہیں پرہیان عزیر ہوں اس وقت مجھ پر کیسی قیامت ٹوٹی تھی۔" آنسو پونچھتے ہوئے ایک دم سے وہ جذباتی ہوئی تھی۔

سارا بیگم جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"کیا سمجھا تھا آپ نے' مجھے کبھی پتہ نہیں چلے گا کہ میں کون ہوں..... میری حقیقت کیا ہے؟ میں جو خود پر غرور کرتی نہیں تھکتی تھی کہ میں صمید حسن جیسے ایک آئیڈیل انسان کی اکلوتی بیٹی ہوں آج میرا یہ غرور ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔" ٹوٹے لہجے میں کہتے ہوئے وہ جیسے خود بھی ٹوٹ رہی تھی۔ سارا بیگم کو لگا ان کے جسم سے خون نچڑ گیا ہو پھٹی پھٹی

نگاہوں سے پریہان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کین کی چیئر پر بیٹھ سی گئی تھیں۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے مما' میں جانتی ہوں آپ نے زندگی میں سوائے میری خوشیوں اور کامیابیوں کے اور کچھ نہیں چاہا' مگر انسان ہمیشہ خوش نصیب نہیں رہتا مما' کبھی نہ کبھی' کسی نہ کسی موڑ پر اسے قسمت کی کبھی ٹھوکر کھانی ہی پڑتی ہے۔" اب وہ زمین پر بیٹھ کر اپنا سر سارا بیگم کی گود میں رکھ رہی تھی' جن کی آنکھوں سے انمول موتی ٹوٹ کر بکھرتے جارہے تھے۔

"پتہ ہے مما...... اس وقت مجھے جتنا اپنی تقدیر پر رونا آرہا ہے اتنا ہی درمکنون صمید حسن کی قسمت پر رشک آرہا ہے' کتنی خوش قسمت ہے ناں وہ' جو پاپا جیسے ایک آئیڈیل انسان کی سگی بیٹی ہے' اور اس کی ماں وہ عورت ہے جسے پاپا جیسے آئیڈیل انسان نے ٹوٹ کر چاہا ہے...... ہے ناں۔" شفاف آنکھوں میں ہیروں کی مانند دمکتے آنسو لیے اب وہ سارا بیگم کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی جواب میں وہ آنسوؤں کے ساتھ محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں۔

"کس نے بتایا تمہیں یہ سب باتیں؟" بڑی مشکل سے وہ پوچھنے کے قابل ہوئی تھیں جب پریہان نے آنسو پونچھ لیے۔

"ساویز نے......"

"وہ کیسے جانتا ہے یہ سب؟"

"آج سے پہلے نہیں جانتا تھا' اسے بھی آج ہی پتہ چلا ہے۔"

"کیسے؟"

"درمکنون اس کی دوست رہ چکی ہے مما' دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں' باتوں باتوں میں یونہی آج اس کا ذکر آگیا تو ساویز مجھے اس کا گھر دکھانے لے گیا' وہیں میں نے پاپا کی تصویر دیکھی اور ان کی بھی جنہیں وہ آج بھی اپنی سانسوں سے بڑھ کر پیار کرتے ہیں۔"

"وھاٹ...... تم کہنا چاہتی ہو کہ درمکنون اسی شہر میں رہتی ہے؟"

"نہیں...... میں یہ نہیں کہہ رہی' مگر میں نے اس کا گھر دیکھا ہے' وہ گھر جہاں وہ چند سال قبل اپنی مما کے ساتھ رہتی تھی۔"

"کہاں ہے وہ گھر؟"

"سوری مما...... یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی' کیونکہ میں جانتی ہوں' جس روز آپ یہ سراغ پالیں گی اس روز پاپا کی زندگی کی کتاب سے آپ کے نام کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے گا' اور یہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گی' کیونکہ میں جانتی ہوں جتنا پاپا نے مریرہ صمید کو چاہا ہے اس سے کچھ ہی کم آپ نے بھی پاپا کو چاہا ہے۔"

"یہ خود غرضی ہے پریہان...... اور میں خود غرض نہیں ہوں۔"

"میں جانتی ہوں مما' مگر سوری میں آپ کو مریرہ صمید تک نہیں پہنچا سکتی۔" بے دردی سے بہتے آنسوؤں کو سختی سے صاف کرتی اگلے ہی پل وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سارا بیگم اس سے مزید کوئی سوال کرتیں' وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

سارا بیگم کو لگا جیسے کسی نے ان کے بدن سے لہو نچوڑ لیا ہو' بعض حقیقتیں کتنی سفاک ہوتی ہیں...... اندر تک کاٹ کر رکھ دیتی ہیں' وہ بھی کٹ رہی تھیں' لمحہ بالمحہ اندر سے بکھر رہی تھیں مگر...... ابھی اس حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکی تھی۔
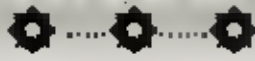
بہت خوب صورت علاقہ تھا۔
سبزہ ہی سبزہ...... ہلکی ہلکی پڑتی پھوار...... اور قریب بہتی شفاف ندی کے پانی میں پاؤں ڈالے بیٹھی وہ حور...... اسے لگا وہ شاید کبھی اس کی پشت پر بکھرے آبشاروں سے گھنے بالوں پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکے گا۔
وہ خوب صورت تھی' بے حد خوب صورت......
مگر اس کے لیے تو وہ پوری دنیا تھی' تبھی وہ کچھ دیر سینے پر بازو باندھے اسے دل چسپ نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر یونہی اس کے گھنے خوب صورت بالوں پر نگاہ جمائے' ابھی اس کے پہلو میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ آنکھ کھل گئی۔
''صیام۔'' ماں جی اس کی چارپائی کے قریب کھڑی اسے آوازدے رہی تھیں۔ اس نے آنکھوں سے بازو ہٹایا۔
''جی ماں جی۔''
''دن چڑھ گیا ہے پتر' دفتر نہیں جانا۔''
''جانا ہے ماں جی' بس کل رات تھکن بہت ہوگئی تھی تو صبح آنکھ ہی نہیں کھلی۔'' اب وہ اٹھ بیٹھا تھا۔
ماں جی پریشان سی اس کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔
''اللہ سوہنا خیر کرے' تیرے ابا جی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں کل رات سے...... ساری رات تڑپ تڑپ کر گزاری ہے اوپر سے یہاں گاؤں میں کوئی اچھا ڈاکٹر بھی نہیں ہے۔'' شب بیداری ان کی آنکھوں سے عیاں تھی۔
صیام گہری سانس بھر کر رہ گیا۔
''آپ پریشان نہ ہوں ماں جی' میں آج دفتر جاتے ہوئے انہیں ساتھ لے جاؤں گا۔''
''اللہ حیاتی کرے پتر...... پریشانیاں تو ہم غریبوں کی قسمت کا حصہ ہیں' ادھر تیرے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور ادھر شگفتہ کے سسرال والے شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔''
''اتنی جلدی؟ ابھی تو پندرہ دن ہوئے ہیں رشتہ کیے۔''
''ہاں...... مگر ان کی بھی مجبوری ہے پتر اب جوان کی دوسری بیٹی کے سسرال والے ہیں وہ جلدی کر رہے ہیں اور تمہیں تو پتہ ہے پتر آج کل اچھے رشتے ملنا کتنا مشکل ہے۔''
''ہوں...... آپ پریشان نہ ہوں' اللہ مالک ہے۔'' وہ انہیں تسلی دیتے غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ شگفتہ نے جلدی جلدی اس کے کپڑے پریس کرنے کے بعد جوتے بھی پالش کر دیئے' عشرت جو شگفتہ سے دو سال بڑی تھی ابھی دو ماہ پہلے بیوہ ہو کر ایک عدد بیٹے کے ساتھ پھر سے بھائی کے در آ بیٹھی تھی۔
ناشتہ اسی نے بنایا تھا' اپنے چھ ماہ کے بیٹے کے ساتھ ساتھ صیام میں بھی اس کی جان تھی۔ وہ اس کے کھانے پینے اور دیگر سارے معاملات کا بہت خیال رکھتی تھی' خود صیام بھی دونوں بہنوں کی خوشی اور چھوٹی چھوٹی فرمائشوں کا خاص خیال رکھتا تھا۔
ساون شروع ہو رہا تھا مگر اس نے ابھی تک کمروں کی چھتیں پکی نہیں کروائی تھیں۔ کرواتا بھی کیسے اخراجات سانس لینے ہی نہیں دے رہے تھے۔ اس روز وہ تقریباً ایک بجے آفس پہنچا تھا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام! شکر تم آ گئے مجھے لگا آج ضرور کسی لڑکی نے گن پوائنٹ پر اغواء کر لیا ہوگا تمہیں۔'' حنان جو اسی کا انتظار کر رہا تھا اسے دیکھتے ہی بولا تو وہ مسکرا دیا۔

"کیوں؟"

"پورے ہیرو جولگ رہے ہو بالکل فواد خان کی طرح۔"

"بس کر زیادہ بٹرنگ نہ کیا کر۔"

"بٹرنگ نہیں کر رہا یار میری نظر سے دیکھ خود کو۔"

"تیری نظر خراب ہوگئی ہے مجھ پر ٹھیک کرلے۔"

"ہاہا یہ تو ہے ویسے آج میڈم نے بھی مکمل بلیک سوٹ پہنا ہے۔"

"اچھا؟" میڈم کے ذکر پر اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا تھا۔

حنان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"سچ کہتا ہوں یار اگر میں پہلے سے بک نہ ہوتا تو ضرور میڈم دری سے عشق کر بیٹھتا۔ اتنی اچھی لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی۔" وہ اس کے دل کے حال سے واقف نہیں تھا تبھی کہہ رہا تھا اور صیام نے بے نیازی سے کمپیوٹر آن کرلیا۔

"خیال رکھنا تمہارے یہ نادر خیالات تمہاری منگیتر صاحبہ تک نہ پہنچ جائیں ورنہ جو تمہارے ساتھ ہوگا وہ تم بہتر جانتے ہو۔"

"چھوڑ یار..... اماں کی پسند ہے وہی نبھاہ کریں گی اس کے ساتھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔"

"ہوں..... وہ بھی کیسے سکتے ہو باہر جو ایک سو بیس پیچھے لگا رکھی ہیں ان کا کیا بنے گا۔" وہ اس کی رگ رگ اور پل پل سے واقف تھا۔ تبھی وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"ان ایک سو بیس میں سے ایک بھی میڈم دری جیسی نہیں ہے، خیر تم بتاؤ آج اتنا لیٹ کیوں ہوگئے، میڈم دو بار پوچھ چکی ہیں تمہارا۔"

"ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی یار، انہیں چیک اپ کے لیے لے کر جانا تھا واپسی پر بائیک پنکچر ہوگئی۔"

"اوہ..... کتنی بار کہہ چکا ہوں تجھ سے کہ بائیک بدل لے مگر تمہارے نزدیک میری باتوں کی اہمیت کہاں۔"

"ایسا مت کہو یار، تم جانتے ہو میری زندگی میں بہت مسائل ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے مگر....." وہ ابھی بول ہی رہا تھا کہ انٹرکام بج اٹھا۔

"جی میڈم۔" فوراً سے پیشتر اس نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف وہ مکنون تھی۔

"صیام صاحب آگئے ہیں؟"

"جی میڈم ابھی تشریف لائے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میرے کمرے میں بھیج دیجیے۔"

"جی بہتر۔" ادب سے کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"چل بیٹا آ گیا تیرا بلاوا آج خیر نہیں تیری۔"

"کیوں؟"

"میڈم کا فون تھا دو بار پوچھ چکی ہیں تمہارا، یہ تیسری کال تھی۔"

"خیر تو ہے۔"

"کیا پتا یہ تو میڈم ہی بتا سکتی ہیں جا اندر بلا رہی ہیں تجھے۔"

"تو بتایا کیوں نہیں، ایویں اتنی دیر سے دماغ چاٹ رہے ہو۔" وہ خفا ہوا اور حنان کھل کر ہنس دیا۔

⚙……⚙……⚙

زاویار کی پاکستان کے لیے سیٹ کنفرم ہو چکی تھی۔

اس وقت وہ دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ڈنر انجوائے کر رہا تھا جب جولی رابرٹ جس کا شمار اس کی قریبی دوستوں میں ہوتا تھا اس پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

"زاویار کل رات کی فلائیٹ سے پاکستان جا رہا ہے۔"

"وہاٹ…… مگر کیوں؟" ایبک کو جھٹکا لگا جولی نے آہستہ سے کندھے اچکا دیئے تبھی وہ بولا۔

"جانا تو ہے یار، میرے ڈیڈ کو میری ضرورت ہے، ویسے بھی میں ساری عمر کے لیے دیارِ غیر کی خاک چھاننے کے لیے نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تم نے کہا تھا تم یہیں اپنا بزنس اور فیملی ارینج کرنا چاہتے ہو۔"

"ہوں…… پلان تو یہی کیا ہے، باقی جو اللہ کی مرضی۔"

"ہوزان کے لیے کیا سوچا ہے تم نے؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر ایبک نے پوچھا، زاویار نے ڈرنک کا بڑا سا گھونٹ لے کر گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے اس کے لیے کچھ سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں…… مگر وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے زاویار، مر جائے گی وہ تمہارے لیے۔"

"تو مر جائے میں نے کسی کی زندگی کا ٹھیکہ نہیں لیا، ویسے بھی میں ان مڈل کلاس گھرانوں کی تھرڈ کلاس لڑکیوں سے شدید الرجک ہوں۔" جولی نے دیکھا اس کی خوب صورت پیشانی پر کئی بل پڑ چکے تھے۔ ایبک نے کندھے اچکا دیئے۔

"تمہاری مرضی، مگر وہ بہت خوددار ہے، عام لڑکیوں جیسی کوئی بات نہیں ہے اس میں۔"

"عام لڑکیوں میں کیا بات ہوتی ہے؟"

"تم زیادہ بہتر جانتے ہو مجھ سے، بہت سی لڑکیاں مفاد پرست ہوتی ہیں، صرف اپنے فائدے کے لیے کیش کی صورت رشتوں کو استعمال کرنے والی، مگر وہ ایسی نہیں ہے۔"

"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ کیسی ہے کیسی نہیں اور پلیز تم اب اس کی وکالت کرنا بند کرو۔" وہ بری طرح چڑ گیا تھا۔ ایبک خاموش ہو گیا ہوزان اس کی بچپن کی دوست تھی بے حد سادہ اور حساس لڑکی تھی، بچپن میں باپ کی وفات کے بعد اس کی ساری عمر محنت مشقت کی نذر ہو گئی تھی۔ وہ اور اس کی ماں ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں کئی سال سے اکٹھی رہ رہی تھیں۔ جب وہ چھوٹی تھی تو اس کی ماں ایک اسٹور پر کام کر کے گھر کا خرچ چلاتی تھی مگر جیسے ہی اس نے اپنی تعلیم مکمل کی اس نے اپنی بیمار ماں کو گھر بٹھا کر خود اسٹور پر جانا شروع کر دیا۔

زاویار کے ساتھ اس کی پہلی ملاقات بھی یہیں ہوئی تھی وہ خاصا فضول خرچ تھا اور ہوزان ہمیشہ اس کی خریداری کو حیرانی اور حسرت سے دیکھتی تھی، وقت کے ساتھ ساتھ یہ حیرانی اور حسرت محبت میں ڈھلتی چلی گئی زاویار کا رویہ اس کے ساتھ بے حد نرم اور دوستانہ ہوا کرتا تھا، وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنے لگا تھا مگر جیسے ہی اس کے جذبے اس پر آشکارہ ہوئے وہ بدک گیا۔

ہوزان کو وہ بھیگی شام ہمیشہ یاد رہتی تھی، جب اس نے زاویار حسن کو اپنی محبت سے آگاہ کیا تھا، جواب میں وہ خاصی

حیرانی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد فوراً برہم ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہے اور نہ ہی اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس میں دل چسپی لے ہوزان کا دل ٹوٹا گیا تھا' اگلے ایک ہفتے تک وہ بخار میں مبتلا بستر میں منہ چھپا کر روتی رہی تھی مگر زاویار کو پروا نہیں تھی وہ یکسر بدل چکا تھا۔

اور اب...... جبکہ اس نے لبوں پر چپ کا قفل ڈال لیا تھا تو وہ اس کا ملک چھوڑ کر جا رہا تھا' جولی اور ایبک کے ساتھ اس کا تعلق اب بھی ویسا ہی تھا مگر...... وہ صرف اس کے لیے بدل گیا تھا ہوزان اپنا قصور نہیں جانتی تھی تاہم اس کا دل اب بھی صرف زاویار کی محبت کا تمنائی تھا' وہ کسی صورت خود کو زاویار حسن کی تمنا سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ زاویار کے اب بھی وہی معمولات تھے' بس اس نے اب اس کے اسٹور پر آنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روز بہت دنوں کے بعد جب وہ تازہ گلاب کے خوب صورت بوکے لیے' اسے سال گرہ کی مبارک باد دینے اس کے فلیٹ پر آئی تب اسے پتہ چلا کہ زاویار کل رات کی فلائٹ سے پاکستان جا چکا ہے۔ کتنی ہی دیر تک اسے یقین نہیں آیا کہ وہ یوں چپ چاپ اس کا دیس چھوڑ کر پاکستان بھی جا سکتا ہے' وہ پاکستان جو صرف اپنی کرپشن' لوڈ شیڈنگ' ٹارگٹ کلنگ' دہشت گردی' زلزلے اور سیلابوں کی وجہ سے ہمیشہ ایک خوف ناک تصور کے ساتھ اس کے حافظے میں محفوظ رہتا تھا اور اب...... وہ اسی دیس جا چکا تھا' ایک دم سے اس کا دل جیسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

اس روز بہت دیر تک وہ اس کے گھر کے باہر سیڑھیوں پر بیٹھی بری طرح روتے ہوئے گلاب کی پتیوں کو نوچ نوچ کر پھینکتی رہی تھی۔

✿......✿......✿
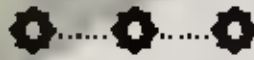
زاویار پاکستان آ چکا تھا۔

صمید صاحب کو لگا جیسے ایک مدت کے بعد انہوں نے زندگی کے حسن کو محسوس کیا ہو۔ سارا بیگم اور پرہیان دونوں بے حد خوش تھیں۔ صمید صاحب کی مصروفیات کے پیش نظر اسے ائرپورٹ سے ریسیو بھی ان دونوں نے ہی کیا تھا۔ وہ گھر آیا تو صمید صاحب کتنی ہی دیر اسے خود سے لپٹائے روتے رہے تھے۔ دیار غیر میں رہ کر کیسے نکھر گیا تھا وہ کہ ان کی نظر اس کے شفاف چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اس کے آنے کی خوشی میں وہ اپنی تمام کاروباری مصروفیات ترک کر چکے تھے۔

پرہیان کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی اور ایسے موقع پر زاویار کا پاکستان چلے آنا ان کے لیے بے حد خوشی اور طمانیت کا باعث بنا تھا۔ بہت سا بوجھ تھا جو ایک دم سے انہیں اپنے کندھوں سے اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اگلے روز شام میں صمید صاحب نے شام کی چائے پر عائلہ اور سدیدہ کو بھی انوائٹ کر لیا۔ سنہری رنگت اور تیکھے نقوش والی عائلہ علوی بھی زاویار کے پاکستان آنے پر بہت خوش تھی مگر زاویار نے اسے کوئی لفٹ نہیں کرائی اور اس بات کو صمید صاحب نے بہت محسوس کیا تھا۔

وہ زاویار کے مزاج سے بہت اچھی طرح واقف تھے مگر عائلہ جیسی اچھی اور نیک صفت لڑکی کے لیے انہیں زاویار کا خشک رویہ بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا مگر وہ مجبور تھے کہ سالوں بعد گھر واپس آنے والے محبوب بیٹے کو ڈانٹ بھی نہیں سکتے تھے۔ وگرنہ عائلہ علوی کی دل آزاری انہیں کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں تھی اور ان کے گھر کے تمام افراد سوائے زاویار کے اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔

✿......✿......✿

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی۔

کمرے کی ونڈو کھلی تھی اور شریر ہوا کے سرد جھونکے ان کی رائٹنگ ٹیبل پر پڑے کورے صفحات کو بری طرح پھڑ پھڑا رہے تھے۔ وہ ایک نظر ان صفحات پر ڈالتے خود بھی کھڑکی کے قریب آ کھڑے ہوئے باہر خاصی سرد ہوا کا راج تھا مگر انہوں نے کھلی ہوئی کھڑکی کے پٹ بند نہیں کیے۔ عرصہ ہوگیا تھا زندگی کی جھیل سے مریانا مٰی خوب صورت پرندے کی ہجرت کے بعد وہ جیسے سرد موسموں کے شیدائی ہو کر رہ گئے تھے۔

سارا بیگم آج بھی کمرے میں نہیں آئی تھیں۔

نیچے لاؤنج میں زاویار اور پریہان کے تیز تیز بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ دونوں بہن بھائیوں میں بلا کی انڈر اسٹینڈنگ اور پیار تھا۔ وہ کافی دیر زاویار کے ساتھ نیچے بیٹھے اس کے ایک ایک نقش کو نظر میں اتارتے رہے تھے۔ بے شک وہ ہو بہو مریا کی کاپی تھا۔ اس نے ایک ایک نقش اپنی ماں کا چرایا تھا۔ تبھی جب جب ان کی نگاہ اس کے چہرے کی طرف اٹھی دل کے اندر کہیں کوئی ٹیس ضرور سر اٹھاتی تھی۔

دو بجنے ہو گئے تھا سے کمرآئے ہوئے اور ان دو بجتوں میں صمید صاحب نے اس کے ساتھ جیسے صدیوں کا سفر طے کیا تھا۔ تھکی ہوئی آنکھوں میں آپ ہی آپ گزرے ہوئے وقت کی دھول اڑنے لگی تھی اور پھر وہ جیسے اس دھول میں گم ہوتے چلے گئے تھے۔

❀ ❀ ❀
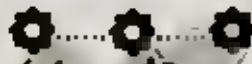
صمید حسن صاحب ایک نہایت غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بچوں کے اسکول کے سامنے ٹھیلہ لگاتے تھے سارا سارا دن تیز دھوپ میں کھڑے رہ کر بھی وہ اتنے پیسے نہیں کما سکتے تھے کہ اپنے گھر کی ضرورتوں کو پورا کرسکتے' ان کی بیوی کو دمہ کا مرض تھا جس کی وجہ سے اوپر تلے ان کے سات بچے وقفے وقفے سے لقمہ اجل بن گئے تھے۔ صمید حسن کا نمبر آٹھواں تھا اور خوش قسمتی سے وہ بچ گئے تھے۔ کل آٹھ بہن بھائیوں میں صرف وہی اپنے ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے خوابوں کا مرکز تھے۔ بے حد غربت کے باوجود ان کے والد صاحب ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔

وہ ابھی مڈل میں تھے کہ ایک روز ان کی صابر شاکر ماں حالات اور غربت سے ہار مان کر دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔ صمید حسن صاحب اس وقت اتنے میچور نہیں تھے کہ موت کی حقیقت کو سمجھ سکتے' تبھی وہ جیسے بکھر کر رہ گئے تھے۔ ایک اور بچے کی خواہش نے ان کی نظر میں ان کی ماں کی جان لے لی تھی اور یہ بات ان کے دل میں ایسی بیٹھی کہ پھر کبھی نکل ہی نہ سکی' تاہم ان کے لاغر باپ نے یہاں بھی ہمت نہیں ہاری تھی اندر ہی اندر مسمار ہوتے وہ ان کا حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے۔

دن بھر ٹھیلہ لگانے کے بعد گھر واپسی پر گھر کا سارا کام بھی انہی کے سپرد تھا۔ صمید حسن صاحب کا کام صرف پڑھنا تھا' اسکول سے نکل کر وہ ابھی کالج لائف میں آئے تھے کہ ایک روز وہ بھی انہیں داغ مفارقت دے گئے۔ پچھلے چند ماہ سے ان کی طبیعت نہایت ناساز تھی' مگر انہوں نے حسن صاحب کو اس کی بھنک بھی نہ پڑنے دی۔ وہ پیسے جو ان کی دوائیوں پر لگنے تھے انہوں نے اکلوتے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر لگا دیئے' نتیجتاً موت نے انہیں شکار کرلیا۔

والدین کی آگے پیچھے وفات کے بعد زندگی صمید حسن کے لیے بہت تلخ ہو کر رہ گئی تھی تعلیم سے ان کا تعلق ٹوٹ گیا' پیٹ بھر روٹی کے لیے وہ کالج کی مہنگی ترین تعلیم چھوڑ کر اپنے باپ کی جگہ بچوں کے اسکول کے سامنے ٹھیلہ لگانے لگے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب عائلہ علوی کے دادا کرنل شیر علی نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا تھا۔ وہ آرمی سے وابستہ تھے اور صمید حسن صاحب کی طرح ان کا بھی صرف ایک ہی بیٹا تھا' سکندر علوی صمید حسن کے والد کی طرح ان

کی آنکھوں میں بھی اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے بہت سے خواب تھے وہ انہیں آرمی میں بڑا افسر بنانا چاہتے تھے اسی مقصد کے لیے انہوں نے گاؤں میں اپنی زمین بیچ کراسے ملک سے باہر پڑھنے بھیج دیا تھا۔

گھر میں اب صرف وہ اوران کی دو بھتیجیاں رہتی تھیں بریرہ اور مریرا...... بریرہ کی نسبت ان کے بیٹے سکندر علوی کے ساتھ طے تھی جبکہ مریرا اسی اسکول میں دسویں جماعت میں زیر تعلیم تھی جس کے باہر صمید حسن کا ٹھیلہ لگتا تھا روز اسکول سے چھٹی کے بعد شیر علی صاحب اسے صمید حسن سے بھنے ہوئے چنے خرید کر دیتے تھے بریرہ اسکول لائف کے بعد اب کالج کی دنیا میں قدم رکھنے کی تیاری کررہی تھی رفتہ رفتہ صمید حسن کے حالات کرنل شیر علی کے علم میں آئے تو وہ بعد اصرار انہیں اپنا بیٹا بنا کر گھر لے آئے۔ وہ گھر جہاں کئی سال ہوئے ان کی بیوی کی رحلت کے ساتھ بھائی اور بھابی کی وفات بھی ہوئی تھی۔ تب سے وہ تنہا زندگی کی جنگ لڑتے چلے آ رہے تھے۔

صمید کی شرافت اور کردار کی مضبوطی نے انہیں بہت متاثر کیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ انہیں بالکل اپنے سگے بیٹے کے برابر اہمیت دینے لگے تھے۔

اس گھر میں آنے کے بعد صمید حسن کا تعلیم سے ٹوٹا تعلق دوبارہ بحال ہوگیا تھا۔ گریجویشن کلیئر کرنے کے بعد انہوں نے کچھ گھروں میں ٹیوشن پڑھانی شروع کردی تھی رات میں ٹیوشن سے فارغ ہوکر وہ گھر واپس آتے تو سب کو اپنا منتظر پاتے کوئی بھی ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ شیر علی صاحب آرمی سے ریٹائر ہوچکے تھے ان کا زیادہ وقت گھر پر کتابوں اور پودوں کی نذر ہوتا تھا۔

صاف ستھرا کشادہ گھر جس میں نرم بستر گرم کھانا دھلے کپڑے سب میسر تھا ان کے لیے کسی جنت سے کم نہیں تھا' بریرہ اور مریرا دونوں ہی بے حد ذہین اور اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکیاں تھیں صمید نے کبھی انہیں اونچی آواز میں بولتے یا ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ جب سے وہ اس گھر میں آئے تھے ایک بار بھی انہیں بے پردا نہیں دیکھ پائے تھے دونوں ہی بہت کم ان کے سامنے آتی تھیں خود انہوں نے بھی کبھی دانستہ نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ چھٹی والے دن بھی بہت کم وہ گھر پر رکتے تھے' گھر کا سودا سلف اور دیگر اشیاء کی خریداری بھی شیر علی صاحب نے ان کے سپرد کی تھی' کئی بار انہوں نے صمید حسن کو ٹیوشن پڑھانے سے منع کیا تھا مگر وہ ان پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ تبھی ان کے بے پناہ خلوص اور محبت کے باوجود اپنے تعلیمی اخراجات کے لیے انہوں نے روزگار کی راہ تلاش کرلی تھی' اب اکثر اپنے پیسوں سے اپنا تعلیمی خرچ نکالنے کے ساتھ ساتھ وہ گھر کے لیے کوئی نہ کوئی چیز بھی لے آتے تھے۔

سکندر علوی کے خط گاہے بگاہے آتے رہتے تھے۔ جب بھی ان کا خط آتا اگلے کئی روز تک گھر میں اسی کا ذکر رہتا' ایسے میں شیر علی صاحب کی آنکھوں کی چمک دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

☆......☆☆......☆

وقت نہایت سبک روی سے اپنا سفر طے کرتا آگے بڑھ رہا تھا' کہ اچانک شیر علی صاحب شدید بیماری کی لپیٹ میں آگئے۔

صمید حسن نے ابھی یونیورسٹی لائف میں قدم رکھا ہی تھا' نئی نئی کلاسز تھیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنا آپ ان کے لیے وقف کردیا تھا' گھر کے سودا سلف سے لے کر شیر علی صاحب کی تیمارداری تک ہر کام اپنے ذمے لے لیا تھا' بریرہ کی فرمائش پر سمندر پار سکندر علوی کو اطلاع بھی دی جاچکی تھی۔ مگر وہاں اس کے امتحانات چل رہے تھے' بھی چاہنے کے باوجود وہ پاکستان نہ آسکے تاہم انہوں نے صمید سے اپنے باپ کا خیال رکھنے کی درخواست ضرور کی تھی۔

بریرہ اور مریرا کی پریشانی ان دنوں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اس روز بہت دیر تک وہ شیر علی صاحب کے پاس بیٹھ کران کی تیمارداری کرنے کے بعد ابھی اپنے کمرے میں آ کر سوئے ہی تھے کہ دروازے پر ہونے والی زوردار دستک کی آواز نے انہیں ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کردیا' گہری نیند سے بیدار آنکھیں بے ساختہ وال کلاک کی جانب اٹھی تھیں' جہاں رات کے دو بجے کا وقت تھا' تبھی بنا جوتوں کی پروا کیے وہ فوراً بستر سے نکلے اور دروازہ کھولا تو سامنے مریا کھڑی رو رہی تھی۔

"بڑے ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' پلیز آپ ابھی انہیں ہسپتال لے جائیں۔" وہ اس کے لہجے سے اس کی اذیت کا اندازہ کرسکتا تھا' تبھی فوراً شیر علی صاحب کے کمرے کی طرف لپکا جہاں بریرہ بنا چادر کی پروا کیے شیر علی صاحب کو سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی' کمرے میں اس کی موجودگی محسوس کرتے ہی وہ سائیڈ پر ہوکر کھڑی ہوگئی تھی صمید نے اسی وقت اپنے ایک دوست کو کال کرکے گاڑی منگوائی اور پھر اسی کے ساتھ ہسپتال روانہ ہوگیا۔ اگلی صبح وہ گھر آیا تو شیر علی صاحب کی طبیعت خاصی سنبھل چکی تھی' تاہم مریا نے رو رو کر اپنا حال برا کرلیا تھا' بریرہ اسے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی' مگر وہ اس کے قابو میں ہی نہیں آرہی تھی' تبھی مجبور ہوکر اس نے صمید سے کہا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بڑے ابو کی؟" رات بھر جاگ کر رونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے گوشے سرخ ہورہے تھے' صمید جو اپنے پاس جمع کیے ہوئے پیسے نکال رہا تھا اس کے استفسار پر چونک کر پلٹا۔

"ٹھیک ہے...... پہلے سے کافی بہتر ہیں وہ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"شکر ہے اللہ کی پاک ذات کا' آپ ہسپتال جائیں تو پلیز مریا کو بھی ساتھ لے جایئے گا وہ بہت رو رہی ہے رات سے۔" پہلی بار وہ اس سے یوں مخاطب تھی۔

صمید نے رخ پھیر لیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے' وہاں میں اور میرا دوست ہے ان کی دیکھ بھال کے لیے۔"

"کیوں ضرورت نہیں ہے' بیٹی ہوں میں ان کی آپ سے زیادہ میرا حق بنتا ہے' ان پر سگے باپ سے بڑھ کر عزیز ہیں وہ مجھے آپ اور آپ کا دوست ان کا ویسا خیال نہیں رکھ سکتے جیسا میں رکھ سکتی ہوں۔" مریا اچانک آندھی طوفان کی طرح کمرے میں نمودار ہوئی تھی' وہ ٹھٹکا تھا۔

بڑی بڑی آنکھوں میں پھیلے ہوئے کاجل اور کندھوں پر ڈھلکتی شال سے بے نیازی کے ساتھ وہ اسے حیران ہی تو کرگئی تھی۔

"ٹھیک ہے' چلیں ساتھ' میں بس نکل ہی رہا ہوں۔" اگلے ہی پل نظریں چراتے ہوئے وہ فوراً پیسے جیب میں رکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بائیک اسٹارٹ کررہا تھا وہ بریرہ کو دروازہ اچھی طرح بند کرنے کی ہدایت کرتی اس کے ساتھ پیچھے آ بیٹھی تھی۔ اس طرح سے کہ اس کا وجود بالکل بھی صمید کے وجود سے ٹچ نہیں ہورہا تھا۔ پورے راستے دونوں کے مابین خاموشی حائل رہی تھی' ہسپتال پہنچ کر جیسے ہی مریا کی نظر بستر پر بے سدھ پڑے شیر علی صاحب پر پڑی وہ پھر زار و قطار رونا شروع ہوگئی' تبھی صمید نے اسے ڈانٹا۔

"آپ بچی نہیں ہیں جو ہر بار آپ کو ڈانٹ کر چپ کروانا پڑے' انکل بالکل ٹھیک ہیں' سکون آور دوائیوں کے زیر اثر سو رہے ہیں آپ پلیز ان کے لیے پریشانی کری ایٹ مت کریں۔" اس کی ڈانٹ کا ہی اثر تھا کہ اس نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے تھے اور چپ کرکے سائیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ صمید نے دیکھا تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ ان کی پیشانی چومتی' کبھی نہایت پیار کے ساتھ ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے جاتی' وہ مسکرایا اور وارڈ سے باہر نکل آیا تھا۔

اسی شام شیر علی صاحب کو ہوش آنے کے بعد وہ انہیں انہی کے اصرار پر ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر گھر لے آیا'

جہاں بریرہ اور مریا دونوں پاگلوں کی طرح جیسے ان کا سایہ بن گئی تھیں۔ شیر علی صاحب نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ سکندر علوی کو فون کرے اور اسے کہے کہ جیسے ہی اس کے امتحانات ختم ہوں وہ فوراً پاکستان کا چکر لگائے صمید نے من وعن ان کا پیغام سکندر علوی تک پہنچا دیا تھا' جواب میں وہ اسی مہینے کی آخری تاریخ میں امتحانات سے فراغت کے بعد فوراً پاکستان چلے آئے تھے۔

بریرہ اور شیر علی صاحب کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ایک دم سے ان کی ساری بیماری جیسے ازن چھو ہوگئی۔ سکندر کو آئے تیسرا دن تھا جب شیر علی صاحب نے اچانک اس کی شادی کا شوشہ چھوڑ دیا۔ اس بار کسی صورت وہ اسے اکیلا بھیجنے کو تیار نہیں تھے سکندر نے بہت ہاتھ پیر مارے دوہائیاں دیں مگر ان کا کوئی عذر کوئی بہانہ قابل قبول نہ ہوسکا۔ نتیجتاً صرف پندرہ دن بعد ان کی شادی انجام پاگئی۔

صمید نے اس موقع پر بھی اپنا کردار بھرپور طریقے سے نبھایا تھا۔

شادی کے تقریباً دو ماہ بعد سکندر دوبارہ واپس چلا گیا تو گھر میں پھر سے وہی خاموشی در آئی جو اس کے آنے سے پہلے اس گھر کا حصہ تھی مگر شیر علی صاحب اور بریرہ بہت خوش اور مطمئن تھے۔

......☆☆☆......

اس روز صبح جب وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہورہا تھا مریا نے اس کے لیے دودھ کا گلاس تیار کیا' جلدی جلدی تیار ہو کر وہ ناشتے کی میز پر آیا تو شیر علی صاحب چائے پی چکے تھے' جبکہ مریا کالج کے لیے تیار بیٹھی ابھی ناشتہ کررہی تھی۔ اس نے سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد فوراً دودھ کا گلاس لبوں سے لگالیا تھا' مگر اگلے ہی پل جیسے اس کا گلہ رندھ گیا۔ دودھ میں چینی کی بجائے نمک مکس کیا گیا تھا' جس کے باعث وہ کھانس اٹھا تھا' جبکہ آنکھوں میں بھی خاصا پانی جمع ہوگیا تھا' مریا اس کا حال دیکھ کر بے ساختہ سر جھکائے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی وہ حیران رہ گیا' بھلا وہ اس سے اتنی فیرنک تھی کہ ایسا مذاق کرتی؟ شیر علی صاحب اب اس کے قریب کھڑے اس کی پیٹھ سہلا رہے تھے۔

"آرام سے پیو بیٹا' اتنی جلد بازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

"جی......" سعادت مندی سے کہہ کر اس نے پھر سامنے بیٹھی مریا پر نگاہ ڈالی' جو شرارتی نگاہوں سے مسکراتے ہوئے خود بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی' کیا نہیں تھا ان نگاہوں میں؟ محبت' شرارت' اور درخواست کہ وہ شیر علی صاحب کے سامنے اس کی بدتمیزی کا پردہ چاک نہ کرے' تبھی اس نے چپ چاپ گلاس دوبارہ لبوں سے لگالیا تھا۔

اسی شام ٹیوشن سے واپسی پر جب وہ چھت پر بیٹھا شہاب نامہ پڑھ رہا تھا' وہ اس کے پاس چلی آئی تھی۔

السلام علیکم' صمید نے چونک کر دیکھا تھا۔

"وعلیکم السلام...... آپ یہاں؟"

"جی...... وہ اصل میں مجھے آپ سے معذرت کرنی تھی' صبح شرارت میں جو حرکت میں نے کی شاید نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"کوئی بات نہیں' گزرے ہوئے وقت پر ملال نہیں کرنا چاہیے۔" ایک نظر اس کے جھکے ہوئے سر پر ڈالنے کے بعد اس نے دوبارہ توجہ کتاب کی جانب مرکوز کردی تھی مقصداً سے وہاں سے رخصت کرنا تھا' مگر وہ رخصت ہونے کی بجائے خاصی بے فکری سے اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

"آپ نے بڑے ابو سے شکایت کیوں نہیں کی؟"

"اچھا نہیں لگا۔"

"سور باقی کا دودھ کیوں پیا؟"

"اچھا لگ رہا تھا۔"

"غصہ نہیں آیا آپ کو؟"

"نہیں۔"

"اچھا ابھی کیا پڑھ رہے ہیں؟"

"شہاب نامہ۔"

"شہاب نامہ میں تو بہت سے باب ہیں آپ کون سا پڑھ رہے ہیں؟"

"چندراوتی۔"

"اوہ...... بہت خوب صورت باب ہے یہ آپ کو پتہ ہے یہ کتاب پڑھنے کے بعد میرا شدت سے دل چاہا تھا کہ میں قدرت اللہ شہاب صاحب سے صرف ایک بار ضرور ملوں' لیکن پھر جب مجھے ان کی رحلت کا پتہ چلا تو بہت دنوں تک میں روتی رہی تھی۔"

"رونے کے سوا اور آتا بھی کیا ہے آپ کو۔" اس بار اس نے نظریں اٹھائی تھیں مریرا معصومیت سے مسکرا دی۔

"جی...... صحیح کہہ رہے ہیں آپ امی ابو کی رحلت کے بعد واقعی مجھے رونے کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔"

"اب آپ نیچے جائیں پلیز' میں تنہائی میں پڑھنا چاہتا ہوں۔" فوراً ہی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا لہجہ روڈ ہو گیا تھا۔ وہ شرمندہ ہوگئی۔

"سوری میں یہاں آپ کو ڈسٹرب کرنے نہیں آئی تھی اصل میں مجھے آپ سے اپنا ایک مسئلہ شیئر کرنا تھا۔" مخروطی انگلیاں چٹختے ہوئے وہ قدرے پریشان لگی' تبھی صمید نے کتاب بند کی۔

"فرمایئے۔"

"وہ...... میں روز بس سے کالج جاتی ہوں تو وہاں اسٹاپ پر کچھ لڑکے بہت پریشان کرتے ہیں' پہلے کالج تک ساتھ جاتے تھے' کل ان میں سے ایک یہاں گھر تک بھی چلا آیا' میں ان کے منہ نہیں لگنا چاہتی' مگر میری مجبوری ہے کہ مجھے اسی ٹائم پر کالج کے لیے گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ میں نہیں چاہتی وہ میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ کر میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کریں' اسی لیے اگر آپ کچھ روز کے لیے صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے مجھے کالج ڈراپ کر جایا کریں تو مہربانی ہوگی...... پلیز۔" شہد آگئیں نگاہوں میں عجیب سی التجا تھی' وہ بے ساختہ نظریں چرا گیا۔

"انکل سے اجازت لی آپ نے؟"

"نہیں...... میں نے ابھی صرف بریرہ سے بات شیئر کی ہے' اسی نے یہ مشورہ دیا کہ میں آپ سے مدد لوں' اگر آپ مان جاتے ہیں تو وہ بڑے ابو سے بات کرلے گی۔"

"ٹھیک ہے آپ ان سے کہیں کہ وہ انکل سے بات کرلیں' اگر انہوں نے اجازت دے دی تو مجھے آپ کو ساتھ لے جانے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ...... میں جانتی تھی آپ کبھی مجھے مایوس نہیں کریں گے' کیونکہ آپ بہت اچھے ہیں۔" پل میں بچوں کی طرح خوش ہوتی فوراً وہ اٹھ کر بھاگ گئی' صمید کتنی ہی دیر تک بند کتاب کو دیکھتا مسکراتا رہا۔

❁......❁......❁

"بابا جانی۔" رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی' مگر وہ ابھی بھی ساری دنیا سے بے نیاز گزرے ہوئے وقت کی

یادوں میں گم ونڈو کے اس پار کھڑے سرد ہوا کے تھپیڑوں کا سامنا کر رہے تھے جب اچانک پرہیان وہاں چلی آئی وہ چونکے اور بے ساختہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم پاپا کی جان۔"

"آپ جاگ رہے ہیں ابھی تک؟"

"ہوں..... بس نیند نہیں آ رہی تھی تو....."

"میں جانتی تھی آپ جاگ رہے ہوں گے اسی لیے چلی آئی۔" ان کی ادھوری وضاحت پر نرمی سے مسکراتے ہوئے وہ قریب آئی تو وہ بھی مسکرا دیے۔

"زاویار سو گیا؟"

"جی بڑی مشکل سے جان بخشی ہے میں نے اس کی وہ بھی اس شرط پر کہ وہ جلد از جلد آفس جوائن کر لے۔" ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے وہ ان کے قریب ہی ونڈو میں آ کھڑی ہوئی تھی باہر چاند اپنی مکمل نزاہت کے ساتھ پورے آسمان پر اپنی مدھم روشنی بکھیر رہا تھا صمید صاحب اس کی بات پر مسکرائے۔

"پاپا جانی..... مجھے اصل میں آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" اگلے ہی پل ان کی خاموشی پر اس نے ونڈو کے اس پار دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بیٹے کہیں میں سن رہا ہوں۔"

"وہ..... میں کل سے آفس نہیں جاؤں گی اب زاویار آ گیا ہے تو بہتر ہے کہ وہی آپ کی جگہ سنبھالے اور پاپا جانی وہ جو بنگلہ آپ میرے لیے شادی کے گفٹ کے طور پر خرید رہے تھے مجھے وہ نہیں چاہیے آپ کی محبت اور دعاؤں کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔"

"جانتا ہوں مگر پھر بھی میں اپنی بیٹی کو دنیا کی ہر چیز ہر خوشی دینا چاہتا ہوں۔"

"مگر پاپا.....!"

"کوئی اگر مگر نہیں یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں کیا دے سکتا ہوں کیا نہیں میری بیٹی نے بس اپنا حق سمجھ کر وصول کرنا ہے اور ہاں کل میں اور آپ کی مما آپ کے لیے کچھ سیٹ پسند کر کے آئے ہیں صبح زاویار کے ساتھ جا کر دیکھ آنا میں پے منٹ کر چکا ہوں۔"

"پاپا پلیز....."

"بس..... چپ..... اب آپ اچھے بچوں کی طرح جا کر سو جائیں صبح بات ہوگی۔" اس کی پیشانی چومتے ہوئے انہوں نے بات ختم کی پرہیان دل میں ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کے احساس کے ساتھ شکستہ قدموں سے واپس پلٹ آئی۔

❁.....❁.....❁

"زاویار....." وہ ناشتہ کر رہا تھا جب صمید حسن صاحب آفس کے لیے تیار اس کے قریب ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھے۔ پرہیان اور سارا بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔

"جی پاپا۔" فوراً ناشتے سے ہاتھ روک کر زاویار نے انہیں دیکھا۔

"آج کے لیے کیا مصروفیات ہیں آپ کی؟"

"کچھ خاص نہیں پاپا پرہیان کو شاپنگ کے لیے لے جانا ہے پھر مہندی کے فنکشن کی تیاری کے لیے گاؤں کا چکر

ربا احمد

السلام علیکم! میرا نام ربا احمد ہے میں پاکستان کے سب سے خوب صورت شہر چکوال میں رہائش پذیر ہوں۔ میں آگ برساتی گرمی یعنی جولائی کے مہینے میں سب کے لیے ٹھنڈک بن کر آئی۔ میں پرویز سائنس اکیڈمی کی سب سے سینئر کلاس 10th کی سویٹ سی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میری چار سہیلیاں ہیں بخت آور غزل مہرین اور مقدس۔ کھانے میں بریانی پسند ہے وہ بھی کراچی کے فوڈ سینٹر کی۔ رنگوں میں گلابی رنگ فیورٹ ہیرو سلمان خان فیورٹ سنگر راحت فتح علی خان فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیورٹ کرکٹر محمد حفیظ شاہد آفریدی۔ میرے چالیس کے لگ بھگ بہن بھائی ہیں ارے ارے اتنا حیران نہ ہوں کزنز بھی تو بہن بھائی ہوئے نا۔ سب ہی بہت اچھے ہیں میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں۔ میری کزن دیا آپی سب سے اچھی ہیں ان کی ساری اسٹوریز بھی اچھی ہوتی ہیں۔ وہ سب سے پہلے مجھے ہی اپنی اسٹوری سناتی ہیں ویسے تو میں آنچل نہیں پڑھتی کیونکہ پڑھائی میں مصروف ہوتی ہوں اس لیے دیا آپی پڑھ کر سنا دیتی ہیں جب بھی میں فارغ ہوتی ہوں تو انہوں نے مجھے ”ٹوٹا ہوا تارا“ پڑھ کر سنائی ہے اس میں مصطفیٰ کا کردار بہت اچھا ہے۔ میری آپ سب سے درخواست ہے کہ پلیز میرے لیے دعا کریں کہ میں اپنے 9th میں ٹاپ کروں۔ میں گھر کا کام بالکل نہیں کرتی۔ وجہ کوئی خاص نہیں بس دل نہیں کرتا دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

بھی لگانا ہے میں چاہتا ہوں شادی کے سارے انتظامات ہم گاؤں میں ہی رکھیں۔“

”ہوں..... میری بھی یہی خواہش ہے بات بھی کر رکھی ہے میں نے بہتر ہے آپ جا کر جائزہ لے آئیں بہرحال آفس کے لیے کیا سوچا ہے آپ نے؟“ وہ بات جو وہ پچھلے دو ہفتوں سے کرنا چاہ رہے تھے بالآخر لبوں پر لے ہی آئے۔

”سوچا تو بہت کچھ ہے پاپا مگر فی الحال میں آپ کی جگہ آپ کا آفس جوائن کر رہا ہوں۔“ اس نے دیکھا اس کی بات پر سمید حسن صاحب کا چہرہ جیسے کھل اٹھا تھا۔

”گڈ..... مجھے یقین تھا میرا بیٹا مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گا۔“ بے حد فخر سے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ بولے تب ہی عائلہ وہاں چلی آئی۔

”السلام علیکم صبح بخیر۔“ سب کو مشترکہ سلام کرتی وہ قریب آئی تھی۔ زاویار نے دیکھا اس کی آمد پر سب ہی بہت خوش ہوگئے تھے۔

”وعلیکم السلام بڑی لمبی عمر ہے میری بیٹی کی ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔“ سمید صاحب اٹھے تھے۔ سارا بیگم نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر اسے گلے لگایا تھا جبکہ پریہان نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھالیا۔

”خیریت؟“ بنا زاویار کو کوئی اہمیت دیئے وہ بڑے استحقاق کے ساتھ ناشتہ کرنے لگی تھی۔ وہ جل کر راکھ ہوگیا تھا۔

”ہوں خیریت ہی ہے آج زاویار بھائی مجھے شاپنگ کروا رہے ہیں تو مما اور پاپا چاہ رہے تھے کہ تم بھی اپنی شاپنگ مکمل کرلو۔“

”نہ بابا نا مجھے تمہارے زاویار بھائی کی جیب خالی کروانے کا کوئی شوق نہیں ویسے بھی آج میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے ہمدانی صاحب کے ساتھ کسی طور یہ میٹنگ مس نہیں کرسکتی میں۔“ زاویار جتنا ضبط کر رہا تھا وہ اتنا ہی پھیل رہی تھی اس نے ناشتے سے ہاتھ روک لیا پھر اس سے پہلے کہ پریہان کچھ کہتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کرسی پیچھے دھکیلے

ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی اس حرکت پر سارا بیگم اور پریہان کے ساتھ ساتھ خود عائلہ بھی حیران رہ گئی تھی۔ جبکہ صمید حسن صاحب لب بھینچ کر رہ گئے تھے۔

✿......✿......✿

زاویار حسن کو آفس سنبھالے تیسرا دن تھا جب اس روز وہ اس پر برس پڑا۔

"آپ اپنی سفارشات اور تعلقات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں مس عائلہ علوی اور میں ایسے لوگوں کو ہرگز اپنے آفس میں برداشت نہیں کرسکتا۔" ہاتھ میں پکڑی فائل زور سے میز پر پھینکتے ہوئے اس نے اپنا غصہ اور نفرت اس پر واضح کی تھی۔ جواب میں عائلہ کے ضبط کا پیمانہ بھی لبریز ہوا تھا۔

"مائنڈ اٹ سر...... جس غلطی کے لیے آپ اتنا چراغ پا ہورہے ہیں وہ غلطی اور وہ فائل میری نہیں ہے نہ ہی میں نے اس پر اپنے سائن کیے ہیں آپ کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا غصہ خشک گھاس کی طرح آپ کی عقل کو آگ بن کر کھا جاتا ہے اور ایسے میں آپ کو دیکھنا بھی یاد نہیں رہتا کہ حقیقت کیا ہے، بہرحال میں یہاں صرف اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر کام کرتی ہوں کسی کی سفارش یا تعلق کی بنا پر نہیں۔"

"جسٹ شٹ اپ...... اوکے...... اپنی اوقات میں رہ کر بات کریں۔"

"اوقات میں رہ کر ہی بات کررہی ہوں، بہتر ہوگا اگر آپ بھی اپنی اوقات میں رہ کر بات کریں کیونکہ میں یہاں آپ کی ورکر ضرور ہوں مگر بھکاری نہیں ہوں جو آپ بلاوجہ میری تذلیل کریں اور میں خاموش رہوں۔" جتنی سرخی اس وقت زاویار حسن کے چہرے پر تھی اس سے زیادہ سرخی عائلہ علوی کے چہرے سے جھلک رہی تھی، پہلی لڑکی تھی اس کی زندگی میں جس نے یوں اس کی شخصیت کے رعب میں آئے بغیر اس کی تذلیل کی تھی۔ وہ جل بھن کر ہی تو رہ گیا تھا۔

"جسٹ شٹ یور ماؤتھ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" اس بار چہرے کے تاثرات کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی ذلت آمیز ہوگیا تھا۔ عائلہ کی آنکھیں ضبط کی ہزار کوششوں کے باوجود آنسوؤں سے بھرآئیں وہ اٹھی اور فوراً اس کے کمرے سے باہر نکل آئی تھی زاویار ایک گہری سانس خارج کرتا اپنی سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر پلکیں موند گیا۔

ان تین دنوں میں ہی یہ لڑکی اس کے لیے قطعی ناقابل برداشت ہوگئی تھی وہ ابھی دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی سہلا رہا تھا جب وہ سرخ چہرے اور نم آنکھوں کے ساتھ بنا اجازت طلب کیے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"یہ میرا ریزائن لیٹر ہے...... میں یہ جاب اور اپنے پچیس دن کی تنخواہ آپ کے منہ پر مار کر جارہی ہوں...... خدا حافظ۔" ہوا کے تند جھونکے کی مانند جیسے وہ آئی تھی ویسے ہی واپس بھی پلٹ گئی زاویار حیرت سے گنگ اس کی جرأت اور بدتمیزی دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ اسے واپس بلائے اور اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کرکے اسے اس کی اوقات یاد دلائے، ابھی وہ خود کو نارمل بھی نہیں کرپایا تھا کہ صمید حسن صاحب کی گاڑی اس کے شاندار آفس کے باہر آرکی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

آنکھوں نے کیسے خواب تراشے ہیں ان دنوں
دل پر عجیب رنگ اترے ہیں ان دنوں
دستِ سحر نے مانگ نکالی ہے بارہا
اور شب نے آکر بال سنوارے ہیں ان دنوں

یہ سب راستے کے ساتھی ہیں انھیں آخر بچھڑنا ہی ہے
چلو اب گھر چلیں ساغر بہت آوارگی کرلی

وقت سب کو ایک طرز پر نہیں برتتا' کسی کو تو وہ ہتھیلی پر بٹھا کر سفر کی منازل طے کرتا ہے اور کچھ کو وہ اپنے قدموں تلے روندتا ہوا زندگی کی شاہراہ پر گھسیٹتا ہے۔ وقت کا کام گزرنا ہے اور وہ گزرتا چلا جاتا ہے اس کے پہیوں تلے کون کچلا' کس کی انا پسی؟ وقت کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں۔ وقت حقیقتاً بہت بے رحم ہوتا ہے۔

ایک مکان سے گھر بڑی تگ و دو کے بعد بنتے ہیں مگر انہیں توڑنے میں ذرا سی لرزش ہی کافی ہوتی ہے۔ محبت' ایثار' وفا' خلوص' ہمدردی و قربانی کے خمیر سے بنی عورت جب مکان کو گھر بنانے کے لیے ایک اینٹ رکھتی ہے تو دوسرے ٹھوکر لگا کر دو اینٹیں گرا دیتے ہیں جس سے حوا کی بیٹی کے نا صرف ہاتھ بلکہ روح بھی اندر تک گھائل ہو جاتی ہے۔ ایک اپنا گھر بنانے کی چاہ میں وہ اپنی خواہشوں اور خوشیوں کو اپنے ہی ہاتھوں سے روندتی ہے اور جب چلتے چلتے وہ اپنی منزل تک پہنچتی ہے تو تب اسے پتا چلتا ہے کہ اس کا سفر تو رائیگاں گیا۔ سالوں سے وہ جو اپنے دکھ درد و آنسوؤں کو سب سے چھپائے خواب خواہش و خوشی کو اپنی بند مٹھی میں قید کیے آگے ہی آگے بڑھتی چلی آئی پر یہاں منزل کے پاس آ کر اسے پتا لگا یہ بند مٹھی خالی تھی اتنے سالوں کے آبلہ پا سفر میں سوائے دکھ' پشیمانی' آنسو اور خالی پن کے اسے کچھ نہ ملا۔ وہ زندگی کے اس سفر میں تنہا رہ گئی۔

❁......❁......❁
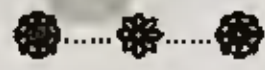
آگ بگولہ ہوئے سورج نے سوا نیزے پر چڑھ کر اپنے غضب ناک و غصیلے تیوروں سے پورے ماحول کو گرم سے گرم تر بنایا ہوا تھا۔ ماحول میں حبس اور گھٹن بھی شدید تر تھی یوں تو مئی کے اولین دن شروع ہو چکے تھے اور سورج کی گرمی و تپش اپنے عروج پر تھی اس بھری گرم دوپہر میں جہاں سب لوگ کمروں میں دبکے اپنے آپ کو حتی الامکان سورج کے غصے سے بچانے کی کوششوں میں

لگے پنکھوں کے نیچے استراحت فرمانے میں مصروف تھے وہیں اس گرمی سے باخبر ہوتے ہوئے بھی دونوں بچیاں بے خبری بن کر گیلی مٹی سے برتن بنانے میں مگن تھیں۔ گیلی و چکنی مٹی سے اٹے ہوئے ہاتھ پسینے سے شرابور قمیص ماتھے پر پانی کے قطرے اور سر پر ایستادہ سورج کی جھلساتی کرنیں..... مگر ان سب چیزوں کی ان دونوں کو کہاں پروا تھیں۔ وہ دونوں اپنے کھلونے اور برتن بنانے میں یوں مگن تھیں گویا آج کھانا انہیں برتنوں میں کھانے کا ارادہ ہو تبھی بجلی کی آنکھ مچولی کے باعث گھر کے مکینوں کے کمروں کے بند دروازے کھلنے لگے۔

جمائیاں روکتی شبانہ عرف شبو جب اپنے کمرے سے باہر آئی تو اس کی نظر کھلے اور کچے صحن میں پیپل کے درخت کے پاس برتن بناتی حبہ اور فاریہ پر پڑی تو وہ غصے سے ماتھے پر بل ڈالتی ان دونوں کی جانب بڑھی اور یوں ان دونوں معصوم و چھوٹے کاریگروں کی گویا شامت در آئی۔

"نی نگوڑی..... خود تو نہ سوتی ہے اور نہ ہی میری بیٹی کو سونے دیتی ہے۔ پتا نہیں کیوں اس بھری دوپہر میں ہی تجھے کھیلنے کا بھوت چڑھتا ہے حالت دیکھی ہے تم دونوں نے اپنی چڑیلیں لگ رہی ہو۔ اس کڑی دھوپ میں رنگت ساری جھلس گئی ہے پر مجال ہے جو تم پر کسی ڈانٹ پھٹکار کا ذرا بھی اثر ہو اور تم سدھر جاؤ....." شبو نے دونوں کو خاص کر حبہ کو ڈانٹا اور اپنی بیٹی کا کان مروڑتے ہوئے اسے کھڑا کیا۔

"یہ ایسے کیچڑ مٹی والے کھیل کود "اپنے گھر" میں ہی کھیلا کرو۔ اپنے صحن کو گندا کرو یہاں "میرے گھر" میں بکھیڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ چلو بھاگو اپنے گھر۔" شبو اپنی بیٹی کو لیے نلکے کی جانب بڑھی پر جاتے جاتے وہ پڑوس کی حبہ کو ڈانٹ سے نوازنا نہیں بھولی کیونکہ اسے لگتا تھا یہ حبہ ہی ہے جو اس کی معصوم و بھولی بھالی بیٹی کو اس بھری دوپہر میں اکسا کر گرم تپتے صحن میں کھیل میں مگن کر دیتی ہے۔

"اگر آج کے بعد تجھے مٹی سے کھیلتے اور یوں حبہ کے ساتھ کڑی دوپہر میں باہر دیکھا تو تیری ٹانگیں توڑ دوں گی۔" اپنی بیٹی کے مٹی سے اٹے ہوئے ہاتھ پاؤں رگڑ رگڑ کر دھلانے کے ساتھ ساتھ وہ اسے ہدایتیں بھی دے رہی تھی جسے فاریہ منہ بسورے بے پروائی سے سنی ان سنی کر رہی تھی جبکہ اپنے گھر کی طرف چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حبہ کے دل و دماغ پر بس ایک ہی لفظ ہتھوڑے برسا رہا تھا "اپنا گھر..... میرا گھر.....!"

❁.....❁.....❁
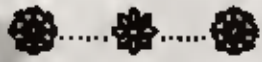
اسے بچپن سے بارش، مٹی اور پودوں سے عشق تھا۔ ان کا 120 گز پر بنا چھوٹا سا گھر ایک کچے مگر چھوٹے سے صحن ایک کونے میں بنے باتھ روم و کچن اور دو چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا۔ پر ان کے گھر میں کچی مٹی نہ تھی، پودوں کے گملے نہ تھے۔ کچن میں سلیب اور کیبنٹ نہ تھے، 120 گز پر بنے اس گھر کے در و دیوار رنگ و روغن سے عاری تھے اور ان پر سفید چونے کی تہہ چڑھی ہوئی تھی جو کہ جگہ جگہ سے اکھڑی ہوئی اپنی قدیم تاریخ کی چغلی کرتی۔ اس کی بہت عام سی اور یہ چھوٹی چھوٹی سی خواہشیں تھیں جسے پورا کرنا فی الحال اس کے یا اس کے والدین کے اختیار میں نہ تھا مگر پودوں سے بھرے گملے یہ ایک ایسی خواہش تھی جو پوری ہو سکتی تھی وہ اکثر اپنی امی سے گھر میں پودے لانے کو کہتی مگر ہر بار اس کی امی گھر کے چھوٹے ہونے کا بہانہ بنا کر ٹال جاتی۔ بچپن لڑکپن اور پھر جوانی میں بدل گیا مگر نہ بدلے تو اس گھر کے حالات.....!

اس دن اس کا میٹرک کا آخری پرچہ تھا واپسی گھر آتے ہوئے چھاجوں چھاج مینہ برس پڑی جس کے سبب اسے کچھ دیر کے لیے اپنی سہیلی کے گھر رکنا پڑا جس کا گھر اسکول سے قریب تر تھا۔ خوب صورت و جدید طرز کا بنا اس کی سہیلی کا گھر مکینوں کے ذوق اور امارات کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ چھوٹا اور خوب صورت سا ہرا بھرا گارڈن اور پھر ماربل کی روش جو کہ اندر تک جاتی۔ گھر کو خوب

صورت سی پینٹنگ اور ڈیکوریشن پیسز سے آراستہ کیا گیا تھا مگر اس کی نظر میں اس گھر کی اصلی خوب صورتی باہر موجود ہرا بھرا گارڈن تھی۔ اس دن پھر سے اس کے دل میں اپنے گھر کے صحن کو گارڈن بنانے کی خواہش سر اٹھانے لگی۔

"امی پلیز چھوٹا سا ہی سہی باغیچہ بنانے دیجیے ناں۔ میں زیادہ نہیں بس دو چار ہی گملے منگواؤں گی بابا سے۔" گھر لوٹتے ہی وہ اپنی امی کے سر ہوگئی۔

"بیٹا! میں بہت بار تمہیں منع کر چکی ہوں' ہمارا گھر چھوٹا سا تو ہے اوپر سے صحن بھی پکا اگر جو یہاں گملے سجا دیے تو بہتا پانی کھاد' کیڑے مکوڑے ٹوٹنے پتے اور پتا نہیں کیا کیا کچرا پھیلے گا جو کہ مجھے قطعی ناپسند ہے۔" سالن بھونتے ہوئے حلیمہ بیگم نے ہر بار کی طرح رٹا رٹایا جواب دیا۔

"پر امی! مجھے تو بہت پسند ہے اور پھر اس سے ہمارا گھر اور بھی پیارا لگے گا۔ میری پسند کی خاطر ہی اجازت دے دیجیے گملوں کی۔" وہ اب تک اپنی ضد پر بضد تھی گویا آج تو اس نے طے کر ہی لیا تھا کہ وہ اپنی امی کو راضی کرکے ہی رہے گی۔

"ہاں تو ٹھیک ہے ناں بیٹا! اپنی پسند سے تم اپنا گھر سجا لینا۔ وہ بھی خوب صورت گملوں سے پر یہ میرا گھر ہے اور مجھے گملے و پودے بالکل پسند نہیں۔" وہ دوٹوک کہہ کر باورچی خانے سے نکل گئیں۔

"اور ہاں...... یہ پودوں اور گملوں کا بھوت جب اتر جائے تو روٹیاں پکا لینا تمہارے بابا بھی مغرب کی نماز پڑھ کر آتے ہی ہوں گے۔" جاتے جاتے حلیمہ بیگم اسے ہدایت دینا نہیں بھولیں جبکہ پیچھے کھڑی حبہ کے اردگرد "اپنا گھر...... میرا گھر......" کے الفاظ رقص کر رہے تھے۔

❁......❁......❁
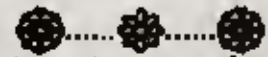
"امی مان جائیں ناں' بس کچھ دیر کی تو بات ہے میں بہت احتیاط سے پہنوں گی اور پھر سنبھال کر رکھ دوں گی۔" حلیمہ بیگم جو کہ الماری کے دونوں پٹ وا کیے اندر رکھے کپڑوں کی تہہ ٹھیک کر رہی تھیں اس کی بات سن کر جھنجلا گئیں۔

"تمہیں منع کیا ہے ناں' ایک بار میں کہی ہوئی بات تمہارے پلے کیوں نہیں پڑتی؟ بیٹا کتنی بار سمجھاؤں' کنواری لڑکیاں یہ پہنتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں اور نہ ہی ہمارے گھر میں اس کا رواج ہے اور نہ ہی تمہارے بابا کو پسند ہے......" کل اس کی سہیلی حمیرا کی بڑی بہن کی مہندی تھی۔ حمیرا نا صرف اس کی سہیلی اور ہم جولی تھی بلکہ وہ اس کی محلے دار بھی تھی اس کے ساتھ کی سب ہی لڑکیوں نے مہندی کی تقریب کے لیے ساڑھی پہننے کا انتخاب کیا تھا۔ یوں تو اس کے پاس بھی ساڑھی تھی جو اس نے بصد شوق اور بہت اصرار سے اپنے جیب خرچ سے لی تھی مگر حلیمہ بیگم نے اسے سنبھال کر سوٹ کیس میں رکھ چھوڑا تھا اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اپنی ماں سے وہی ساڑھی مانگ رہی تھی تاکہ وہ بھی ساڑھی پہن کر اپنی ہم جولیوں کے سنگ اس خوب صورت تقریب کے مزے لے سکے مگر اب تک اس کی ماں کی "ناں" ہاں میں نہیں بدلی تھی۔

"امی! کیا ہو جائے گا اگر ذرا دیر کے لیے پہن لوں تو؟ میرے ساتھ کی جو لڑکیاں ہیں وہ بھی تو پہنیں گی حالانکہ وہ بھی تو کنواری ہیں نا۔ اچھی امی مان جائیں ناں۔" وہ لاڈ سے ان کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔

"اور لوگ کنویں میں گریں تو تم بھی ان کے ساتھ گرو گی؟ جب کہہ دیا نہیں تو بس نہیں۔ چندا تمہاری ہی چیز ہے تم نے ہی پہننی ہے پہن لینا سب کچھ شادی کے بعد اپنے گھر جا کر۔"

"اُف...... اب ایک ساڑھی پہننے کے لیے شادی بھی کروں اور ایک گھر بھی ڈھونڈوں۔" اس نے منہ بناتے ہوئے بیڈ پر تقریباً گرتے ہوئے دہائی دی جس پر حلیمہ بیگم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ در آئی جسے انہوں نے کمال خوب صورتی سے چھپا لیا ورنہ ان کی لاڈلی سے کیا بعید وہ اس کی مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے پھر سے پیچھے ہی پڑ جاتی۔

❁.....❁.....❁

وہ حبہ تھی سمجھ دار اور شکر گزار باپ ادریس اور قناعت پسند ماں حلیمہ بیگم کی لاڈلی و اکلوتی اور صابر اولاد..... اس کے ماں باپ کا تعلق لوئر کلاس فیملی سے تھا۔ اس کے بابا سرکاری ملازم تھے ایمان داری و دیانت داری ان کی گھٹی میں شامل تھی اس لیے گھر میں ہر ماہ ایک لگی بندھی مختصری تنخواہ آتی جسے حلیمہ بیگم انتہائی سمجھ بوجھ و کفایت شعاری سے استعمال کرتیں۔ ایسے حالات میں حبہ کے بہت سے شوق و خواہشات پست پردہ ہی رہ جاتے لیکن اپنے گھریلو حالات کے باعث وہ صبر کا دامن تھامے رکھتی۔ یہ بھی شکر تھا کہ ادریس صاحب کی قلیل آمدنی میں نہ صرف ان تینوں کی گزر اوقات ہو رہی تھی بلکہ انہوں نے اپنی اکلوتی دختر کو میٹرک تک تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا تھا اور آج کل دونوں میاں بیوی اپنے اہم فرض سے سبک دوش ہونے کے چکر میں تھے۔ ایک دو رشتوں پر غور و فکر جاری بھی تھا اور ساتھ ساتھ بیٹی کے لیے تھوڑے بہت جہیز کی تیاری بھی اور پھر قرعہ فال "حاذق علی" کے نام نکلا۔ ایم اے پاس حاذق علی ایک پرائیوٹ فرم میں معقول و اچھی تنخواہ پر جاب کرتا تھا۔ ہر طرح سے دیکھ بھال و تسلی کر کے انہوں نے حاذق علی کو اپنی بیٹی کے لیے قبول کرلیا' جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق حاذق علی کے سنگ ڈھیروں سپنے سجائے اس کے آنگن میں چلی آئی۔ محبت کے اولین جذبوں نے صرف ہواؤں کو ہی اپنا ہم سفر نہیں بنایا تھا بلکہ حاذق علی کی ہمراہی میں اس کے روبرو آ کھڑی ہوئی تھی۔

دل کے دروازے محبت کے کھل جا سم سم کے طلسم پر نہ صرف وا ہوئے تھے بلکہ اس پر چاہتوں و عقیدتوں کے پھول بھی نچھاور کردیے اس نے ایک ہی رات میں حاذق کی ذات سے اپنی ساری خوشیاں' ساری خواہشیں اور سارے جذبات وابستہ کردیے۔ بہت خوب صورت نئی اور چمکیلی صبح نے اس کی زندگی میں پہلی بار دستک دی تھی۔ زندگی کی ایک نئی سحر طلوع ہوئی تھی۔ حاذق علی کی محبت کے سنگ' زندگی کی نئی صبح کی روشنی کی ہلکی سی کرن کسی کھڑکی کے روزن سے اندر چلی آئی اسے لگا حاذق کی محبت کی طرح یہ نئی زندگی کی نئی صبح اسے صبح بخیر کہہ کر اپنے آنچل میں سمیٹنے چلی آئی ہے۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز پر وہ سمجھ گئی کہ حاذق شاور لے رہا ہے۔ وہ اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے ابھی تبھی دروازے پر دستک ہوئی وہ چونک کر سیدھی ہوئی اور دوپٹہ سر پر جمائے دروازے کی طرف بڑھی وہ جو اپنی نند کی آمد کی منتظر تھی کمر پر ہاتھ ٹکائی ساس صاحبہ کو دروازے پر ایستادہ دیکھ کر وہ جھجکتے ہوئے سلام کرگئی ساتھ ہی ڈھیر (ں) ڈھیر شرم نے آن گھیرا۔

"وسلام..... بہو ناشتہ تیار ہے' تم ابھی تک تیار بھی نہیں ہوئیں؟ جلدی سے تیار ہو کر تم دونوں نیچے چلے آؤ۔"

"جی اچھا....." حبہ نے مختصر سا جواب دیا شرمندگی کے باعث کچھ اور کہنا اسے مناسب نہ لگا۔

"اور ہاں بہو! میرے گھر میں اتنی دیر تک سونے کا رواج نہیں' سب سحر خیز ہیں اور مل کر ناشتا کرنے کے شوقین۔ میرے گھر میں برسوں سے یہی ریت چلی آئی ہے امید ہے تم بھی اسے اپناؤ گی اور اپنے گھر کے ریت و رواج اپنے گھر کی دہلیز پر ہی چھوڑ آئی ہوگی۔" کمرے کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ وہ جانے سے پہلے نئی نویلی بہو کو ہدایت دینا نہ بھولیں۔

ایک نظر اس کے سفید پڑتے خوب صورت چہرے پر ڈالے بغیر وہ پلٹ گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ گم سم سی ہوگئی۔ نئے گھر کی نئی صبح یک دم بے رونق اور پھیکی سی پڑگئی' ایسی چمکیلی' نکھی سنوری' بے فکر مست صبح زندگی بس وقتی سی ہوتی ہے جیسے آنکھ کھلتے ہی خواب اپنی ساری چمک دمک اتار پھینکتے ہیں۔ اسے لگا کہ ہستی کی کشتی میں سوار وہ صبح ایک ساحل تھی جسے اب آہستہ آہستہ اس سے دور چلے جانا تھا! اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ سجا سنوارا کمرہ اس کی ہر چیز اس کے در و دیوار سے بس ایک ہی آواز آرہی ہو' اپنا گھر..... میرا گھر....."

اپنی مرحومہ نوجوان کے نام

تیرا چمن تیرا آشیانہ
بن گیا اب اک ویرانہ
کیسے کر کے اکٹھا تنکا تنکا
بنایا تھا تُو نے اک گھرانہ
کس سے کریں اب ہم گلہ
خود تُو نے ہی بنا لیا کہیں اور ٹھکانہ
تیرے گلستاں کی وہ اکلوتی بلبل
گزر رہا ہے اس پر اداسیوں کا زمانہ
ڈھونڈتی ہے وہ بے کل ہو کر تجھے
پر نہیں ملتا تیرا کوئی نشانہ
دل ہے کہ مضطرب رہتا ہے ہر پل
اسے بہلانے کو نہیں کوئی بہانہ
اور تُو اب چھوڑ کر اس دنیا سے اپنے
پیش کرتے ہیں تجھے دعاؤں کا نذرانہ
اللہ تجھ کو جنت میں لے جائے ماں
بلند کرے فردوس میں ٹھکانہ

نجیبہ اظہر...... ہری پور

❁......❁......❁

شادی کے اولین خوب صورت دن ہم سفر کی سنگت کے ہنڈولے میں جھولتے ختم ہوتے ہی اس پر گھریلو ذمہ داری کا بار لاد دیا گیا جسے اس نے بہ خوشی قبول کیا کیونکہ اب یہ بار زندگی تاعمر نبھانا اس کا فرض بھی تھا اور ذمہ داری بھی آخر کو وہ بڑی بہو اور بڑی بھابی جو تھی۔ اس کا سسرال روایتی سسرال سے ہٹ کر تھا' حاذق سب سے بڑا بیٹا تھا پھر اس کی اکلوتی گھر بھر کی لاڈلی و چہیتی نند زویا تھی جو کہ شادی شدہ تھی اور اس کے دو بیٹے تھے۔ تین سال کا عاشر اور ایک سال کا مبشر' پھر کیے بعد دیگرے دو چھوٹے دیور فائق علی اور واثق علی تھے۔ اس کے سسر تو حیات نہ تھے اور نند شادی کر کے اپنے سسرال میں مگن تھی تو فی الحال گھر کا کنٹرول عرفانہ بیگم یعنی اس کی ساس صاحبہ کے ہاتھ میں تھا جسے بعد میں اس نے ہی یعنی حبہ حاذق علی نے سنبھالنا ہے یہ بس اس کی خام خیالی ہی رہی عرفانہ بیگم دل کی بہت اچھی تھیں' انہیں حبہ سے کوئی پرخاش نہ تھی پر محلے والوں اور جاننے والیوں نے ان کے کان نئی بہو کے خلاف کچھ اس قدر بھر دیے کہ انہیں لگنے لگا اگر بہو کو گھر کی لگام ہاتھ میں ڈالی تو وہ ان سب کو کسی کاٹھ کباڑ کی طرح گھر کے کونے تک ہی محدود کر دے گی تبھی ''میں اور میرا گھر'' کی گردان ہر وقت ہر بات میں ان کی زبان سے ادا ہونے لگی۔

وہ حبہ کی ہر بات ہر کام میں نقص نکال کر اسے ازبر کروا دیتیں کہ ''یہ ان کا گھر ہے'' اس دن بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ حبہ کو جو پودوں اور گملوں کا شوق تھا وہ اس کے ایک سو بیس گز کے گھر میں ممکن نہ ہو سکا مگر اس نے اپنے سسرال والے گھر میں اپنے شوق کی راہ نکالی کیونکہ حاذق کا گھر دو سو پچاس گز کے پلاٹ پر بنا ہوا تھا اور پھر حاذق بھی حبہ کا ہم نوا تھا یوں وہ پودوں کے چند گملے لے آیا جسے حبہ نے بڑی خوب صورتی سے صحن کے ایک کونے میں ترتیب سے رکھ دیا۔ اس خوش گوار تبدیلی کو اس کے دونوں دیوروں نے بھی سراہا جبکہ ساس صاحبہ کی مسکراہٹ بھی اس کا حوصلہ بڑھا گئی مگر اس کی حوصلہ افزائی زیادہ دن برقرار نہ رہ پائی۔

دو دن بعد ہی جب زویا بمعہ اپنے بچوں کے رکنے آئی اسی دوران نہ جانے کب چھوٹے بیٹے مبشر نے گملوں میں موجود گیلی مٹی کو منہ میں رکھ لیا حالانکہ حبہ گملوں کے آس پاس کی جگہ کو صاف رکھتی تھی۔ مگر یہ غلطی اس کے کھاتے میں آئی اور اس بات کو بڑا حادثہ گردانتے ہوئے رات ہونے سے پہلے تمام گملوں کو گھر سے باہر کر دیا اور یوں گملوں کے ساتھ ساتھ حبہ کی معصوم سی خواہش بھی اس گھر سے بے دخل ہو گئی۔

❁......❁......❁

زویا کے بیٹے مبشر کی سالگرہ تھی جسے بڑے پیمانے پر اس کے سسرال میں منایا جا رہا تھا۔ ان سب کو بھی مدعو کیا گیا تھا عرفانہ بیگم کی طبیعت اس دن صبح ہی سے بوجھل تھی

اس لیے انہوں نے زوبیا کے سسرال والوں سے خدا آنے کی معذرت کرلی تھی۔ حبہ گھر کا کام نمٹانے کے بعد اپنی ساس کا پرہیزی کھانا و دوائی ان کے کمرے میں ان کے سرہانے رکھ کر تیار ہونے کی غرض سے اوپر اپنے کمرے میں چلی آئی دونوں دیور پہلے ہی جاچکے تھے جبکہ حاذق ابھی آفس سے نہیں لوٹے تھے وہ بھی جلدی جلدی تیار ہونے لگی جیسے ہی گھڑی نے پانچ بجائے حاذق بھی آفس سے چلے آئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی جوں ہی ان کی نگاہیں نک سک سے تیار اپنی بیوی پر پڑی ان کی نگاہوں و زبان سے اس کے لیے پسندیدگی و تعریفی کلمات چھلکنے لگے جسے حبہ مسکراہٹ کے ساتھ وصول کرتی انہیں تیار ہونے کا کہتی نیچے چلی آئی۔

"ارے بہو! یہ کیا تم یہ پہن کر جاؤ گی......؟" عرفانہ بیگم کی آواز پر آخری سیڑھی پر رکھا اس کا پاؤں وہیں رک سا گیا۔

حبہ نے اپنی تیاری پر نظر دوڑائی کانوں میں جھولتے جھمکوں، ہاتھوں میں کھنکتی چوڑیوں اور خوب صورت سی فیروزی کامدار ساڑھی نے اس کے سراپے کو اور بھی دلکش و حسین بنادیا تھا جس کی تصدیق آئینے کے علاوہ حاذق نے بھی کی تھی اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے کہ عرفانہ بیگم کی اگلی بات نے اسے سن کردیا۔

"بیٹا! وہاں زوبیا کے سب سسرال والے ہوں گے تمہیں یوں دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟ مانا تمہاری نئی شادی ہوئی ہے پر اب شادی کو بھی ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اب یوں نئی نویلی دلہن بن کر یہ ساڑھی جیسا بے ہودہ لباس زیب تن کرکے جانا اچھا تھوڑی لگتا ہے۔ یہ موئے انڈیا والوں نے اس لباس کو یہاں اتنا فروغ دے دیا ہے ورنہ شریف گھر کی بہو بیٹیاں کہاں پہنتی ہیں ایسے کپڑے اور اگر یہ تمہارے پسند و شوق تھے تو بیٹا میکے میں ہی پورے کرکے آتیں پر یہاں میرے گھر میں ایسے لباس نہ میں نے زوبی کو پہننے دیے نہ ہی تمہیں اجازت دے سکتی ہوں کیونکہ آخر کو تم بھی میری بیٹی جیسی ہو اور اس گھر کی عزت اس لیے بیٹا بُرا نہ ماننا میرے گھر کی یہ روایات نہیں اور نہ مجھے پسند ہے۔" بات کے اختتام پر حبہ کو لگا تھا کہ گویا بڑے خوب صورت لبادے میں لپیٹ کر اسے نشتر لگائے گئے تھے۔

"جی بہتر امی...... میں یہ بدل لیتی ہوں دوسرا لباس پہن کر چلی جاتی ہوں۔" وہ کہہ کر سیڑھیوں سے پلٹی اور اپنے روم کی جانب بڑھی مبادا آنکھوں کا مینہ یہیں چھلک پڑے۔

"خوش رہو بیٹا!" ساس کے دعائیہ کلمات اوپر چڑھتی حبہ کے کانوں میں پڑے۔

"خوش......؟ ہاں اب خواہشات کو زیر کرکے خوش بھی رہنا تھا کیونکہ یہ اس کی ساس کا گھر تھا۔" وہ جب کپڑے بدل کر نکلی تو اسے سادے سے فراک میں ملبوس دیکھ کر حاذق ساڑھی کے بابت پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"دراصل ساڑھی میں نے پہلے کبھی پہنی نہیں مجھ سے سنبھالی ہی نہیں جارہی تھی اس لیے میں نے لباس تبدیل کرلیا۔" آنسوؤں کے گولے کو اپنے اندر اتارتے حبہ نے حاذق کو اپنی طرف سے مطمئن کردیا مگر اس کا اپنا دل وہ اب کبھی مطمئن نہ ہونا تھا۔ حبہ نے اپنے جذبات و خواہشات کا گلا گھونٹ کر رہنا سیکھ لیا تھا کیونکہ یہ سسرال کا میدان تھا جہاں اچھے اچھے منجھے ہوئے کھلاڑی بھی مات کھا جاتے ہیں پھر وہ تو نوآموز کھلاڑی تھی مگر حبہ میں سمجھ عقل تھی رگوں میں صبر شکر و قناعت کا دوڑتا خون تھا بھی اس نے مات کھانے کے بجائے اپنی خواہشوں ہی مار ڈالا تاکہ سسرال میں سرخرو ہوکر رہ سکے اور پھر آنے والے وقت نے حبہ کے اس صحیح فیصلے کی تصدیق کرتے ہوئے اسے سسرال و شوہر کے دل کی ملکہ بنا ڈالا۔

❁......❁......❁

وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے گھومتا رہتا ہے یہ کسی کے لیے کبھی نہیں رکتا نہ یہ پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کرتا ہے اور نہ ہی آگے جانے والوں کے سنگ چلتا ہے۔ موسم، رنگ، چہرے، تاریخ و کیلنڈر سب بدلتے رہتے

ہیں پر نامکمل خواہشات وادھورے خواب ایک حسرت ایک کسک بن جاتے ہیں اسے پورا کرنے کی آرزو وقت کے ہمراہ کم ہو بھی جائے پر ختم کبھی نہیں ہوتی۔ غم اور زبان کا گہرا تعلق ہوتا ہے غم میں جتنی شدت و گہرائی ہوتی ہے زبان اتنی ہی بند اور خاموش۔ اس نے بھی غموں کو اندر چھپا کر ہونٹوں پر قفل لگا دیا تھا۔ یہی بے وفا وقت اپنے ساتھ زندگی کے بیس سال لے کر گزر گیا' حبہ اور حاذق کی ازدواجی زندگی کا کشکول عمیمہ اور حذیفہ سے بھر گیا اس کے دونوں چھوٹے دیور ملک سے باہر کیا گئے وہیں پر سیٹل ہو کر رہ گئے۔ ان بیس سالوں نے اس کی ماں کو بھی اس سے دور کر کے منوں مٹی تلے سلا دیا وہیں پچھلے دنوں عرفانہ بیگم بھی انہیں داغ مفارقت دے گئیں۔ حبہ کی بیٹی عمیمہ کے لیے حاذق علی کے دوست کے بیٹے کا رشتہ آیا تھا جو کہ دیکھا بھالا' شریف و معقول پڑھا لکھا اور برسر روزگار بھی تھا۔ سب خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حبہ اور حاذق نے اپنی ماں یعنی عرفانہ بیگم سے صلاح مشورے کے بعد اس رشتے کو قبول کر لیا تھا اور ان دنوں عمیمہ کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں ایسے میں حبہ کی ساس کی وفات کے باعث شادی کو دو مہینوں کے لیے ملتوی کر دیا۔

چالیسویں کے دوسرے دن کی بات تھی اچانک زویا روتی دھوتی چلی آئی اس کی اچانک آمد کی وجہ حبہ کو بھی سمجھ نا آسکی آتے ہی حاذق کے ساتھ کمرے میں چلی گئی حبہ جب کچھ دیر بعد چائے لیے کمرے میں داخل ہوئی تو دونوں بہن بھائی کو سر جوڑے کسی گہری سوچ میں غرق پایا۔

"بھیا! آپ بھابی سے بھی مشورہ کرلیں بعد میں انہیں اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہ ہو۔" حبہ کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر زویا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"زوبی کیا بات ہے آخر؟ کوئی مجھے بھی تو بتائے؟"

حبہ کے استفسار پر زویا نے اپنے شوہر کے کاروباری نقصان و گھریلو تنگ دستی کا وہ نقشہ کھینچا کہ اللہ معافی......!

اب وہ اپنے آبائی گھر میں سے اپنا حصہ لینے آئی تھی اس کے اس فیصلے میں نا صرف فائق اور واثق بھی اس کے ہمنوا تھے بلکہ انہوں نے اپنا حصہ بھی بہن کے نام کر دیا تھا۔ بہن بھی وہ جس کے دونوں بیٹے بھی برسر روزگار تھے پھر بھی تنگ دستی کا رونا تھا۔ ساس کے بعد یہ گھر جس کا کل مختیار اب اسے ہونا تھا "ایک گھر اپنا گھر" یہ خواہش پھر سے ننھا پودا بن کر جو پھلنا پھولنا شروع ہوئی اسے ایک بار پھر تناور درخت بننے سے پہلے کچل دیا جاتا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں ہی گمن تھی جب حاذق کی آواز پر چونکی۔

"مجھے حبہ پر پورا بھروسہ ہے وہ اس گھر سے الگ تھوڑی ہے۔ اس گھر اور گھر سے وابستہ لوگوں کی پریشانی اس کی بھی پریشانی ہے۔ آج تک حبہ نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے آگے بھی یوں ہی ساتھ دے گی۔ اس لیے تم اپنی بھابی کی طرف سے مطمئن رہو۔" حاذق کے لہجے سے جھلکتا فخر ہی تو اس کے لیے سب کچھ تھا اس کی کل متاع حیات...... آخر کو شادی کی پہلی رات ہی اس نے اپنی تمام تر خوشیاں حاذق علی کی ذات سے وابستہ جو کر دی تھیں پھر آج وہ کیسے ان کی بات کی خلافی کرنے یا کوئی اعتراض اٹھانے کا سوچ بھی سکتی تھی۔ اس لیے بڑی خاموشی سے وہ ایک بار پھر اپنی خواہش کو مسکراہٹ کے دبیز پردے میں چھپانے میں کامیاب ہوگئی۔

دل چاہتا ہے دھوکے سے زہر دے دوں
آج پھر بھی خواہشوں کی دعوت کر کے

❁......❁......❁
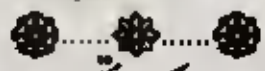
عمیمہ کی شادی سر پر کھڑی تھی ایسے میں اتنی جلدی نیا گھر ملنے اور بننے سے رہا تبھی حبہ اور حاذق کے باہمی فیصلے سے طے یہ پایا کہ فی الحال حبہ کے میکے میں رہا جائے کیونکہ اس کے والد بھی اب اکیلے رہ رہے تھے اور آبائی گھر کے حصے سے جو رقم ملی ہے اس سے ایک پلاٹ خرید لیا جائے اور یوں حبہ ایک بار پھر میکے چلی آئی گھر ہمراہ شوہر و بچوں کے۔ اس طرح اس کے بابا کو سہارا مل

گیا اور انہیں رہنے کو ٹھکانہ...... ٹھکانہ بھی وہ جہاں قدم قدم پر اس کی ماں کی یادیں تھیں اور اس کے بچپن کے مناظر یوں وہ پھر سے ڈھائی سو گز کا مکان چھوڑ کر ایک سو بیس گز کے مکان میں آ گئی جیسے ہی عمیمہ کی شادی کا فرض بخیر وعافیت ادا ہوا۔ حاذق نے اپنی ریٹائرمنٹ سے ملنے والی رقم سے اپنے پانچ سو گز کے پلاٹ پر کنسٹرکشن کا کام شروع کروادیا۔ حبا نئے گھر کو لے کر سب سے زیادہ خوش تھی کیونکہ ایک اپنا گھر جہاں اس کی خواہش تھی وہیں اس خواہش کو اب وقت نے ایک ضرورت بھی بنادیا تھا۔ ایک اپنے گھر کی خواہش بند سیپیوں کی مانند دل کی تہہ میں برسوں سے قید پڑی تھی اور کسی ہلچل ہی کی تو منتظر تھی جو سوئی ہوئی مغرور حسینہ کی طرح پھر سے انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگی۔ حبا بہت خوش و مطمئن تھی کہ بلآخر اب وہ بھی اپنے گھر کی مالکن بننے والی ہے اب وہ بھی کہہ پائے گی کہ ”یہ میرا اپنا گھر ہے۔“

ان کے نئے گھر کی پہلی منزل تقریباً مکمل ہونے کو آئی تھی حبا کا جوش وخروش امڈ امڈ کر باہر چھلکنے کو بے تاب نظر آتا اکثر آتے جاتے حاذق اسے چھیڑتے۔

”یہ ایک پلاٹ ہی تو ہے کوئی چاند کا ٹکڑا تھوڑی پر تم تو کسی ننھے بچے کی طرح یوں خوش ہو جیسے اسے اس کا پسندیدہ کھلونا ملنے جارہا ہو یا کسی نئی نویلی دلہن کو ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ لگی ہو۔“ حبا ان کی باتوں کے جواب میں صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کرتی۔ وہ انہیں بتا نہ سکی کہ یہ صرف ایک خالی پلاٹ نہیں اس کی خوشیوں کی زمین تھی۔ ایک خواب تھا جسے تعبیر دیر سے ہی پر ملنے کو تھی یہ تعبیر کی راہ اس کے ہم سفر نے اس کے لیے ہموار کی تھی تاکہ وہ اس پر اپنی جنت بنا سکے۔

حبا اٹھتے بیٹھتے باپ اور بیٹے دونوں کو ہر روز ان گنت بار ہدایتیں دینا نہ بھولتی۔ گھر کی کلر اسکیم سے لے کر فرنیچر کی سیٹنگ، کمروں کے لیے ڈیکوریشن پیس لاؤنج سے لے کر باہر گارڈن میں رکھنے کے لیے گملے الغرض ہر ہر بات کو وہ ہر روز نئے سرے سے دہراتی اور انہیں بتاتی۔

”میں سوچ رہی تھی کہ نئے گھر کی تعمیر وتکمیل کے لیے رکھی جانے والی قرآن خوانی میں ہی ہم حذیفہ کی شادی کی تاریخ بھی فکس کردیں تاکہ حذیفہ کی دلہن اور میں دونوں ہی مل کر نئے گھر کی بنیاد رکھیں۔“ حبا نے اپنا خیال حاذق کے گوش گزار کیا حذیفہ کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے حذیفہ ہی کی کولیگ صنوبر سے حذیفہ کی بات پکی کردی گئی تھی۔ حذیفہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا عمیمہ اپنے سسرال میں خوش تھی اور نیا گھر بھی تعمیر کے قریب تر تھا۔ اس لیے حبا کا خیال تھا کہ بہو کو بھی اب گھر لے آیا جائے۔

”بیگم جی! یہ ڈیپارٹمنٹ تمہارا ہی ہے تمہیں جو بہتر لگے ویسا ہی کرنا۔“ حاذق سارے اختیارات حبا کو سونپ کر بری الذمہ ہوچکے تھے جبکہ حبا تو بے تاب و بے چین سی تھی اپنے نئے گھر کی قیادت سنبھالنے کے لیے......

پر حبا کو کیا پتا تھا کہ ابھی خوشیاں اس کے گھر کا پتا ڈھونڈ ہی رہی ہیں کہ اس سے پہلے دکھ نے اس کا در کھٹکا دیا۔ ایک بہت ہی اداس سلونی سی سرمئی شام حبا کو بیوگی کی چادر اوڑھا گئی۔ ابھی تو خوشیاں آئی تھیں ابھی تو اسے اپنے ہم سفر کے ہمراہ اپنے گھر میں قدم رکھنا تھا۔ ابھی تو اسے اپنے ہم سفر کی ضرورت تھی ابھی تو اسے اپنے خواب کی تعبیر ملنی تھی پھر یہ اچانک...... وہ غم بیوگی کی چادر کی بکل مارے گم سم سی ہوکر رہ گئی۔

❀......❀......❀

وقت کا بے رحم دریا جب بہتا ہے تو بہت سے دکھ بھرے پل اور خوشیوں بھری شامیں بھی اس کے سنگ بہہ جاتی ہیں جہاں ایک طرف حبا کی عدت کی معیاد مکمل ہوئی وہیں دوسری جانب اس کے گھر کی تکمیل کے مراحل بھی مکمل ہوچکے تھے۔

عمیمہ کی تسلیوں، حذیفہ کے ساتھ کبھی کبھی آتی صنوبر کی کھٹی میٹھی باتوں اور اس کے بابا کی نصیحتوں نے اسے پھر سے زندگی کی ڈگر پر راغب کردیا تھا۔ بارہا حاذق کی یاد اسے رلانے چلی آتی آخر کو اسی کی ذات نے حبا کے خواب وخواہش کی تعبیر وتکمیل کو ممکن بنایا تھا اور آج وہی

ذات اس کے ہم راہ نہ تھی۔ دل کو اتھل پتھل کرتے جذبوں کو سنبھالتے وہ ضرورت کی اہم چیزیں پیک کررہی تھی تاکہ انہیں بحفاظت نئے گھر پہنچایا جاسکے کیونکہ اب گھر کی شفٹنگ کا مرحلہ بھی آن پہنچا۔ فرنیچر اور دیگر بڑا سامان حذیفہ نے نیا خرید کر نئے گھر کی زینت بنادیا تھا حبہ کے والد بھی انہی کے ہم راہ جانے والے تھے کیونکہ حبا انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی اور فی الحال اس کے بیٹے کو تالا لگ جانا تھا۔ آخر وہ گھڑی بھی آن پہنچی جب حبا اپنے جذبوں اور آنسوؤں کے سیلاب پر بند باندھے اپنے من من کے ہوتے قدموں کو سنبھالے بچوں اور والد کے ہم راہ نئے گھر کی منزل کی جانب روانہ ہوگئی۔

❀......❀......❀
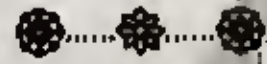
پانچ سو گز کے رقبے پر بنی آف وائٹ رنگ کی یہ دو منزلہ عمارت بڑی شان سے کھڑی تھی۔ حبہ نے جسے دیکھتے ہی بے ساختہ ماشاءاللہ کہا۔ صنوبر بھی اپنے والدین کے ہم راہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھی۔ بہت ساری دعائیں و نیک خواہشات کے ہم راہ حبہ نے اپنے نئے گھر میں پہلا قدم بہتی آنکھوں کے سنگ رکھا مگر اگلے ہی پل وہ حیرت و صدمے سے گنگ رہ گئی۔ باعجلت اندر کی جانب بڑھی اور ہر ہر کونے میں جا کر دیکھنے لگی وہاں کچھ بھی اس کی ہدایتوں اور خواہشوں کے مطابق نہ تھا۔

"بیٹا.... یہ سب؟" وہ حیرت سے ہر چیز کو دیکھے جارہی تھی۔

"آنٹی! یہ سب میری پسند کا ہے آپ کو بھی پسند آیا نا۔ جانتی ہوں میری چوائس یونیک ہی ہوتی ہے۔" صنوبر نے فخریہ انداز میں اپنے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں پر بیٹا میں نے حذیفہ سے بھی کہا تھا تمہارے انکل سے بھی کہ کلر اسکیم لائٹ رکھیں اور پورچ میں ایک گارڈن بنوائیں اور دروازے کے ساتھ ساتھ کچھ گملے......"

"اوہو آنٹی! آپ بھی نا اولڈ فیشن اسٹیل ہیں اب یہ لائٹ کلر تو بالکل بھی نہیں چلتے آج کل تو برائٹ کلر کا

> **میری مٹھیوں میں گلاب دے**
>
> کہیں بے کنار سے رتجگے کہیں زرنگار سے خواب دے
> تیرا کیا اصول ہے زندگی مجھے کون اس کا جواب دے
> جو بچھا سکوں تیرے واسطے جو سجا سکوں تیرے راستے
> میری دسترس میں ستارے رکھ میری مٹھیوں میں گلاب دے
> یہ جو خواہش کا پرندہ ہے اسے موسموں سے غرض نہیں
> یہ اڑے گا اپنی ہی موج میں اسے آب دے کہ سراب دے
> کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو میں نظر ملا کہ یہ کہہ سکوں
> میری حسرتوں کو شمار کر میری خواہشوں کا حساب دے
>
> انتخاب (وصی شاہ)
>
> مرسلہ: ایمان چوہدری...... چکوال

دور ہے اور پھر یہ پودے گملے یہ سب تو بہت جگہ گھیر لیتے ہیں اور کچرا الگ اس لیے گارڈن کی جگہ یہ سوئمنگ پول ہی بیسٹ ہے....." حبہ کی بات کاٹ کر صنوبر ایک ادا سے بولی۔

"حبا! ہم تم تو ٹھہرے اولڈ فیشن اب تو ان ہی بچوں کا دور ہے۔" صنوبر کی والدہ نے بھی بیچ میں مداخلت کی۔

"جی مما! آنٹی اور صنوبر ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں ویسے بھی ہمارا رہنا تو صنوبر نے ہی ہے آفٹر آل یہ اس کا بھی گھر ہے تو بس فیشن اور صنوبر کے آئیڈیاز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے مل کر گھر کو ڈیکوریٹ کیا آخر کو ہمارا بھی تو حق ہے نا۔" حذیفہ نے بھی کہنا مناسب سمجھا حبہ ششدر رہی تھی جہاں صنوبر اور اس کی والدہ کی بات سن کر حیران ہی تھی وہیں بیٹے کے منہ سے نکلنے والے جملوں نے اسے چونکا دیا اور وہ حیران و پریشان سی صدمے سے گنگ کبھی اپنے بیٹے کو کبھی اس گھر کو اور کبھی سامنے موجود اس لڑکی کی جانب دیکھے گئی جواب تک اس کی بہو بنی نہ تھی پر بڑے حق سے اس نے اس گھر کو اپنی جاگیر تصور کرلیا تھا جس پر تصدیق کی مہر خود اس کا بیٹا بھی لگا چکا تھا۔ وہ خالی خالی

نظروں سے چاروں جانب دیکھنے لگی۔ یہ در و دیوار بھی گویا اب اس کے نہ رہے تھے تو کیا یہ گھر بھی میرا نہیں؟ یہ گھر جس کی بنیاد میرے ہم سفر نے رکھی جہاں میں نے اپنی جنت بسائی تھی۔ یہ گھر جو اس کی خواہش کی تکمیل بن کر سامنے تھا وہ اب کسی اور کی ملکیت ہو گیا اور وہ کوئی اور نہیں اس کی اپنی بہو جو اب تک بیاہ کر بھی اس گھر میں نہ آئی تھی۔ حبہ اپنے اندر سوچ جاری تھی یک دم اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا سا چھانے لگا اور اگلے ہی لمحے اس کا وجود زمین پر آ گرا۔

❀......❀......❀
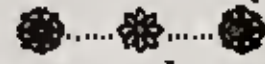
"آئی ایم سوری...... شی از نو مور......" کے الفاظ عمیمہ اور حذیفہ کے کانوں میں سیسہ بن کر گر رہے تھے۔ عمیمہ اس کی لاڈلی بیٹی ارد گرد سے بیگانہ ہو کر اپنی ماں کے وجود سے لپٹی زار و قطار رو رہی تھی پل بھر میں ارد گرد ایک ہجوم سا لگ گیا تھا۔

"بے چاری کو نیا گھر راس نہیں آیا۔" کسی خیر خواہ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

حبہ کی ساری حسیں جو اب تک کام کر رہی تھیں آلہ سماعت بن گئیں اس کے ارد گرد چاروں طرف ہر طرح کا شور تھا۔

ایک جانب حذیفہ اپنے بوڑھے نانا سے لپٹا رو رہا تھا تو دوسری جانب عمیمہ کو صنوبر اور آس پاس رہنے والی پڑوسیوں نے سنبھالا ہوا تھا۔ حبہ کے آس پاس بہت سی آوازیں گونج رہی تھی جو آپس میں گڈمڈ ہو کر ایک ہی فقرے کی تکرار کر رہی تھیں۔

"میرا گھر...... اپنا گھر......" ان آوازوں میں حبہ کے بچپن کی پڑوسن حبہ کی امی حبہ کی ساس اور پھر حبہ کی بہو صنوبر سب کی آوازیں شامل تھیں۔ حبہ کا ٹھکانہ اس دنیا میں جانے کہاں تھا؟ نہ اس کے والدین کا گھر اس کا ہو سکا نہ ساس نے اس کے شوہر کے گھر کو اپنا بنانے دیا اور تو اور بہو نے بھی اسے کسی فائنل سے پہلے ہی آؤٹ کر دیا جس گھر کی تعمیر کے سپنے بنتے ہاتھ زخمی ہو چلے تھے اسی گھر اور سپنے کی تکمیل پر اسے ایک پل میں بے دخل کر دیا گیا تھا۔

"ارے چلو مرد حضرات آ گئے ہیں مرحومہ کو اب اس کے اصلی گھر روانہ کرنے کی تیاری کرو۔"

"گھر......" اس لفظ کی پکار پر اس کا رواں رواں پھر سے چونک اٹھا۔ "ایک اور گھر کا سفر...... اب یہ کیسا گھر تھا...... کس کا گھر تھا...... کیا اس کا اپنا گھر......؟" سوچوں کی یلغار اس کے بند ہوتے دماغ میں جاری تھی جب کلمہ شہادت کی تکبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ اٹھایا گیا اس کے پیارے اس کے بچے اس کے پیا کا لیا ہوا پلاٹ اس کی خواہش اور اس کے بہو بیٹے کا گھر...... سب کچھ پیچھے چھوٹنے لگا۔ کندھوں پر اٹھائے اسے شہر خموشاں کی جانب لایا گیا جہاں اس کے لیے لحد تیار تھی۔

"اوہ...... تو یہ تھا میرا گھر...... یہاں آنا تھا مجھے...... جسے میں نے یکسر فراموش کر دیا۔ میرا اصلی گھر جسے بھول کر میں در بدر اپنے گھر اور اپنے آشیاں کے لیے بھٹکتی رہی جبکہ میرا اصلی و حقیقی اور دائمی آشیاں تو یہ تھا...... قبر...... ہاں...... یہ دو گز قبر ہی تو ہے اصل گھر اصل آشیاں جسے دنیا کی چکاچوند و اندھے پن نے سب کے ذہن و دل سے فراموش کر دیا ہے۔ لوگ اس حقیقی گھر و ٹھکانے کو بھول جاتے ہیں پر یہ گھر اپنے مکینوں کو نہیں بھولتا۔"

حبہ کی مثال اس پرندے کی سی تھی جس نے موسموں کی پروا کیے بغیر تھکے اپنے آشیاں کے لیے تنکا تنکا جوڑا اور جب آشیاں بنا تو وقت کے تند و تیز طوفان نے اسے بکھیر کر رکھ دیا۔ حبہ کو اس تلخ حقیقت سے آشنا ہونے کے لیے شہر خموشاں کا باسی بننا پڑا۔ سالوں وہ در بدر ایک اپنے گھر کی تلاش میں پھرتی رہی اور بالآخر اپنے اس اصلی آشیاں تک پہنچ ہی گئی جسے وہ بھول چکی تھی پر وہی اس کا اب اپنا گھر اور ابدی ٹھکانہ تھا۔

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

❀

اپنا کام ہے صرف محبت، باقی اس کا کام
جب چاہے وہ روٹھے ہم سے جب چاہے من جائے
کیا کیا روگ لگے ہیں دل کو کیا کیا ان کے بھید
ہم سب کو سمجھانے والے، کون ہمیں سمجھائے

"فائزہ اب جلدی سے میری شادی کا احوال لکھ کر رسالے میں بھیج دو۔"

"کیا..... دماغ تو خراب نہیں ہے تمہارا، تمہاری شادی کا احوال لکھوں؟ کیا لکھوں اس میں کہ مولوی نعیم الدین کی دختر نیک اختر چار گواہوں کی موجودگی میں پرائمری اسکول کے ماسٹر امانت علی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئیں اور جس کی مایوں، مہندی کی رسمیں اس لیے نہیں کی گئیں کہ یہ غیر شرعی اور پیسے کا زیاں ہیں کھانے میں بڑے کے گوشت کا قورمہ جسے آج کل لوگ سراسر بیماری سمجھتے ہیں اور میٹھے میں گہرے پیلے رنگ کے چاول جسے لوگ "زردہ" کہتے ہیں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ بے چارے ابا کو کھانا کم پڑنے کے خیال سے غش آنے لگے وہ تو شکر ہے گنتی کے لوگ تھے جو عزت رہ گئی ورنہ ساری عمر تمہیں تائی اماں سے طعنے سننے کو ملتے۔" میں جو عائزہ کی اتنی سادگی سے شادی ہونے پر تپی ہوئی تھی اس کی بات سن کر آگ بگولہ ہوگئی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے تائی امی تو اتنی اچھی ہیں میرا بہت خیال رکھتی ہیں اور کھانا کب کم پڑا تھا ابا نے میرے سسرال والوں کو بھی دیا اور تم لوگ بھی تو تین دن تک وہی کھانا ٹھونستے رہے۔" اسے بھی غصہ آ گیا۔

"تو کیا کرتے ابا کا فرمان جو جاری ہوگیا تھا کہ رزق ضائع نہیں ہونا چاہیے جب تک یہ ختم نہیں ہوجاتا کوئی دوسرا سالن گھر میں نہیں پکے گا۔" میں نے بھی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اسے حقیقت بتائی۔

"اچھا چلو چھوڑو ناں تم لوگ بھی کس بحث میں پڑ گئے بھئی آپی تمہیں تو لکھنے کا فن آتا ہے، ذرا خوب صورت سے انداز میں عائزہ باجی کی شادی کا احوال لکھ دو۔" مجھ سے چھوٹی بسمہ بھی اشتیاق سے بولی۔

"ٹھیک ہے تم دونوں اس قدر اصرار کررہی ہو تو

لکھ دیتی ہوں کہ میری پیاری راج دلاری بہن ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تین ہزار کرائے پر لیے لہنگے میں لشکارے مار رہی تھی۔ مشہور محلہ حسینہ بیوٹیشن کے گہرے تیز میک اپ میں حسن دوآتشہ ہو گیا تھا جو کہ مہمانوں کی آنکھوں کو چندھیائے دے رہا تھا۔"

"دفع ہو جاؤ، تم سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے کوئی شوق نہیں ہے مجھے تم سے اپنی شادی کا احوال لکھوانے کا۔" عائزہ نے غصے میں مجھے تکیہ کھینچ مارا اور بسمہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر صحن میں چل دی اور میں ہنستی ہوئی وہیں بستر پر ڈھیر ہو گئی۔

✽......✤......✽

"میں کہہ رہی ہوں میری طرف سے ہزار بار انکار ہے میں اس اسٹین لیس برتنوں کے دکان والے سے ہرگز اپنی قسمت نہیں پھوڑوں گی۔ حد ہو گئی سارے نکمے رشتے ہمارے لیے ہی رہ گئے ہیں۔"

"فائزہ ایسے تو مت کہو اچھا خاصا کاروبار ہے ان کا اور اب تو الیکٹرانکس کا سامان بھی رکھ لیا ہے۔ ماشاء اللہ کافی اچھی دکان چل رہی ہے اور کیا چاہیے تمہیں۔" عائزہ بسمہ کے بالوں میں تیل لگاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تمہیں تو اس کنجے ماسٹر امانت علی کی تنخواہ کے سامنے وہ بہت بڑا بزنس مین ہی لگے گا۔ چپ چاپ ابا کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیا کبھی اس کے ساتھ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا ہے۔"

"ہاں ہزار بار دیکھا ہے اور اپنی قسمت پر بے حد خوش ہوں اور مطمئن بھی کہ والدین اولاد کے لیے جو سوچتے ہیں بہتر سوچتے ہیں وہ کم تنخواہ دار اپنی بساط بھر میری خواہشات پوری کرنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے اور میری اوقات سے بڑھ کر مجھے محبتوں سے نوازتا ہے اور اس سے زیادہ مجھے چاہیے بھی نہیں کیونکہ میں ایک مکمل اور پرسکون زندگی گزار رہی ہوں۔"

"ہونہہ...... مکمل اور پرسکون زندگی دل کی تسلی کے لیے یہی الفاظ بولے جاتے ہیں کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" میں نخوت سے بولی۔

"آپی رشید بھائی تم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں تم جہاں بھی ہوتی ہو ان کی نظریں تمہارا ہی طواف کرتی رہتی ہیں۔" چھوٹی نے بھی گفتگو میں حصہ لینا ضروری سمجھا۔

"تم تو چپ کر کے بیٹھی رہو تمہارے لیے بھی مکھیوں سے گندھا ایک نمونہ ابا نے سوچ کر رکھا ہوا ہے ہومیو پیتھک کورس کر کے اپنا ذاتی کلینک کھولے گا جہاں اہل محلہ اس کے عتاب کا شکار ہوا کریں گے۔" میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا جس کو دواؤں سے سخت چڑ تھی۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں۔" امی کڑے تیور لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"مجھے کیا پتا ہے کیا سنا ہے میں تو کافی دیر سے بہت کچھ کہہ رہی ہوں۔" میں ڈھٹائی سے بولی تو وہ میرے اس انداز پر حیران ہی تو رہ گئیں۔

"اچھی طرح سے یہ ایک بات اپنے اس بھس بھرے دماغ میں بٹھا لو، شادی تو تمہاری رشید سے ہی ہوگی۔"

"کیوں کیا میرے نصیب میں ایک وہی گھونچو رہ گیا ہے۔" مجھے ان کی بات تپا گئی۔

"امی کیوں آپ اپنی بیٹیوں کو اتنی کم مایہ سمجھتی ہیں۔ پہلے عائزہ کو اس سرکاری ٹیچر سے بیاہ دیا حالانکہ کہیں سے بھی وہ اس کے جوڑ کا نہیں تھا اور اب مجھے قربانی کا بکرا بنا رہی ہیں ایک سے ایک رشتہ موجود ہے آپ خاندان سے باہر نکل کر تو دیکھیں۔"

"ایک سے ایک رشتہ ضرور موجود ہوگا روپے پیسے گاڑیوں والے بھی مل جائیں گے مگر میری نادان بچی عزت و شرافت مشکل سے ہی ملتی ہے۔ رشید خاندان کا دیکھا بھالا بچہ ہے اپنا ذاتی کاروبار ہے گھر بار اچھا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اتنی محبت اور چاہ سے تمہیں مانگ رہے ہیں کفران نعمت نہ کرو۔" امی

نور الھدیٰ مغل

تمام ریڈرز رائٹرز اینڈ آنچل اسٹاف کونہایت ادب واحترام سے پیار بھرا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ہاں جی میرا نام تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں 14 نومبر 2000ء فجر کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں برکتیں اترتے وقت ہم بھی اپنے والدین اہل وعیال کے لیے رحمت بن کر اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اس لحاظ سے ہمارا اسٹار عقرب ہے اس اسٹار کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ ہم اللہ کے فضل وکرم سے چھ بھائی اور چار بہنیں ہیں اور میرا نمبر سب سے لاسٹ میں آتا ہے سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے گھر بھر کی لاڈلی ہوں سب سے ناز نخرے اٹھوانا اور سب سے اپنی فرمائشیں پوری کروانا بہت اچھا لگتا ہے۔ کھانے میں چائنیز اور چکن کڑھائی بہت پسند ہے لباس میں فراک چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا آنچل بے حد پسند ہے۔ موسم بہار کا پھول موتیا اور گلاب پسند ہے بقول بہنوں کے خوبیاں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں مجھ میں ہاں خامیاں بہت ہیں جس میں سرفہرست نماز پابندی سے نہ پڑھنا اور اسکول کی چھٹیاں کرنا بے وقت کا سونا شامل ہیں۔ جلد خفا ہو جانا پھر جلدی مان جانا خفا ہو کر کمبل منہ پر تانے گھنٹوں لیٹے رہنا خاص طور پر غصہ اس وقت آتا ہے جب ڈائجسٹ آتے اور بڑی بہنوں کے پڑھنے کے بعد مجھے لاسٹ میں پڑھنے کو ملے۔ میری خواہش ہے کہ میں اردو ادب میں ماسٹرز کروں اور ایک اچھی اور بہترین لکھاریوں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں میرا تعارف کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت دیجیے فی امان اللہ۔

نے مجھے سمجھایا۔

"کفران نعمت تو آپ کر رہی ہیں میری دوست رائمہ اپنے بھائی کا کتنا اچھا رشتہ لے کر آئی ہے خوب صورت پڑھا لکھا امیر کبیر آپ کی بیٹی عیش کرے گی۔" میں نے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"رشتہ اپنے ہی جوڑ کا اچھا لگتا ہے ان کے اور ہمارے بیچ بہن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اپنے ابا کی تنخواہ کا سوچا ہے تم نے ان کی ایک دو بار کی آؤ بھگت میں ہی ساری ٹھکانے لگ جائے گی قدم قدم پر تمہیں اپنے میکے کی کم مائیگی کا احساس رلائے گا تمہیں عیش وآرام و دولت سب کچھ میسر آجائے گا مگر ذہنی و قلبی سکون سے عاری رہو گی۔ رشید نہ صرف تمہارا خیال رکھے گا بلکہ پھوپی زاد ہونے کے ناتے تمہارے گھر والوں کا احساس بھی اس کے دل میں ضرور رہے گا اور پھر یہ سوچو بچپن سے تم اس سے منسوب ہو اس کے دل میں تمہاری محبت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں روپے پیسے پہ لعنت بھیج کر اس کی محبت کی قدر کرو کہ محبت کے سامنے تو ہر چیز ارزاں ہے۔" انہوں نے حقیقت بیانی سے کام لیا۔

"شکل دیکھی ہے آپ نے اس کی طوطے جیسی ناک اور ہاتھی جیسے یہ بڑے کان اوپر سے رہی سہی کسر چار نمبر کے چشمے نے پوری کردی ہے جسے لگا کر پورا چغد لگتا ہے نہ بابا نہ میں ہرگز اس اسٹرپاس رشید کو اپنے شریک حیات کے روپ میں قبول نہیں کرسکتی۔" بسمہ کی ہی ہی شروع ہوگئی اور یہ بات سن کر امی کے تو تیور ہی بدل گئے۔

"کل میں اور تمہارے ابا رشید کے ہاتھ پر پیسے رکھنے جارہے ہیں اگر انکار کی ہمت ہے تو اپنے ابا کے سامنے اپنی خیالات کا اظہار کردو تاکہ جو نکاح چھ ماہ بعد ہونا ہے کل ہی اس طوطے کی ناک والے سے پڑھا کر تمہیں رخصت کردیں۔" وہ غصے میں کہتی ہوئیں کمرے سے نکل گئیں اور اب بسمہ کے ساتھ ساتھ عائزہ کے دانت بھی نکلنے لگے اور میں نے بے بس ہو کر آنسو بہانا شروع کردیے۔

⌘......✿......⌘

"ہیپی ففتھ ویڈنگ ایورسری مائی ڈیئر فائزہ۔" ہاتھوں میں سرخ گلابوں کا بکے لیے رشید بچوں کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئے جن کے نازک ہاتھوں نے بھاری گفٹس پکڑے ہوئے تھے اور میں سدا کی بھلکو اس سرپرائز پر ہمیشہ کی طرح حیران رہ گئی۔

"آپ کو یاد تھا؟" میں نے محبت سے انہیں دیکھتے ہوئے بچوں کے ہاتھ سے گفٹ لیے اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لگالیا۔

"لو بھلا یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے ابھی ہماری شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا ہے بڑھاپے کی حدود میں پہنچ کر بھی اس تاریخ کو نہیں بھولوں گا کہ جس دن تم نے میرے گھر اور زندگی کو رونق بخشی۔" انہوں نے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اظہار کیا اور میں مسرور ہو کر گفٹ کھولنے لگی۔

سیاہ شیفون پر نگوں کا کام والا سوٹ میرے ہاتھوں میں پھسل گیا۔

"پسند آیا؟"

"بہت...... بہت زیادہ بھی میں یہ ماننے میں بالکل بھی تامل نہ کروں گی کہ آپ کی چوائس بہت شاندار ہے۔" میں نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر سوٹ اپنے ساتھ لگایا اور شرارت سے مسکرائی کیونکہ میں رشید صاحب ہی کی تو پسند تھی میری بات سمجھ کر وہ مسکرا دیئے اور بچے بھی ستائشی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔

"تو چلو پھر جلدی سے تیار ہو جاؤ ڈنر ہم اچھے سے ریسٹورنٹ میں کریں گے۔ کیوں جوانو کیا خیال ہے تمہارا؟"

"ہاں پاپا ٹھیک ہے۔" بچے بھی خوش ہو گئے۔

"رشید آپ نے مجھے میرے برے رویے پر دل سے معاف کر دیا ہے ناں؟" میری آنکھوں میں آنسو جھلملائے۔

"ارے بے وقوف کون سا برا رویہ وہ جو تم مجھے شادی کے شروع کے دنوں میں اگنور کرتی تھیں بھی سچ پوچھو تو اس گریز میں بھی تم مجھے دل و جان سے پیاری لگتی تھیں۔" انہوں نے میرا ہاتھ تھاما۔

"میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھتی ہوں جسے اس کا شوہر اتنا چاہتا ہے کہ اس کے منہ سے نکلی کوئی بات رد نہیں کرتا کبھی میرے ناروا رویے پر پیشانی پر شکن تک نہیں ابھری جو میری پرسکون نیند پر اپنی نیند قربان کر دیتا ہے۔ واقعی امی سچ کہتی تھیں روپیہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا اصل چیز محبت، عزت اور شرافت ہے ہو سکتا ہے مجھے دنیا کی ہر آسائش مل جاتی پر محبت نچھاور کرنے والا شوہر نہ ملتا تو کیا فائدہ ہوتا۔ اسی دولت کا، والدین دور اندیش ہوتے ہیں وہ اپنی اولاد کے لیے ہمیشہ اچھا ہی سوچتے ہیں آج مجھے اچھا گھر، روپیہ پیسہ دنیا کی ہر نعمت مل گئی ہے۔ دو پیارے بچے اور سب سے بڑھ کر آپ کا پیار میں اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔" میں آج کھل کر اظہار کر رہی تھی۔

"ارے لیکن یہ حلوے جیسی ناک کا بندہ اس گوری چٹی خوب صورت آنکھوں والی کے سامنے زیادہ جچتا نہیں ہے۔" وہ شرارت سے مسکرائے اور میں نے شرمندگی سے ان کے کشادہ سینے میں منہ چھپالیا۔

"اچھا سنو پہلے بچے کی آمد پر میری ایک دکان تھی دوسرے کی پیدائش پر میں دو دکانوں کا مالک بن گیا اور آج کل میں تیسری دکان کے متعلق سوچ رہا ہوں تو میرے خیال میں تم بھی تیسرے کی تیاری پکڑو۔" مجھے اپنے ساتھ لگائے شرارت سے بولے تو میں جھینپ کر مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی کہ ڈنر کے لیے بھی تو تیار ہونا تھا۔

محبت دل کا سجدہ ہے
سباس گل

حصہ چہارم

دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے
اس دل کی بے بسی کو بہت دن گزر گئے
ہر شب چھتوں پہ چاند اترتا تو ہے مگر
اس گھر میں چاندنی کو بہت دن گزر گئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ذوالنون گھر سے دور تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ اپنا مستقبل بنانے گیا تھا اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ کرن یا اس کے والدین کو ان کی طرف سے کوئی الٹی سیدھی خبر ملے۔ ذوالنون کو جذبات سے زیادہ حالات اور دوسروں کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانے کی عادت تھی۔ نکاح کے بعد علی اپنے گھر عید منانے آتا ہے مگر اب اس کا یہاں دل نہیں لگتا اور پھر امینہ (علی کی والدہ) نے بھی علی کو رامئل کے حوالے سے بہت کچھ سنا کر رامئل کو طلاق دینے کو کہہ دیا ہے جبکہ عثمان عزیز (علی کے والد) نے اس کے حق میں فیصلہ سنایا ہے لیکن علی پھر بھی پریشان ہوتا ہے کیونکہ رامئل اب صرف اس کی منکوحہ ہی نہیں بلکہ اس کی محبت بھی تھی۔ مسز ہمدانی رامئل کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔ نوشین بیگم نے انہیں رامئل اور علی کے نکاح کے بارے میں نہیں بتایا ہے۔ مسز ہمدانی رامئل کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی ہیں تاکہ اسے اپنے بیٹے سے ملوا سکیں۔ جاوید کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے یہ خبر نگین کو اخبار کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے تو ایک بار پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کیوں اس بےایمان آدمی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی تھی وہ دل میں رامئل کی مشکور ہوتی ہے کیونکہ اس نے نگین کو جاوید جیسے فراڈیے شخص سے بچایا تھا۔ نوشین بیگم امینہ کو فون پر رامئل کے خلاف بھڑکاتی ہیں وہ علی سے نگین کی شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن جب وہ نگین سے اس حوالے سے بات کرتی ہیں تو نگین ان کو سمجھاتی ہے کہ وہ غلط حرکتوں سے توبہ کرلیں اور رامئل اور علی کو خوش رہنے دیں جس پر نوشین بیگم پیچ و تاب کھا کر رہ جاتی ہیں۔ ذوالنون کو بھی نوفل کی زبانی گھر کے تمام حالات کی خبر ہو جاتی ہے اور نوشین بیگم کی زیادتیوں پر وہ بہت شرمندہ ہوتا ہے اور نگین کی بےوقوفی نے بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کو اس بات کی بھی خوشی ہے کہ رامئل کا نکاح علی جیسے نفیس انسان سے ہوا ہے اب ذوالنون چاہتا ہے کہ نگین کی شادی بھی جلد از جلد ہو جائے ادھر علی اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو جاتا ہے وہ رامئل کو سرپرائز گفٹ کرتا ہے اور اپنے گھر آنے کو کہتا ہے۔ نگین خرم کو علی کے گھر پر دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے خرم مسز ہمدانی کا بیٹا ہے اور نگین سے محبت کرتا ہے وہ ہیں خرم نگین کو پرپوز کرتا ہے نگین مشرقی لڑکیوں کی طرح نظریں جھکا لیتی ہے۔ افشین اور تیمور حسن کے آنے سے پہلے نوشین بیگم علی اور رامئل کا نکاح ختم کروانا چاہتی ہیں اس حوالے سے وہ وہاب احمد سے بھی بات کرتی ہیں۔ وہاب احمد انہیں رامئل اور علی کی محبت کا بتا کر ایک نیا انکشاف کرتے ہیں کہ رامئل ان کی اپنی سگی بیٹی ہے جس کو انہوں نے افشین اور تیمور حسن سے بدل لیا تھا اور ذوالنون افشین اور تیمور حسن کا بیٹا ہے۔ جبکہ رامئل یہ حقیقت جان کر سکتے میں آ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

......☆☆☆......

وہ تینوں باہر آئے تو گیٹ سے امینہ اور عثمان عزیز کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ نوفل اور نگین نے فکرمندی اور حیرت

سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ اچانک کیوں آ گئیں؟" تمکین بولی تو وہ کہنے لگا۔

"ضرور ہماری والدہ ماجدہ نے ہی ان کے سر پہ کوئی بم پھوڑا ہوگا ورنہ یہ اتنی جلدی اور بنا اطلاع کے تو کبھی نہیں آ ئیں۔"

"کون ہیں وہ خاتون؟" رابیل نے بھی امینہ کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کے تبصرے سن کر سوال کیا۔

"آپ کی ساسو ماں، علی بھائی کی والدہ اور ہماری پھپھو جان امینہ بیگم۔" نوفل نے ان کا تعارف کرایا۔

"اوہ اچھا!"

"السلام علیکم پھپھو۔" تمکین اور نوفل نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی انہیں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام جیتے رہو کیسے ہو تم دونوں؟" وہ ان دونوں کو ساتھ لگا کر پیار کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"بالکل ٹھیک۔" دونوں نے جواب دیا۔

"السلام علیکم۔" رابیل نے بھی مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" امینہ نے رابیل کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"پھپھو آپ اچانک بغیر اطلاع کے کیسے آ گئیں؟ خیریت ہے نا؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"خیریت ہوتی تو یوں پہلی فلائٹ سے تھوڑی چلی آتی۔ جب اچانک شادی بیاہ ہونے لگیں اور ماں باپ کو کانوں کان خبر نہ ہو تو بھاگنا تو پڑتا ہے، خیریت کیسے ہوگی ایسے میں۔" امینہ بولتی چلی گئیں، زوباجی ان کے لیے پانی لے آئیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی ماں نوشین بیگم نے امینہ پھپھو کو رابیل کے حوالے سے کچھ الٹا سیدھا کہا ہے، نکاح کا بتا دیا تھا جبھی تو وہ یوں غصے میں دوڑی چلی آئی۔ رابیل پریشان سی جھجکی بنی ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ لڑکی کون ہے تمہاری سہیلی ہے کیا؟" امینہ بیگم نے پانی پی کر گلاس میز پر رکھتے ہوئے تمکین کو دیکھتے ہوئے رابیل کے بارے میں پوچھا۔ تمکین نے ڈرتے جھجکتے ہوئے بتایا۔

"نہیں پھپھو یہ رابیل ہے میری چھوٹی بہن۔"

"اوہ اچھا تو یہ ہے رابیل جس نے ہم سب کو ذلیل کر رکھا ہے۔" امینہ نے بہت تلخ لہجے میں کہا اور اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔

"پھپھو آپ سے کسی نے غلط کہا ہے رابیل تو......"

"تم خاموش رہو۔" امینہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخی سے کہا تو رابیل کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز گیا۔

"جو غلط ہو اس کے بارے میں غلط ہی کہا جاتا ہے، اس کی شان میں قصیدے نہیں پڑھے جاتے اور اس کی غلط کاریوں کے قصے تو دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چار دن کے لیے یہاں آئی تھیں، تم سے چند دن کے لیے بھی شرافت کا مظاہرہ نہیں ہوسکا یہاں آتے ہی اپنی اوقات دکھا دی اور میرے معصوم بیٹے کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا۔" امینہ زہر اگل رہی تھیں اور رابیل کا ذہن تاریک ہوتا جارہا تھا۔ اتنی ذلت اتنی ناقدری اور اس قدر تہمتیں سہنے کی اس میں سکت نہیں رہی تھی۔

"آنٹی! میں نے...... کچھ نہیں کیا۔" رابیل نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے جواب میں امینہ کا زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی اگر صوفہ نہ پکڑتی تو نیچے جا گرتی۔ اس سے تو کبھی کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ مارا تھا کہ اب اس قدر نفرت سے اس کا گال جھلسا دیا گیا تھا۔

"اتنی بے حیائی کر کے بھی کہتی ہو غلط نہیں کیا۔"

"پھپھو آپ نے رابیل کو تھپڑ کیوں مارا؟" تمکین چیخی۔

"یہ تھپڑ اگر اسے پہلے دن ہی مار دیا جاتا تو اس کی اتنی ہمت نہ ہوتی کہ میرے بیٹے سے نکاح کر کے بیٹھ جاتی۔" امینہ نے غصے اور تنفر بھرے لہجے میں کہا۔

"آپا! آپ کیا کررہی ہیں، میں آپ کو ساری بات سمجھادوں گا آپ......"

"مجھے سب پتا ہے وہاب۔" امینہ نے وہاب احمد کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا وہ جوان کا ہاتھ تھام کر دل تھام کے رہ گئے تھے اب اپنی غلطی پر پچھتا رہے تھے کہ انہیں

پہلے کیوں نہیں اعتماد میں لے کر سب کچھ بتادیا۔ انہیں اندازہ تھا کہ نوشین نے انہیں بھی رابیل سے بدگمان کردیا ہوگا۔ جبھی وہ اس قدر غصے اور نفرت کا اظہار کررہی ہیں۔

"میں تمہاری مجبوری بھی سمجھ سکتی ہوں وہاب کہ تم نے اپنی عزت کی خاطر خاموشی سے اس آوارہ کا نکاح میرے بیٹے سے کروادیا۔ لیکن میں آج ہی یہ نکاح ختم کرواؤں گی' جو بیٹی اپنے ماں باپ کی نہ ہوئی وہ بے چارے اس کی آوارگیوں سے تنگ تو با اور دعا کرنے حج پہ چلے گئے تاکہ یہ سدھر جائے مگر اسے پھر بھی احساس نہیں ہوا۔ یہاں آ کے بھی یہ کچھن ہیں تو وہاں کیا گل کھلاتی ہوگی۔" امینہ نے تیزی سے کہا اسی وقت نوشین کمرے سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں امینہ کی آواز آرہی تھی' جب الفاظ پر غور کیا تو ہوش اڑ گئے۔ سمجھ گئیں کہ ان کی لگائی ہوئی آگ ابھی اور بھڑکے گی اتنی جلدی سرد ہونے والی آگ نہیں تھی۔

"آپا! بیٹھ جائیں خدا کا واسطہ ہے رابیل کو کچھ مت کہیں۔"

"ارے کیوں نہ کہوں تم سب اس کے سامنے بے بس اور لاچار ہوکے بیٹھے ہو جبھی یہ تمہارے سر پہ ناچ رہی ہے۔" امینہ کے یہ الفاظ رابیل کی ہمت ختم کرگئے وہ ایک دم سے زمین بوس ہوگئی تھی۔

"رابیل......!" تمکین' نوفل' وہاب احمد اور بوا جی نے چیخ کر ایک ساتھ اسے پکارا تھا۔

"لو ہوگیا ڈرامہ شروع اس لڑکی کے۔" امینہ بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بس پھپھو۔" نوفل نے غصے سے کہا...... امینہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"ممی! رابیل بے ہوش ہوگئی ہے۔" تمکین نے نوشین کو اجاڑ حلیے میں دیکھ کر چیخ کر کہا تو نوشین دوڑتی ہوئی آئیں۔

"رابیل' رابیل میری بچی آنکھیں کھولو مجھے معاف کردو میری بچی۔" نوشین رابیل کے چہرے کو ہاتھوں میں لیے روتے ہوئے بولیں امینہ نے حیرت سے یہ منظر دیکھا۔

"نوفل گاڑی نکالو گلی میں ڈاکٹر مجاہد کو فون کردو ہم رابیل کو ہاسپٹل لے کر آرہے ہیں۔"

"جی ڈیڈی۔" تمکین اور نوفل نے فوراً ان کے حکم کی تعمیل کی تھی اور وہاب احمد اپنی پھولوں جیسی بیٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر باہر بھاگے تھے۔ امینہ کی حیرت' نوشین کی لاچارگی اور بوا جی کی بے بسی دیدنی تھی۔

"آپا! میری رابیل بے قصور ہے' معصوم ہے' میں نے رابیل کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا' میری بچی پاک کردار اور نیک سیرت ہے۔ میں نے اسے بدنام کیا' اس پر ظلم کیا۔" امینہ نے نوشین کی زبان سے یہ سب سنا تو ششدر رہ گئیں اور بوا جی سے کہنے لگیں۔

"بوا جی' یہ سب کیا تماشا ہے؟ سچ کیا ہے کوئی بتائے گا مجھے؟" بوا جی نے ساری حقیقت ان کو کہہ سنائی اب تو امینہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ انہیں اب اپنے رویے کی بدصورتی کا بہت شدت سے احساس ہورہا تھا۔

"تم نے تو مجھے بھی اس معصوم بچی سے نظر ملانے کے لائق نہیں چھوڑا۔ کیسے سامنا کروں گی میں رابیل کا' اپنے بھائی کا اور علی کا' اف یہ کیا گناہ سرزد ہوگیا مجھ سے میری عقل پر تالے پڑ گئے تھے جو میں نے تمہاری باتوں کا اعتبار کیا اور اپنے بھائی کی بات نہ سنی۔"

"مجھے معاف کردیں آپا۔" نوشین نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔

"ارے مجھ سے کیا معافی مانگ رہی ہو دعا کرو کہ رابیل ہمیں معاف کردے۔ ہمارے بچے ہمیں معاف کردیں' اٹھو اب تیار ہوجاؤ' ہاسپٹل نہیں جانا کیا؟" امینہ نے غصے اور پریشان لہجے میں کہا تو نوشین فوراً تیار ہونے چل دیں۔

......☆☆☆......

علی ابھی میٹنگ سے فارغ ہوکر اپنے آفس آیا تھا کہ اس کا موبائل بجا علی نے سیل فون کی اسکرین پر نوفل کا نام جگمگاتے دیکھا۔

"ہاں نوفل! خیریت سے ہو؟" علی نے سیل آن کرکے کان سے لگایا۔

"خیریت نہیں ہے علی بھائی۔" نوفل رو رہا تھا' علی

گھبرا گیا۔

"کیا بات ہے نوفل؟"

"ہم سب ہاسپٹل میں ہیں۔"

"ہاسپٹل میں! ماموں جان تو ٹھیک ہیں ناں! اور رابیل؟"

"رابیل ایمرجنسی میں ہے۔" نوفل نے بتایا۔

"واٹ.....؟" علی کو جیسے ہزار والٹ کا کرنٹ لگا وہ ایک دم جھٹکے سے اپنی کرسی سے اٹھا اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ نوفل تو اور بھی نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ سن ہی کہاں رہا تھا وہ تو صرف ہاسپٹل کا نام سنتے ہی تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

نگین نوفل اور وہاب احمد ایمرجنسی کے باہر پریشان کھڑے تھے اور دل ہی دل میں رابیل کی صحت وسلامتی کی دعا مانگ رہے تھے۔ ڈاکٹر مجاہد ایمرجنسی سے باہر نکلے تو ان تینوں نے خوف سے دھڑکتے دل کے ساتھ ان کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہم رابیل کو آئی سی یو میں شفٹ کررہے ہیں اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔" ڈاکٹر مجاہد نے بہت سنجیدہ اور متفکر لہجے میں بتایا تو ان تینوں کے اعصاب پر بجلی سی گری۔ وہاب احمد دل تھام کر رہ گئے۔

"یااللہ میری بچی کی زندگی بچانا اسے کچھ نہ ہو۔" وہاب احمد نے گھبرے دکھ اور کرب سے ٹوٹے لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر مجاہد! خطرے کی بات تو نہیں ہے نا۔" وہاب احمد نے انہیں دیکھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

"آئندہ چوبیس گھنٹے رابیل کی زندگی کے لیے بہت اہم ہیں آپ لوگ دعا کریں کہ اسے جلد ہوش آجائے۔ ہم پوری کوشش کررہے ہیں آپ ہمت رکھیں۔" ڈاکٹر مجاہد نے وہاب احمد کو دیکھتے ہوئے ان کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر سنجیدگی سے کہا اور نرس کو ہدایت دیتے آگے بڑھ گئے۔ علی نے ڈاکٹر مجاہد کا کہا سن لیا تھا۔ وہ شاک زدہ کھڑا رہ گیا۔ اس کی رابیل کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہوگیا اور اس کی وجہ اس کی اپنی ماں اور ممانی تھیں۔ نگین کی زبانی اسے سب کچھ معلوم ہوگیا تھا۔ وہاب احمد کی حالت تو غیر ہورہی تھی نوفل نے انہیں پانی لاکے پلایا ویٹنگ روم میں بٹھایا۔

"ذوالنون بھیا کو فون کردوں۔" نوفل نے نگین سے پوچھا۔

"ہاں کردو لیکن؟" نگین کہنا چاہ رہی تھی کہ اسے نہ بتائے کہ وہ افشین آنٹی اور تیمور انکل کا بیٹا ہے۔

"آپی تو میں سمجھتا ہوں کیا بات کرنی ہے۔" نوفل نے اس کی بات کے ادھورے پن میں چھپا پورا مفہوم سمجھ لیا تھا جبھی اس کی بات کاٹ کر دھیمی آواز میں کہا۔

......☆☆☆......

بریک ٹائم میں ذوالنون اپنے دوست فیصل اور شبیر کے ساتھ بیٹھا اسائمنٹ دیکھ رہا تھا۔ کرن اپنی دوست مہوش کے ساتھ وہیں چلی آئی۔ تو فیصل نے بشیر کو کہنی مار کر ہنستے ہوئے ذوالنون سے کہا۔

"لو بھئی رومیو تمہاری جیولیٹ آگئی تم دونوں باتیں کرو ہم ذرا کینٹین سے کچھ پیٹ پوجا کر آئیں۔"

"تم دونوں کو کوئی اور کام بھی آتا ہے کھانے کے علاوہ؟" ذوالنون نے انہیں گھورتے ہوئے کہا تو دونوں ہنسنے لگے۔

"بھائی میری سب سے اچھی عادت ہے پیٹ پوجا۔" فیصل نے شوخی سے کہا تو سب کو ہنسی آگئی۔

"تم اپنی پوجا کرواؤ ہم آتے ہیں۔" شبیر نے ذوالنون اور کرن کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو ذوالنون نے اسے آنکھیں دکھائیں! کرن بلش ہوگئی۔ مہوش بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رکو میں بھی تم دونوں کے ساتھ چلتی ہوں۔"

"واہ دوست ہو تو ایسی! کباب بنانے کی ہی اچھا لگتا ہے۔" فیصل نے مہوش کو دیکھتے ہوئے معنی خیز بات کہی۔

"لیکن مجھے چیونٹیوں بھرا کباب پسند ہے میں کہیں نہیں جانے کا کبھی تم مجھے بھی کسی بہانے سے باہر کرنے کی سوچو۔" شبیر نے مسکراتے ہوئے جلدی سے کہا اسے فیصل اور مہوش کی بڑھتی ہوئی دوستی کی وجہ سے یہ خیال آیا تھا کہ فیصل اسے بھی بہانے سے کہیں بھیج نہ دے مگر اس کی بات پہ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور مہوش نے دونوں کو گھورا۔

"سب کو خبر ہوگئی ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ بتا نہیں کیسے؟" کرن نے ذوالنون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھانسی اور محبت جب ہوتی ہے تو سب کو خبر ہو ہی جاتی ہے یہ دونوں چیزیں چھپائے نہیں چھپتیں۔" ذوالنون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اسی وقت اس کا موبائل بجا اس نے سیل فون نکال کر دیکھا نوفل کا نام اسکرین پر روشن تھا۔

ذوالنون کو حیرت ہوئی نوفل کا نام دیکھ کر کیونکہ وہ اسے کالج ٹائم میں کبھی فون نہیں کرتا تھا۔

"السلام علیکم کیسے ہو نوفل؟"

"وعلیکم السلام بھائی میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"الحمدللہ بالکل خیریت سے ہوں' تم سناؤ آج اس وقت کیسے فون کیا۔ گھر میں سب خیریت ہے نا؟"

"نہیں بھائی' بس آپ چھٹی لے کر گھر آجائیں۔" نوفل کی آواز بھرا گئی۔

"نوفل کیا ہوا ہے' موم ڈیڈ سب ٹھیک ہیں ناں؟"

"یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے بھائی' بس..... آپ جلدی سے گھر آجائیں۔" نوفل بولتے بولتے رو پڑا۔

"نوفل' تو رو رہا ہے کیا ہوا ہے بتا مجھے میرا دل گھبرا رہا ہے؟" ذوالنون نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"بھائی' رابیل کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے اور آپ کو پتا ہے وہ ہماری بہن ہے۔"

"بہن تو وہ ہے ہی مگر یہ سب کیسے ہوا؟ موم نے کچھ کہا ہے؟"

"جی....." نوفل نے بس اتنا ہی کہا اور ذوالنون کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔

"اوہ....." ذوالنون کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔

وہاب احمد نے اسے چند روز پہلے ہی بتایا تھا کہ رابیل اس کی رضاعی بہن ہے مگر ساری حقیقت نہیں بتائی تھی۔

"تم خود کو سنبھالو نوفل اور ڈیڈی کو حوصلہ دو ان شاءاللہ رابیل صحت یاب ہوجائے گی کچھ نہیں ہوگا اسے۔"

"کیا ہوا ذونی؟"

"رابیل بہت تکلیف میں ہے۔" وہ کاغذ پر نظریں جھکائے قلم چلاتے ہوئے دکھ سے بولا تو کرن کو جانے کیوں جیلسی ہونے لگی رابیل کے لیے اسے اتنا پریشان دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اور اس کی تکلیف تمہیں بہت تکلیف دے رہی ہے..... ہے نا؟"

"ہاں..... میں چھٹی لے کر گھر جارہا ہوں۔"

"رابیل کے لیے جارہے ہو؟"

"ہاں۔"

"بہت عزیز ہے وہ تمہیں۔"

"ہاں۔" وہ جواب دیتا اپنی بکس اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔

"یہ کیا تم نے ہاں..... ہاں..... ہاں کی رٹ لگا رکھی ہے جیسے کوئی تمہارا نکاح پڑھوا رہا ہو رابیل سے۔" کرن نے زچ آکر غصے سے کہا تو وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

"شٹ اپ' جسٹ شٹ اپ کرن' شی از مائی سسٹر بہن ہے وہ میری' رضاعی بہن..... بہن کا مطلب سمجھتی ہو تم' میں گھر جارہا ہوں' رابیل کے لیے' اپنی بہن کے لیے..... اسے میری اپنے بھائی کی ضرورت ہے اس وقت..... شی از ان ہاسپٹل ان آئی سی یو۔" ذوالنون اپنی بات مکمل کرتے ہی چلا گیا۔

"ذوالنون....." کرن شرمندہ اور حیران و پریشان سی کھڑی رہ گئی۔ وہ جو کچھ رابیل کے حوالے سے کہہ گیا تھا؟ رابیل سے جو اس کا رشتہ بتا گیا تھا اس نے کرن کو حیران ہی نہیں کیا تھا بلکہ بہت پشیمان بھی کردیا تھا۔ وہ اپنی سوچ و خیال پر بے حد نادم تھی۔ ذوالنون سے معافی مانگنا چاہتی تھی مگر اس وقت وہ بہت پریشان تھا اور اس کی بات کی وجہ سے شدید غصے میں بھی۔ لہٰذا اس وقت اس کے سامنے جانا مناسب نہیں تھا وہ خود کو کوستی ہوئی کلاس روم کی طرف بڑھ گئی۔ مگر دل ڈوب سا گیا تھا اپنی اس حرکت پر۔

☆☆☆

"نوفل یہ سب کیسے ہوا؟"

"پھپھو جان یعنی آپ کی امی اچانک گھر پہنچ گئیں' انہوں نے رابیل کو بدکردار کہا' آوارہ کہا اس پر ہاتھ اٹھایا۔"

نوفل نے ساری داستان حرف بہ حرف کہہ سنائی۔ علی کا دل دکھ کے ساتھ ساتھ شرمندگی سے بھی بھر گیا۔ یہ خیال اسے اندر ہی اندر کچل رہا تھا کہ اس کی ماں اس کی محبت اس کی منکوحہ اس کی رانیہ کو اس حال میں پہنچانے کا باعث بنی ہیں۔ نوشین ممانی نے جو کیا سو کیا لیکن اس کی اپنی ماں نے تو اس تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

"او گاڈ! میں رانیہ کا سامنا کیسے کروں گا؟ اس کے مما پاپا کو ماموں جان کو کیسے فیس کروں گا؟" علی نے بے بسی سے سوچا۔

"یااللہ! رانیہ کو جلد شفا عطا فرما دے' رانیہ کو ایک صحت مند زندگی عطا فرمانا' خوشیوں اور محبتوں بھری زندگی' آمین!" علی نے دل سے رب کے حضور دعا کی۔

بعض اوقات پریشانیاں ایک ساتھ ہی آتی ہیں' ایک کے بعد ایک مسئلہ آتا چلا جاتا ہے۔ وہاب لاج میں بھی ایک دم سے بہت سے مسائل اور پریشانیوں نے ڈیرا جمالیا تھا۔

افشین اور تیمور پاکستان پہنچ گئے تھے۔ "وہاب لاج" اطلاع دیئے بغیر آئے تھے تاکہ سب کو سرپرائز دے سکیں لیکن وہاں ان کے لیے شاکنگ سرپرائز موجود تھا اس سے وہ قطعی بے خبر تھے۔ انہیں یوں اچانک دیکھ کر بوا جی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ وہ تو آتے ہی رانیہ کا پوچھ رہے تھے اور بوا جی کو یہ مناسب نہیں لگا کہ وہ جو اتنا لمبا سفر کر کے گھر پہنچے ہیں' تھکے ہوئے بھی ہیں ان کو ایک دم سے ان کی بیٹی کے حوالے سے بری خبر سنا کر پریشان کر دیا جائے لہٰذا بوا جی نے بہانہ بنا دیا۔

"رانیہ تو نگی اور نوفل کے ساتھ یونیورسٹی گئی ہے' وہاب میاں اپنے دفتر میں ہوں گے اور نوشین بیگم کسی تقریب میں گئی ہیں۔ آپ نہا دھو لیں' کچھ دیر آرام کر لیں' تب تک وہ سب بھی آ جائیں گے۔"

"ارے نہیں بوا جی! ہم رانیہ کو دیکھ لیں گے تو آرام خود ہی مل جائے گا۔" افشین نے مسکرا کر جواب دیا۔

"پھر بھی آپ دونوں فریش ہو جائیں میں چائے بنواتی ہوں۔" بوا جی نے بمشکل مسکرا کر کہا اگرچہ پریشانی ان کے چہرے سے ظاہر تھی۔

"بوا جی! کوئی پریشانی ہے کیا؟ کسی کے فون کا انتظار ہے؟" تیمور حسن نے ان کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے پوچھا تو وہ شپٹا گئیں۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ بوا جی نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو! بوا جی میں بول رہا ہوں نوفل۔"

"نوفل بیٹا کیسی ہے میری بچی' ڈاکٹر نے کیا کہا؟" بوا جی نے بے تابی سے پوچھا تو تیمور حسن اور افشین نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا' وہ کس بچی کی بات کر رہی تھیں؟

"بوا جی! اس کی حالت خطرے سے باہر ہے آپ دعا کریں میری بہن کو جلد ہوش آ جائے' اسے صحت اور زندگی مل جائے۔" نوفل نے دکھ اور آنسوؤں بھرے لہجے میں کہا تو بوا جی کہنے لگیں۔

"آمین ان شاء اللہ! بیٹا رانیہ بٹی کے والدین یہاں پہنچ گئے ہیں تیمور میاں اور افشین میرے سامنے ہی بیٹھے ہیں۔"

"او..... اچھا بوا جی آپ نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں۔"

"نہیں لیکن یہ دونوں اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں گھر آ رہا ہوں انہیں لینے' بائے۔" نوفل نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

نوفل نے نگین کو تیمور حسن اور افشین کے آنے کا بتایا تو علی نے بھی سن لیا۔ وہ جانے لگا تو ان دونوں کی نظر کوریڈور کے آخری سرے سے اپنی جانب آتی نوشین اور امینہ پر پڑی۔

"یہ وہ مائیں ہیں جنہوں نے ایک بیٹی کو موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" نوفل نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے علی سے کہا اور تیزی سے گھر جانے کے لیے بڑھ گیا ان دونوں کو بنا کچھ کہے ان کے پاس سے گزر گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ شرمندہ سی ہو گئیں۔ علی نے بھی اپنی ماں کو دیکھتے ہی رخ پھیر لیا تھا۔ امینہ تڑپ اٹھی تھیں۔ نوشین اور امینہ ان تینوں کے قریب پہنچیں تو تینوں نے ہی ناراضگی اور غصے سے انہیں دیکھ کر نگاہیں پھیر لی تھیں۔

"کیسی ہے میری رانیل؟" نوشین نے بھیگتی آواز میں پوچھا۔
"مر رہی ہے آپ خوش ہوجائیں۔ جشن منائیں اپنی فتح کا آپ کے بدلے اور حسد کی آگ میں جل کر مر رہی ہے آپ کی اپنی بچی۔" نگین نے غصے سے جواب دیا۔
"ایسا مت کہو اسے کچھ نہیں ہوگا۔"
"علی بیٹے! کیا کہا ڈاکٹر نے؟" امینہ نے علی سے پوچھا۔
"نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے اس معصوم لڑکی کا اڑتالیس گھنٹے تک اگر اسے ہوش نہ آیا تو...... فاتحہ پڑھ لیجیے گا۔" علی نے کہتے ہوئے دل کے ساتھ تلخی سے کہا۔
"نہیں نہیں اللہ نہ کرے اسے میری بھی عمر لگ جائے۔" امینہ نے تڑپ کر کہا تو وہ سر جھٹک کر خاموش ہوگیا۔ اس کا رواں رواں رانیل کی صحت یابی اور درازی عمر کی دعا مانگ رہا تھا اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔
"اب یہاں کون سا ڈرامہ کرنے آئی ہیں آپ رانیل کو موت کی دہلیز پر آپ نے پہنچایا ہے اب کیا اسے تڑپتے ہوئے دیکھنے آئی ہیں۔ شرم آرہی ہے مجھے اپنے آپ پر کہ میں آپ جیسی عورت کی بیٹی ہوں ایسی عورت جو صرف اپنا فائدہ اور سکون دیکھتی ہے جو ہمیشہ اپنے لیے جیتی رہی جسے کسی رشتے سے کوئی غرض نہیں کسی رشتے کا کوئی احساس نہیں۔" نگین نے بہت ضبط سے مگر غصیلے لہجے میں دھیمی آواز میں کہا تو نوشین کے پاس اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا سوائے اشک ندامت کے۔
"رانیل کے ماں باپ کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے ان کا سامنا کیسے کریں گی آپ دونوں؟" علی نے تلخی سے کہا اور دانت پیستا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔
"بواجی آپ کیا چھپا رہی ہیں ہم سے؟" تیمور حسن نے کھڑے ہوکر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کس بچی کی بات کررہی تھیں فون پر...... ہماری رانیل تو خیریت سے ہے نا؟" افشین بھی پریشانی میں اٹھ کر ان کے پاس آگئیں۔
"نہیں......" بواجی کا ضبط بھی جواب دے گیا تھا انہوں نے انہیں الف سے ی تک ساری بات بتادی۔ رانیل کے اس گھر میں آنے سے لے کر اس کے ہوٹل جانے تک کی کہانی حرف بہ حرف کہہ سنائی۔ تیمور حسن اور افشین تو دل تھام کر رہ گئے۔
"ہمیں کسی نے کیوں کچھ نہیں بتایا؟ ہماری بیٹی کوئی لاوارث یا یتیم نہیں تھی کہ اس گھر کے علاوہ اسے کہیں پناہ نہ ملتی۔ ہم اسے وہیں رہنے دیتے وہ اپنے بھائی کے پاس آرام سے رہتی۔ بہت ظلم کیا ہے نوشین نے ہماری بیٹی پر خدا ہماری بچی کو سلامت رکھے۔ کتنے پیار سے پال پوس کر بڑا کیا ہے ہم نے اسے اور اس گھر میں اسے اتنا آزار پہنچایا گیا بہت بڑی بھول ہوگئی ہم سے کہ ہم نے رانیل کو وہاب احمد کے اصرار اور بھروسے پر یہاں بھیج دیا۔" تیمور حسن نے دلگیر لہجے میں کہا اسی وقت نوفل وہاں پہنچ گیا۔
"السلام علیکم انکل۔" نوفل سلام کرتا ہوا آگے آیا تو تیمور حسن نے اسے گلے سے لگالیا۔
"کیسی ہے میری بیٹی؟"
"انکل شی از ناٹ فائن۔" نوفل نے بمشکل بتایا۔
"کیا ہوا ہے رانیل کو؟" افشین نے پریشان لہجے میں پوچھا۔
"نن...... نروس بریک ڈاؤن۔"
"واٹ......؟" تیمور حسن کا دل دہل گیا اور افشین تو سنتے ہی صدمے سے بے ہوش ہوگئیں۔
"اشی! ہوش میں آؤ کچھ نہیں ہوگا ہماری بچی کو۔" تیمور حسن نے افشین کو سنبھالتے ہوئے بے قراری اور اضطراری کیفیت میں کہا نوفل پانی لانے کے لیے دوڑا تھا۔

......☆☆☆......

ہسپتال میں سب ہی موجود تھے۔ افشین مسلسل رو رہی تھیں۔ تیمور حسن نے وہاب احمد کو گلے لگایا تو وہاب احمد رو پڑے اور بھیگتے لہجے میں کہنے لگے۔
"میں اپنی بیٹی کو کوئی خوشی نہیں دے سکا تیمور بھائی! میں اپنی بیٹی کو اپنی بیوی کے قہر سے نہیں بچا سکا۔ اگر

خدانخواستہ رائمل کو کچھ ہوگیا...... تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔"

"حوصلہ رکھو وہاب! ہماری بچی کو کچھ نہیں ہوگا ہم سب کی دعائیں اسے بچالیں گی۔ اپنی عمر سے بڑے دکھ جھیل رہی ہے وہ...... اور مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اسے سکھ بھی ہماری امیدوں سے زیادہ ملیں گے۔" تیمور حسن نے ان کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بڑے حوصلے اور یقین سے کہا تو انہوں نے ان شاء اللہ کہا اور اپنے آنسو پونچھے۔

تیمور حسن کے دل میں بہت سے شکوے تھے غصہ تھا وہاب احمد کو کھری کھری سنانے کا دل چاہا تھا مگر سارے قصے میں ان کا کوئی قصور نہ پاکر اور ان کی ابتر حالت دیکھ کر وہ اپنا سارا غصہ اور گلہ بھول گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ رائمل کے باپ کی حیثیت سے وہ اس وقت کس کرب سے دوچار ہیں۔ ان کا درد مشترک تھا لہٰذا انہیں حوصلہ دینا ہی مناسب تھا۔ بات کا آخری پہر تھا نوفل، تبین اور افشین گھر چلی گئی تھیں۔ ذوالنون بھی گھر سے سیدھا ہسپتال آگیا تھا۔

افشین اور تیمور حسن نے ہمیشہ کی طرح اسے اپنے گلے سے لگا کر پیار کیا تھا جیسے وہ ان کا بیٹا ہو اور یہ سچ بھی تھا، اگرچہ ذوالنون ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر ہی تھا۔

علی آئی سی یو کے باہر کھڑا تھا نگاہیں ونڈو سے رائمل کو بھیگی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ جو بیڈ پر مشینوں میں جکڑی ہوئی بے سدھ لیٹی تھی۔ اس نے کب سوچا تھا کہ اس کی زندگی میں کبھی کوئی اس طرح کا پل بھی آئے گا کہ وہ رائمل کو اس حالت میں دیکھے گا۔ اس رائمل کو جسے دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرنے لگا تھا۔ وہ رائمل جس کے معصوم انداز دبیان، لب ولہجے اور حرکات پر وہ جان و دل سے فریفتہ تھا وہ آنچل...... اس وقت زندگی اور موت کے درمیان کھڑی تھی۔

یہ سب علی کی برداشت سے باہر ہورہا تھا۔ اسے اپنی ماں اور ممانی پر غصہ آرہا تھا جن کی وجہ سے اس کی محبت موت کے سرہانے کھڑی تھی مگر وہ بے بس تھا کچھ نہیں کر پارہا تھا اس کے لیے اسے دکھ تو اس بات کا تھا کہ اس کے اپنوں نے رائمل کو اس حال کو پہنچایا تھا۔ اس کے ماں باپ کو دکھ سے دوچار کیا تھا۔

"میری بہن بہت بہادر ہے اور بہادر لوگوں کے لیے اللہ اپنا پیار سنبھال کے رکھتا ہے انہیں ایسی کسی کڑے وقت میں دینے کے لیے ان شاء اللہ ہماری رائمل بھی اللہ کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہوجائے گی۔ دعا میں بہت طاقت ہے آپ دعا کریں دل سے مانگی گئی دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں۔" ذوالنون نے سنجیدہ اور پریقین لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" علی نے گہرا سانس لے کر کہا اور وضو کرنے چلا گیا۔ وضو کرکے دو رکعت نماز حاجت ادا کی رائمل کی صحت وسلامتی کی گڑگڑا کر دعا مانگی۔

سورج نے شب کی چادر کو چیرتے ہوئے آنکھ کھولی تو رائمل کے وجود میں بھی زندگی نے انگڑائی لی اور اس نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ خالی خالی آنکھوں اور خالی ذہن کے ساتھ وہ آئی سی یو میں نگاہ دوڑا رہی تھی۔

"شکر ہے آپ کو ہوش آگیا میں ڈاکٹر صاحب کو بلاتی ہوں۔" نرس نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تو اس کے حواس بیدار ہونا شروع ہوگئے۔ اس نے آنکھیں پھر سے بند کرلیں اور ذہن پر زور ڈالا تو اسے یاد آنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ اور اس کے یہاں ہاسپٹل میں ہونے کا سبب کیا ہے؟ نرس نے سب کو رائمل کے ہوش میں آنے کی خبر کردی تھی۔

سبھی اللہ کا شکر ادا کرنے لگے اور اس سے ملنے اور بات کرنے کے لیے مچلنے لگے۔ ڈاکٹر مجاہد نے رائمل کا معائنہ کیا ماشاء اللہ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے مگر ابھی انہیں زیادہ بات کرنے کی اجازت نہیں۔ ڈاکٹر مجاہد نے اس وقت تیمور حسن اور افشین کو رائمل کے سامنے جانے سے روک دیا تھا ان کا کہنا تھا کہ رائمل انہیں دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کرے گی روئے گی اور اس کی حالت پھر سے بگڑ جانے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ یہ بات وہ دونوں بھی سمجھ رہے تھے۔ سو دل پر پتھر رکھ کر ویٹنگ روم میں ہی بیٹھے رہے۔ سب سے پہلے وہاب احمد رائمل سے ملنے گئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا دعا دی اور واپس آگئے۔ پھر ذوالنون

اس سے ملنے آیا۔

"ویل از ناٹ فیئر مسز ذوالنون آپ مزے سے بیڈ پر آرام فرما رہی ہو اور ہم باہر کھڑے سوکھ رہے ہیں۔" ذوالنون نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم کر اپنے مخصوص انداز میں کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

"کیسا محسوس کررہی ہو؟" ذوالنون نے سوال کیا۔

"بہت..... اکیلا۔" وہ بمشکل بول پائی۔

"ارے..... میں ہوں نا تمہارا بھائی' ہم سب یہاں موجود ہیں تمہارے لیے..... وہ تو ڈاکٹر نے سب کو تم سے ملنے کی اجازت نہیں دی ورنہ سب یہاں ہوتے اس وقت' یار جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ' ہم سب بہت پریشان ہیں تمہارے لیے۔" ذوالنون نے دوستانہ انداز میں کہا۔

ذوالنون بھی چلا گیا پھر علی آیا تو رابیل کا زخم تازہ ہوگیا۔ علی کو دیکھ کر اس کی تکلیف ایک دم سے ہی بڑھ گئی تھی۔ اس کی امی کا سلوک یاد کرکے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ علی اس کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگالیا۔ رابیل کو اپنا ہاتھ گیلا ہوتا محسوس ہوا تو اس نے بغور دیکھا علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"آپ کیوں..... رو رہے ہیں؟"

"تمہاری جدائی کے ڈر سے۔" علی نے اس کا ہاتھ چوم کر جواب دیا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" رابیل نے آہستہ سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ علی نے بے قراری سے اسے دیکھا اور اپنے آنسو صاف کرکے باہر چلا آیا۔

......☆☆☆......

کرن بہت شرمندہ اور پریشان تھی۔ ذوالنون کو ناراض کرکے اس پہ شک کرکے جب سے وہ گیا تھا کئی بار اسے "سوری" کے میسج کرچکی تھی مگر ذوالنون کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ وہ لاکھ کوشش کرتی خود کو اس کے راستے سے الگ کرنے کی بھول جانے کی لیکن دل کو کچھ جیسے ضد سی ہوگئی تھی کہ ذوالنون نہیں تو کوئی نہیں۔ وہ نہیں تو زندگی نہیں۔

کرنل ابرار اور این جی او کی صدر بیگم عالیہ ابرار کی اکلوتی بیٹی کرن جو دو بھائیوں کی چھوٹی اور لاڈلی ہونے کی وجہ سے ہر چیز اپنی سوچ اور خواہش کے مطابق حاصل کرنے کی عادی تھی' دل کے معاملے میں ایسی پھنسی کہ اس کی ساری من مانی اور خود سری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ آگئی تھی کہ دل کے سودے میں نفع اسی صورت میں ہوتا ہے جب دوسرا بھی اس سودے پہ دل سے راضی ہو' یک طرفہ دل دینے سے دل لگی میں سراسر گھاٹا ہے اور آپ زبردستی کسی کو خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ اب تو کرن نے خود کو بہت حد تک بدل لیا تھا۔ کوکنگ بھی سیکھنے کی کوشش کررہی تھی' خود کو ذوالنون کی پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کررہی تھی' وہ اسے اس کے اظہار محبت پر کبھی بھی اس کی مرضی کا جواب نہیں دیتا تھا اور اسے یقین تھا کہ ذوالنون دل ہی دل میں اس سے محبت کرتا ہے بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ کرن ابرار جیسی حسین و جمیل اور ویل آف لڑکی کو کوئی ناپسند کرے یا اسے رد کردے' اسے اپنے حسن و جمال پر اور اپنے پاپا کے شاندار اسٹیٹس پر بہت ناز اور اعتماد تھا۔ بلکہ شروع میں تو ذوالنون اسے گھمنڈی لڑکی کہا کرتا تھا اور اس کی کلاس فیلوز کرن کو مغرور حسینہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ تو ذوالنون سے محبت نے کرن کا سارا غرور اور گھمنڈ خاک میں ملا دیا تھا۔ جو کسی کو لفٹ نہیں کراتی تھی۔

"ڈونٹ ڈسٹرب می۔" ذوالنون نے تنگ آکر کرن کو جواب دیا۔

"شکر ہے جواب تو آیا تم بہت ظالم ہو ذوالنون۔" کرن نے بھیگی آنکھوں سے اس کا جواب پڑھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی' تمہاری بدتمیزی بھولا نہیں ہوں' یاد ہے سب۔" ذوالنون نے غصے سے جواب ٹائپ کرکے سینڈ کیا۔

......☆☆☆......

رابیل کی طبیعت اب کافی بہتر تھی۔ ڈاکٹر نے اسے ریکوری روم میں شفٹ کردیا تھا۔ نرس اسے تکیے کے سہارے بیڈ سے ٹیک لگا کر بٹھا رہی تھی جب تیمور حسن اور افشین کمرے میں داخل ہوئے رابیل نے انہیں دیکھا تو

بیٹا یکدم سے اس کے اندر زندگی سی دوڑ گئی۔

"ممّا...... پاپا۔" اس کے لب ہلے۔

"رائمل میری بچی...... میری گڑیا۔" افشین تیزی سے آگے بڑھیں اور رائمل کو اپنی ممتا بھری آغوش میں سمو لیا۔ تیمور حسن کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔ وہ اس کے قریب آ بیٹھے اور اس کے سر پر دست شفقت رکھا تو وہ تڑپ کر افشین کی بانہوں کے حصار سے نکلی اور انہیں دیکھتے ہوئے روتے ہوئے بولی۔

"پاپا...... پاپا...... میں آپ...... کی بیٹی ہوں ناں۔"

"ہاں پاپا کی جان! آپ میری بیٹی ہو اپنی مما کی بیٹی ہو۔" تیمور حسن نے بھیگتی کانپتی آواز میں پیار سے کہا۔

"وہ جھوٹ...... بول رہی ہیں نا...... میں تو آپ دونوں کی بیٹی ہوں...... نوشین آنٹی...... میری مما نہیں ہیں...... وہ...... میری کچھ نہیں لگتیں...... میں تو آپ کی بیٹی ہوں۔" رائمل ان کے سینے سے لپٹی روتے ہوئے اٹک اٹک کر بول رہی تھی اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اشک بار تھے۔ علی دروازے سے اندر آتے آتے وہیں رک گیا تھا۔ رائمل کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے وہ بہت بے کل و بے قرار ہو رہا تھا اس کی اس حالت پر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے سارے آنسو اپنے اندر سمو لے۔

"پاپا' مما یہاں سے...... چلیں...... واپس لندن...... اپنے گھر چلیں...... مجھے یہاں نہیں رہنا...... بھائی کے پاس چلیں۔" رائمل نے روتے ہوئے کہا تو علی کا دل اس کے جانے کے خیال سے ہی تڑپ کر چیخ اٹھا۔

"وہ چلی گئی تو وہ کیسے جیئے گا؟"

"ہاں میری جان ہم واپس جائیں گے۔ آپ جلدی سے صحت یاب ہو جاؤ ہم سب واپس لندن جائیں گے نبیل کے پاس۔ وہ بھی ہمارا انتظار کر رہا ہوگا نا۔ بس آپ پریشان مت ہو ورنہ نہیں۔ ہم ہیں ناں اپنی بیٹی کے پاس اب کوئی ہماری بیٹی کو کچھ نہیں کہے گا۔" تیمور حسن رائمل کے سر اور ماتھے پر بوسہ دے کر اسے پیار سے جواب دے رہے تھے۔ علی کو خود پر زندگی کی راستے بند ہوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں تھے۔ وہ تیزی سے واپس پلٹ گیا۔ وہاں مزید کھڑے رہنا اس کے لیے محال ہو گیا تھا۔

"علی بھائی...... علی بھائی۔" وہ تیزی سے اپنی ہی سوچوں میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ جبکہ ذوالنون اسے آواز دیتا رہ گیا۔

"علی بھائی کو کیا ہوا؟" ذوالنون نے حیرت سے زیر لب کہا اور رائمل کے کمرے میں آ گیا۔

"رائمل تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' مجھے کسی کو تم سے ملوانا ہے۔"

"کس سے؟" رائمل نے آہستگی سے پوچھا وہ دونوں بھی ذوالنون کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ فوجی کٹ بالوں میں اونچا لمبا گورا چٹا' کسرتی بدن' دل کش نین نقش والا ذوالنون بہت ہی اسمارٹ اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری اور اس کی لمبی اور نیک عمر کی دعا مانگی۔

"تمہاری ہونے والی بھابی سے۔" ذوالنون نے بے ساختہ جواب دیا۔

"ہیں......!" رائمل نے حیرت سے بھنویں اچکا کے دیکھا۔

"ہاں......" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تو تینوں کو ہنسی آ گئی۔

"ذوالنون آپ مجھے مما کہہ کر مخاطب کیا کرو۔" افشین نے اس کے دائیں رخسار پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے ممتا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے دل میں کچھ ہونے لگا۔

اسے کسی نے اب تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ نوشین کا نہیں افشین کا بیٹا ہے افشین اور تیمور حسن اس کے اصل ماں باپ ہیں۔ باقی کہانی تو وہ سن چکا تھا اور اسے رائمل سے کھو کا پورا پورا احساس تھا۔

"ہاں کیونکہ تم میرے بیٹے ہو۔ تمہیں میں نے جنم دیا تھا مگر......" افشین نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے دیکھتے ہوئے پرنم آواز میں کہا تو جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ کے گرا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے انہیں تک رہا تھا۔ اسی وقت وہاب احمد آ گئے......! اور پھر جو

تلخ حقیقت ذوالنون پر آشکار ہوئی اس نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ وہ گم صم بیٹھا تھا۔ رامیل کو بہت دکھ ہو رہا تھا۔ وہ اس کی کیفیت کو سمجھ سکتی تھی۔ محسوس کر سکتی تھی کیونکہ وہ خود بھی اسی کربناک احساس سے گزر رہی تھی۔ ذوالنون سمجھدار تھا حالات کی نوعیت و نزاکت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ تو کسی سے بھی گلہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا خود کو کیونکہ افشین اور تیمور حسن نے اسے ہمیشہ ماں باپ کی طرح پیار کیا ہمیشہ اپنا بیٹا ہی سمجھا اور وہاب احمد نے بھی اسے کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ اسے بے حد محبت واپنائیت، خلوص شفقت بھرے دوستانہ انداز میں پروان چڑھایا۔ نوشین نے بھی کبھی اس کے ساتھ برا رویہ نہیں رکھا تھا۔ کیونکہ اسے اپنا بیٹا سمجھتی تھیں۔ ذوالنون کو تو وہاب احمد نوفل، تمکین، رامیل، نبیل، تیمور حسن اور افشین سے ہمیشہ محبت اور اپنائیت ہی ملی تھی۔ وہ تو رامیل کے حصے میں آئے تھے۔

"بھائی کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" رامیل نے ذوالنون کو خاموش سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا تو ذوالنون نے اس کی طرف دیکھا نفی میں سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ کچھ نہیں اور اٹھ کر اس کے سر پر دست شفقت رکھا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ سب اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے اسی لیے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

"یہ کیسی زندگی ہم کو ملی ہے؟
قدم قدم پہ آزردگی ہے
جسے سمجھے تھے اپنا غیر نکلا!
سزا الفت کی یہ کتنی کڑی ہے
رہی نہ خون کے رشتوں میں باقی......
وفا کی ملائیوں بکھری پڑی ہے
حسد ہو خود پرستی یا انا ہو
محبت اس جگہ پہ کب رہی ہے؟
چلو تم بھی سنبھالو اپنے دل کو
اگرچہ یہ قیامت کی گھڑی ہے
زندگی ہے اسی کا نام پیارے!
یہ جو ہنستے ہنستے رو پڑی ہے!

ذوالنون کی سماعتوں میں کرن کی دلکش آواز میں سنائی گئی یہ غزل تازہ ہو رہی تھی جو اس نے سب دوستوں کے بیچ بیٹھ کر سنائی تھی اور خوب داد پائی تھی اور آج ذوالنون کو محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ غزل اس کے لیے لکھی گئی ہو۔

علی گھر آ گیا تھا۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ دو دن اور دو راتوں سے مسلسل جاگ رہا تھا۔ رامیل کی وجہ سے کتنا پریشان رہا تھا یہ وہی جانتا تھا اس کی حالت سنبھل رہی تھی یہ بات سب کے لیے خوش آئین تھی علی کے لیے بھی۔

لیکن رامیل کا واپس لندن جانے کا خیال و اصرار علی کے دل کا قرار لوٹ کر لے گیا تھا۔ وہ کیسے رہے گا اس کے بنا؟ کیسے روکے گا اسے؟

رامیل کا واپس لندن جانے کا اصرار کچھ غلط تو نہیں تھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ یہاں ہوا وہ سب کسی کو بھی بددل اور متنفر کرنے کے لیے کافی تھا اس کی جگہ اگر وہ بھی ہوتا تو ایسا ہی کہتا...... مگر یہاں وہ اس کی کیفیت و حالت کو سمجھنے کے باوجود اپنی کیفیت اور حالت پہ قابو نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ رامیل سے دور جانے کے تصور سے ہی ہراساں اور دکھی ہونے لگتا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ کیسے روکے رامیل کو؟ یہی سوچتے خود سے لڑتے الجھتے سوال جواب کرتے وہ تھک کر نیند کی وادی میں پہنچ گیا۔

چار گھنٹے کی نیند کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وال کلاک پر وقت دیکھا۔ وہ پہر کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس نے نوفل کے سیل فون پر کال کر کے اس سے رامیل کی موجودہ کنڈیشن کے بارے میں معلوم کیا جو کہ اب تسلی بخش تھی۔ یہ جان کر علی کو بھی تسلی ہوئی۔ وہ کچھ دیر یونہی لیٹا رہا پھر اٹھ کر وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔ کافی دیر نہانے کے بعد تازہ دم ہو کر باہر آ گیا۔ امینہ نے کھانا لگوا دیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھانے لگا۔ امینہ نے اسے دیکھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔

"علی بیٹا ناراض ہو تم مجھ سے۔"

"نہیں۔" وہ نوالہ چباتے ہوئے انہیں دیکھنے سے قطعی گریز برت رہا تھا۔

...سے موت ... ہوئی مجھ سے۔"

"میں کون ہوتا ہوں آپ کو معاف کرنے والا؟ جس کو آپ کی غلطی نے موت کے دہانے پر پہنچا دیا تھا' معافی اس سے مانگیں۔" علی نے اپنی بات مکمل کی کھانا ختم کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

شرمندگی کے احساس نے امینہ کے پورے وجود کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ اپنے بھائی وہاب احمد کے زبانی انہیں ساری حقیقت معلوم ہوئی تھی اور انہیں رانیل سے دلی ہمدردی اور انسیت محسوس ہو رہی تھی۔ انہیں اب رانیل کو اپنی بہو بنانے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ ان کے بیٹے کی خوشی بھی رانیل تھی اور بھائی کی بیٹی بھی..... اب وہ رانیل کو پورے شان شوکت سے بیاہ کر اپنے گھر لانے کا سوچ رہی تھیں لیکن اس سے پہلے کے مراحل انہیں کافی مشکل لگ رہے تھے کیونکہ تیمور حسن اور افشین واپس لندن جانے کا فیصلہ کر چکے تھے انہیں بس رانیل کی صحت یابی کا انتظار تھا۔

"ٹھیک ہی تو تھا ان کا فیصلہ ایسے بے رحم اور سازشی جھوٹے اور مکار رشتے داروں میں رہنے سے تو بہتر ہے کہ انسان غیروں کے دیس میں جا کے سکون سے رہے۔" امینہ فکرمندی سے حالات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تھک کر انہوں نے اپنے شوہر عثمان عزیز کو فون ملایا۔

نوشین نے تو خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا؟ اس میں کسی کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی خاص طور پر رانیل' افشین اور تیمور حسن سے تو وہ نگاہ ملانے کی بھی تاب نہیں پا رہی تھی خود میں۔ سب رانیل کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اس سے محبت اور اپنائیت برت رہے تھے اور وہ اپنے ممی پاپا کو پا کر پھر سے جی اٹھی تھی۔ وہ بہت بہادر لڑکی تھی' مضبوط اعصاب کی مالک تھی' جب ہی اتنا کچھ برداشت کر کے پھر سے خود کو زندگی کی طرف لے آئی تھی۔ ہسپتال سے ڈسچارج ہوتے ہی وہ "ماجد ہاؤس" آ گئی تھی۔ افشین اور تیمور حسن نے ان حالات میں "وہاب لاج" میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا۔ زاہد اور عابد ماموں ممانیاں اور ان کے بچے سب ان کے آنے سے بہت خوش تھے اور نگین بھی وہیں آ گئی تھی۔

"تم نے بتایا ہی نہیں اتنا کچھ ہو گیا اور تم اکیلی اس ٹینشن کو جھیلتی رہیں۔" خرم نے موقع ملتے ہی نگین سے شکوہ کیا وہ رانیل کے لیے سوپ بنا رہی تھی۔

"نہیں تو سب ساتھ تھے ذیشان' نوفل' ذوالنون' علی بھائی اور ویسے بھی ہر انسان کو اپنے حصے کی ٹینشن خود ہی جھیلنا ہوتی ہے۔" نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

......☆☆☆......

"خود کو کب تک کمرے میں قید رکھو گی نوشین بیگم! جو آگ تم نے لگائی تھی اس میں جو کچھ جلنا تھا وہ بھی جل گیا اور جو نہیں جلنا تھا وہ بھی خاکستر ہو گیا۔ اب تو صرف دھواں اٹھ رہا ہے ہم راکھ کے ڈھیر پہ بیٹھے ہیں۔ تم ان لوگوں میں سے ہو نوشین بیگم! جو اپنے ہی گھر کو آگ لگا کر ہاتھ تاپتے ہیں۔" نوشین کے کمرے میں آ کر وہاب احمد نے بہت تلخ اور سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ شرم سے نظریں جھکا گئیں۔

"میں نے یہ سب نہیں چاہا تھا وہاب۔"

"تم نے جو چاہا تھا وہ بھی تو نہیں ہوا نا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوتا وہی ہے جو اللہ پاک چاہتا ہے تم نے اپنی غلطی سے اپنی ہی نہیں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کی رشتوں کی بھی زندگی اجیرن بنا دی دکھ بھر دیئے ہم سب کی زندگیوں میں۔"

"وہاب پلیز مجھے..... معاف..... کر دیں..... میں نے واقعی بہت خسارے کا سودا کیا۔ آج میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے اشک ندامت اور پچھتاوے کے..... پلیز آپ مجھے معاف کر دیں۔ بچوں سے بھی کہیں کہ وہ بھی مجھے معاف کر دیں۔" نوشین نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا وہاب احمد کو اس عورت پر بہت ترس آیا اس وقت وہ اجڑی ہوئی بوسیدہ عمارت کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ کسی بیوہ کی طرح بے آسرا دکھائی دے رہی تھی۔ وہ نوشین جو ہر وقت فیشن سازی اور زیورات میں میک اپ سے بنی سنوری رہتی تھی اب گزشتہ کئی روز سے وہ ابتر حلیے میں تھی۔ اپنی تمام ایکٹویٹیز اس نے ترک کر دی تھیں۔ اپنے رویے سے عمل سے اپنی منفی سوچ سے وہ سب سے الگ ہو گئی

تھی۔ وہ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سب لوگ اس پر ہنس رہے ہوں اُسے لعن طعن کر رہے ہوں اُسے نفرت سے دیکھ رہے ہوں اُسے سنگسار کرنے کے لیے تیار کھڑے ہوں اور اس کے پاس کوئی جائے فرار نہ ہو۔

"نوشین بیگم! رشتے محبت سے بنتے ہیں' گھر خلوص و پیار سے بستے ہیں' اصل چیز محبت ہے دوسروں کے لیے اپنی خوشی' اپنی مرضی' اپنی چاہ کو قربان کر دینا' لینا تو بہت آسان ہے دینا اور دے کر خوش ہونا ہی اصل محبت ہے' کبھی کسی کو محبت دے کر دیکھو جواب میں کتنی محبت ملتی ہے' بدلے میں کتنی خوشیاں ملتی ہیں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ایک بات اب اپنے پلے سے باندھ لو نوشین اور وہ یہ کہ تکبر سے پاک گفتگو مفاد سے پاک محبت' لالچ سے پاک خدمت اور خود غرضی سے پاک دعا ہی سچے رشتے کی دلیل ہوتی ہے' دل کو ہر طرح کے بغض سے پاک کر کے صرف محبت کو اس میں بسا کے دیکھو اس سے پہلے کہ وقت باقی نہ رہے' اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے اس سے پہلے کہ معاف کرنے والے چلے جائیں۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا اور کمرے سے باہر آ گئے جہاں تیمور حسن ان کے منتظر تھے۔

"آپ کب آئے؟" وہاب احمد نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا' ڈیشنگ اور گریس فل تیمور حسن بہت سنجیدہ اور دھیمے لہجے میں بولے۔

"بس ابھی چند منٹ پہلے' کیسے ہیں آپ اور نوشین؟ جب سے آئے ہیں ایک بار بھی ملنے نہیں آئیں۔"

"دراصل وہ اپنے کیے پر بہت نادم ہے تب سے خود کو کمرے میں بند کر رکھا ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پہننے اوڑھنے کا' پچھتاؤں کی آگ' شرمندگی کے آتش فشاں میں سلگ رہی ہے' معافی مانگنا چاہتی ہے آپ سب سے لیکن......! سامنے آنے کی جرات نہیں اس میں۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"چلیں یہ بھی غنیمت ہے کہ انہیں اپنی زیادتیوں اور غلطیوں کا احساس تو ہوا' آپ کا حوصلہ اور ظرف بھی کمال کا ہے وہاب میاں۔"

"میری بیٹی اب کیسی ہے؟"

"ماشاء اللہ! اب تو بالکل ٹھیک ہے بس کمزوری ہے ان شاء اللہ وہ بھی جلد دور ہو جائے گی۔ ہم سب اگلے ہفتے واپس جا رہے ہیں سوچا آپ کو بتا دوں۔" تیمور حسن نے سنجیدگی سے کہا تو وہ فکر مندی سے بولے۔

"اور راحیل۔"

"راحیل کے بغیر ہم کیسے جا سکتے ہیں' وہ بیٹی ہے ہماری' اور وہ بھی اب مزید یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی۔ آپ لوگوں کی مہمان نوازی اسے ہی نہیں ہمیں بھی ہمیشہ یاد رہے گی۔" تیمور حسن کے یہ الفاظ ان کے دل پر خنجر کی طرح لگے تھے۔ علی' امینہ اور عثمان عزیز اسی وقت ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تھے ان کی بات سن کر ایک دوسرے کو الجھن آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں تیمور بھائی۔"

"میں آپ کو شرمندہ کرنے نہیں آیا۔" تیمور حسن نے کہا۔

"السلام علیکم!" عثمان عزیز نے باآواز بلند سلام کر کے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔ تو دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے بغل گیر ہوئے۔

"وعلیکم السلام! عثمان بھائی آپ کب آئے؟" وہاب احمد نے پوچھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں رات پہنچا تھا' آپ کی آپا جان کا حکم تھا سو تعمیل ضروری تھی اور تیمور میاں' ہم آپ کو ایسے نہیں جانے دیں گے ہماری بہو آپ ہمارے حوالے کر کے ہی جا سکتے ہیں یہاں سے۔" عثمان عزیز نے تیمور حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں ایک ساتھ صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بھائی جان! آپ ساری حقیقت سے باخبر تو ہو گئے ہیں۔ میں اپنی بیٹی کو اس کی مرضی کے بغیر رخصت نہیں کروں گا۔ وہ اس رشتے کو قائم رکھنا بھی چاہتی ہے کہ نہیں...... یہ مجھے اس سے پوچھنا ہوگا...... اور اگر وہ یہ رشتہ

قائم رکھنا چاہتی ہے تو بھی میں اتنی جلدی رامل کی رخصتی نہیں کروں گا ابھی وہ کم عمر ہے انیس برس کی ہے میری بیٹی اور اپنی عمر سے زیادہ بڑے دکھ اٹھائے ہیں اس نے یہاں آ کر میں جلد بازی میں اس کے مستقبل کا اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتا...... کم از کم تین سال تک میں رامل کی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔" تیمور حسن نے نہایت مودب اور سنجیدہ لہجے میں کہا تو علی نے بے کل ہو کر کہا۔

"انکل میں رامل کے سوا کسی اور لڑکی سے شادی کے حق میں نہیں ہوں۔ میں دل سے اس نکاح کو قائم رکھنا چاہتا ہوں اسے کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچنے دوں گا۔ بہت خوش رکھوں گا میں آپ کی بیٹی کو۔"

"جیتے رہو بیٹے آپ پر تو مجھے پہلے بھی اعتبار تھا لیکن......" تیمور حسن نے امینہ کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔

"تیمور تم میرے لیے وہاب جیسے ہی ہو دیکھو بڑوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں میں مانتی ہوں اپنی غلطی کی معافی مانگتی ہوں تم سے اور رامل سے بھی بس اس رشتے کو ختم مت کرنا ورنہ میرا اینا ختم ہو جائے گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے سوچتے ہیں اس بارے میں میں اپنی بیوی اور بیٹی سے بھی مشورہ کر لوں اور اپنے بزرگوں سے بھی رائے لے لوں اس کے بعد فیصلہ کریں گے ان شاء اللہ! وہی ہوگا جو ہمارے حق میں ہمارے بچوں کے حق میں بہتر ہوگا۔" تیمور حسن نے مسکرا کر کہا۔

......☆☆☆......

"ذوالنون نے تھک کر بستر پر خود کو گرا لیا تھا چاہتے ہوئے بھی اسے بار بار یہ احساس ستانے لگتا کہ جو نام اس کے والدین کے خانے میں درج ہے وہ شخص اس کا حقیقی باپ نہیں ہے دکھ تو اسے بھی ہوا تھا اپنی حقیقت جان کر لیکن وہاب احمد اور تیمور حسن اور افشین کی محبتیں اتنی زیادہ اور بے پایاں تھیں کہ اسے ان سے شکوہ کرنے کا جواز ہی نہ مل پاتا وہ خود کو خوش قسمت سمجھنے لگتا کہ اس کے دو والدین ہیں جن کی محبت اسے ملی دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ وہ اللہ کے اس عجیب انتظام پر مسکرایا۔ سیل فون پر میسج ٹیون بجی اور ذوالنون کو کرن ہی کا خیال آیا تھا کیونکہ وہ ہی اسے سب سے زیادہ میسج کرتی تھی اور جب سے وہ چھٹی لے کر گھر آیا تھا وہ پہلے سے زیادہ میسج کر رہی تھی اسے کیونکہ وہ اس سے ناراض ہو کر جو آیا تھا۔ اس نے سیل فون اٹھا کر چیک کیا کرن ہی کا میسج تھا وہ نظم پڑھنے لگا۔

"تم خفا کیوں ہو؟
تمہیں مجھ سے گلہ کیا ہے؟
اچانک بے رخی اتنی
بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟
مناؤں کس طرح تم کو؟
مجھے بتا تو بتلا دو
اگر اب ہو سکے تم سے
تو یہ احسان فرما دو
میری منزل محبت ہے
مجھے منزل پہ پہنچا دو
تمہاری آنکھ میں آنسو
مجھے اچھے نہیں لگتے
تمہارے لب پہ اب مجھ کو
گلے اچھے نہیں لگتے
تمہارے مسکرانے سے
میرا دل مسکراتا ہے
تمہارے روٹھ جانے سے
میرا دل ٹوٹ جاتا ہے"

ذوالنون کو جانے کیا ہوا؟ اس نے کرن کو کال ملا لی کرن اس کی کال پر حواس باختہ ہو گئی بھلا وہ کب اسے کال کرتا تھا۔ ضرور اس کی شامت آئی تھی اس کے ہاتھوں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کال اٹینڈ کی۔

"کیسے ہو؟"

"تم سے تو بہت اچھا ہوں تم جو چوٹ لگا کر پوچھتی ہو درد تو نہیں ہوا؟ زخم دے کر کہتی ہو خفا کیوں ہو؟ ہوا کیا ہے؟ اتنی بھولی اور نا سمجھ تو تم نہیں ہو کرن ایک بار جب اپنے محبوب کو

اپنی فیلنگس کے اظہار کے لیے شاعری بھیج سکتی ہو تو یہ بھی سمجھ سکتی ہو کہ تم نے برا کیا ہے...... اور وہ خفا کیوں ہے؟“ ذوالنون تو ایک دم سے ہی سپاٹ لہجے میں شروع ہوگیا وہ بے دم ہوتی چلی گئی۔ اس کا غصہ اتنا زیادہ تھا یہ تو اسے اب اندازہ ہو رہا تھا۔

”آئی ایم سوری ذوالنون! میں نے اس روز جو بھی کہا نہیں کہنا چاہیے تھا‘ مجھے تم پر اس طرح شک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم رئیلی سوری۔“ کرن نے شرمندگی سے کہا تو وہ اسی لہجے میں بولا۔

”سوری کہنے سے سب ٹھیک ہوجاتا ہے کیا؟“

”ہاں زندگی میں بہترین رشتہ وہی ہوتا ہے جہاں معمولی سی سوری اور ہلکی سی مسکان کے بعد زندگی پھر سے پہلے کی طرح ہوجاتی ہے۔“ کرن نے جواب دیا۔

”میں شک سے شدید نفرت کرتا ہوں اور تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی مجھے۔“ وہ غصے سے بولا۔

”تم نے کب دیکھا مجھے لڑکیوں کے پیچھے پاگل ہوتے ہوئے؟ تم جو ہزار بار مجھ سے اپنی محبت کا اظہار و اقرار کرچکی ہو میں نے کب تمہاری پذیرائی کی یا تمہیں خوش فہمی میں مبتلا کیا؟ میں تمہاری نظر میں ایسا لڑکا ہوں جو کسی بھی لڑکی سے فلرٹ کرسکتا ہے اور وہ بھی اپنی کزن کم بہن کے ساتھ......

کرن بی بی! محبت زبانی کلامی دعوے اور وعدے کرنے سے نہیں نبھتی۔ بڑی بڑی باتیں کرنے سے ثابت نہیں ہوتی‘ محبت عمل سے رویے سے ثابت ہوتی ہے۔ قربانی دینے سے امر ہوتی ہے مگر تم کیا جانو؟ تمہیں تو ہر چیز ڈش میں رکھی ہوئی ملتی رہی ہے ناں ہمیشہ تو محنت کرکے کمانے اور پانے کی لذت تم کیا جانو؟ تمہیں تو ہر وقت اپنی پڑی رہتی ہے۔ میں تم سے بات نہیں کررہا تو کیوں نہیں کررہا‘ میں رانیل کے لیے پریشان ہوں تو کیوں؟ کبھی اپنے آپ سے ہٹ کر بھی سوچا ہے تم نے؟ میں کیوں پریشان ہوں؟ میری کیا پرابلم ہیں‘ کبھی جاننے کی کوشش کی تم نے...... نہیں ناں؟ کیونکہ تمہیں صرف اپنی پروا ہے۔ صرف اپنا خیال ہے۔“ ذوالنون نجانے کہاں کہاں کا غصہ اس پر نکال رہا تھا۔ کرن بے آواز رو رہی تھی۔ اس کے دل کو گہری چوٹ لگی تھی۔ ذوالنون کے لفظوں اور لہجے میں جو کاٹ تھی اس نے کرن کا دل چیر کے رکھ دیا تھا۔

”ذوالنون آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ‘ تم نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ چوٹ کیسے لگتی ہے؟ دل کیسے ٹوٹتا ہے‘ لفظوں اور لہجے کے نشتر روح کو کیسے گھائل کرتے ہیں...... تم نے مجھے اس وقت یہ سب محسوس کروا دیا ہے۔ آئی ایم سوری اگین‘ میں دعا کروں گی کہ تمہاری تمام پرابلمز ختم ہوجائیں‘ رانیل تندرست ہوجائے اور تم اپنی فیملی کے ساتھ بہت خوش رہو ہمیشہ۔ تھینکس اینڈ سوری فار ایوری تھنگ گڈ بائے۔“ کرن نے ہمت کرکے خود کو مضبوط بنا کر پرنم آواز میں کہا اور سیل آف کردیا۔

ذوالنون کو اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی بے چین کرنے لگی۔ اس نے اپنے لفظوں اور لہجے پر غور کیا تو اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

”اوگاڈ! میں کچھ زیادہ ہی روڈ ہوگیا تھا۔ وہ یقیناً رو رہی ہوگی اس وقت۔“ ذوالنون نے دوبارہ اس کا نمبر ملایا مگر کرن نے کال ریسیو نہیں کی۔

......☆☆☆......

جب سے رانیل ماجد ہاؤس گئی تھی علی تو اس کی صورت دیکھنے کو ترس گیا تھا۔ اس کا موبائل نمبر بھی علی کے پاس نہیں تھا‘ وہاں سے کال بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مجبوراً اس نے نوفل کا نمبر ملایا۔

”السلام علیکم بھائی‘ کیسے ہیں آپ؟“ نوفل نے مہذب لہجے میں پوچھا۔

”وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں‘ رانیل کیسی ہے یار اس کا موبائل نمبر تو مجھے سینڈ کرو‘ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں‘ ملنا چاہتا ہوں۔“ علی نے جلدی سے اپنا مدعا بیان کیا بے قراری اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

”اوکے ڈونٹ وری میں آپ کو نمبر سینڈ کردیتا ہوں اور ملاقات بھی کروا دوں گا آپ نانا ابو کے گھر کیوں نہیں آجاتے؟“

”میں رانیل سے ان سب کے سامنے نہیں ملنا چاہتا‘

مناسب نہیں لگے گا اور ویسے بھی اس سے ضروری بات کرنی ہے۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں نمبر سینڈ کرتا ہوں۔" رائنل کے سیل فون پر علی کا میسج آیا تھا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں رائنل! مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں..... علی۔" رائنل نے میسج کے آخر میں علی کا نام دیکھا تو دل کی دھڑکنیں یک دم سے آپ ہی آپ تیز ہونے لگیں' چہرہ گرم ہوگیا۔ علی کا وجیہہ سراپا اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس نے بہت دکھ کے ساتھ آنکھیں موند کر سر بیڈ کے بیک کراؤن سے لگا دیا۔

"رائنل بیٹا' کیا بات ہے اتنی اداس اور چپ چپ کیوں ہیں آپ؟" تیمور حسن نے اس کے پاس آ کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تو اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا وہ شفقت سے مسکرا دیے۔

"پاپا....."

"جی پاپا کی جان! پاپا کی گڑیا..... کیا بات ہے؟"

"پاپا! علی کا میسج آیا ہے وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں' کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" وہ ان سے کچھ نہیں چھپاتی تھی دوستانہ رشتہ تھا اس کا اور تیمور حسن کا آپس میں۔ اس نے سب سچ بتا دیا۔

"تو سویٹ ہارٹ! اس میں اداس ہونے والی کون سی بات ہے آپ ان سے مل لو ویسے بھی وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں اور آپ کے لیے بہت فکر مند ہیں۔" انہیں علی ہمیشہ سے ہی پسند تھا لیکن کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ ان کا داماد بن جائے گا اور اب علی سے مل کر اس کی رائنل کے لیے محبت دیکھ کر وہ مطمئن تھے کہ یہ نکاح خواہ جیسے بھی حالات میں کیا گیا لیکن ان کی بیٹی کو ایک سلجھے ہوئے اور مہذب انسان سے منسوب کیا گیا۔ امینہ نے بھی رائنل کے ساتھ اپنے رویے پر معذرت کرلی تھی اور وہ سب رائنل کو بیاہ کے اپنے گھر لے جانے کی بات کر رہے تھے۔ تیمور حسن اور افشین کے لیے اب بھی رائنل کی رائے اس کی مرضی سب سے زیادہ اہم تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ وہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہاب احمد بھی دل سے چاہتے تھے کہ رائنل اور علی کی جوڑی بنی رہے اور نوشین کو جب سے یہ پتا چلا تھا کہ رائنل اس کی سگی بیٹی ہے تب سے وہ رائنل اور علی کے رشتے کے بنے رہنے کی دعا کر رہی تھیں۔

"پاپا! مخلص لوگ ہی زخم دیتے ہیں پھر اپنے ظلم کا مداوا کرنے کے لیے اس زخم پر مرہم لگانے کی کوشش کرتے ہیں ایسا کرنے سے زخم تو نہیں بھر پاتے' تکلیف تو کم نہیں ہو پاتی..... پاپا! اپنے ایسے ہوتے ہیں کیا جو اپنوں کا ہی دل دکھاتے ہیں؟" رائنل نے آزردگی سے کہا۔ علی کی والدہ امینہ عزیز کا حسن سلوک ان کا تھپڑ وہ بھولی نہیں تھی اب تک' وہ تھپڑ تو انہوں نے اس کے پاکیزہ کردار پر مارا تھا۔ اس کے وقار کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اسے اپنی ہی نظروں میں چور بنا دیا تھا۔ وہ کیسے بھول سکتی تھی یہ ذلت اور اہانت آمیز سلوک' وہ نفرت و ذلت تو اس کے پورے وجود میں موت بن کر سرایت کر گئی تھی۔

"میرا دل نہیں چاہتا اب نوشین آنٹی یا امینہ آنٹی سے ملنے کو۔" رائنل نے کہا۔

"معاف تو کر دیا نا آپ نے انہیں۔"

"جی..... وہ تو کب کا کر دیا۔"

"شاباش! مجھے اپنی بیٹی سے ایسی ہی اعلیٰ ظرفی اور کشادہ دلی کی توقع تھی۔ بیٹا..... دکھ سکھ زندگی کا حصہ ہیں۔ زندگی میں نہ تو ہمیشہ غم رہتے ہیں اور نہ ہی خوشیاں سدا ساتھ رہتی ہیں اگر ایسا ہونے لگے تو غم ہمیں زندگی سے بدظن کر دیں اور مسلسل خوشیاں ہمیں زندگی کی اور خوشیوں کی قدر سے محروم کر دیں گی سو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں توازن رکھا ہے اور ہمیں زندگی میں بھی توازن' میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے مائی جان۔"

"ٹھیک ہے پاپا! میں علی سے ملاقات کروں گی تو فل سے کہیے گا وہ مجھے لے جائے۔" رائنل نے ان کی باتوں کے معنی و مطالب کو سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو انہوں نے خوش ہو کر اس کی پیشانی چوم لی۔

نوفل اسے اسی ہوٹل میں لے آیا جہاں وہ پہلی بار اسے ڈنر کروانے لایا تھا۔ رائیل کی نظر فرنٹ ڈور سے اندر داخل ہوتے علی پر پڑی تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں نوفل کو اشارہ کیا نوفل نے بھی مڑ کر علی کو دیکھ لیا اور ہاتھ ہلا کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ علی بھی ان دونوں کو دیکھ چکا تھا۔ اس نے بھی ہاتھ ہلایا اور تیزی سے ان کے قریب آ گیا۔

"میں آدھے گھنٹے بعد آپ کو یہاں سے پک کرلوں گا تب تک آپ علی بھائی کے ساتھ ڈنر کریں۔" نوفل نے رائیل کو دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ہاں تاکہ پھر سے ہاسپٹل پہنچ جاؤں۔" رائیل نے فٹ سے جواب دیا تو وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ علی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود عین سامنے کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا اور اس سے دیر سے آنے پر معذرت کی۔

"مجھے لی نا باہر سے ایک ٹیم آئی ہوئی ہے اس کے ساتھ میٹنگ میں دیر ہوگئی اور پھر ٹریفک میں پھنس گیا۔" علی نے اس کے دلکش سراپے کو نگاہوں میں سموتے ہوئے کہا۔

رائیل سیاہ شلوار قمیص پر سرخ مفلر گلے میں ڈالے بے حد دلکش اور دلربا لگ رہی تھی کتنی ہی نظریں اس پر اٹھ رہی تھیں مگر وہ سب سے بے نیاز تھی۔ اپنے قیامت خیز حسن سے بھی جو علی کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں تم سے کیا کہوں؟ امی کے رویے کی معافی بھی مانگنی ہے تم سے اور......"

"میں نے سب کو معاف کر دیا ہے اس لیے کسی کو بھی مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔" رائیل نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے کہا۔

"رائیل! یاد ہے تم نے کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔" علی نے اسے یاد دلایا تو اس نے بہت ضبط سے جواب دیا۔

"اگر آپ مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں تو میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی میں کہیں بھی چلی جاؤں آپ مجھے اپنے پاس ہی پائیں گے۔ دوریاں دلوں میں ہوتی ہیں' زمین و مکاں کے فاصلوں میں نہیں اگر دل میں قریب ہوں تو زمینی فاصلوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟" رائیل کا سکون' اطمینان اور سنجیدگی علی کا سکون درہم برہم کر رہا تھا۔ وہ اسے کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہے؟ اس کی محبت اتنی کمزور کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ رائیل کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکے؟

وہ اتنی آسانی سے اسے اپنی زندگی سے منفی کیسے کر سکتی ہے؟ وہ میری ماں کی زیادتی کی سزا مجھے کیسے دے سکتی ہے؟ علی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رائیل کو اٹھا کر کہیں روپوش ہو جائے۔

"مانا کہ تم بہت بہادر ہو مگر میں نہیں ہوں تم میرے بغیر رہ سکتی ہو لیکن میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا' محبت اگر آزمائش ہے تو آزما لو مجھے...... میں ہار کر بھی تمہاری خواہش نہیں چھوڑوں گا تم نے بھی تو مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا تھا نا' کیا ہوا وہ دعویٰ وہ وعدہ؟ بھول گئیں سب؟ صرف ایک شک پر اپنی محبت مشکوک بنا دی۔ صرف ایک الزام پر اپنا وعدہ بھلا دیا۔ صرف ایک تھپڑ نے تمہارا دل خالی کر دیا میری محبت سے' تم فقط اپنی انا کے لیے مجھے فنا کرنے پر تلی ہو۔ تم ان سب کی زیادتیوں کا بدلہ مجھے چھوڑ کر مجھ سے لینا چاہتی ہو ہاں! یہ بہت اچھی سزا ہوگی' میری ماں کے لیے جو اپنے بیٹے کو ہر پل تڑپتے بلکتے دیکھے گی تو اس کا دل بھی ڈوب ڈوب جائے گا اسے بھی ہر وقت ہر گھڑی احساس جرم اور احساس ندامت سے دوچار ہونا پڑے گا اور تم سے زیادتی کی سزا وہ بھگتتی رہے گی ہے نا...... یہی چاہتی ہو نا تم...... یہی ہے تمہاری محبت' تمہارا پیار۔" علی نان اسٹاپ بولتا چلا گیا' غصہ' طنز' تضحیک' تنفر' بے بسی و کم نارسائی کا احساس' جدائی کا ڈر۔ کیا نہیں تھا اس کے لہجے میں۔ جوں جوں وہ بولتا گیا رائیل کا ردعمل آندھیوں کی زد میں آتا چلا گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو جواب دو نا کیا ہے محبت تمہارے لیے؟" علی نے اسی لہجے میں اسے پھر سے کہا یہ دیکھے بنا کہ وہ کتنی ہرٹ ہو رہی ہے اور آس پاس کی میزوں پر بیٹھے لوگ کیسے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک تماشا گھر میں لگا تھا اور دوسرا تماشا وہ گھر سے باہر اس ہوٹل میں سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں لگا رہا تھا۔ رائیل نے یہ سب بہت بہادری سے برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"محبت کو بس راز ہی رہنے دو
اس کی وضاحت موت ہوتی ہے"
"تم کیا جانو! محبت کی میم کا مطلب
اگر مل جائے تو معجزہ اور نہ ملے تو موت!"

علی نے طنزیہ لہجے میں اس کے شعر کا جواب شعر میں دیا۔
"اچھا تو پھر آپ اس معجزے کا انتظار کریں مسٹر علی۔"
رانیل یہ کہتے ہوئے کھڑی ہوگئی اور اس پر الوداعی نگاہ ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف تیزی سے بڑھ گئی۔ علی نے غصے سے میز پر مکہ مارا میز پر رکھا گلاس اچھل کر نیچے فرش پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

رانیل نے نوفل کو فون کردیا تھا اور خود پیدل تیز قدم اٹھاتی واپس جارہی تھی نوفل نے اسے دور سے ہی دیکھ لیا تھا اسے یوں آتے دیکھ کر وہ گھبرا گیا اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے اس نے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول دیا وہ فوراً بیٹھ گئی اور دروازہ بند کردیا۔
"کیا ہوا اتنی جلدی کیوں بلالیا؟" نوفل نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا اس کے چہرے پر غصہ دکھ اور ضبط کے آثار نمایاں تھے نوفل کو الجھن ہونے لگی۔
"جلدی گھر چلو نوفل۔"
"ہاں مگر ہوا کیا؟" نوفل نے گاڑی آگے بڑھائی۔
"مجھے علی سے ملنے نہیں آنا چاہیے تھا کم از کم اس رشتے کا بھرم تو رہ جاتا۔ پاپا ٹھیک کہتے ہیں انسان کی شخصیت اور کردار کے بارے میں اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے جب تک اسے غصے میں نہ دیکھ لو اور مشکل میں پرکھ نہ لو۔" رانیل نے دل گیر لہجے میں کہا اس کا دل اندر سے خالی ہوگیا تھا' کچھ بچا تھا تو صرف دکھ' ٹوٹے ہوئے دل کی کرچیوں کا ڈھیر جن سے اعتبار اور پیار لہو بن کر رس رہا تھا۔
"تو کیا علی بھائی نے بھی آپ کو دکھ دیا ہے؟"
"جس کے پاس جو ہوگا وہی دے گا نا۔" رانیل نے روتے ہوئے علی کی زبان سے برستے شعلوں سے اسے آگاہ کیا تو نوفل کو بھی بہت صدمہ ہوا اسے علی سے ایسے رویے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ علی اس طرح سے بھی اپنی سوچ کا اظہار کرسکتا ہے اسے حیرت ہورہی تھی اور بہت دکھ بھی کہ اس کی بہن رانیل کو پھر سے اس کے خاندان نے چوٹ پہنچائی تھی آخر اس معصوم لڑکی کا قصور کیا تھا۔ جو ہر کوئی اس کو دکھ پہنچانے پر کمر بستہ تھا' نوفل نے بہت پیار سے رانیل کا سر اپنے شانے پر رکھا اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہا اس کے ساتھ وہ خود بھی آبدیدہ ہوگیا تھا۔
"مجھے اب علی کی شرمندگی یا ان کی زندگی سے کوئی غرض نہیں ہے آج کے بعد میں اس شخص سے کبھی بھی ملنا نہیں چاہوں گی۔" رانیل نے سنجیدگی سے کہا' وہ ماجد ہاؤس پہنچے تو سب ہی ان کے منتظر تھے۔
"ہم واپس لندن کب جارہے ہیں پاپا؟" اس نے آتے ہی سوال کیا۔
"بہت جلد ان شاء اللہ۔" تیمور حسن نے بہت مشکل سے کہا۔
رانیل کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں' افشین نے اسے اپنی گود میں لٹا لیا اور اس کے ماتھے پر اپنی ممتا کی مہر ثبت کردی۔ آنکھوں سے آنسو کا ایک موتی نکلا اور رانیل کے رخسار کو بھگو گیا۔ اس نے ہاتھ سے آنسو کو جذب کیا اور افشین کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"مما انہیں رونا نہیں ہے یہ آنسو تو بہت قیمتی ہیں انہیں سنبھال کے چھپا کے رکھیں۔"
"میری بیٹی دکھی ہے تو میں کیسے چھپالوں یہ آنسو۔" افشین نے بھیگی آواز میں کہا تو وہ لرزتی آواز میں بولی۔
"مما زندگی میں شاید ایسا ہی ہوتا ہے جو لوگ بہت خاص ہوتے ہیں ہمارے لیے وہ ہمیں خون کے آنسو رلاتے ہیں اور جن لوگوں کو ہم عام سمجھتے ہیں وہ ہمیں ہنساتے ہیں۔ غلطی ہماری ہے کیونکہ جب ہم کسی انسان پر اعتبار کرتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں کہ وہ ہمارے دکھ' پریشانیاں شیئر کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔"
"میں آتا ہوں ابھی آپ دونوں بھی اب سو جائیں رات بہت ہوگئی ہے۔" تیمور حسن نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

"نوفل بیٹے میرے ساتھ آنا ذرا۔" نوفل تیمور حسن کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دراصل تیمور حسن اس سے رائنل اور علی کی ملاقات کے متعلق کچھ جاننا چاہ رہے تھے یوں تو کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ نکاح کا معاملہ تھا۔ اتنا بڑا رشتہ جوڑنا اور پھر توڑنا کھیل تو نہیں تھا۔ وہ رائنل کے باپ تھے سگے نہ سہی مگر انہوں نے اسے ہمیشہ اپنی سگی بیٹی کی طرح پالا تھا۔ پیار کیا تھا ایک باپ ہونے کے ناطے وہ اس معاملے کو بہت باریکی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کی بیٹی کے لیے کسی مشکل یا پریشانی کا باعث بن جائے۔ انہیں رائنل اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

علی گھر آ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اسے رائنل سے کہے ہوئے اپنے لفظوں کی سنگینی اور شدت کا احساس بے پناہ افسردہ کر رہا تھا۔ وہ تو اسے اپنے پیار کا احساس دلا کر اپنی محبت کا واسطہ دے کر روکنا چاہتا تھا۔ اپنی ماں کے رویے کی معافی مانگنے گیا تھا اور سب کچھ ختم کر کے آ گیا تھا۔ اسے خود یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ رائنل سے وہ اتنی تلخی سے وہ سب کہہ کر آیا ہے۔ کیا ہو گیا تھا اسے شیطان نے بہکا دیا تھا یا وہ بھی اوروں جیسا ہی تھا؟ سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"علی بیٹے...... کیا ہوا؟" امینہ اس کے کمرے میں آئیں تو اسے اس طرح روتے تڑپتے دیکھ کر ہراساں و پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں نے بھی آج آپ کا...... بیٹا ہونے کا ثبوت دے دیا۔ میں نے رائنل کو وہ کچھ کہہ دیا جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اب کیسے روکوں گا میں اسے جانے سے......؟ میں نے تو خود ہی اپنی باتوں کی نفرت بھری باڑ حائل کر دی اس کے اور اپنے بیچ...... اور راستہ بند کر دیا...... یہ کیسے ہو گیا امی؟" علی نے شرمندگی کے احساس میں ڈوبے بے بس اور بے قرار لہجے میں اٹک اٹک کر کہا تو امینہ دل تھام کر بیٹھ گئیں۔ وہ بہت کچھ اور ہی سمجھ رہی تھیں۔

"علی...... کیا تم نے اسے طلاق دے دی۔" امینہ کا خدشہ زبان پر آیا۔

"بس زبان سے یہ منحوس الفاظ ادا کرنا رہ گیا تھا۔ باقی تو میں نے...... کوئی کسر نہیں چھوڑی اسے خود سے جدا کرنے میں۔ میں نے اس کا مان، اعتبار اور یقین توڑ دیا۔ میں نے اسے خود سے ہر طرح سے متنفر اور بدظن کر دیا۔ یہ رشتہ تو یوں بھی بہت راز داری سے ایک سازش کے نتیجے میں جڑا تھا...... تو شاید اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔" علی نے اپنے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں سے بے دردی سے رگڑتے ہوئے کہا تو امینہ نے اشک بار آنکھوں سے اسے دیکھا اور بھیگی آواز میں بولیں۔

"بیٹا قسمت میں شاید یہی لکھا تھا صبر کرو بھول جاؤ رائنل کو۔"

"یہ اس زندگی میں تو ناممکن ہے امی۔"

"علی...... بیٹا تمہیں خود احساس ہے کہ تم نے سب کچھ ختم کر دیا ہے تو اس کو دل سے تسلیم بھی کر لو۔"

"زندگی کو شادی کو کھیل مت بناؤ ہم سب رائنل کے گناہ گار ہیں۔ ہم اس لائق نہیں ہیں کہ وہ بچی ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں ہمارے پاس رہے۔ نوشین اور تیمور اب برداشت نہیں کریں گے پہلے ہی ان کی بیٹی موت کی دہلیز سے واپس آئی ہے اوپر سے تم نے اسے دکھی کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رائنل سے تمہارا رشتہ واقعی زبردستی و مجبوری کا تھا تمہارا اس سے دلی لگاؤ نہیں تھا تو بیٹا ایسے رشتے کو کس بنیاد پر قائم رکھا جا سکتا ہے۔ دلوں میں فرق آ جائے تو رشتوں کو نبھانا نہیں گھسیٹنا پڑتا ہے۔ تم چاہو گے کہ رائنل بھی اس رشتے کو گھسیٹنے پر مجبور ہو جائے؟" امینہ نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"اچھا! تو پھر آپ اس معجزے کا انتظار کریں مسٹر علی۔" رائنل کی سپاٹ لہجے میں کہی گئی بات علی کی سماعتوں میں گونجی۔

"میں انتظار کروں گا' اس معجزے کا۔" علی نے خود سے کہا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

زندگی گلاب کے رنگ

ام ایمان قاضی

کو بہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی
اس نے خوشبو کی طرح میری پزیرائی کی
وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

قسمت کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر وہ اسی طرف آ گئیں ہلکا سا ناک کر کے اندر آنے پر انہیں اس پر بے ساختہ پیار آ گیا بیڈ پر اپنے ارد گرد کتابیں بکھرائے وہ ان میں منہمک تھی۔

"مما! آپ، اس وقت خیر تو ہے ناں؟" اس کے پریشانی سے دریافت کرنے پر وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب چلی آئیں۔

"اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے لگن اچھی چیز ہے بیٹا لیکن کسی بھی چیز میں اتنا انوالو ہو جانا کہ آپ کی صحت تک متاثر ہو جائے ٹھیک تو نہیں ہے ناں، ابھی تو آپ کا ٹمپریچر بھی ٹھیک طرح سے نہیں اترا اور آپ یہ بکس لے کر بیٹھی ہیں اور اب ٹائم دیکھو ذرا، ایک سے بھی اوپر ہو رہا ہے۔" وہ شفقت بھری سختی سے بولیں۔ قسمت نے جھٹ سے اپنے بازو ان کے گلے میں ڈال دیے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں مما اور ہفتہ بھر کے ٹمپریچر نے اسٹڈیز میں بہت حرج کر دیا میرا، آپ کو تو پتا ہے یہ میڈیکل کی ٹف اسٹڈیز ہے میں کچھ کر کے دکھانا چاہتی ہوں۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹتی آنکھیں بند کیے معصومیت سے اپنے خواب بتا رہی تھی۔

"آپ جب کالج میں تھیں بی بی جان کا بھی فون آیا تھا آپ کی طبیعت کے بارے میں بہت پریشان تھیں۔ کل اذان آ رہا ہے کسی کام کے لیے تو بہت اصرار کیا ہے اسے کہ یہاں کا چکر بھی لگا لے اور بہت سی چیزیں بھی بھجوائی ہیں پوچھ رہی تھیں کب چکر لگائیں گے ہم لوگ وہ بہت اداس ہیں ہمارے لیے۔" کچھ یاد آنے پر انہوں نے قسمت کو بتایا تو وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارے اذان بھائی آئیں گے انہیں میرے آنے تک مت جانے دیجیے گا، بی بی جان کو تو صبح اٹھتے ہی کال کروں گی اور مما آپ کو پتا ہے کہ ڈاکٹر اذان اپنے پیشے اور کام کے ساتھ اتنے انوالو ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں میں بھی انہی جیسی بننا چاہتی ہوں مجھے اذان بھائی کی کچھ باتیں بہت پسند ہیں مما اپنی مٹی اور وطن سے محبت میں وہ اتنے پوزیسیو ہیں کہ مذاق میں بھی کوئی بات برداشت نہیں کرتے۔"

"آپ کی ساری باتیں ٹھیک ہیں بیٹا لیکن آپ کے پاپا کے ساتھ مجھے بھی اذان کے کیے گئے کچھ فیصلے پسند نہیں آئے۔ اسکالرشپ کے دوران ہی اسے جابز کی آفرز ہونے لگی تھیں۔ تمہارے پاپا نے تو ایک دو بار اسے بتایا بھی تھا کہ وہاں کی پریکٹس اس کے کیریئر کو کہاں سے کہاں لے جائے گی۔ پر وہ بے وقوف دیکھو لوگ ترستے ہیں کہ غیر ممالک میں جابز کے مواقع ملیں اور اس نے ہاتھ آیا چانس گنوا دیا اور سب سے بڑی بے وقوفی تو وہ اب کر رہا ہے کہاں اس شہر کے سب سے بڑے اسپتال کی پریکٹس اور جاب اور کہاں وہ دور افتادہ گاؤں۔ بی بی جان بتا رہی تھیں کہ وہ اپنے گاؤں میں ہی اسپتال کا پراجیکٹ شروع کر رہا ہے اور اسی سلسلے میں اسے کچھ آرکیٹیکٹس سے ملنا تھا تو اس لیے یہاں بھی چکر لگا لے گا۔" مما کے انداز میں اگر اپنے بھتیجے کے لیے پیار تھا تو اس کے کچھ فیصلوں کے لیے ناگواری بھی تھی۔ مما نے اس کی تمام بکس سمیٹ کر ٹیبل پر رکھیں اور اسے لیٹتا دیکھ کر اس کے

اوپر کمبل ٹھیک کیا اور خود باہر چلی آئیں۔

❁......۞......❁

دروازہ کھولنے پر اسے جو صورت نظر آئی اس نے گویا اس کے دل کی کلی ہی کھلادی تھی۔

"تم...... اندازہ بھی ہے کتنے دن بعد چکر لگایا ہے۔" اسے ایک دم اپنا غصہ یاد آیا تو منہ پھلا کر بولی۔

"او بھئی اندر بھی آنے دو گی یا یونہی دروازے پر ہی گلے شکوے کرکے لوٹا دو گی۔" اس کے روٹھے انداز پر وہ مسکرایا تو وہ شرمندہ ہوکر دروازے سے ہٹ گئی۔

"کیا بات ہے، لگتا ہے تمہارے نام کا آج کل تم پر کچھ زیادہ ہی اثر ہورہا ہے؟" وہ جو اس کے لیے چائے بنانے کچن میں آگئی تھی اپنے پیچھے اس کی آواز سن کر مڑ کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب نام تو ماموں نے تمہارا پیدا ہوتے ہی سوہنی رکھ دیا تھا پر میں تو جب جب تمہیں دیکھتا ہوں پہلے سے بڑھ کر سوہنی لگتی ہو۔"

"بس، بس باتیں نہ بناؤ......!" اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ اس کو چائے دے کر بولی اور خود صحن میں آگئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے ہی آگیا۔

"تم نے بات کی پھپو سے؟" کچھ دیر بعد تیکھے چتون سے دیکھتے سوہنی نے سوال کیا۔

"کرلوں گا، بات بھی کرلوں گا یہاں کون سا تیرا ابا تجھے بیاہنے کو تیار بیٹھا ہے؟"

"پر تمہاری اماں تو تیار ہیں نا تمہیں بیاہنے کو۔" اس کی بات کا برا مانتے وہ تنک کر بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے پر یہاں بات میری اماں کی نہیں ہے تیرے ابے کی ہے جس نے شاید تجھے بیاہنے کا سوچا نہیں ہے۔ ہر ماں کے بیٹوں کو بیاہنے کے کچھ ارمان ہوتے ہیں ادھر میرا چاچا اپنی بیٹی دینے کو تیار نہیں ہو رہا ہے آئے دن اماں کے پاس بہترین جہیز، موٹر سائیکل اور مکان بھی بیٹی کے نام لکھ دینے کی پیشکش لیے موجود ہوتا ہے بیٹی بھی اس کی خاصی خوب صورت ہے میٹرک پاس ہے ایسے میں میری اماں بھلے جتنی بھی تم سے محبت کے دعوے کرے بس خالی خولی محبت سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں تمہارے ابے کو بیٹی بیاہنے کا ہوش نہیں جب بھی اماں نے بات کی کہتا ہے ابھی عمر کیا ہے میری بیٹی کی بڑا وقت پڑا ہے پھر کوئی خاص جمع جتا بھی نہیں کیا کہ آخر اکلوتی بیٹی کو بیاہنا ہے اب میں یا میری اماں، کیا کریں۔ یہ تو میں اڑا ہوا ہوں اپنی ضد پر کہ میں نے بیاہ کرنا ہے تو سوہنی سے اور کسی سے نہیں تو اماں رکی ہوئی ہے ورنہ اماں نے تب ہی مجھے باندھ دینا تھا کھونٹے سے جب میرا چاچا پہلی بار رشتہ لے کر آیا تھا۔" سوہنی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ابا کی کھنکھار نے دونوں کو چونکنے پر مجبور کردیا۔

"آؤ بھئی بہت دنوں بعد غریب ماموں کی یاد آئی میرے بھانجے کو۔" مراد کے سلام کا جواب دے کر ابا نے اسے گلے لگا کر کہا اور اسے بیٹھنے کا کہہ کر سوہنی سے مخاطب ہوا۔

"کچھ اچھا سا کھانا پکا لو پتر کتنے دن بعد آیا ہے مراد۔" ابا نے خوش دلی سے کہا تو سوہنی خون کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ "یہاں کون سا راشن پانی کے ڈھیر لگے ہیں جو کچھ اچھا سا پکا لوں، ہونہہ۔" دل ہی دل میں وہ ابا سے ناراض ہوتی چولہے سے کچن میں آگئی۔ ایک ڈبے میں تھوڑی سی دال نکل آئی تھی۔ اتنے چاول موجود تھے کہ گزارا ہوسکتا تھا۔ ابا سے تو کسی کام کی امید رکھنا بے کار تھا وہ ہواؤں میں باتوں کے بڑے بڑے محل تعمیر کرنے کے شیدائی تھے اور اب بھی یہی کام کررہے تھے جبکہ بیزاری کو دل میں چھپائے مراد بظاہر ان کی طرف متوجہ تھا۔

❁......۞......❁

انہوں نے ادب سے قرآن پاک بند کرکے اونچی جگہ رکھا جب ملازمہ نے شہر سے کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ شہر سے ان سے ملنے تو بہت سے لوگ آتے تھے پر ان سے ملنے کون آسکتا ہے۔

"ان کے ملنے والے ہوں گے مگر وہ تو آج شہر گیا

ہے۔" وہ الجھتے ہوئے بولیں۔

"نہیں بی بی جان انہوں نے آپ سے ہی ملنے کو کہا ہے، اذان صاحب کا تو ان کو پتا ہی نہیں جی۔" ملازمہ کے جواب دینے پر وہ کچھ دیر کو سوچ میں پڑ گئیں۔

"اچھا تم انہیں مہمان خانے میں بٹھا کر چائے وغیرہ دو میں آتی ہوں۔"

"تم......" تھوڑی دیر میں جب وہ مہمان کے سامنے آئیں تو جیسے زمان ومکان آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ گزرے وقت نے جن زخموں پر اپنی دھول ڈال کر انہیں سی دیا تھا۔ بے دردی سے ادھڑتے چلے گئے۔ محراب ایک خوب صورت یاد "آہ" کی طرح ان کے سینے سے نکل گئی۔

❀......◉......❀
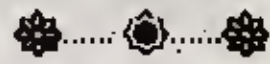
"کیا...... کیا کہہ رہی ہو محراب تم...... بابا جان کو پتا چلا تو وہ زندہ زمین میں گاڑ دیں گے تمہیں، مت بھولو کہ ہم دونوں خاندان کی پہلی لڑکیاں ہیں جنہوں نے تعلیم کے سلسلے میں اسکول کے بعد کالج کا منہ دیکھا ہے اور اس حوالے سے ہماری کوئی خواہش رد نہیں کی گئی۔ اب جانتی ہو تمہارا ایک غلط قدم، بلکہ آنے والی لڑکیوں کے لیے ایک بار پھر تعلیم کے دروازے بند کردے گا۔ یاد ہے ناں بی بی جان بتاتی ہیں کہ بابا کے خاندان میں ان کی چچا زاد نے اپنے منگیتر کو ٹھکرا کر اپنی پسند کو اپنا لیا تھا۔ نکاح ہوا تھا باقاعدہ پھر شادی بھی ہوئی۔ مڈل کے بعد وہ تو تعلیم کا سلسلہ منقطع کرچکی تھی مگر مورد الزام اس کی تعلیم کو ٹھہراتے ہوئے بعد میں تمام لڑکیوں پہ تعلیم کے دروازے بند ہوگئے اب برسوں بعد بابا جان نے ہم پہ اعتماد کرتے ہوئے ہمیں اونچی پرواز سکھائی ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہم غلط اڑان بھر کر نیچے ہی آگریں اور تم جانتی ہو کہ خلیل بھائی کی وجہ سے بابا جان کیسے پژمردہ اور نڈھال ہوگئے ہیں۔ انہیں بھی تو اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجا تھا ناں غیر ملک کیا کیا انہوں نے؟ شادی رچا کے ہی بیٹھ گئے وہ بیٹے تھے اس گھر کے اکلوتے وارث پہ بابا نے ان کا یہ گناہ آج تک معاف نہیں کیا۔ ان کی بات تک کرنا اس گھر میں گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ سب جانتے بوجھتے تم کیسے اپنے لیے کسی غلط راہ کا انتخاب کرسکتی ہو۔" پریشانی سے ٹہل کر کمرے کے ایک کونے میں جاتی پھر بیڈ پر خاموشی سے محراب کے پاس آرکتی اور وہ سب کچھ بتانے کی کوشش کرتی جو وہ پہلے سے جانتی تھی مگر جان کر بھی انجان بن رہی تھی۔

"لیکن مجھے تمہاری مدد چاہیے۔ تمہاری یہ بے وقت کی تقریر کسی کام کی نہیں ہے میرے لیے۔" اس کے بیزار سے جواب پر سحاب کا منہ کھل گیا۔

"یہ بے معنی تقریر نہیں ہے محراب، حقیقت ہے جس سے تم جانے کیوں نظر چرا رہی ہو اپنی سات پشتوں کو کھنگال کر بھی دیکھ لو تمہیں کوئی ایسا نہیں ملے گا جس کی شادی غیر خاندان میں کی گئی ہو سوائے خلیل بھائی کے اور اس کے بدترین نتائج بھی دیکھ ہی چکی ہو آج خاندان میں ان کا خیر مقدم کرنا تو ایک طرف کوئی ان کا نام لینا یا سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ پھر بابا جان تمہاری بات طے کرچکے ہیں۔ میں بڑی بہن ہونے کے ناتے ایک مخلصانہ مشورہ دے رہی ہوں کہ وہ جو کوئی بھی ہے یا جو بھی خواب تمہیں اس نے دکھائے ہیں ان سب کو بھول کر جہاں ماں باپ چاہتے ہیں وہاں ہی رضا مند ہو کر رخصت ہو جاؤ۔ اسی میں تمہاری اور ہم سب کی بھلائی ہے۔"

"اگر میں ایسا نہ کروں تو......؟"

"تو میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔" بے خوفی سے کہی گئی اس بات کا جواب چوکھٹ میں کھڑے ایک دم بوڑھے نظر آتے بابا جان کی طرف سے آیا تھا۔

"میں اگر اپنے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر پھینک سکتا ہوں تو دوسرے تکلیف دہ حصہ کو کاٹنا میرے لیے ہرگز مشکل نہیں ہے، اس کے سسرال کی طرف سے شادی کا کئی ماہ سے تقاضا ہے، جس کو میں امتحانات تک کے لیے ٹالا ہوا تھا لیکن میں آج ہی ان کو پیغام بھجوا رہا ہوں کہ وہ جتنی جلدی ہوسکے آکر اپنی امانت لے جائیں۔" آخر

میں ان کا انداز خودکلامی کا سا ہوگیا۔

"اور ہاں اب کسی پڑھائی، کسی کالج کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔" وہ آہستہ آواز میں کہتے وہاں سے چلے گئے جبکہ ساکت کھڑی سحاب جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی۔

"تم...... تم خودغرض لڑکی اپنی اندھی خواہش کے اظہار سے پہلے ایک دفعہ بھی نہیں سوچا کہ بابا جان کو کتنا دکھ پہنچا ابھی تو بی بی جان کو پتا چلے گا اور ان پر نجانے کیا گزرے گی۔"

"اور میں...... اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے جس خواب کو اپنی آنکھوں میں بسائے بڑھتی ہی جارہی ہوں اب جب منزل تک پہنچنے کے لیے چند سال ہی درکار تھے سب کچھ ختم کردیا تم نے بابا جان کے فیصلے تو جانتی ہو نا پتھر پر لکیر ہوتے ہیں۔" وہ بوکھلائے ہوئے محراب کو کوسنے لگی۔

"اگر بابا جان کے فیصلے پتھر پر لکیر ہوتے ہیں تو میں بھی ان کی ہی بیٹی ہوں سیدھی سیدھی اپنی مرضی بتائی ہے پھر بھی بتاؤں گی جب تک وہ مان نہ لیں۔"

"اور اگر نہ مانے تو......؟"

"پھر جو میں کرگزروں گی اس کا ذمہ دار بھی مجھے نہ ٹھہرایا جائے۔" سحاب کے آنسو رک گئے۔

پتا نہیں بغاوت کی یہ خوبو کب سے آکر اس کے اندر رچ بس گئی تھی۔ ہاسٹل میں وہ اگرچہ ساتھ ہوتی تھیں۔ پر سحاب کا سائنس گروپ ہونے کی بنا پر کالج میں جاتے ہی وہ الگ ہوجاتی تھیں۔ وہیں کلاس میں ہی اس کی ملاقات ریحانہ نامی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جس نے اپنے بھائی کی وجاہت، خوب صورتی کے قصے سنا سنا کر آخر اسے تصویریں بھی لاکر دکھائیں اور اس کے بے حد اصرار پر جب سحاب پریکٹیکل لیب میں تھی وہ ریحانہ کے ساتھ اس کے گھر تک چلی آئی تھی۔ اس کا بھائی اپنی تصویروں سے کہیں زیادہ وجیہہ تھا۔ وہ شخص کوئی جادوگر تھا گویا جس نے اس آدھا گھنٹہ کی ملاقات میں ایک سحر سا طاری کردیا تھا۔ اس پر آنے والے دنوں میں ریحانہ کو اسے کہنا ہی نہ پڑتا وہ جس دن سحاب کا پریکٹیکل ہوتا خود ہی کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے ریحانہ کے ہمراہ چل دیتی۔ وہ فقط دو ہی بہن بھائی تھے۔ ریحانہ اس کے ساتھ تھرڈ ایئر میں پڑھتی تھی جبکہ جبران کسی اخبار کے دفتر میں کام کرتا تھا۔ لفظوں کے کھلاڑی اس شخص کو گویا ایسی ہی کسی لڑکی کی تلاش تھی جو خوب صورت تو ہو ہی ساتھ میں دولت نے بھی چار چاند لگائے ہوں، اس کی بہن نے ایک ہی دفعہ اپنی کسی دوست کا ذکر کیا تھا جو خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ جاگیردار بھی تھی۔ بس اس کے اصرار پر اس کی بہن کو اسے گھر لانا پڑا تھا آگے کا کام اس کے لیے بے حد آسان ثابت ہوا تھا اچھی شکل وصورت تھی رہی سہی کسر اس کی لفاظی پوری کردیتی تھی وہ باتوں سے لڑکیوں کو لمحوں میں زمین سے آسمان تک لے جانے کے فن سے واقف تھا۔ محراب اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہرگز نہیں تھی بہت سی خوب صورت لڑکیوں کو وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اپنی ڈگر پر لے آتا تھا پر محراب وہ پہلی لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ شادی کرنے پر سنجیدہ تھا وجہ اس سے محبت ہرگز نہیں تھی بلکہ اس کا اعلیٰ بیک گراؤنڈ تھا وہ ایک جاگیردار کی بیٹی تھی۔

❀......◉......❀

"کیسی ہے میری گڑیا، میری قسمت بہت دن بعد چکر لگایا اس بار آنکھیں ترس جاتی ہیں تم لوگوں کی راہ تکتے تکتے۔" بی بی جان بار بار اسے گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چومتی اور اس بار وہ بہت دن بعد ان کے پاس آئی تھی وجہ اس کی میڈیکل کی بہت مشکل اور مصروف روٹین تھی۔

"میں بھی آپ سے ملنا آپ کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن آپ تو جانتی ہیں نا میری مصروفیات لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ فارغ ہوتے ہی آپ کے پاس چلی آئی ہوں ناں...... پاپا نے لاکھ اصرار کیا کہ ایک دو دن تو ایگزام کی تھکن اتار لوں میں نے کہا اب ساری تھکاوٹ بی بی جان کے پاس جاکر اتاروں گی۔ لیکن ایک گلہ ہے آپ سے بی بی

جان۔" اس نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

"میں تو مصروف تھی مجبوری تھی میری، آپ تو آسکتی تھیں نا ہمارے پاس مما بھی بہت یاد کررہی تھیں آپ کو۔" بی بی جان اس کے بچکانہ شکوے پر دھیرے سے مسکرادیں۔

"تمہاری سب شکایتیں سر آنکھوں پر میری جان، لیکن کیا ہے کہ حویلی کو چھوڑنا میرے لیے بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ ملازمین اگرچہ ہمارے خاندانی ہیں لیکن ملازمین پر گھر نہیں چھوڑا جاسکتا پہلے جب اذان پڑھائی کے لیے باہر تھا تب بھی شہر کا ایک آدھ چکر لگ جاتا تھا اب وہ بھی اداس ہوجاتا ہے میرے بغیر، حالانکہ آج کل تو اسپتال کے کام میں بہت مصروف ہے میرا بچہ لیکن جب بھی واپس آئے پہلی پکار بی بی جان کی ہی پڑتی ہے۔" ان کے لہجے کی محبت روشنی بن کر ان کے چہرے پر پھیل رہی تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا بی بی جان کہ آپ اذان بھائی کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہیں۔" اس کے سوال پر وہ بے ساختہ ہنس دیں۔

"محبت کوئی ناپ تول کر نہیں بانٹی جاتی کم یا زیادہ کچھ بھی نہیں، بس یہ یاد رکھا کرو کہ تم لوگ ہو تو تمہاری بی بی جان زندہ ہے۔" ان کا لہجہ خود بخود نم ہوگیا۔

اذان اسپتال کے کام میں مصروف تھا اس سے قسمت کی ملاقات اگلی صبح ہی ہوسکتی تھی وہ نماز پڑھ کر دوبارہ سونے کے بجائے باہر آگئی گاؤں کی خالص اور معطر صبحیں اسے ویسے ہی بے حد پسند تھیں۔ اذان بھی جاگنگ کے بعد واپس آیا تھا اسے جھولے پر دیکھ کر وہیں اس کے پاس آگیا۔

"ڈاکٹر قسمت جہانگیر صاحب! آج لگتا ہے ہمارے گاؤں کے نصیب جاگ گئے کیونکہ لگ بھگ سات ماہ بعد آئی ہیں آپ یہاں۔" اس کے سلام کے جواب میں اذان نے کہا تو قسمت بے ساختہ جھینپ گئی پھر جھولے سے اتر کر اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چہل قدمی کرنے لگی۔

"اذان بھائی ایک بات پوچھوں؟" ذہن میں کلبلاتا سوال آخرکار زبان تک آ ہی گیا۔

"بالکل پوچھو بھئی۔" اذان کا موڈ اس وقت خوش گوار تھا۔

"ایسا کیریئر اور ایسے چانسز قسمت والوں کو ملتے ہیں جیسے آپ کو ملے پھر عروج کی اس چوٹی کو ہاتھ لگا کر آپ واپس یہاں کیوں آگئے۔ بہت بار ماما اور پاپا کو بھی اسی حوالے سے بات کرتے پایا لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتی تھی؟"

"پتا ہے قسمت والدین قدرت کی طرف سے انسان کو دیا جانے والا دنیا میں سب سے اہم تحفہ ہوتا ہے میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر کا بہت عجیب سا ماحول دیکھا۔ مغربی رنگ میں مکمل طور پر رنگی میری ممی، ان کی غلط روش اور ان سے شادی کے غلط فیصلے پر پچھتاتے میرے پاپا، پھر یوں ہوا کہ پاپا نے ممی کی کمی پوری کرنی شروع کردی وہ مجھے پراپر ٹائم دیتے، میرے ساتھ وقت گزارتے سب سے بڑی بات جو وہ مجھے اٹھتے بیٹھتے سکھاتے کہ کبھی بھی ماں باپ کا دل مت دکھاؤ۔ ان کی مرضی کے خلاف فیصلے مت کرو ایسے فیصلے آپ کو کبھی بھی خوشی نہیں دیتے جن میں ماں باپ کی ناراضگی چھپی ہو، ان کی کچھ باتیں مجھے سمجھ میں آتیں کچھ نہ آتیں پاکستان میں موجود ان کے اپنے والدین سے رابطے کی کوششیں بڑھ گئی تھیں پر وہ لوگ ان سے سخت ناراض تھے۔ پاپا بہت روتے۔ ماں باپ کے احساسات ان کی محبت ان کی شفقت کا صحیح اندازہ انسان کو تب ہوتا ہے جب وہ خود ماں باپ کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ وہ مجھے سمجھاتے۔"

وہ سحر زدہ سی سن رہی تھی جس کی چیدہ چیدہ معلومات اسے بھی تھیں پر بہت سی باتیں اسے اس وقت پتا چل رہی تھیں۔ صبح کا اجالا ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔ مادر پدر آزاد اس معاشرے میں ایسی تمام باتیں عام سمجھی جاتی ہیں جن کا سوچنا بھی ہمارے ہاں گناہ تصور ہوتا ہے۔

"تم ایک پاگل اور نفسیاتی مریض ہو اور اپنے بیٹے کو بھی ویسا ہی بنا لیا ہے۔" میری ممی نے پاپا سے کہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔" یہ وہ عورت تھی جس کے لیے پاپا نے ماں باپ کی ناراضگی اٹھائی تھی۔" اذان کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہونے لگے اور چہرے کی اداسی ایک دم بڑھ گئی تھی۔ قسمت نے جسے محسوس کیا تھا۔

"پھر میرے پاپا نے انہیں طلاق دے دی تھی وہ ایسی سنگ دل عورت تھی قسمت کہ گھر سے نکلتے وقت ایک پل کو بھی اس کو اپنے معصوم بچے پر ترس نہیں آیا تھا۔ میرے پاپا اس دن بہت روئے تھے۔"

"تمہارے دادا مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے ان کی خواہش تھی کہ میں اپنی زمینوں پر اپنا ایک اسپتال بناؤں، اپنے لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں وہ کہتے تھے کہ کئی لوگ ایسے ہیں جو وسائل کی کمی کی بنا پر شدید بیماری کی حالت میں بھی شہر نہیں پہنچ پاتے اور اذیت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔ اپنے لوگوں کی اس اذیت کو میں دل پر محسوس کرتا ہوں۔ اچھا انسان ہوتا ہے وہ شخص جو معاشرے میں ایک مقام حاصل کرے۔ پر بہترین ہے وہ شخص جو اس مقام کو اپنے لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال میں لے آئے۔ تمہیں وہ بہترین انسان بننا ہے اپنے وطن، اپنی مٹی، اپنے لوگوں کے لیے کچھ کر کے دکھانا ہے، انہوں نے گاؤں میں اپنی زمینوں کو ایک اسپتال کے لیے مختص کر دیا تھا میں نے ان کے سب خواب ملیا میٹ کر دیے۔ وہ قرض ہیں مجھ پر ہے اور اس قرض کو تم اتارو گے اذان، سود سمیت لوٹاؤ گے انہیں۔ چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں کو تھام کر میرے پاپا نے کچھ عہد میری آنکھوں میں سجا دیے۔ دل و دماغ میں بٹھا دیے جن کی پاسداری مجھ پر فرض ہو گئی پھر جب ہم پاکستان آنے کی تیاریوں میں تھے۔ پاپا اپنا سب کچھ وائنڈ اپ کر رہے تھے وہ کہتے تھے وہ لوگ جتنے بھی ناراض ہوں تمہاری صورت دیکھ کر سب بھول جائیں گے۔ میں ان کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لوں گا والدین کا ظرف وسیع سمندر جیسا ہوتا ہے اولاد کی غلطیاں، گناہ اپنے اندر سمو لینے والا وہ بھی معاف کر دیں گے مجھے پر اس سب سے پہلے ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ نے ان کی جان لے لی، میرا سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کسی نے پاکستان میں اطلاع دی تھی بابا جان آئے تھے ساری ناراضیاں بھلائے...... وہ وہ شفیق اور بوڑھے لوگ جو غم سے نڈھال تھے مجھے اپنی شفقتوں کی پناہوں میں لے لیا کچھ بھی سنائے یا جتائے بغیر، پر جوں جوں وقت اور عمر بیتی میرا عہد روز بروز جوان ہوتا گیا پختہ ہوتا گیا میرے میڈیکل میں جانے پر بابا جان کے چہرے پر جو روشنی پھیلی تھی وہ مجھے آج بھی نہیں بھولی میری ہر کامیابی پر ان کی خوشی میری محنت اور لگن کو مزید تیز کر دیتی، میں اپنے گاؤں میں اسپتال بناؤں گا بابا جان، آپ کا علاج میں خود کروں گا یہاں کے لوگ اپنے علاقے میں علاج کی سہولت پائیں گے۔ میری باتیں اس بوڑھے چہرے پر خوشی کی روشنی پھیلا دیتے۔ وہ کہتے تیرے باپ نے مجھے توڑ دیا تھا اذان...... تو نے مجھے جوان کر دیا پر میرا ایم بی بی ایس مکمل ہونے تک قدرت نے انہیں موقع ہی نہیں دیا اور وہ چلے گئے پر خوابوں کی ڈور کا ایک سرا مجھے پکڑا گئے تھے اس کی تعبیر میرے ہاتھ میں تھی آج لوگوں کو میں بے وقوف لگتا ہوں جو اتنے اچھے مقام، اتنی اچھی جاب اور مواقع چھوڑ کر اس پسماندہ علاقے کا انتخاب کر بیٹھا ہوں پر کوئی مجھ سے پوچھے کہ میں جو سکون محسوس کرتا ہوں جب بی بی جان کی دعائیں سمیٹتا ہوں اپنے علاقے کے غریب لوگوں کے خوشی سے چمکتے چہرے دیکھتا ہوں جو اسپتال کی تعمیر کے ساتھ ساتھ روشن ہوتے جا رہے ہیں ایک قرض دار کو قرض کی ادائیگی کے بعد جو سکون ملتا ہے ایسے ہی احساسات اپنے اندر موجزن پاتا ہوں اب بتاؤ میں نے کیا غلط کیا جو ایسا کیا......!" درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اس نے سنجیدگی سے قسمت سے پوچھا جس کے آنسو بے ساختہ اس کے شفاف گالوں پر پھسل

آ گئے تھے۔

"آپ..... آپ بہت اچھے ہیں اذان بھائی۔ آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا..... میں..... میں آپ کی اپنے پروفیشن سے لگن کی وجہ سے بہت آئیڈیلائز کرتی تھی آپ کو..... اب تو ایک عقیدت سی محسوس کررہی ہوں آپ کے لیے۔"

"ارے ارے بس بھئی بہت عام سا بندہ ہوں اب تم مجھے مغرور مت کردینا۔" اذان نے ہنس کر کہا۔

"اذان بھائی..... میں..... میں بھی آپ کے اس نیک کام میں آپ کا ہاتھ بٹانا چاہوں تو..... مطلب اتنی نیکیاں آپ اکیلے کیوں کمائیں۔" وہ بھی شرارتی ہوگئی۔

"بالکل بھئی ٹائم تو آنے دو ڈاکٹر قسمت صاحبہ آپ کو پورے اعزاز کے ساتھ بلائیں گے یہاں ان شاء اللہ۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں بات کو ختم کردیا۔ اسی پل ملازمہ بھی بلانے آ گئی کہ بی بی جان ناشتے پر ان کا انتظار کررہی ہیں سو وہ دونوں اندر کی طرف چل دیے۔

❁......❁......❁

"کیا کہہ رہے ہو ابا کیا ایسا ممکن ہے کیا ہم بھی دولت مند بن سکتے ہیں۔" وہ خوشی سے چہک کر بولی۔

"ارے نہیں..... بن چکے ہیں بس تو ایسا کر جیسے میں کہتا جاؤں ویسے ہی کرتی جانا پھر دیکھنا کیسے دولت کے ڈھیر تمہارے قدموں میں ہوں گے۔"

کسی کی کون سی کمزوری کو ترپ کا پتا بنا کر وقت کے ہاتھوں میں دے کر کیسے استعمال کرنا ہے یہ فن ابا سے بہتر بھلا کون جانتا تھا۔ پھر سوہنی تو اس کی اپنی بیٹی تھی دولت جس کی اولین ترجیح تھی کیونکہ اس کی زندگی کی بنیادی ضرورریات ہی وہ بمشکل پوری کرپایا تھا۔ محرومی کسی بھی چیز کی ہو اس چیز کی اہمیت کو دوگنا کردیتی ہے۔ سوہنی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہر چیز کے لیے ترس ترس گزارا تھا اب زندگی کی سب سے بڑی خواہش مراد کو پانے میں بھی دولت آڑے آرہی تھی تو وہ کیسے اس سے پہلو بچاسکتی تھی۔

"ٹھیک ہے ابا تو جیسا کہے گا میں ویسے کرنے کو تیار ہوں۔"

"او جیتی رہ میری شیرنی۔" اس کے ابا نے خوش ہوکر اس کی روشن پیشانی چوم لی تھی۔

❁......❁......❁
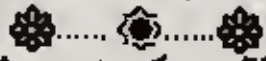
"یہ تین دن کتنی جلدی گزر گئے پتا ہی نہیں چلا اب آنا تو اپنی ماں کو بھی ساتھ لے آنا گاؤں کو تو بھول ہی گئی ہے۔" وہ واپس شہر جارہی تھی۔ ناشتے کی ٹیبل پر بی بی جان نے اس سے کہا اذان نے بھی شہر جانا تھا تو طے یہ پایا تھا کہ وہ اس کو چھوڑ دے گا۔

"میں اذان بھائی کے ساتھ کام کرکے خوشی محسوس کروں گی لیکن مما اور پاپا سے سفارش کرنی پڑے گی بی بی جان آپ کو۔" اسپتال کے حوالے سے اذان کی کسی بات پر جو کہ ڈاکٹرز، اسٹاف کے حوالے سے تھی اس نے کہا تھا۔ بی بی جان بے ساختہ مسکرادی تھیں۔

"سفارش کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی ہم تو کوئی ایسا کام کریں گے کہ ہماری بیٹی کی خواہش بھی پوری ہوجائے اور ہمیں سفارش بھی نہ کرنی پڑے۔" ان کی بات کو سمجھ کر قسمت نے تو شرما کر سر جھکالیا جبکہ اذان کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ان کے ہاتھوں کے پلے بچے تھے اور ماؤں سے بھلا کب دلوں کے راز چھپے رہ سکتے ہیں۔ دونوں طرف کا ردعمل دیکھ کر انہوں نے جلدی ہی بیٹی سے اذان کے لیے قسمت کا ہاتھ مانگنے کا حتمی فیصلہ بھی کرلیا تھا۔

اس نے بہت بار ان کے ساتھ سفر کیا تھا باتیں بھی کی تھیں لیکن آج ایک عجیب ہی کیفیت تھی جس نے دونوں کو حصار میں لے رکھا تھا۔

"پتا ہے قسمت اپنے شریک سفر کے حوالے سے میرے ذہن میں کوئی خاص شبیہ نہیں تھی کہ میرا خود سے عہد تھا کہ میری زندگی کے اس سب سے بڑے فیصلے کا اختیار میں بی با جان کو دوں گا پر کچھ دن پہلے جب بی بی جان نے اس حوالے سے میری پسند پوچھی تو نجانے

کیسے ایک دم سے تمہارا سراپا ہی نگاہوں کے سامنے در آیا
تھا میں خود سے ہی گھبرا کر بی بی جان کو جیسے اور جہاں
آپ کی مرضی کہہ کر پہلو بچا گیا تھا پر بہت دن تک اپنے
جذبوں سے پہلو تہی کرنا ممکن نہ رہا تو دل چاہا کہ بی بی
جان سے جا کر کہہ دوں کہ جو لڑکی میری زندگی کے
مقاصد میں میرے ساتھ چلنے کی خواہاں ہے میں چاہتا
ہوں کہ اسے زندگی کے ہر قدم پر میرا ہمسفر کردیں اور پتا
ہے جب میں نے اپنی بات کا اظہار کرنا چاہا تو میرے
دل کی خوشی کو میرے اللہ نے میری بی بی جان کا ارادہ بنا
دیا مجھ سے پہلے ہی انہوں نے میرے سامنے تمہارا نام لیا
میں بھلا کیا کہتا اپنے رب کی اس مہربانی پر دل میں اس کا
شکر ادا کر کے بی بی جان کے آگے رضامند ہوگیا۔ بہت
جلد بی بی جان یہ خواہش لے کر تم لوگوں کے ہاں آنے
والی ہیں۔“ قسمت نے جھکے سر کے ساتھ ان کے
مسکراتے لہجے میں بے دھڑک سنا تھا دل کی دھڑکنیں ایک دم
تیز ہوگئی تھیں۔

”کچھ کہو گی نہیں قسمت۔“ اذان نے جھک کر اس کا
چہرہ دیکھنا چاہا۔

”میں کیا کہوں اذان بھائی سب کچھ تو آپ نے
کہہ دیا...... آپ کا ساتھ میرے لیے بہت بڑی
خوش قسمتی ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے قسمت لیکن اتنی خوب صورت بات
کے ساتھ بھائی کا دم چھلا لگا کر مزہ ہی کرکرا کردیا۔“
قسمت کے آہستہ سے کہنے پر اذان نے خوشدلی سے کہا
تو وہ جھینپ کر رہ گئی۔

❁......❁......❁

”محراب...... میری محراب......!“ کچھ دیر ساکت
کھڑے رہنے کے بعد بی بی جان نے آ کر جیسے اسے
اپنے پروں میں سمیٹ لیا ویسا رنگ روپ وہی قد کاٹھ،
اسی جیسا بالوں کا رنگ...... وہ بیٹی جائی محراب تھی۔ سوہنی
نے البتہ کسی خاص گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا حالانکہ ابا
اسے خاص سمجھا بجھا کر لایا تھا لیکن بیس برس کم نہیں تھے

......ضرورت......

”ایک دیہاتی کو میں نے بصرہ کے جوہری بازار
میں دیکھا اس نے بتایا۔ کہ ایک دن میں جنگل میں
راستہ بھول گیا تھا اور میرے پاس کھانے پینے کی کوئی
چیز نہیں تھی۔ مجھے اپنی موت کا یقین ہوگیا کہ اچانک
میں نے ایک تھیلی پائی جو موتیوں سے بھری تھی۔ میں ہر
گز اس خوشی کو نہیں بھول سکتا کہ میں سمجھا اس میں بھنے
ہوئے گندم ہیں۔ پھر میں اس ناامیدی کو نہیں بھول سکتا
جب مجھے معلوم ہوا کہ اس میں موتی ہیں۔“

انا احب، فیصل آباد

اس کی شخصیت پر اپنی تربیت کے پرت چڑھانے کے
لیے جس ماں کو اس نے دیکھا تک نہیں تھا جس کے لمس
تک سے ناآشنا تھی وہ اس کی ماں سے کیسے ایک دم الفت
کے مظاہرے جتا سکتی تھی۔

”میں بہت دنوں سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی جب
سے تمہارے والد تمہارے بارے میں بتا کر گئے ہیں
ایک پل بھی چین نہیں تھا بس دل کرتا تھا کہیں سے
اچانک میری محراب کی نشانی میرے سامنے آجائے پھر
میں کہیں جانے نہ دوں گی اسے۔“ وہ اسے بار بار چومتیں
کبھی اس کا چہرہ...... کبھی ہاتھ...... ان کی بوڑھی آنکھوں
سے مسلسل بہتے آنسوؤں اور والہانہ انداز نے سوہنی کے
دل میں بھی گداز پیدا کر ہی دیا تھا۔

”آپ اکیلی رہتی ہیں اتنی بڑی حویلی میں......؟“
اپنی مری ماں کا مسلسل ذکر اسے عجیب سے احساس میں
مبتلا کرنے لگا اور کچھ نہ سوجھا تو یہی سوال کر بیٹھی۔

”ارے نہیں بیٹا اکیلی کہاں میرا اچھا ہوتا ہے میرے
ساتھ تمہارا ماموں زاد پھر ملازمین ہیں۔ گاؤں والے بھی
آتے رہتے ہیں اور آج ہی تو تمہارے جیسی گڑیا میری
دوسری نواسی یہاں سے واپس گئی ہے شہر...... شہر میں
تمہاری خالہ ہوتی ہیں ان کی اکلوتی بیٹی ہے ڈاکٹر بن رہی
ہے بہت خوش ہوں گی دونوں ماں بیٹی تمہارا سن کر...... تم

سے مل کر۔" وہ خوشی خوشی بتا رہی تھیں جسے سوہنی نے بغیر کسی دلچسپی کے سنا جبکہ اماں جی کا ایک پوتا تھا اب ایک اور نواسی بھی نکل آئی تھیں یہ سن کر لیا کا ماتھا البتہ ٹھنک گیا تھا تاہم چہرے پر زمانے بھر کی مسکینی طاری کیے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں سوہنی کو اشارے کرتا رہا کہ وہ بھی جواباً کچھ بولے اور کچھ نہیں بزرگوں سے محبت ہی جتا دے جسے نظرانداز کیے وہ منہ کی نس بیٹھی رہی۔

"صاحب کو ان کا کمرہ دکھا دو اور جب تک کھانا تیار ہوتا ہے میں اپنی بیٹی کو حویلی دکھاتی ہوں۔" ملازم کو بلوا کر بی بی جان نے ابا کو کمرے میں بھیجا اور خود ایک خوشی اور جوش کی کیفیت میں سوہنی کو ساتھ لیے مہمان خانے سے باہر آگئیں۔

❁......❁......❁
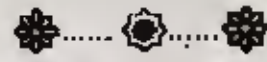
"بی بی جان...... بی بی جان۔" حواس باختہ سی سحاب یہاں وہاں ان کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی وہ جو بابا جان کو چائے دے کر ان کے کمرے سے باہر آرہی تھیں اس کا غیر معمولی تاثر اور انداز دیکھ کر چونک گئیں۔

"کیا بات ہے سحاب، گھبرائی ہوئی کیوں ہو بیٹا۔ خیریت ہے ناں؟" وہ خود بھی گھبرا گئیں۔

"خیر ہی تو نہیں ہے بی بی جان! آپ آئیں میرے ساتھ، بابا جان کہاں ہیں۔" ادھر ادھر کام میں مصروف ایک دو ملازماؤں کو دیکھتے وہ ہاتھ سے پکڑ کر انہیں اپنے اور محراب کے مشترکہ کمرے میں لے آئی۔

"بی بی جان غضب ہوگیا ہے محراب نہیں ہے گھر میں اور یہ خط چھوڑ کر گئی ہے۔" وہ بے ساختہ رو پڑی انہیں یہ قیامت خیز خبر سناتے ہوئے جنہیں سن کر انہیں لگا کہ وہ زندہ کیوں نہیں وہ یہ دن دیکھنے سے پہلے مر کیوں نہیں گئیں۔ رات ہی اس کے سسرال والے آکر اگلے ہفتے کی تاریخ پکی کر گئے تھے۔ کل سے اسے مایوں بٹھا جانا تھا اور کل ہی نکاح کی رسم بھی ہونی تھی۔ اس دن بابا جان کا ان کے کالج بند کرا دینے کے بعد سحاب اگرچہ بجھی بجھی سی تھی۔ اسے اپنی پڑھائی چھوٹ جانے کا بے حد افسوس تھا تاہم اس کا خیال تھا کہ چند دن گزر جائیں تو بابا جان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا وہ انہیں منا لے گی تاہم محراب ایک بار پھر اپنی روزمرہ روٹین میں مگن ہو چکی تھی اپنے سسرالی رشتہ داروں کی آمد پر بھی اس کا نارمل انداز ہوتا تھا آہستہ آہستہ سب ہی اپنے خدشات بھلائے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے یہ دھیان میں لائے بغیر کہ خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے محراب کی خاموشی بھی ایسا ہی ایک طوفان تھی جو اپنے ساتھ بہت کچھ بہا لے جانے والی تھی۔

وہ پہلے جبران کو تمام صورت حال سے آگاہ کرنے والی تھی۔ مگر رابطے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تھی۔ لے دے کے ایک پی سی او فون رہ گیا تھا اس پر بھی جبران کے گھر کا نمبر ملا ملا کر اس کی انگلیاں تھک گئی تھیں پھر جب اس نے کل ہونے والے اپنے نکاح کی بازگشت سنی تو حقیقتاً اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی بھی کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اس نے فوری لائحہ عمل طے کیا اور اس پر عمل بھی کر ڈالا مسئلہ صرف حویلی سے سڑک تک جانے کا تھا۔ آگے تو ہر گھنٹہ بعد شہر جانے والی لاری گزرتی ہی تھی گاؤں میں رات بھی جلدی ہو جایا کرتی ہے اور عموماً لوگ ہی الصبح ہی بیدار ہو جاتے ہیں ساری رات جاگتے رہنے کے بعد اذانوں سے پہلے ہی اس نے چادر اوڑھی اور چپکے سے حویلی کا بڑا گیٹ کراس کر کے باہر آ گئی تھی۔ دور تک پھیلے کھیتوں کے درمیان چلتے کئی بار وہ ٹھٹک کر بھی رکی، کبھی کتوں کے بھونکنے کی آواز سن کر تو کبھی کسی راہ گیر کے دیکھ لیے جانے کے خوف سے پر کسی طرح بڑی سڑک تک پہنچ ہی گئی تھی۔ دس منٹ بعد صبح کی پہلی گاڑی آگئی تھی جس نے شہر جانا تھا جب وہ گاڑی میں سوار ہوئی دور کہیں اذانوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

❁......❁......❁

"تم...... اس وقت......!" اس کی ساری رام کہانی سنانے پر جبران کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو محراب تم مجھ سے پوچھے بغیر کیسے اتنا

بڑا قدم اٹھا سکتی ہو؟" وہ اپنے پیچھے ساری کشتیاں جلا کے آئی ہے یہ سن کر اس کا سارا جوش و خروش ماند پڑ گیا۔

"مل...... لیکن تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے شادی کرو گے...... اب...... اب کیسے اپنے وعدے سے مکر سکتے ہو؟" خوف سے اس کا چہرہ ایک پل میں زرد ہو گیا وہ بوکھلا ہی تو گئی تھی۔

"نہیں بھئی ایسا کب کہا میں نے لیکن ہر کام کا ایک وقت اور طریقہ ہوتا ہے۔"

"ام چھا...... آؤ اندر تو آؤ، ناشتہ کرو پھر کچھ سوچتے ہیں۔" اسے کچھ خیال آیا تو اسے اندر لے آیا اور ریحانہ کے گھر پہنچنے سے پہلے پہلے وہ محراب جبران بن چکی تھی۔

❁......◉......❁

"ابا...... شہر تو آ ہی گئے ہیں پھپھو کے گھر بھی چلیں ناں کتنے دن ہو گئے ہیں۔" اس نے خیالوں میں ڈوبے ابا کا کاندھا پکڑ کر ہلایا۔

"ہاں...... ہاں چلے چلیں گے۔ کچھ ہاتھ تو آنے دے ناں پھر جا کر تیری پھپھو کو بھی فخر سے بتا سکیں گے کہ ہم بھی کوئی گرے پڑے نہیں ہیں۔ بڑھیا بڑی چالاک ہے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اب دیکھو انتظار میں تڑپ رہی تھی یوں جیسے تمہیں ملتے ہی ساری دولت ہی لٹا دے گی تم پر اور دیا کیا ہے صرف پچاس ہزار کہ جا کر شاپنگ کر آؤ۔" ابا کی نظر میں پچاس ہزار نہیں تھا دے تھے سوان کا موڈ کچھ خاص بہتر نہ تھا۔

"کیا ہے ابا؟ کہاں تو میں نے تمہارے پاس کبھی پچاس کا نوٹ نہیں دیکھا۔ کہاں پورے پچاس ہزار مل گئے ہیں پھر بھی نیت نہیں بھر رہی۔"

"او چپ کر بے وقوف لڑکی، کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہے وہ بڑھیا تو بھی تو اس کے وارثوں کی اولاد ہے بلکہ وارث ہے تجھے کیا بڑا دوں میں ٹرخا دے گی وہ۔"

"ایک تو تیرا یہ جذباتی پن مجھے ذرا نہیں پسند اب ایسی بھی کیا نفرت بوڑھی نانی سے کہ گونگے کا گڑ کھائے بیٹھی رہتی ہے باتیں شاتیں کیا کر کوئی محبت جتایا کر یہ وقت ہمارا ہے اس کو صحیح استعمال کرتے ہوئے جتنا سمیٹ سکتی ہے سمیٹ لے۔"

"ہاں تو انہوں نے کون سا میرے ساتھ اچھا کیا تھا جو میں صدقے واری جاؤں، یہ تو تُو نے مجھے روک رکھا ہے ورنہ ایسا سبق سکھاتی ناں ہوش ٹھکانے آ جاتے بڑھیا کے۔" ایسی نفرت اگر بی جان دیکھ اور سن لیتیں تو شاید صدمے سے ہی مر جاتیں۔

"اس لیے تو کہتا ہوں جو شہد سے مر جائے اسے زہر دے کر کیا مارنا، تو یہ کھانے دیکھ سارے تیری پسند کے منگوائے ہیں۔"

"وہ دن گزر گئے جب ہم ہر چیز کو ترسا کرتے تھے اب عیش کرنے کے دن ہیں۔" کھانے سے انصاف کرتے ابا اسے آنے والے دنوں کے لیے نئی پٹی پڑھانے لگا۔ اچھی خاصی خریداری وہ کر چکے تھے پھر بھی ابا نے کچھ رقم بچالی تھی۔ ڈرائیور باہر گاڑی میں ان کا انتظار کر رہا تھا جبکہ وہ دونوں کھانا کھانے کے لیے چلے آئے تھے ابا نے اگلے چکر پر اسے پھپھو سے ملانے کا وعدہ کیا تھا۔ سوہنی دل ہی دل میں کلس کر رہ گئی اس کا مراد سے کوئی رابطہ نہیں ہو پایا تھا۔ ابا نے فی الحال پھپھو یا مراد کو کچھ بتانے سے منع کیا تھا۔ اس کے پیچھے کیا وجہ کارفرما تھی لیکن سوہنی کو ابا کا یہ اقدام کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔

❁......◉......❁

"کیا...... اتنا سب کچھ ہو گیا اور آپ مجھے اب بتا رہی ہیں۔" اذان کے لہجے میں ناگواری تو نہیں البتہ حیرت ضرور تھی۔

"ہاں بچے میں فرصت سے تمہیں بتانا چاہتی تھی پر مواقع ایسے بنتے گئے کہ میں تمہیں کچھ نہ بتا سکی۔ پھر تم شہر چلے گئے تو ان کی آمد ہوئی۔ تم دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے اذان بنی بنائی محراب ہے۔ ذرا برابر بھی فرق نہیں اور بھولی ایسے جیسے زمانے کی ہوا چھو کر نہ گزری ہو۔ بن ماں کے بچی ہے ناں تو ڈری سہمی، چپ چپ، سنجیدہ ذہن باتوں کے جواب میں بمشکل ایک آدھ بات کا جواب

دیتی ہے۔" سوہنی کی تفصیل بتاتے کبھی وہ رنجیدہ ہوجاتیں کبھی بے تحاشا خوش۔

"اچھا اب تم آرام کرو تھک گئے ہوگے کل تمہیں ان لوگوں سے ملواؤں گی۔" بی بی جان نے اذان کا تھکا تھکا چہرہ دیکھ کر پیار سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

❀......◉......❀

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جبران، جو کچھ میں ان کے ساتھ کرکے آئی ہوں اس کے بعد تو میں انہیں نظر بھی آئی تو وہ میرے ٹکڑے کردیں گے اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے اپنا حق لینے جانا چاہیے۔ میں نے اپنے کون سے فرائض نبھائے ہیں جو حقوق کی جنگ لڑنے کھڑی ہوجاؤں۔"

"او بھئی ماں باپ کا دل بہت بڑا ہوتا ہے اولاد کی بڑی سے بڑی غلطی معاف کردینے والا۔ تمہاری شکل دیکھ کر سب بھول بھال جائیں گے۔ زیادہ غصے میں ہوں بھی تو پیروں میں گر کر معافی مانگ لینا۔"

"غلطی معاف ہوسکتی ہے اور بھلائی بھی جاسکتی ہے۔ گناہ کو نہ تو بھلایا جاسکتا ہے نہ معاف کیا جاسکتا ہے وہ بھی ایسا گناہ جو زندہ درگور کردے۔" اپنی بات کے جواب میں محراب کا جواب جبران کو تپا گیا۔

"پتا نہیں کس بے وقوف عورت سے پالا پڑ گیا ہے؟" وہ بڑبڑا سا رہ گیا۔

ان کے نکاح کو پانچ ماہ ہونے کو آئے تھے اس دوران اس نے اپنی بہن کو بھی بیاہ دیا تھا۔ صرف محراب سے شادی ہی تو اس کے منصوبے میں شامل نہیں تھی۔ ساتھ جائیداد کا حصول بھی ہوتا تو وارے نیارے ہوجاتے اس بے وقوف لڑکی نے جذباتی ہوکر اس کا سارا پلان فیل کر ڈالا تھا۔ لیکن وہ ابھی بھی پرامید تھا ناخن بھی کبھی ماس سے جدا ہوا ہے بھلا۔ جیسا بھی قدم اٹھایا تھا محراب نے تھی تو ان کی اولاد ہی نا پر اس کی بات مانتی تب نا، اس نے پہلے دبے لفظوں میں پھر علی الاعلان اس پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا تھا کہ اسے جاکر اپنے ماں باپ سے معافی مانگ لینی چاہیے۔ جبکہ محراب یہ سن کر ہی خوف سے زرد پڑ جاتی۔

"میں اپنے پیچھے ساری کشتیاں جلا کر آئی ہوں جبران، میں نے کیا اچھا کیا ہے ان کے ساتھ اب کس برتے پر جاؤں میں۔" کبھی کبھی وہ بے بسی سے رو پڑتی، شادی کے کچھ دنوں بعد ہی اس پر احساس زیاں نے غلبہ جمایا تھا اس نے جان لیا تھا کہ چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی کے مصداق جبران صرف ظاہری خوب صورتی رکھتا تھا اس کی واحد خوبی صرف بڑی بڑی اور خوب صورت گفتگو کرکے مخاطب کو قائل کرنا تھا ورنہ وہ انتہا درجے کا سست اور کاہل آدمی تھا آئے روز ایک نوکری چھوڑ کر دوسری ڈھونڈنے لگ جاتا اس پر شرط لگانا اور جوئے کی بری لت بھی اس کی عادات تھیں احساس جرم اس قدر شدید تھا کہ وہ دن میں کئی بار رو پڑتی لیکن جبران کی ایک ہی ضد تھی اسے اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جانا چاہیے معافی مانگنے کے لیے تاکہ وہ اس کے حصے کی جائیداد اس کے حوالے کردیں۔ ایسے ہی ان کے دن پھر سکیں گے ورنہ وہ ساری عمر ایسے ہی روتی رہے گی محراب زخمی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ جاتی۔

❀......◉......❀
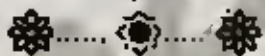
"کیسی ہیں ڈاکٹر صاحبہ؟" فون پر اذان کی آواز قسمت کے اندر گویا نئی زندگی دوڑا گئی۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں بی بی جان کیسی ہیں کب سے چکر ہی نہیں لگایا آپ نے۔" شکوہ خود بخود لہجے میں در آیا۔

"سب ٹھیک ہیں اسپتال کا کام اختتامی مراحل میں ہے اور ایک آدھ دفعہ چکر لگا تو ہے شہر پر بہت چاہنے کے باوجود تم لوگوں کی طرف نہیں آسکا۔"

"یہ کیا بات ہوئی آنے کو دل ہوتا تو فرصت بھی میسر آہی جاتی۔" اس کے مان بھرے شکوے پر اذان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دل کی مت پوچھو یہ تو بہت کچھ چاہتا ہے پر میں

اکیلا نہیں تھا کچھ ڈاکٹرز اور اسٹاف کے کچھ لوگ ساتھ تھے لیکن وعدہ کہ نیکسٹ ٹائم تمہارے ہاتھ کی چائے پینے آؤں گا۔"

"ضرور، مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور بی بی جان سے تو بات ہوتی رہتی ہے، میری کزن کے بارے میں تو بتایئے کیسی ہے، کیا کرتی ہے میں اس سے ملنے کو بہت بے چین ہوں۔" اشتیاق اور جوش اس کے لہجے سے ہویدا تھے۔

"ٹھیک ہے، تمہاری ہی ہم عمر ہوگی۔ پڑھائی کا سلسلہ بھی کئی سالوں سے چھوڑا ہوا ہے۔ عجیب سا رویہ ہوتا ہے کبھی بے حد چپ کبھی کھوجتی ہوئی، مطلب ایسے ہی جیسے بروکن فیملی کے بچے ہوتے ہیں ویسے بھی میری بہت کم ملاقات ہو پاتی ہے اس سے زیادہ تو بی بی جان کے ساتھ وقت گزرتا ہے اس کا اور ہمارے پھوپا جان سچ پوچھو تو مجھے کچھ خاص پسند نہیں آئے، پتا نہیں کیوں لالچی سا رویہ لگا ہے مجھے ان کا۔ باقی دلوں کے راز تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کوئی اعتراض تھا بھی تو بی بی جان کی وجہ سے دل میں دبا گیا ہوں کہ بہت دنوں بعد ان کو خوش دیکھا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ اپنے احساسات اپنے روزمرہ کا احوال اسے بتاتا چلا گیا۔ ہفتے میں ایک دو دفعہ ہونے والی یہ بظاہر معمولی سی بات چیت ان دونوں کو بے حد قریب لا چکی تھی۔

......☆☆☆......

وہ دونوں اس وقت سوہنی کی پھپو کے گھر موجود تھے پر اس دفعہ وہاں کا ماحول پہلے سے یکسر جدا تھا پھپو اس کے صدقے واری جا رہی تھیں پھپو کی بیٹیوں نے لوازمات سے میز کو بھر دیا تھا اور اب مسلسل بصد اصرار ایک ایک چیز کھلا رہی تھیں اور مراد وہ بس سوہنی کو دیکھے ہی جا رہا تھا وہ سوہنی جس کے تن پر بھی کوئی اچھا کپڑا سجا نہ دیکھا تھا آج اس کی ظاہری حالت بدلنے سے ایک رعب و دبدبہ تھا جو ان سب پر طاری تھی سوہنی کا دیدہ زیب مہنگا لباس، گلے میں پڑی گولڈ کی چین، سفید نگوں والی خوب صورت بالیاں دو نازک سی چوڑیاں اس کی بائیں کلائی کی شان بڑھا رہی تھیں۔

"یہ بھی بھلا کوئی بات تھی بھائی بے شک چلے جاتے سوہنی کو لے کر اس کے نانا کے گھر پر بندہ کوئی اطلاع کوئی پتا ہی دے کے جاتا ہے تمہاری تو عادت کا پتا ہے کہ بغیر بتائے دو دو تین تین دن غائب بھی ہو جاتے ہو پر میری بچی کا ساتھ تھا مت پوچھو کیسے دم اٹکا رہا ان دنوں میں مراد الگ پریشان تھا چکر لگا لگا کے تمہارے گھر کے میرے بچے کی اتنی سی شکل نکل آئی تھی۔" پھپو کوئی پانچویں بار یہ تفصیل بتا رہی تھیں۔

"میں نے پچھلی بار ذکر کیا نہیں تھا تم سے کہ اس کے نانا سے بڑے حساب کتاب نکلتے ہیں میرے وہ چکانے جانا ہے میں نے۔" ابا کے انداز میں ہنوز بے پروائی تھی۔

"ہاں پر یہ کب کہا تھا کہ بغیر بتائے منہ اٹھا کر بچی کو ساتھ لے کر چل دو گے بڑی اچھی سہیلی تھی سوہنی کی ماں میری، کالج میں سارا دن ہم ساتھ ہوتے تھے۔ مرنے کی عمر نہیں تھی اس کی پتا نہیں کیا ایسا ہو گیا کہ اس عمر میں لڑھک گئی بے چاری۔"

"دو ماہ کی بچی کو چھوڑ کر گئی تھی میرے روکنے کے باوجود ماں باپ کے گھر کا عیش اسے چین کب لینے دیتا تھا۔ گھر، اولاد کتنی پیاری ہوتی ہے انسان کو پر اس کے پاؤں کی زنجیر تو اولاد بھی نہ بن سکی۔ ایسی آسائشوں کی عادی تھی۔ اس کی نانی بتاتی ہیں کہ سال بھر ہی جی سکی پھر ایک دن ایسا سوئی کہ دوبارہ اٹھنا ہی نصیب نہیں ہوا۔" ابا نے پہلے کی بتائی ہوئی تفصیل ایک بار پھر دہرائی تو ماحول خود بخود ہی بوجھل ہو گیا۔ اپنی ماں کا ذکر سوہنی کو یونہی افسردہ کر دیتا تھا۔

"یہ لے یہ میرا نمبر ہے۔ ماموں کے فون سے بات کرتی رہنا۔ مجھے انتظار رہے گا۔ جلد ہی تیرا ہاتھ مانگنے آنے والے ہیں ہم۔" آتے ہوئے مراد نے پرچی پر لکھا اپنا نمبر چوری سے اس کے ہاتھ میں

تھماتے ہوئے سرگوشی کی۔

......☆☆☆......

بچی جیسی رحمت بھی اس کی فطرت کو بدل سکی نہ روش کو، اب تو اس کی راتیں بھی باہر بسر ہونے لگی تھیں۔ محراب ساری رات ننھی بچی کو سینے سے چمٹائے ہوئی رہتی اسے اپنے گھر کا وہ آرام یاد آتا جب ان کے ہر کام کے لیے ملازمائیں تھیں۔ گھرداری اور اس کے مسائل کس بلا کا نام ہے یہاں آ کر پتا چلا تھا کئی کئی دن گزر جاتے وہ بھوکی رہ جاتی کہ آٹا ختم ہوگیا، گھی نہیں ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہوتا کہ تمہارا اپنا قصور ہے۔ چلی جاتی ایک ذرا سی معافی ہی مانگنی تھی پھر ایسی زندگی اور ایسی غربت تمہارا مقدر نہ ہوتی پھر انہی دنوں اس کی باتوں میں کسی عورت کا ذکر آنے لگا اس کی امارت اس کی دریا دلی کے قصے سناتے سناتے وہ بھول جاتا کہ وہ اس کی بیوی ہے وہ اسے بتاتا کہ ستارہ نامی وہ لڑکی دیوانی ہے اس کی، مرمٹی ہے اس کی وجاہت پر۔

"ایسے ہوتے ہیں محبت کرنے والے اپنا سب کچھ محبوب پر وار دینے والے تمہاری طرح نہیں کہ زبانی کلامی دعوے ہی کیے تھے اور اس پر عذاب بن کر مسلط ہوگئی ہو۔" اب تو محراب کو اس کی گھٹیا باتوں اور حرکتوں پر رونا بھی نہیں آتا تھا۔

❁......◉......❁

"سوہنی...... چل ایسا کر یہ چین مجھے دے دو وہ بڑھیا تو ترسا ترسا کر ایک ایک پائی نکال رہی ہے۔ مجھے ضرورت ہے کچھ روپوں کی...... ؟" واپسی پر ابا کی خود غرضی والی آواز سن کر وہ اپنے خیالوں سے چونکی ابا کی فطرت سے واقف ہوتے ہوئے پتا نہیں اس پل ایک عجیب سا احساس اسے ہوا۔

"ابا! بی بی جان کہہ رہی تھیں کہ یہ...... یہ میری ماں کی نشانی ہے۔" اس پل ایک عجیب سی یاسیت اس کے لہجے میں در آئی تھی۔

"او بس کر...... ماں کی نشانی ماں نے دو ماہ کی بچی کو ایسے چھوڑا کہ مڑ کر نہ دیکھا اور تو ہے کہ اس کی یادوں کو سینے سے لگائے بیٹھی ہے۔ کوئی اور مرد ہوتا تو شادی کر کے اپنی نئی دنیا بسا لیتا یہ تو میں تھا جس نے سوچا کہ سوتیلی ماں آ کر نجانے میری معصوم بچی سے کیا سلوک کرے یہی سوچ کر ساری زندگی تیری تربیت اور پرورش میں لگادی اور تو ہے کہ بات بات پر باپ سے "کیوں اور کیسے" جیسے سوال لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔" اس کے بعد آدھے گھنٹے پر مشتمل ابا کی ویسی ہی جذباتی تقریر تھی جو وہ آئے روز اس کے سامنے دہرایا کرتا تھا جس میں اس کی ماں کی بے وفائی اور اس کی اپنی قربانیوں کے تذکرے تھے۔ سوہنی کا ہاتھ دھیرے سے اپنی گردن کی طرف بڑھا اور اس نے چین اتار کر ابا کی پھیلی ہتھیلی پر رکھ دی۔

"ویسے تو کسی نے پوچھنا نہیں تجھ سے لیکن کوئی پوچھ بھی لے کہ کہاں گئی تو کہہ دینا یہاں وہاں رکھ کر بھول گئی ہوں اور پھر ڈھونڈنے پر نہیں ملی۔" ابا نے ساتھ ہی اسے سبق بھی پڑھا دیا سوہنی بےزاری سے سر ہلا رہ گئی۔

❁......◉......❁

"بی بی جان کتنی خوب صورت ہے نا سوہنی، کتنی خواہش تھی میری کہ میری بھی کوئی بہن ہوتی اللہ تعالیٰ نے بیٹھے بٹھائے کیسے پوری کردی۔" قسمت بار بار اس کا ہاتھ پکڑ رہی تھی یہی حال اس کی مما کا تھا ہو بہو اپنی بہن کی شکل اپنی بھانجی کو دیکھتے ہی وہ رو پڑی تھی کتنی ہی دیر اسے سینے سے لگائے رکھا تھا صرف ایک سال چھوٹی ہی تھی محراب پھر کتنی دوستی بھی تو تھی ان میں جب تک ہر بات اس کو پتہ نہ ہوتی چین کہاں آتا تھا اسے پھر بدنصیبی نے اپنا پیر جمایا ان کی دہلیز پر کہ وہ ان سب سے بدگمان ہوگئی تھی اس کے اس بھیانک اقدام کے بعد بابا جان کیسے ڈھے سے گئے تھے۔ بی بی جان کو گہری چپ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بمشکل دو ماہ بعد ہی بابا جان نے سحاب کو اس شخص سے بیاہ دیا جو محراب کا طلب گار تھا۔ ساری زندگی ایک آبلہ پا سفر تھا جو انہوں نے طے کیا تھا اس شخص نے انہیں محبت بھی دی گھر بھی اور اولاد بھی پر وہ عزت جو

ایک بیوی کو ملنی چاہیے تھی وہ کبھی نہ مل سکی۔ ان کی ہر بات ہر عمل کو محراب کے تناظر میں دیکھا اور پرکھا جاتا اب کہیں جا کر قسمت کے بابا کو احساس آنے لگا تھا کہ وہ محراب جیسی نہیں ہیں وہ گھر اور گرہستی کے لیے اپنی جان لٹا دینے والی ایک قابل اعتبار ہستی ہیں مہینے پر مہینے گزر جاتے انہیں میکے کی دہلیز پار کیے پر ان کو خیال تک نہ آتا کہ وہ اپنی جان سی پیاری ماں اور عزیز از جان باپ کے لیے کیسے تڑپتی ہیں فون پر رابطہ ہوتا وہ بھی قسمت کے بابا خود اپنے سامنے بات کراتے بے اعتباری کے احساس سے وہ کٹ کٹ جاتیں، یوں کہ محراب کے لیے اگر دل سے بددعا نہ نکلی تو دعا بھی نہ نکل سکی تھی کہ اسی کے ایک غلط قدم باعث اعلیٰ تعلیم کا خواب تو ادھورا رہ گیا عملی زندگی میں بھی کوئی خوشی نصیب نہ ہو سکی۔ پھر وہ اذیت بھرے دن جب انہوں نے سنا کہ وہ واپس آ گئی تھی کیا کچھ نہ سنایا تھا ان کے خاوند نے انہیں محراب کے حوالے سے جب تک وہ زندہ رہی صرف ایک بار ہی وہ اس سے مل سکی تھیں کہ قسمت کے بابا کو ڈر تھا کہ واپسی آ گئی تو کیا ہوا۔ ہے تو وہی لڑکی ناں جس نے خود بھی رسوائی کا سبق پڑھا ہے دوسروں کو بھی وہی پڑھائے گی۔ ویسے بھی جب وہ اس سے ملی تھیں سارے گلے شکوے جیسے پانی بن کر آنکھوں کے راستے بہہ گئے تھے۔

"مجھے معاف کر دو سحاب ایک میری غلطی نے سب کو برباد کر دیا۔ بی بی جان نے مجھے سب بتا دیا ہے کہ انہوں نے عزت بچانے کے لیے تمہیں اس شخص سے بیاہ دیا جو اپنے ٹھکرا دیے جانے کا انتقام تم سے لے رہا ہے لیکن دیکھو، میرے اللہ نے مجھے بھی خوش نہیں رہنے دیا۔"

ہڈیوں کا ڈھانچہ وہ پیلی زرد عورت ان کی محراب نہیں تھی۔ پچھتاؤں کی آگ میں جلتی، احساس جرم سے سسکتی اور اولاد کی جدائی میں تڑپتی ایک نڈھال عورت تھی غم جس کو گھن کی طرح کھا گیا اور محض کچھ عرصہ ہی جی سکی تھی وہ سوہنی کو دیکھتے دیکھتے وہ ماضی کے سفر میں بہت دور تک نکل گئی تھیں۔ بی بی جان کا دل تو سمندروں جیسا وسیع تھا جو انہوں نے اس شخص کو معاف کر دیا تھا پر وہ سوہنی کے باپ کے سلام کے جواب میں صرف سر ہلا کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں آخر محراب اکیلی تو سزاوار نہیں تھی پھر وہ کیوں اتنی سی عمر میں خاک اوڑھ کر سو گئی اور یہ شخص ابھی تک دندناتا پھر رہا تھا انہوں نے تنفر سے سوچا اور بعد میں اپنے خیالات کا اظہار بی بی جان سے بھی کر دیا تھا۔

"میری بچی اپنی اولاد کے لیے تڑپتی ہوئی گئی ہے، سحاب اب ہم جو کچھ بھی کر لیں اسے واپس لا سکنے پر قادر نہیں ہیں لیکن اس کی بچی کو اپنا کر اس کی روح کو تو سکون دے سکتے ہیں ناں پھر وہ باپ ہے سوہنی کا اتنے سال اس کی پرورش کی زمانے کے سرد و گرم سے بچا کر رکھا ہماری بچی کو پھر سب سے بڑی بات جزا و سزا کا اختیار میرے رب کے ہاتھ میں ہے ہم انسانوں کو اس نے ہر دو راستے بتا دیے۔ خیر کا بھی شر کا بھی صلح کا بھی انتقام کا بھی میں نے صلح کی راہ چن کر اپنے آگے کی راہ آسان کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ وہ اولاد تھی میری ماں سے زیادہ بھلا کون جانے گا اولاد کا دکھ۔" کہتے کہتے وہ رو پڑیں سحاب نے ان کے ہاتھ تھپتھپا کر انہیں تسلی دی تھی۔ ابا کے ذہن میں شاید سحاب اور اس کی بیٹی نہیں تھیں پہلے۔ جب ہی بیٹے کی پیا تک اور تھی اور جب سے قسمت کو دیکھا تھا ماتھا ٹھنک گیا تھا پھر ڈاکٹر اذان اور قسمت کا ایک دوسرے کو دیکھ کر جو روشنی ان کی آنکھوں اور چہروں پر پھیلی تھی اس نے ابا کو ٹھٹکا دیا تھا آخر کو کھیتوں کے میدان کے پرانے اور گھاگ کھلاڑی تھے۔ انہوں نے اپنے منصوبے میں تھوڑا ردوبدل کیا اور اسی وقت ہی سوہنی کو بلا کر اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔

"او بات سن تو میری غور سے۔" ادھر ادھر دیکھتے انہوں نے سرگوشیانہ انداز اختیار کیا۔

"جہاں تک میں پہنچ پایا ہوں یہ لوگ تجھے اونے پونے میں بہلا کر تیری ماں کی ساری جائیداد ہڑپ کرنے کے چکر میں ہیں اب جو میں کہوں اس پر تو نے اعتراض کیے بغیر عمل کرنا ہے بس یہ سوچ لے کہ تیری پھوپی نے

بھی تب ہی تیری عزت کرتی ہے اور محبت دیتی ہے جب تو جائیداد والی ہوگی ایسے نہیں تجھے بیاہ کرلے جانے والی اور جائیداد لینے کے لیے جو کچھ میں کہتا ہوں بس چپ چاپ کرتی جا۔" پھر جیسے ہی ابا نے سرگوشیوں میں اسے کچھ کہا تو وہ بدک ہی گئی۔

"پر ابا میں تو مر اور۔" کہتے کہتے اس نے زبان دانتوں میں دبالی کہ شاید احساس ہوگیا تھا کہ مقابل اس کی کوئی سہیلی نہیں اس کا باپ ہے۔

"او جانتا میں بھی سب کچھ ہوں، مراد ہی کے سنگ بیاہوں گا تجھے، یہ تو ایک چھوٹا سا ڈرامہ ہے پھر اس سے تجھے کیسے چھٹکارا دلا کر تجھے مراد کے ساتھ بیاہنا ہے یہ سب تو اپنے ابا پر چھوڑ دے۔ میری تو اب چل چلاؤ کی عمر ہے تو نے ہی بعد میں عیش کرنا ہے بیوی دولت مند ہو تو شوہر تو شوہر پورا سسرال دب کے رہتا ہے پاگل لڑکی۔ بھروسہ کر اپنے باپ کا۔" اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار دیکھ کر ابا نے مزید کچھ ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ محض آدھے گھنٹے کی اس میٹنگ کے بعد ابا اگر سوہنی کو کسی کا سر بھی قلم کردینے کا کہہ دیتا تو مراد کو حاصل کرنے کے لیے وہ یہ بھی کرتی یہاں تو صرف چپ ہی رہنا تھا باقی سب کچھ تو ابا کو ہی کرنا تھا وہ مطمئن ہوکر کمرے سے باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀
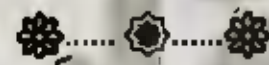
"یہ کیا کہہ رہے ہو تم...... پہلے تو کبھی تذکرہ نہیں کیا تم نے اس بات کا۔" بی بی جان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا ابا کی بات سن کر۔

"بس جی میں سمجھا تھا اپنے لوگ ہیں تو لحاظ کرلیں گے پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خون بھی تو سفید ہوگئے ہیں نا جی، کاروبار کے لیے جو پیسہ میرے بہنوئی نے دیا تھا وہ سود سمیت بڑھ کر لاکھوں تک جا پہنچا ہے۔"

"تو کوئی بات نہیں میرا سب کچھ میرے بچوں کا ہی تو ہے، میں آج ہی ساری ادائیگی کرنے کو تیار ہوں۔" بی بی جان جلدی سے بول اٹھیں۔

"نہیں بی جی ان کی نیت خراب ہوگئی ہے آج کا سارا دن ان کی منتیں کرتے ہوئے گزرا ہے وہ کہتے ہیں بس ہمیں لڑکی کا نکاح دے دو پیسہ معاف کرنے کو تیار ہیں۔ لڑکا ہے تو میرا بھانجا مگر پرلے درجے کا آوارہ اور نکما شخص ہے غنڈہ ہے جی اپنے علاقے کا کیسے پھول سی بچی کا ہاتھ اسے تھما دوں۔ کل وہ لوگ آنے والے ہیں جی کچھ ایسا کریں میری بچی کو بچالیں۔" ابا نے اپنے آنسو صاف کرکے بی بی جان کو ملتجی نظروں سے دیکھا۔

"اس سے پہلے بھی اسی سلسلے میں تین مرتبہ جو آپ نے ان کو ادائیگی کی تھی اور معاملہ رفع دفع کردیا تھا تو اب اور کون سے پیسے رہ گئے ہیں۔" وہ بے حد پریشان ہوکر بولیں کہ ابا نے ان تین ماہ میں یہی کہانی صرف لڑکی کا ذکر چھوڑ کر تھوڑی ردوبدل کے ساتھ سنائی تھی۔

"مکر گئے ہیں جی! ہیں تو میرے رشتہ دار پر کیا کریں کہ گلے میں پڑی گھنٹی ہے بجانی تو ہے نا جی۔"

"میں نے تب بھی کہا تھا آپ سے کہ میرے اذان کی عینک سلیک بہت اچھے اچھے لوگوں سے ہے جن میں پولیس آفیسرز بھی شامل ہیں وہ یقیناً اس معاملے کو آسانی سے نمٹالیتا لیکن آپ کی اس بات نے مجھے روک دیا کہ وہ بڑے خطرناک لوگ ہیں ہمارے بچوں کو نقصان نہ پہنچادیں۔"

"وہ جی چھوٹا منہ بڑی بات...... پر ایک حل مجھے نظر آرہا ہے اگر آپ اجازت دیں تو۔" ابا کی ہچکچاہٹ سے وہ چونک گئی۔

"بولیے آپ رک کیوں گئے۔ میرے بچوں کی زندگی اور خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے میرے لیے۔"

"آپ کی سوہنی سے محبت دیکھ کر ہی ایک حل پیش کررہا ہوں۔ نہ پسند آئے میری بات تو بڑی ہونے کے ناتے درگزر فرمائیے گا۔" پھر ابا نے ان کے قدموں میں بیٹھ کر جو بات کی تھی اس نے بی بی جان کا سانس روک کر ان کو گویا بے جان بت میں تبدیل کردیا تھا حل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ابا نے یہ مشورہ بھی پیش کیا تھا کہ

"ڈاکٹر اذان کو بھی اگر اس امر پر راضی کریں تو اصل بات کی پردہ پوشی کرتے ہوئے صرف بی بی جان اپنے بڑے پہ بات کریں یہ نہ ہو جوان خون گرم ہو کر کوئی جذباتی قدم اٹھا بیٹھے۔" لوہا گرم ہو دیکھ کر چوٹ لگانا بھی ابا کا ایک اضافی گر تھا۔ ابا دہاں سے کب کے جا چکے تھے لیکن بی بی جان وہیں کی وہیں بیٹھی تھیں۔ کبھی اذان کی آنکھوں میں جلتی وہ قسمیں نظر آتیں جو قسمت کو دیکھ کر روشن ہو جاتی تھیں پھر قسمت کے چہرے کی روشنی جو وہ اذان کی ہمراہی میں محسوس کرتیں لیکن ان سب پر حاوی ہو جاتا سوہنی کا معصوم چہرہ......

"نہیں، نہیں...... میں ابھی زندہ ہوں ایک اور محراب کو زندہ درگور نہیں ہونے دوں گی۔" بہت دیر بعد وہ ایک فیصلہ کر کے مطمئن اٹھی تھیں۔ سحاب اور قسمت ابھی یہیں تھیں انہوں نے دو دن بعد جانا تھا جبکہ کل کے دن ڈاکٹر اذان کے اسپتال کا افتتاح بھی تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتے اذان کے کمرے میں آ گئیں۔ وہ شاید ابھی باہر سے آیا تھا جبھی واش روم سے فریش ہو کر نکلا تو انہیں دیکھ کر چونک گیا۔

"ارے بی بی جان آپ یہاں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہی والا تھا۔" وہ جانتی تھیں کہ سب سے پہلے وہ انہی کے پاس آتا تھا۔

"میرا دل کیا کہ میں خود جا کر اپنے بیٹے کو مل آؤں۔" وہ نم لہجے میں مسکرا کر بولیں۔

مگر ان کے لہجے سے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ ان کو پیار سے تھام کر اپنے بیڈ پر لا کر بٹھایا۔ ان کے دونوں ہاتھوں کو عقیدت سے تھام کر بے ساختہ کتنی ہی دیر انہیں دیکھتا چلا گیا۔ بی بی جان کی آنکھیں ایک بار پھر بھر آ گئیں۔

"کیا بات ہے بی بی جان، اپنے اذان کو نہیں بتائیں گی کہ کیا پریشانی ہے؟" انہوں نے جھک کر بہت پیار سے اس کی روشن پیشانی چوم لی۔

"اذان میرے بچے ہر زندگی بعض دفعہ ایسا کڑا امتحان لیتی ہے کہ بہت سے فیصلے ایسے کرنے پڑ جاتے ہیں جو اپنے بہت پیاروں کے دل پر قدم رکھ کر کیے جاتے ہیں لیکن اس میں بھی اپنے بہت پیاروں کی بھلائی ہی مقصود ہوتی ہے۔" وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگا اسے لگا کہ وہ بہت غیر معمولی بات کہنے والی ہیں۔

"تمہاری ذات سے تمہارے بابا جان کو اور مجھے بہت سکھ ملے۔ ایسے سکھ بھی جس کے ہم اپنی اولاد کے خواہاں تھے ان کے سبب دکھ بھی بھول گئے ہماری بہت سی خواہشیں اور ارمان بن کہے پورے کیے تم نے اب بس ایک خواہش پوری ہونے کی آرزو ہے میری جان پوری کر دو گے تو وہ تمہارا فرض نہیں بلکہ احسان ہوگا۔ نہ بھی پوری کر سکو تو کوئی گلہ کوئی شکوہ نہیں تم سے، اللہ تمہیں آباد رکھے ہنستا بستا رکھے۔" آنسو ان کی آنکھوں سے بہہ کر جھریوں میں جذب ہونے لگے۔

"بی بی جان آپ رو رہی ہیں، مجھے تکلیف ہوتی ہے اور التجا کیوں کر رہی ہیں آپ حکم کریں بی بی جان آپ کا اذان آپ کے لیے جان بھی دے سکتا ہے۔" اس نے گرم جوشی سے ان کے ہاتھوں تھام کر چوما۔

"سوہنی سے شادی کر لو اذان آج اس گھر نے اسے سہارا نہ دیا تو وہ رل جائے گی۔ زمانے کی ٹھوکروں میں آ جائے گی۔ مجھے اس دنیا میں اللہ کے بعد تمہارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں ہے میری بچی کو اپنا لو بچے۔" وہ کچھ لمحے ان کے بھیگے چہرے کو دیکھتا رہا پھر مسکرا دیا۔

"بس بی بی جان، اتنی سی خواہش میں نے تو بہت پہلے ہی اپنی زندگی کے فیصلے کا ہر اختیار آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ پھر آپ کو صرف مجھے بتانا چاہیے تھا التجا نہیں کرنی تھی۔ مائیں التجا نہیں کرتیں حکم دیا کرتی ہیں۔ یہی ان کا مقام ہوتا ہے اور یہی مرتبہ، آئیے چل کر کھانا کھاتے ہیں۔ آپ نے بھی میرے بغیر کھانا نہیں کھایا ہوگا۔"

"دل کا کیا ہے وہ تو ضدی ہے۔ پر اتنا نہیں کہ منایا نہ جا سکے ہاں ماں کو نہیں روٹھنے دینا چاہیے۔" کرلاتے دل کو ڈپٹ کر چپ کراتے اس نے حسب معمول پہلا نوالہ بی بی جان کے منہ میں ڈالا۔

''تو طے ہوا ڈاکٹر قسمت کہ تم میری قسمت میں کہیں نہیں ہو۔'' صبح ناشتے کے بعد بی بی جان نے ابا سمیت سب کو اپنے کمرے میں آنے کو کہا اور اس وقت سب ہی وہاں موجود تھے۔ قسمت اور سحاب کے چہرے پر تجسس ابا کے چہرے پر تجسس بھرا جوش جیسے یقین ہو کہ جیسا وہ سوچے ہوئے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ ڈاکٹر اذان کا چہرہ بے تاثر تھا آنکھیں البتہ رت جگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ پہلی بے ساختہ نظر قسمت کے چہرے پر گئی تھی پھر دانستہ انہوں نے رخ موڑ کر بی بی جان کے پاس بیٹھی سوہنی کا چہرہ دیکھا۔ وہ انہیں کچھ بے چین اور ہراساں سی لگی۔

''میں نے کچھ دنوں پہلے اذان کی مرضی سے ایک فیصلہ کیا ہے جس پر عمل کے لیے میں چاہتی ہوں میرے بچے یہاں میرے پاس ہوں آج جب قسمت نے موقع دے ہی دیا ہے تو میں سوہنی کو اپنے اذان کی دلہن بنانے کا اعلان کرتی ہوں۔ صرف یہی نہیں آج میرے اذان کے اسپتال کا افتتاح بھی ہے آج کے ہی مبارک دن میں ان کا نکاح بھی کرنا چاہتی ہوں۔ ہاں شادی آپ لوگوں کی مصروفیات کو مدنظر رکھ کر کی جائے گی۔'' قسمت کے لیے یہ اعلان نہیں تھا ایک دھماکہ تھا جس نے اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے تھے۔ سحاب نے خوشی سے آگے بڑھ کر سوہنی کو گلے سے لگایا تھا۔ جبکہ اذان قصداً نظریں جھکا کر بیٹھا تھا بی بی جان بھی سوہنی کی طرف متوجہ تھیں اور اپنے پاس رکھے کیس میں سے انگوٹھی نکال کر سوہنی کو پہنا رہی تھیں۔ اسے لگا جیسے فضا میں آکسیجن کم ہو رہی ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔ میں ابھی آتی ہوں کہہ کر دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ بی بی جان صبح نماز کے بعد ہی ابا کو چیک پکڑا آئی تھیں۔ جتنی جلدی ہو سکے نکاح کے فوری انتظام کے ساتھ ساتھ کچھ ضروری خریداری بھی کر آئیں۔ ابا کو بھلا اور کیا چاہیے تھا اب وہ شہر کے لیے نکل گئے تھے۔

بی بی جان سحاب کے ساتھ نکاح کے حوالے سے کچھ ضروری باتیں کر رہی تھیں کہ اچانک سوہنی نے بی بی جان کو مخاطب کیا۔

''میں کمرے میں جاؤں۔''

''ہاں، ہاں بیٹا ضرور جاؤ۔'' بی بی جان نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا تو وہ آنسو ضبط کرتی اسی کمرے میں آ گئی جہاں اس کا قیام تھا کسی زمانے میں یہ محراب کا کمرہ تھا اس کی ماں کا چونکہ باپ نے اسے وہی سکھایا اور پڑھایا تھا ماں کے حوالے سے جو وہ چاہتا تھا سو اس نے کسی قسم کی محبت محسوس ہی نہیں کی تھی ماں کے لیے ہاں محرومی کا احساس اکثر اٹھا تا جو ماں سے اس کی نفرت کو دو چند کر دیتا یہی وجہ تھی کہ اس کمرے کو دیکھ کر بی بی جان اس کی طرف سے جس شوق اور محبت کا اظہار دیکھنا چاہتی تھیں وہ مفقود تھا بلکہ اس نے تو ان کے جانے کے بعد سائیڈ ٹیبل پر فریم میں بجی اپنی ماں کی تصویر کو ایک نظر دیکھ کر بے زاری سے دراز میں ڈال دیا تھا آج جانے کس جذبے کے تحت دراز کھول کر اس نے تصویر نکالی اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے شکووں کے انبار لگا دیے۔

''کیا ایک لمحے کو بھی تم نے رک کر نہیں سوچا کہ تمہاری بیٹی ساری زندگی ماں سے محرومی کے جان لیوا احساس کے ساتھ جیے گی، پر نہیں اگر سوچتی تو مجھے چھوڑ کر نہ جاتیں۔ آؤ آ کر دیکھو، آج تمہاری بیٹی کو ماں کی کس قدر ضرورت ہے تمہاری بیٹی کو ایک ان چاہے رشتے میں باندھا جا رہا ہے۔ پر تم بھی سمجھتی مجھے تب نا، کیا ایسی مجبوری تھی تمہاری بتاؤ کیا ایسی مجبوری تھی کہ دو ماہ کی بچی کو بلکتا چھوڑ کر آ گئیں۔ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی کبھی بھی نہیں۔'' اس نے تصویر کو دور پھینک دیا اور خود پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کچھ ہی دیر میں نجانے کس سوچ کے تحت وہ اٹھی اور کمرے کی ایک ایک چیز میں ماں کا لمس تلاش کرنے لگی۔ الماری میں اس کے کپڑے بھی ویسے ہی لٹکے ہوئے تھے۔ بی بی جان نے الماری کا ایک خانہ اس کے لیے خالی کرا کر دوسرے کو ویسے ہی رہنے دیا تھا۔ وہ رشک کرتی اس ماں کی محبت پر اور میری ماں، ہونہہ۔ وہ تنفر سے سر جھٹک کر سوچتی آج سے پہلے اس نے کب ایک بیٹی کی نظر سے اس کمرے پر نظر ڈالی تھی۔

چھوٹی سی دراز جو کہ الماری کے بالکل اندر تھا کھولنے پر بہت سی چیزیں نظر آئیں۔ کارڈز، سوکھے پھول، ایک سرخ مخملیں ڈائری، کسی بھی جذبے کے بغیر اس نے وہ اٹھائی پھر اسے لیے وہ مسہری پر آن بیٹھی۔

"محراب شاہ، عمر بیس سال" پہلے ہی صفحے پر نام کے ساتھ اس کے کوائف درج تھے پھر صفحات پلٹتے پلٹتے اس کی نظر کچھ اشعار پر پڑی۔ "میری منگنی بابا جان نے جہانگیر خان سے کردی ہے۔ وہ بھی پڑھ رہے ہیں سنا ہے یونیورسٹی میں۔ پر میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی، ہاں سحاب نے تصویر دکھائی ہے۔ مجھے تو بہت اچھی لگی ان کی تصویر، ہاں سب سے زیادہ ان کی آنکھیں پسند آئیں۔

آج ریحانہ بہت اصرار کرکے اپنے گھر لے گئی۔ وہاں پر میری ملاقات اس کے بھائی سے بھی ہوئی پھر اس نے مجھے بتایا کہ کیسے کالج سے باہر ایک بار میری جھلک دیکھنے پر وہ میرا دیوانہ ہوگیا تھا اسی کے بہت زیادہ اصرار پر ریحانہ مجھے گھر لے کر گئی تھی۔ اف وہ شخص، ایک ہی ملاقات میں کیا جادو کردیا ہے مجھ پر بہت چاہا کہ اس جادوگر کے سحر سے بچ جاؤں۔ جہانگیر سے اپنے رشتے کو، بابا جان کے اعتماد کو سب بھلادیا۔ پر محبت کا فسوں شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیا مجھے بھی محبت ہوگئی ہے۔" پھر سوہنی نے ایک ساتھ بہت سے صفحات پلٹ ڈالے۔

"میں اب جبران کے ساتھ محبت کی راہ گزر پر اتنی دور آگئی ہوں کہ واپس پلٹنا ناممکن ہے۔" سوہنی کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ اتنی محبت کرتی تھیں وہ ابا سے پھر کچھ دیر وہ کچھ سوچتی رہی پھر درمیان سے ڈائری کو کھولا۔ کوئی بھی میری بات نہیں سمجھ رہا نہ محبت کرنے والے بابا..... نہ جنم دینے والی ماں نہ دوست جیسی بہن کہ وہ حق جو مجھے میرا مذہب دیتا ہے تو یہ لوگ کیوں مجھے روک رہے ہیں۔ ظلم کی تو حد یہ ہے کہ بابا جان نے ہم دونوں کا کالج بھی بند کردیا ہے اور جہانگیر کے گھر والوں کو بلا کر شادی کی تاریخ بھی دے دی ہے۔ میں بھی محراب شاہ ہوں کسی بھی ظلم کو برداشت نہیں کروں گی۔ اگر ان کو میری خوشی کی پروا نہیں تو

مجھے بھی ان کی کوئی پروا نہیں۔“ اسی پل ملازمہ کی دستک پر اس نے جلدی سے وہ ڈائری تکیے کے نیچے رکھی اور اس کے جاتے ہی دروازے کی چٹخنی لگادی۔ ”ماں باپ کی عزت کو پاؤں تلے روند کر جانے والی لڑکیوں کے گھر ریت پر بے گھروندے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ میں ہوں محراب شاہ، جسے جبران جیسی عفریت نے جو سنہری خواب دکھائے تھے وہ خواب نہیں ایک زہریلی دلدل تھی۔ جس میں مجھ جیسی کتنی ہی لڑکیاں اس کا ہاتھ تھام کر دھنس گئیں پھر تمام عمر ابھر ہی نہ پائیں۔ صرف ایک سال دو ماہ بعد اس ظالم شخص نے طلاق دے کر مجھے اس دہلیز سے باہر لا کھڑا کیا جس دہلیز کو اپنا بنانے کے لیے میں نسلوں کی عزتوں کو خاک میں روند آئی تھی۔ میں جو پہلے صرف اس وجہ سے چپ رہی تھی کہ احتجاج جو کرتی تو کس برتے پر واپسی کے سارے دروازے اپنے ہاتھوں ہی بند کر کے ان پر مضبوط قفل لگا کر چابیاں کسی بیابان میں ہی پھینک آئی تھی۔ پھر میری چپ کا سب سے بڑا سبب میری بچی، میری اولاد بن گئی۔ میں نے سنا تھا اولاد بڑے سے بڑے پتھر دلوں کو موم کر دیا کرتی ہے۔ پر مجھ جیسی بدنصیب لڑکی کے حصے میں ایسا ظالم اور بے حس مرد آیا تھا جو دودھ کے لیے روتی کرلاتی بچی کو بھی دیکھ کر سفاکی سے کہتا کہ میرے پاس کہاں سے آئے پیسے جاؤ اپنے باپ سے مانگ لاؤ، اس کے طعنے اس کی مار، بازاری عورتوں سے اس کا تعلق، جوئے کی لت، بازاری زبان کس کس دکھ کا ماتم کرتی میں گھر سے جو چند زیورات میں لائی تھی چند ہی دنوں میں سمیٹ لیے تھے اس نے ماں باپ کے گھر سے لائی گئی نشانیوں میں واحد یہی ڈائری تھی جو شاید کسی طرح بیچنے لائق نہیں تھی ورنہ وہ اسے بھی بیچ دیتا۔ پھر وہ بھیانک رات میری زندگی میں آئی جب اس نے کہا کہ وہ جوئے میں ایک بڑی رقم ہار گیا ہے اور اب اس کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ یا تو میں اپنے ماں باپ کی دہلیز پر ناک رگڑ کر کچھ نہ کچھ سمیٹ لاؤں یا چند دن کے لیے اس کے عیاش دوستوں کو اپنا وجود پیش کر دوں، ایک برزخ تھا جس میں اس جانور نے مجھے پھینک دیا تھا۔ پھر اسی رات کے پچھلے پہر نجانے کس سوچ کی جھونک میں مجھے طلاق دے کر بچی کو مجھ سے چھین کر اس لہو جما دینے والی سردی میں مجھے بازو سے پکڑ کر دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا۔ میری التجاؤں، میری آہ و بکا کا کچھ اثر نہ ہوا اس شخص پر آخر دن کی روشنی نمودار ہونے پر میں نے اپنے پیروں میں پڑے اس بوسیدہ بیگ کو اٹھایا جو میں اپنے ماں باپ کے گھر سے لائی تھی تو بھرا ہوا تھا اب اس میں میرے دو استعمال شدہ گھسے ہوئے سوٹ اور میری دکھ سکھ کی ساتھی ڈائری تھی۔

سوہنی کو اپنا دم سینے میں اٹکتا محسوس ہوا تھا اس سے آگے کے صفحات میں بچی کی جدائی کا رونا روتی ایک ماں کا نوحہ تھا جو ہر صفحے پر بکھرا پڑا تھا۔ وہ صفحہ صفحہ پلٹتی ایک ماں کے دکھ پر روتی چلی گئی۔

❁......۞......❁
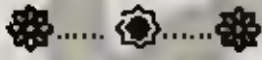
پیسا ایک بار پھر اس کے ہاتھ آیا تھا تو قدم خود بخود پھر سے جانی پہچانی گلیوں کی طرف بڑھتے جا رہے تھے بدنام زمانہ وہ گلیاں جن سے آشنائی نے اسے کسی کا نہیں ہونے دیا تھا نہ بیوی کا نہ اولاد کا کچھ وقت وہاں گزارنے کے بعد وہ سرشار سا سوہنی کی خریداری کے سلسلے میں مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ رواں رواں خوشی سے سرشار تھا کہ اب اس کی سوہنی لاکھوں میں کھیلنے والی تھی اب بس ایک دیسی سی کہانی تیار کر کے پھپھو اور مراد کو سوہنی اور اس بیتے ننھیال سے بدظن کرنا تھا۔ پھر تو اس کے دونوں ہاتھ گھی میں ہوتے کئی سنہری سوچوں کے زیر اثر اس نے کچھ کپڑے اور ضروری زیورات خریدے اور جہاں ڈرائیور کو کھڑا کیا تھا وہاں جا پہنچا کہ وہ اپنی سرگرمیوں کی بھنک بھی کسی کو نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔ بڑھیا نے کہا تھا ظہر کے بعد نکاح کی تقریب ہوگی تو ابھی تو بارہ ہی بجے ہیں۔

”چلو بھئی ذرا اسپیڈ دینا گاڑی کو ضروری پہنچنا ہے گاؤں واپس۔“ کئی گھنٹوں کا سفر ڈرائیور نے دو گھنٹوں میں طے کر کے اسے مقررہ وقت تک گاؤں کی حدود میں پہنچا دیا تھا۔ ہال میں چہل پہل اور رونق کے آثار دیکھتے

ہی اس کے پاؤں تیز تیز اٹھنے لگے۔
"شکر ہے ٹائم پر پہنچ گیا میں۔" دل ہی دل میں خود کو شاباش دیتے جس پل ابا نے ہال کی دہلیز پر پاؤں دھرا اندر کے منظر پر نظر پڑتے ہی اس کے پاؤں گویا زمین نے جکڑ لیے سامنے کے صوفہ پر ہلکے کام والے سوٹ میں دلہن کا روپ لیے سوہنی اس کے پہلو میں دولہا بنا بیٹھا مراد، دوسرے صوفے پر بی بی جان کے برابر میں سوہنی سے ملتا جلتا روپ لیے قسمت اور اس کے بالکل پاس ڈاکٹر اذان، مراد کے پاس جھک کر کچھ کہتی اس کی بہن ریحانہ بھی نظر آئی اور اردگرد اس کے دوسرے بچے بھی۔ اہم چیز تھی دونوں جوڑیوں کے چہروں سے چھلکتی خوشی اور آسودگی۔
"ارے ماموں بھی تشریف لے آئے وہ دیکھو۔" مراد نے پرجوش انداز میں کہا تو سب کی نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ پھر اس نے دلہن بنی سوہنی کو اٹھ کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ بالکل اس کے سامنے آ کر رکی۔
"اپنے ہی خون سے پیدا کی گئی اولاد کو اور اس کی خوشیوں کو جو جانور کھا جاتا ہے اس کا نام تو جانتے ہوں گے نا ابا، سانپ کہتے ہیں اس کو۔" تنفر سے کہا گیا جملہ نجانے کیوں اس پل جبران کے دل پر جا کر لگا تھا۔
"تمہاری بھی فطرت ویسی ہی ہے ابا سانپ جیسی۔ صرف اپنی خوشی کے لیے سب کو نگلنے والے۔ میری ماں کے ساتھ جو کچھ تم نے کیا پرائی اولاد کے ساتھ کیا پر میں تو اولاد تھی نا تمہاری۔ مجھے تو بخش دیتے کیا بگاڑا تھا ان معصوم لوگوں نے تمہارا کہ دوسری بار ان کو لوٹنے کا ارادہ لے کر چلے آئے ابھی تو پہلی بار کا زخم نہیں بھولے یہ لوگ۔ اپنی طرف سے بہت پکے منصوبے بنائے تم نے، لوگوں کی زندگیوں کو اپنی مرضی سے چلاتے تم بھول گئے کہ ہر جاندار کے ہر عمل کی ڈور کھینچنے اور ڈھیلی کرنے والا تو اللہ ہی ہے نا۔"
"بس کرو سوہنی۔" ڈاکٹر اذان نے ایک زہریلی نظر جبران پر ڈال کر نرمی سے اسے سہارا دیا۔

"یہ دولت کا پجاری شخص۔ اذان بھائی مجھے تو اس سے بڑھ کر غریب کوئی نہیں نظر آ رہا کہ جس کے اردگرد جتنے بھی رشتے ہیں نفرت کرتے ہیں اس سے گھن کھاتے ہیں اس سے کہیں چلا جائے یہاں سے۔ میں اب پوری زندگی اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہوں گی۔" وہ زور سے چیخی رو پڑی تو پھپھو ریحانہ نے آ کر اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔
"جاؤ جبران علی چلے جاؤ یہاں سے تمہارے لیے تمہارا ہر رشتہ صرف دولت ہے، ہم میں مزید نہ تو کسی سازش کا شکار ہونے کی ہمت ہے نہ ہم اب تمہیں برداشت کر سکتے ہیں۔" نفرت ان کے ایک ایک لفظ سے ہویدا تھی۔ اس نے ایک نظر سب کے چہروں پر ڈالی کم و بیش ہر چہرے پر ایک ہی تاثر تھا نفرت کا......
"سوہنی میرے بچے میری بات تو سنو۔" اس نے کہنا چاہا۔
"مت اپنی زبان سے میرا نام لو۔ زندگی میں یہ جو رشتے دار اور خوشیاں رب نے میرا نصیب بنائی ہیں میری ماں کی دعائیں ہیں ورنہ تم نے تو جو کرنا تھا وہ سب نے دیکھ لیا۔ کبھی اگر ایک پل کے لیے بھی مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہو تو میرے سامنے بھی مت آنا۔"
پھر وقت اور حالات کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے والے شخص نے دیکھا تھا کہ کیسے تقدیر نے اسی کی چال اسی پر الٹ کر اسے منہ کے بل گرایا تھا اور پہلی اور آخری بار لگنے والی یہ چوٹ بہت ہی شدید تھی کہ اس میں وہ سب کچھ ہار گیا تھا۔ دولت بھی...... اولاد بھی...... رشتے بھی...... ہارا ہوا وہ شخص ہارے ہوئے قدموں سے کچھ دیر التجا بھری نظروں سے سب کو دیکھتا رہا پھر کسی بھی چہرے پر اپنے لیے نرمی نہ پا کر وہاں سے نکلتا چلا گیا کہ یہ اصول فطرت ہے اپنا بویا انسان کو خود ہی کاٹنا ہوتا ہے اچھا یا برا......!

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دنیا ہے تیری منتظر روزِ ملاقات

"صاحب میرے بیٹے کو گولی لگی ہے اس کا دایاں بازو اور سینے کے اعضاء مفلوج ہوگئے ہیں ڈاکٹرز کہتے ہیں زہر پھیل گیا ہے اس کے علاج کے لیے تیس ہزار کی اشد ضرورت ہے میں آپ کو ہر ماہ تنخواہ میں سے کٹواتا رہوں گا۔" بوڑھا مالی کرم دین ہاتھ جوڑ کر سیٹھ منظور الٰہی سے مخاطب تھا جن کے سوٹ کے ساتھ ساتھ گردن بھی کلف شدہ (اکڑی ہوئی) تھی۔ وہ اس وقت رہائشی عمارت سے نکل کر پورچ کی طرف جارہے تھے ابھی بوڑھے کرم دین کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ سیٹھ منظور کا دایاں ہاتھ اٹھا اور زناٹے سے کرم دین کے گال پر پڑا اس افتاد پر وہ ضعیف آدمی لڑکھڑا کر گر گیا۔

"ڈیم فول، جاہل آدمی، تم جانتے ہو کہ میرا ایک ایک منٹ قیمتی ہے آدھے گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے اور تم سفر پر جاتے وقت اپنی رونی صورت لے کر بھیک مانگنے اور بدشگونی کرنے پہنچ گئے۔" ان کی زوردار آواز پر تمام ملازمین ہی سرونٹ کوارٹرز سے نکل آئے تھے اور خوددار کرم دین تو جیسے زمین میں گڑھ گیا تھا۔

"ہونہہ، پہلے اپنے بچوں کو لفنگے اور آوارہ بناتے ہو پھر جب وہ کسی واردات میں زخمی ہوتے ہیں تو ان کے علاج کے لیے بھیک مانگتے ہو ایسی اولاد کو تو مرجانا چاہیے۔" سیٹھ منظور نے سفاکی سے کہا تو کرم دین بے ساختہ تڑپ اٹھا۔

"ناں صاحب جی، اللہ کے واسطے اسے کچھ مت، میرا بچہ ایسا نہیں ہے میرا راشد تو بارود جماعتیں پاس ہے فیکٹری میں کام کرتا ہے وہ واپس آرہا تھا کہ نامعلوم افراد کی فائرنگ کا شکار ہوگیا آپ نے مدد نہیں کرنی تو مت کرو صاحب مگر اسے بددعا تو مت دو۔" بوڑھے کرم دین کے آنسو اس کے جھریوں زدہ چہرے پر بہتے داڑھی میں جذب ہورہے تھے۔ تمام ملازم اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے وہ جانتے تھے کہ کرم دین سچ کہہ رہا ہے مگر وہ سیٹھ منظور کی رعونت سے بھی واقف تھے کچھ بول کر وہ برا نہیں بننا چاہتے تھے سیٹھ منظور نے سر جھٹکا، رسٹ واچ پر نظر دوڑائی اور بڑبڑائے۔

"دو ٹکے کے لڑکے کی وجہ سے میرے دس منٹ برباد کردیے۔" نہایت کروفر سے کہتے اپنی سیاہ مرسڈیز کی طرف بڑھ گئے جہاں ڈرائیور دروازہ کھولے منتظر کھڑا تھا اور پیچھے کرم دین روتا رہ گیا۔

❁......◉......❁
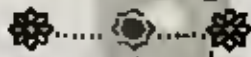
"برکتے میں نے تم سے کہا ہے ناں کہ لڑکی کام بھرتی سے کرنے والی ہو اور عمر میں سولہ سے کم ہو۔" بیگم عثمانی نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے ہیئر اسٹائل کا جائزہ لیتے ہوئے سر تو ڑ مشک کرتی نوکرانی سے کہا۔

"بیگم صاحب اتنی چھوٹی دھی کو پنڈ والے چھوڑتے نہیں ہیں۔" وہ منمنائی۔

"اچھا اور جوان لڑکیوں کو کام کرنے بھیج دیتے ہیں تمہارے غیرت مند پنڈ والے تاکہ تو عمر لڑکوں کو پھانس سکیں۔" بیگم عثمانی نے کاٹ دار لہجے میں برکتے سے کہا۔

"ہاں جی ہاں! بی بی جی یہ تو کم بخت غریبی ہمیں مجبور

کرتی ہے کہ دوسروں کے گھروں کے برتن مانجھنے پڑتے ہیں ورنہ بھلا کون ایسا چاہتا ہے۔" ہما کے تڑپ کر بولی۔ وہ پچھلے سال کام میں ہاتھ بٹانے کو اپنی جوان بیٹی کو لائی تھی مگر مسز عثمانی کے اوباش بیٹے سرمد خان کی نظر اس پر پڑ گئی اور جب وہ اپنے نفس کی تسکین کی خاطر اٹھارہ سالہ زرتاشیہ کو بہانے سے کمرے میں لے گیا تو زرتاشیہ نے شور مچا ڈالا مسز عثمانی نے اپنے بیٹے کو کچھ کہنے کے بجائے دو تھپڑ زرتاشیہ کے منہ پر مارے اور کہا۔

"نمک حرام میرے بیٹے پر الزام لگاتی ہے اپنی جھوٹی اداؤں کا جال تو...... تو نے ہی اس پر ڈالا تھی۔" چٹیا سے پکڑ کر اسے گھر سے نکال دیا اس وقت وہ اپنا اپنی ٹھوڈ اور مسز سب بھول گئی تھیں ہما کے بوڑھی ہو چکی تھی اس سے اکیلے کام کاج نہیں ہوتا تھا اور مسز عثمانی اب جوان لڑکی کو رکھنے کی غلطی دہرانا نہیں چاہتی تھی۔

"کوشش کروں گی بی بی جی کہ اپنی بہن کی پوتی کو لے آؤں دس بارہ سال کی ہے مگر ہے پھرتیلی۔" ہما کے تڑپ کر سوچ لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے لے آؤ اسے۔" مسز عثمانی نے فون کر دیا۔

❁......◈......❁

"صاحب جی ورکرز تنخواہ بڑھانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔" اکاؤنٹ منیجر ایاز نے ہچکچاتے ہوئے معین صاحب سے کہا۔

"ولٹ ربش، ہر وقت تنخواہ میں اضافے کا رونا کیا سمجھتے ہو تم لوگ نوٹ درختوں پر اگتے ہیں؟" انہوں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"مگر صاحب جی پچھلے دو سالوں سے تنخواہ بالکل نہیں بڑھی کسی کی وہ سال کی بنیاد پر اضافے کی ضد کر رہے ہیں۔" منیجر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"ہوں۔" معین صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

"کتنے ورکرز ہیں جنہیں کام کرتے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

"جناب ڈھائی تین سو ہوں گے۔" منیجر نے فائل دیکھ کر بتایا۔

"ان سب کو فارغ کر دو اور نیا اسٹاف بھرتی کرو اور کوشش کرنا لڑکے اٹھارہ سال سے کم عمر ہوں تاکہ انہیں تنخواہ کم دی جا سکے اور اب ہر سال پرانے اسٹاف کی جگہ نیا اسٹاف بھرتی کرو۔" معین صاحب نے آرڈر جاری کیا۔

"جی......" اس حکم پر ایاز صاحب کا منہ حیرت سے کھل گیا مگر معین صاحب کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ "اوکے سر جیسا آپ کا حکم۔" کہتے ہوئے پلٹ گئے کہ کہیں انہیں بھی نوکری سے ہاتھ نہ دھونا پڑے۔ معین صاحب کا سیل بجا ان کے بیٹے کی کال تھی وہ کہہ رہا تھا کہ مرسیڈیز پرانی ہو گئی ہے نئے ماڈل کی بی ایم ڈبلیو کے لیے پچاس لاکھ کی اشد ضرورت ہے اور معین صاحب نے فوراً چیک کاٹ دیا۔

❁......◈......❁
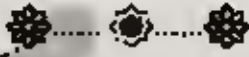
آج کا سیمینار بہت اہم تھا پورے شہر کی مشہور شخصیات لیبر ڈے یعنی مزدوروں کے عالمی دن پر شرکت کے لیے بطور خاص آئی تھیں۔ چیئرمین منظور الٰہی نے سیمینار کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"مزدور ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں ان کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ان کے حقوق سب سے مقدم ہیں۔" پھر وائس چیئرمین مسز عثمانی نے اور ایم ڈی معین الدین نے چائلڈ لیبر کی پرزور مذمت کی اور ان لوگوں کو سخت برا بھلا کہا جو بچوں کے ہاتھوں سے کھلونے اور قلم چھین کر اوزار پکڑا دیتے ہیں اور ان کو بچپن میں ہی بڑھاپے اور محرومی کا احساس سونپ دیتے ہیں۔ یہاں سیمینار کی تقریب اپنے عروج پر تھی اور اس سے بے خبر دس سالہ سدرہ مسز عثمانی کے گھر برتن دھو رہی تھی اور بوڑھا کرم دین اپنے جوان بیٹے کے جنازے کے سرہانے بیٹھا تھا جو سیٹھ منظور سے تیس ہزار نہ ملنے پر آپریشن نہ کرا پایا اور چل بسا۔ معین صاحب کی لیدر فیکٹری کے دو سو ملازمین بغیر کسی وجہ کے نکالے جانے پر حیران پریشان تھے کوئی کہتا۔ "ایسا مت کرو تنخواہ نہیں بڑھانا تو مت بڑھاؤ مگر مجھے نوکری سے مت نکالو۔" کوئی کہتا میری بیٹی کی شادی ہے کسی کی گھر والی پورے دنوں سے ہوتی اور اسے رقم کی اشد ضرورت ہوتی مگر ایاز صاحب نے سب کو برخاست کر دیا یہ کہہ کر کہ "یہ بڑے صاحب کا آرڈر ہے۔" فیکٹری کے تمام مزدور روتے ہوئے گیٹ سے نکل رہے تھے اور شہر کے امراء سیمینار ہال میں "لیبر ڈے" منا رہے تھے۔

❁

ٹوٹی ہوئی چوڑی

سمیرا ستار رانجھانی

کوئی اچھی سی سزا دو مجھے
چلو ایسا کرو بھلا دو مجھے
تم سے بچھڑوں تو موت آجائے
دل کی گہرائی سے دعا دو مجھے

نرما کے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ایک دم خاموشی چھا گئی۔ اس وقت اسے محسوس ہوا کہ آسمان کیسے سر پر گرتا ہے اور زمین کیسے پیروں کے نیچے سے نکلتی ہے۔ یہی سب لوگ دو مہینے پہلے اس کے لیے کتنی محبت رکھتے تھے اور آج ان کی آنکھوں میں کتنی اجنبیت، حقارت اور نفرت تھی وہ جو اس گھر میں غرور سے رہا کرتی تھی آج اس کے قدم اٹھ رہے تھے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے مگر ایسا کب ممکن تھا اس جیسی لڑکیوں کو نہ تو زمین جگہ دیتی ہے نہ آسمان، اس نے بہت بے بس نظروں سے چاروں جانب دیکھا مگر سب اپنوں کو اس نے خود ہی اپنے لیے بیگانہ بنا دیا تھا اسے نہیں لگ رہا تھا کہ کوئی اب اس کی سنے گا اس نے آس بھری نظروں سے اماں کی طرف دیکھا آخر وہ ان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی مگر اماں اس کے لیے آنکھوں میں سب سے زیادہ بیگانگی لیے ہوئے تھیں وہ پھر بھی ہمت کر کے ان کی طرف بڑھی اور پیروں پر گر گئی۔

”اماں مجھے معاف کردیں پلیز اماں پلیز۔“ لاؤنج میں اس کی آواز گونج اٹھی تھی مگر اماں نے منہ پھیر لیا تھا پاؤں پیچھے کرلیے تھے سب بت بنے کھڑے تھے اسفند بھی وہیں کھڑا تھا‘ اسفند اس ہی کی طرف دیکھ رہا تھا ایک عجیب سی چمک اس کی آنکھوں میں آجاتی شوخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سج جاتی تھی وہ تو اسے یونی کا جن بلاتی تھی کہ ابھی اس کے ہونٹوں سے بات نکلتی تھی اور اسفند اسے ہر صورت جلد سے جلد پوری کرنے کی کوشش کرتا مگر اس وقت اس کے ماتھے پر بہت گہری شکنیں تھیں بھینچے ہوئے ہونٹ آنکھوں میں غصہ۔ اس کی ہمت نہیں ہورہی تھی کہ وہ کوئی بھی بات یا فرمائش کرسکے اسفند کے بالکل پہلو میں رانیہ کھڑی تھی ان دونوں کا رشتہ ان کہے بھی وہ سمجھ گئی تھی وہ مکمل طور پر لٹ چکی تھی کس منہ سے اور کس کس سے معافی مانگتی؟ عادل اس کا بھائی ایک دم سے اس کی طرف بڑھا اور پوری قوت سے اسے تھپڑ دے مارا وہ الٹے منہ گری اور منہ میں خون کا ذائقہ گھل گیا لیکن اسے اٹھانے کے لیے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا‘ وہ خود ہی اٹھی اور عادل کے قدموں سے لپٹ گئی۔

”بھائی مجھے معاف کردیں پلیز...... وہ بہت ظالم ہے میں وہاں نہیں رہ سکتی مجھ سے بھول ہوگئی۔ وہ جھوٹا ہے بھائی مجھے بچالیں۔“ اس کی آہوں سے در و دیوار لرز گئے تھے۔

"خبردار جو مجھے بھائی کہا تو.....'' عادل کی آنکھیں لہو رنگ تھیں۔ ''جب ہماری عزت مٹی میں ملا کر اس کے پیچھے چلی گئی تھیں تب تمہیں خیال نہیں آیا تھا کہ کوئی تمہارا بھائی بھی ہے جس کی عزت، پیار، مان تم مٹی میں ملا کر جارہی ہو۔'' عادل کا سوال بہت کاٹ لیے ہوئے تھا۔

''بھائی! سفیر بہت ظالم ہے میں چمکتی چیز کو سونا سمجھی تھی میں غلط تھی..... میں غلط تھی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی تائی امی اچانک سے لاؤنج سے نکلی تھیں اسفند نے بھی رائنل کا ہاتھ پکڑا اور سیڑھیاں چڑھ گیا' ہاں عادل بھائی اماں اور پھپو کھڑے تھے آنسو روانی سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے جو لوگ کبھی اس کا خاموش رہنا برداشت نہیں کرتے تھے آج اس کے آنسوؤں پر بھی انہیں رحم نہیں آرہا تھا کتنا غلط کردیا تھا اس نے سفیر جیسے دھوکے باز شخص کی باتوں میں آکر سفیر جیسے کچے شیشے کے پیچھے اس نے اسفند جیسا ہیرا چھوڑ دیا تھا۔ رائنل اور پھپو کو اس نے ہمیشہ اپنا غلام اور مقروض سمجھا تھا اور انہوں نے اس کا دیا یہ مقام بھی دل سے قبول کرلیا تھا مگر سارا مقام پیار اور عزت کا ہوتا ہے آج وہ اپنے گھر میں کھڑی جگہ کی بھیک مانگ رہی تھی اور یہ گھر بہت مان اور شان سے رائنل کا ہوچکا تھا۔

اماں آگے بڑھی اور اس کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

''چلی جاؤ زرما اس سے پہلے کہ تمہارے بابا اور تایا آجائیں۔'' ان کے لہجے میں دکھ بھری التجا تھی وہ ماں تھیں پھر بھی اسے اپنے سامنے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ عادل نے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں پھپو کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔

''زرما تم نے کہا تھا نا مجھے چوڑیاں لینی ہیں اماں مجھے اکیلے جانا ہے رائنل مارکیٹ میں گھبراتی ہے اسے سنبھالوں گی یا شاپنگ کروں گی میں نے تم پر اعتبار کیا اور بھیج دیا۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ میں تمہیں ہمیشہ کے لیے رخصت کررہی ہوں۔'' اماں پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''جاؤ زرما جاؤ، چلی جاؤ۔ تمہاری مہندی والے دن تمہارے ایکسیڈنٹ کی خبر سب کو دے دی تھی اسپتال سے ڈیڈ باڈی لاکر تمہاری تدفین کرادی۔ رائنل کا نکاح جلدی میں اسفند سے کرادیا عزت بچانے کے لیے کیا کیا نہیں کیا تم پھر سے آگئی؟ ڈوب مرو زرما ڈوب مرو۔'' وہ پھر ایک ماں، آفندی خاندان کی عزت دار عورت بن گئی تھیں۔ زرما تو مرچکی تھی اور مرے ہوئے کبھی زندہ نہیں ہوتے، زمانے نے تھوڑی دیر میں جان لیا تھا مگر وہ قاتل صرف اپنی نہیں تھی اس کے سر تو بہت سے قتل تھے۔ عزت، محبت، مان، چاہت، اعتبار سب کو مار کر ڈالا تھا اس کی جلد بازی نے وہ ہاری ہوئی واپسی کے لیے پلٹی تھی مگر اماں کی آواز نے اسے پھر روک لیا تھا۔

''سنو زرما۔'' اماں کی آواز میں وہی دبدبہ تھا۔

''ٹوٹی ہوئی چوڑی اور گھر سے بھاگی ہوئی عورت کو اس کا مقام کبھی واپس نہیں ملتا۔'' وہ کچھ لمحے رکی پھر تیز تیز قدم اٹھاتی نکلتی چلی گئی تھی۔ کہ اب یہ گھر اس کی منزل نہیں تھی۔

روٹی

بشریٰ باجوہ

اس دور کا معیارِ محبت بھی ہے دولت
ٹھکراؤ مگر کچھ میری قیمت ہی لگا دو
پتھر پہ لکیروں کی طرح دل میں تیرا نام
اور لوگ کہیں مجھ سے کہ اب اس کو بھلا دو

موسم صبح سے بے حد خوش گوار تھا۔ ننھی منی بارش کی بوندوں کی کن من نے جیسے روح تک کو سرشاری بخشی تھی۔ رانیہ نے جلدی جلدی دال میں بگھار لگایا۔ چاول ابل چکے تھے۔ لنچ تیار کرتے ہوئے اس کی نظریں وال کلاک پر تھیں وہ رائتہ و سلاد تیار کر چکی تھی۔ بچے اسکول سے واپس آنے والے تھے بس دو تین روٹیاں پکانی تھیں۔ اتنے میں ڈور بیل بجی۔

''اس وقت کون آ گیا؟'' وہ سوچتی ہوئی کچن سے باہر نکلی۔ گیٹ کھولتے ہی سامنے ثریا کھڑی نظر آئی۔ ملگجے کپڑے اور بدرنگ سا دوپٹا اوڑھے۔

''السلام علیکم باجی۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام، آؤ اندر آ جاؤ۔'' وہ اس کو اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے بولی۔

ثریا کچھ ماہ قبل اس کالونی میں کرائے کے مکان میں رہ کر گئی تھیں۔ میٹرک پاس تھی۔ محلے کے ایک میلاد میں رانیہ سے اس کی ملاقات ہوئی تھی تب سے وہ بھی کبھار رانیہ کے گھر کا چکر لگا لیتی تھی۔ رانیہ اس کو اکثر کوئی نہ کوئی چیز دیتی رہتی تھی۔ ثریا کا میاں انور علی ٹک کر کام کرنے کا عادی نہ تھا۔ دو تین ماہ کسی کام پر لگ جاتا تو پھر چھ چھ ماہ تک بے کار پھرتا رہتا اوپر تلے

چھ بچوں کی پیدائش نے ثریا کو وقت سے پہلے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ خود ہی کسی فیکٹری میں کام کر کے گھر کا خرچہ چلاتی تھی۔

رانیہ نے جلدی سے چائے کا کپ تیار کر کے ثریا کے سامنے رکھا وہ کچن میں موجود اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔

''کیسی ہو گھر میں سب کیسے ہیں بچے ٹھیک ہیں تمہارے؟'' فریج سے آٹے کا باؤل نکالتے ہوئے اس نے لگے ہاتھوں خیریت بھی دریافت کی۔

''ٹھیک ہوں جی آج کل طبیعت کچھ گری گری سی رہتی ہے۔ دوسرے جی سے ہوں باجی جی۔'' چائے کے سپ لیتے ہوئے وہ ہلکے سے مسکرائی۔ چولہے پر توا رکھ کر وہ پیڑا بیلنے لگی۔ روٹی توے پر ڈال کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ارے پاگل بہت ہیں اتنے بچے، میاں تمہارا کبھی کبھار کماتا ہے سارا بوجھ تم پر ہے۔'' روٹی کی سائیڈ بدلتے ہوئے رانیہ نے مشورہ دیا۔

''کیا کروں میاں کی بات نہ مانوں تو گناہ گار ٹھہروں گی۔'' سادہ لہجے میں کہتی ہوئی وہ چائے ختم کر چکی تھی۔

''کیا کام کر رہا ہے آج کل تمہارا میاں؟'' رانیہ نے موضوع بدلا کیونکہ اس سے بحث کا کوئی فائدہ

گل احمر

مابدولت کو کہتے ہیں یاسمین تبسم...... نادیہ خان...... ارے نہیں بابا میرا نام گل احمر ہے لاہور کی فضاؤں میں جنم لیا' یہاں کا چپہ چپہ میری خوشبو پہچانتا ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں' دیا ماسٹر کررہی ہے' میں انٹر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میمونہ آٹھویں میں پڑھ رہی ہے' ارمان پریپ میں ہے۔ گھر کا کام ہم دونوں بہنیں مل کر کرتی ہیں' سلائی کا بہت شوق ہے اس لیے سلائی بھی سیکھ لی ہے۔ میرے خیال میں مجھے غصہ بہت کم آتا ہے مگر سب کہتے ہیں کہ غصے میں بچوں پر چلاتی رہتی ہے۔ دوستی نبھانا جانتی ہوں' فارغ وقت میں ٹی وی ہوتا ہے اور میں' کوئی کچھ بھی کرے میں اس وقت ریموٹ نہیں دیتی۔ دیا کو کوکنگ شو دیکھنے ہوتے ہیں ارمان کو کارٹون پسند ہیں۔ میرے ڈرامے ہی نہیں ختم ہوتے' وہ کہتی ہے ''تم یا تو کامیڈی ڈرامے دیکھتی ہو یا رونے دھونے والے''۔ کھانے میں سب کچھ کھالیتی ہوں' ساگ اور کڑھی پسند نہیں۔ لباس میں شلوار قمیص پسند ہے' جینز اور ٹی شرٹس بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں۔ سردیوں کا موسم پسند ہے اور گھومنے کا بھی بہت شوق ہے۔ سادہ رہنا پسند کرتی ہوں' ویسے میں دیا سے بالکل الٹ ہوں' عالمہ بننا چاہتی تھی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکی۔ اسکول لائف کو بہت انجوائے کیا' کومل سے ابھی تک رابطہ ہے۔ ثناء' کنول' سحر' حنا' صبا اور فرۃ العین کو بہت یاد کرتی ہوں' خواہش ہے آنچل کے ذریعے کوئی دوست بن جائے۔

کنگال تھا۔

''کچھ بھی نہیں جی آج کل تو ویلا بیٹھا مکھیاں مارتا ہے۔'' وہ دھیمے سے مسکرائی۔ (دھیمے سے مسکراتے رہنا بھی اس کی عادت تھی)

''بس پچھلے دنوں بہت پریشان رہی میں چھوٹی ماریہ بہت بیمار ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر نے خون کی بے حد کمی بتائی اور رات کو سوتے ہوئے سانس بھی اکھڑنے لگتی تھی۔ ہاتھ بہت تنگ تھا دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں تھی۔ فاقوں کی نوبت تھی میں تو ہر وقت پریشان اور روتی رہتی تھی خود بھی کام پر نہیں جاسکتی تھی کہ چھوٹی کو کون سنبھالتا۔'' وہ افسردہ سے لہجے میں بولی۔ ''اب تو شکر ہے اللہ کا بہت بہتر ہے۔'' روٹی پک چکی تھی رانیہ نے جلدی سے دوسری روٹی بنا کر توے پر ڈالی۔

''اچھا تو تم اس لیے پریشان تھیں کہ کہیں تمہاری بچی کو کچھ نہ ہوجائے۔'' رانیہ نے ہمدردی سے سوال کیا۔

''نہیں جی۔ بچی کو کچھ ہوجانے سے زیادہ مجھے فکر اس بات کی تھی کہ اگر یہ مرگئی تو ہمارا شریکہ برادری آئے گی تو اس کو روٹی کہاں سے دیں گے۔ گھر میں تو آٹا تک نہیں تھا بس اسی فکر میں میری نیند تک اڑ گئی۔ ہر وقت پریشانی لگی رہتی۔ بس کچھ نہ پوچھو۔'' وہ حسب عادت دھیمے سے پھر مسکرائی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا باجی میں چلتی ہوں پھر کبھی چکر لگاؤں گی۔'' آج کل وہ کالونی سے دور کچی آبادی میں رہتی تھی۔ وہ سر پر دوپٹے کو جماتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔

جبکہ اس کی بات سن کر رانیہ روٹی کی سائیڈ بدلنا بھول چکی تھی وہ حیرت اور افسوس کے عالم میں کھڑی تھی اور توے پر پڑی روٹی غریبوں کے مقدر کی طرح جل کر سیاہ ہوچکی تھی۔

ادھوری کہانی

زندگی تجھ سا منافق بھی کوئی کیا ہوگا
تیرا شاہکار ہوں اور تیرا ہی مارا ہوا ہوں
سامنے پھر میرے اپنے ہیں سو میں جانتا ہوں
جیت بھی جاؤں تو یہ جنگ میں ہارا ہوا ہوں

"رحمہ! مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ میرے اندر زندگی سرد ہوتی جارہی ہے۔" روشن اسکرین پر رات کے آخری پہر میں آنے والا پیغام...... میں ساکت سی رہ گئی میں کیا کہتی اس کا پیغام مجھے سرد کردینے کو کافی تھا۔ اس ہیرے جیسی امنگوں بھری لڑکی پر آخر ایسی کیا گزر رہی تھی جس نے اس سے اس کی ذات کو چھین لیا تھا۔ پردیس کی زندگی بھی بڑی بے بسی کو جنم دیتی ہے خواہش کی اڑان کی جڑیں زمین پر نہیں اگتیں...... دل چاہا کہ اڑ کے پاکستان پہنچوں اور اس بچی انمول لڑکی کو کندھے سے لگا کر اس کے وجود سے درد کی ساری سوئیاں نکال دوں۔

اذکی اور میرے درمیان رشتہ تعلق کی ترجمانی کے لیے شاید ابھی لفظوں میں وہ قابلیت نہیں۔ شعور کے کچھ برسوں سے میں نے اس کے اور اپنے درمیان ایک دیوار ضرور دیکھی تھی مگر عمر کی سیڑھیاں چڑھتے، کچی عمر کی چوٹوں، کھلونوں کے ٹوٹنے کے سانجھے دکھوں اور سکھوں کو بانٹتے لڑکپن، نوجوانی کا سفر طے کرتے ہوئے میرے اور اذکی کے درمیان کبھی کوئی رشتے کی دیوار نہیں آئی، مگر ہائے وہ بے فکری کے زمانے...... وقت کی گردش نے مجھے سمندر پار لا پہنچا۔ ہم دونوں ہمجولیوں نے ساتھ ہی نئی زندگی کی شروعات کی تھی اذکی کو قسمت نے غیر خاندان کے طارق سے جوڑ دیا تھا اور میں اپنے انجینئر شوہر کے ہمراہ سعودی عرب رخصت ہوگئی، مگر سماجی رابطوں کے پلیٹ فارم نے ہم دونوں کے درمیان دوری پیدا نہ ہونے دی۔ کچھ عرصے سے اذکی کے پیغامات میں تعطل پیدا ہونے لگا تھا، جس نے مجھے بے چین کر رکھا تھا اس کے پیغامات کی تہہ میں چھپی مایوسی، ناامیدی کے کنکر میرے لیے پریشان کن سے زیادہ حیران کن تھے۔ اذکی تو اونچے اونچے خوابوں والی، امنگوں بھری امیدوں اور مثبت روشن پہلوؤں کے سہارے جینے والی لڑکی کا نام تھا، پھر ان پچ کے مٹھی بھر سالوں میں آخر اس روشن خیالوں والی پر کیا بیتی جس نے ان پچیس سالوں کے تراشیدہ سانچے کو توڑ ڈالا۔

"تمہیں دکھ کیا ہے؟" کی بورڈ پر گئی لمحوں کی ٹھہری انگلیاں حرکت میں آئیں میں نے اسے کریدنے کا فیصلہ کرلیا، حالانکہ ہمارے درمیان وضاحتوں کا سلسلہ کبھی درپیش نہیں تھا۔

"مجھے آگہی کا دکھ ہے۔" کئی دنوں بعد میرے ان باکس میں اس کے نام کا پیغام جگمگایا۔ وہ آن لائن تھی سو ردعمل ظاہر کرنا لازمی تھا۔

"میرا روگ، میرا شعور ہے۔" چند لمحوں بعد ایک اور سطر کا اضافہ ہوا۔

"کیا تمہیں ایڈجسٹمنٹ کا مسئلہ ہے؟"

"کہاں رحمہ ایڈجسٹمنٹ اور کمپرومائز کے مرحلے تو بہت بعد میں آتے ہیں، میں نے تو اس سے بہت پہلے

باتیں یاد رکھنے کی

- علم عقل کا چراغ اور معرفت دل کا نور ہے۔
- دین سراپا نور ہے اور یقین سراسر خوشی ہے۔
- مکارم اخلاق کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔
- دنیا کو خریدنا بے وقوف لوگوں کی تجارت ہے۔
- زندگی کی جڑ حسن تقدیر اور اس کا مدار حسن تدبیر ہے۔
- عقل جہاں میں نہایت پیاری دوست ہوتی ہے۔
- حرص کو برائی سمجھنا اپنے بدن کی سلامتی ہے۔
- غضب سے بچو اس کا اول جنون اور آخرت ندامت ہے۔
- یاد الٰہی کو لازم پکڑو کہ یہ نور قلوب ہے۔

شازمہ ہاشم عرف مثال ہاشمی..... کھڈیاں خاص

سر جذب کر دیا۔"

"کیوں؟" میری انگلیاں حرکت میں آئیں۔

"یہ میری ماں کی تربیت تھی۔"

"تمہیں پتہ ہے رحمہ میرا المیہ ہی یہ ہے کہ میری ماں نے مجھے تربیت کی گھٹی دینے کے بعد درسگاہوں سے مجھے میرے حقوق سے روشناس کروا کے مجھے کشمکش کی جنگ میں مبتلا کر دیا۔"

"میرا خیال ہے ازکی تم خود اذیتی کا شکار ہو رہی ہو۔" مجھے وہ نارمل معلوم نہ ہوئی۔

"میں سوچتی ہوں رحمہ کاش میری ماں نے مجھے کسی مکتب کا منہ نہ دکھایا ہوتا مجھے کسی کتابی افسانوی رنگوں میں نہ الجھایا ہوتا تو شاید یہ سب جھیلنا اتنا اعصاب شکن نہ ہوتا۔" اس کے لفظ اسکرین پر مجھے نم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ میں تحیر زدہ تھی یہ کون سی نہج پر چلی گئی تھی ازکی۔

"پتا ہے رحمہ عورت کو کبھی بھی اس کے حق سے روشناس نہیں کروانا چاہیے اس کے شعور کو پابند رکھنا چاہیے۔ سوچ میں وسعت نہ ہو تو غم کی فصلیں بھی اونچی نہیں ہوتیں۔" مجھے لگا کے پریشر ککر کی سیٹی بج بج کر تھک چکی ہے اسے کندھا درکار تھا۔

"طارق کیسے ہیں؟" میں نے پوچھا کبھی کبھی عام سے سوال بھی اپنے اندر بہت سے معنی جمع کر لیتے ہیں۔

"سب کے لیے بہت اچھے دیوتا جیسے۔" اس کا جواب آیا۔

"میں سب کے لیے نہیں تمہارے لیے پوچھ رہی ہوں۔" وہ لفظوں کا جل دے رہی تھی۔

"دیوتاؤں کو دیوتا بننے کے لیے داسی درکار ہوتی ہے رحمہ۔" اور میں پل بھر میں جیسے اس کے لفظوں میں چھپی اذیت پا گئی۔

"رحمہ! اپنے مولا نے تو چودہ سو سال پہلے ہی عورت کو زنجیروں سے نکال دیا تھا پھر مجھے اپنے گرد اتنی زنجیریں کیوں دکھائی دیتی ہیں؟ پیدائشی پیروکار ہونے کے باوجود ہماری آئتوں اور روایتوں کے درمیان اتنا تضاد کیوں ہے؟" ازکی کے سوال روشن اسکرین پر جواب کا کاسہ تھامے ہوئے تھے۔ میرے ہاتھ بے جان ذہن خاموش اور سوچ جامد تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ڈائریکٹ پی سی آف کر دیا کچھ سوالوں کا گلا کیونکہ اکثر یونہی گھونٹا جاتا ہے۔

نہ وہ عارضوں کی صبحیں، نہ وہ گیسوؤں کی شامیں
کہیں دور رہ گئی ہیں، میرے شوق کی پناہیں
میں زمیں کا آدمی ہوں مجھے کام ہے زمیں سے
یہ فلک پہ رہنے والے مجھے چاہیں یا نہ چاہیں

تپتے صحرا میں سورج آگ برسا رہا تھا تھل کی سنہری سرزمین تانبے کی طرح دہک رہی تھی دور دور تک صرف ریت کے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسی جسم کو خاکستر کردینے والی گرمی اور تپش میں انسان تو کیا کوئی چرند پرند بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اس تپتے صحرا میں ایک انسان ایسا تھا جو آس بھری نظروں سے آسمان کو تک رہا تھا جیسے اس لق و دق صحرا میں آگ برساتے شعلوں کی جگہ دو بوند پانی آسمان سے گرے گا اور تمام تھل باسیوں کی پیاس بجھائے گا۔

ان تپتے صحراؤں میں لاکھوں لوگ بھوک اور پیاس کی وجہ سے اس فانی دنیا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ حکومت کی امداد کے منتظر جو شاید ہی کبھی ان تک پہنچ پائے۔ انہی لاکھوں لوگوں میں سے ایک جبل کا خاندان بھی تھا۔ اپنی چار سالہ بیٹی کی پیاس کو بجھانے کے لیے جبل اپنی بھوک و پیاس اور جسم کو جھلسا دینے والی گرمی کی پروا کیے بغیر پانی کی تلاش میں چلتا جا رہا تھا۔

”اماں پانی۔“ سورٹھ نے اپنے پھٹے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور دوبارہ بے بس ماں کی گود میں منہ چھپا لیا جیسے مزید بولنے کی سکت ختم ہوگئی ہو۔

سکھاں نے ایک خوف زدہ نظر بیٹی کے چہرے پر ڈالی کہیں اس کی بیٹی بھی دوسرے کئی تھل باسیوں کی طرح لقمۂ اجل نہ بن گئی ہو پھر ایک نظر آسمان کو دیکھا۔ زندگی سے مایوس پیلی آنکھوں میں خوف کے ساتھ ساتھ شکوہ بھی تھا۔

کاش کوئی ان کی حالت دیکھنے آتا، نہ کھانے کو روٹی، نہ تن پر کپڑا، بے یار و مددگار، لمحہ لمحہ موت کی طرف بڑھتے، کیڑے مکوڑوں کی طرح موت کا شکار بنتے ان انسانوں کی تکلیف کا اندازہ اے سی کی ٹھنڈک میں سیر ہو کر کھانے والے حکمران کبھی نہیں کرسکتے۔

”سورٹھ، سورٹھ۔“ سکھاں نے کسی خوف کے زیر اثر بیٹی کو جھنجوڑا۔ مگر جواب میں گہری چپ تھی۔

❁......❁......❁
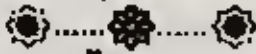
ہر طرف ریت ہی ریت تھی جبل کے پاؤں گرم ریت سے جھلس گئے تھے مگر وہ اپنی تکلیف کو پس پشت ڈال کر آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے فکر تھی تو صرف اپنی بیٹی کی۔ کافی دیر صحرا میں بھٹکنے کے بعد دور سے اسے ایک پرانا کنواں دکھائی دیا۔ دم توڑتے حوصلے ایک دفعہ پھر مضبوط ہوئے تھے۔ پیلی، خشک آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی تھی۔ جیسے

ماہم شہزادی

آداب عرض ہے جی مابدولت کو ماہم شہزادی کہتے ہیں میری دوست صبا مجھے ماہی ماہو وغیرہ کہتی ہے۔ 4 ستمبر 1997ء کو اس دنیا میں رونق بخشنے آئی تو اس حساب سے میرا اسٹار ورگو ہے ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں سب سے بڑی ہوں اور لاڈلی بھی (خوش فہمی)۔ سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں سب سے اچھی ٹیچر ثانیہ صدف اور مس عدیلہ لگتی ہیں۔ کھانے میں بہت زیادہ نخرے کرتی ہوں ویسے بریانی' کباب پسند ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ کچھ غلط کہہ دوں تو سوری کرتی ہوں۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت کرتی ہوں' بات بات پر ناراض ہوجاتی ہوں۔ دوستوں کے معاملے میں خوش قسمت ہوں' بیسٹ فرینڈز میں صبا' سحرش رانی اور فروا شبیر ہیں اس کے بعد انجم' صنم' سونیا' نزہت' مریم' اقرا' فاریہ' عالیہ' اعظم' زینت' عالیہ' نورین اور عشرت شہزادی ہیں۔ کلر میں وائٹ اور ریڈ پسند ہیں' پھولوں میں گلاب اور موتیے کا پھول پسند ہے' رائٹرز میں آپی ام حبیبہ' بشریٰ' نادیہ' علیزہ' سمایہ' نورین' عائشہ' علیشہ' ثانیہ پسند ہیں۔ اپنی دوستوں بہنوں کو بہت پیار کرتی ہوں' جی جناب تو جیولری میں ہیئر رنگز اور چوڑیاں پسند ہیں۔ چلئے جی اب میں چلتی ہوں رکیے رکیے..... پسندیدہ ناول ''ایمان امید اور محبت'' ہے تمام رائٹرز پسند ہیں۔ آخر میں یہی کہوں گی ہمیشہ دوسروں کے لیے دعا مانگو اپنے لیے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ اللہ حافظ۔

دنیا کا سب سے بڑا خزانہ پانے کے بعد کسی بھی انسان کی حالت ہوسکتی ہے۔ جبل کے چلنے کی رفتار میں تیزی تھی مگر کنویں کے پاس پہنچ کر اسے سخت مایوسی ہوئی تھی کنواں تو کب کا سوکھ چکا تھا مگر ایک آس اب بھی زندہ تھی کہ کہیں سے چند قطرے بھی پانی کے مل گئے تو اس کی سورٹھ کی زندگی بچ جائے گی۔

دن سے شام ہوگئی اور جبل کی آس بھی ٹوٹ گئی واپسی کا سفر بہت کٹھن تھا، اپنی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا دیکھنے کا تصور ہی بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جبل مردہ قدموں سے چلتا ہوا اپنی جھونپڑی میں پہنچا جہاں اس کی بیوی اس کا انتظار کررہی تھی۔

''پانی ملا؟'' سورٹھ کا سر سہلاتے ہوئے سکھاں نے پوچھا تو جبل چپ چاپ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''تو کچھ بولتا کیوں نہیں، ہماری دھی، ہماری سورٹھ مرجائے گی۔''

''مرجانے دے اسے یہ آج نہیں تو کل ضرور مر جائے گی، کوئی ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔ شہر میں رہنے والوں کو ہمارے دکھ اور درد کا بھی احساس نہیں ہوگا۔ سب تھل باسی مرجائیں گے کوئی پوچھنے نہیں آئے گا۔ کیڑوں مکوڑوں سے بدتر موت ہوگی ہماری، کوئی یہ دیکھنے نہیں آئے گا کہ ہم کس حال میں ہیں..... کوئی نہیں آئے گا..... کوئی نہیں۔'' جبل دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ سکھاں کی گود میں سر رکھے لیٹی سورٹھ کی روح تو کب کی پرواز کرگئی تھی۔

ایک اور پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا تھا۔ ''صحرا کی پیاس'' نے ایک اور معصوم کو نگل لیا تھا۔

کوئی موج گل سے کہہ دے نہ چلے مچل مچل کر
وہ نظر بدل گئی ہے میری زندگی بدل کے
شب ماہ مختصر تھی مجھے ہائے کیا خبر تھی
کہ طلوع پھر نہ ہوگا میرا ماہتاب ڈھل کے

وہ اکیلی تھی ایک بہت بڑے گھر میں...... بالکل تنہا...... تنہائی جب روح کی گہرائی میں اتر جائے تو وہ جسم میں بسیرا کر لیتا ہے۔ غم آنکھوں میں اتر جاتا ہے، کبھی آنسو بن کر کبھی شکوہ بن کر تو کبھی کرب بن کر۔

وہ بہت عرصے سے تنہا تھی شاید بچپن ہی سے۔ بچپن گڑیوں سے کھیلتے گزرا۔ کھنکتا بچپن...... پل میں روٹھ کر پل میں مسکراتا بچپن۔ کبھی موٹی موٹی آنسو بھری نگاہوں والی زندگی بن کر کھلکھلاتا بچپن۔ وہ بچپن جیسے خوب صورت جیسے سفر میں بھی تنہا تھی بالکل اکیلی اور اب پچپن میں بھی تنہا اور بالکل اکیلی تھی۔

فقط پچپن برس گزار کر ہی بوڑھی اماں بن گئی تھی جبکہ اس کی دادی ستر سال میں بھی جوان نظر آتی تھیں، وہ بھی زمانے کی چال چلتے چلتے اپنی چال بھول گئی تھی۔ قیمتی فرنیچر سرسراتے پردوں اور دیدہ زیب ڈیکوریشن سے سجا لاؤنج اور اس کا تنہا وجود اس نے تھک ہار کر صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ لاؤنج پل میں ہی کئی نفوس سے آباد ہوگیا۔

اماں ابا اور بھائی وہ خود زینب اور چھوٹا بھائی عمر۔ اماں نے گھڑونچی پر دھرے گھڑوں کو دھو کر تازہ پانی بھرا۔ وہ تیزی سے دائیں طرف لگے موتیے کے پودے سے کلیاں چننے لگیں اور ان کا ہار بنا کر گھڑوں کے گلے میں پہنا دیا اماں نے صحن میں پانی چھڑک کر ہر طرف پانی بچھا دیا۔ بھیگی مٹی، کلیوں اور گڑ والے چاولوں کی مہک۔ وہ بڑا سا دوپٹہ لپیٹے مدہوش ہوتے جارہی تھی۔ وہ ابھی پوری طرح سرشار بھی نہ ہوئی تھی کہ لکڑی کے بڑے سے دروازے کو کھول کر ایک مرد اندر آیا۔ وہ اماں کے اشارے پر فوراً اندر چلی گئی۔ شام کے چند لمحے ہی تو تھے جو وہ اپنی مرضی اور خوشی سے گزارتی اور آج مہمانوں کی آمد کی وجہ سے وہ چند پل بھی چھن گئے۔

وہ اپنی گڑیا سے مخاطب تھی جب اماں کے ساتھ دو عورتیں اندر داخل ہوئیں اسے پیار کیا اور چلی گئیں اور وہ بس حیران ہوتی رہی۔ یہ دونوں چہرے اجنبی تھے اور پھر یہی اجنبی چہرے دو ماہ بعد اس کی ڈولی لینے آگئے۔

ڈھیروں کترنیں جوڑ کر بنائی ہوئی ننھی سی گڑیا اس سے چھین کر پھینک دی گئی۔ وہ لاکھ چیختی رہی چلاتی رہی مگر اس کی چیخ و پکار کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کی اماں نے ارشد جو اس سے دوگنی عمر کا تھا اس کے ساتھ بیاہ کر روانہ کردیا۔ وقت کا کام ہوتا ہے گزر جانا۔ ایک سال بعد خدا نے اسے ایک خوب صورت گڑیا جیسی بچی دی۔ سسرال والوں کی پیشانی پر پڑی شکنیں دیکھ کر وہ دہشت کی دلدل میں گردن تک دھنس گئی خوف کی چادر کا پلّو زور سے مار کر وہ تن دہی سے سسرال والوں کی خدمت میں جت گئی۔ وقت نے گزرنے کے ساتھ اسے چار بیٹے دیئے۔ وہ سب کے ساتھ اپنا وقت بِتاتی اپنا آپ بھول گئی۔

لیکن دل میں اب بھی اس گڑیا کے لیے بین تھا۔ دل وہیں اٹکا ہوا تھا۔ وہ ہی گیارہ سال کی لڑکی اور کترنوں سے بنی گڑیا میں..... وقت گزرتا رہا اولاد اپنے اپنے گھر کی ہوگئی اور ارشد بھی بری بجلی نبھا کر ملک عدم کا راہی بن گیا۔ اس نے تھک کر آنکھیں کھول دیں اور سارے مناظر غائب ہو گئے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا ہر دروازہ بند تھا۔ گھر والے اسے چھوڑ کر سارے گھر کو تالا لگا کر کہیں گئے ہوئے تھے۔

"شاید میں کاٹھ کباڑ ہوں۔" وہ سوچنے لگی۔

"گڑیا! میں تجھے کہاں ڈھونڈوں تیرا غم مجھے آسیب کی طرح جکڑے ہوئے ہے۔ بھلا کوئی اتنی آسائشوں کے باوجود ناخوش ہوسکتا ہے۔ کوئی تو مجھ سے بات کرے میں بولنا چاہتی ہوں' کوئی تو میری پکار سنے' کوئی تو مجھے جواب دے۔" وہ پاگلوں کی طرح سب کو پکارنے لگی۔

"میں یہ قید تنہائی کب تک کاٹوں مالک؟" وہ تڑپتی رہی بلبلاتی رہی ایسی تنہائی سے تو موت اچھی یارب۔

"پوتے' پوتیوں اور بہو بیٹوں کے ہوتے ہوئے میں بولنے کو ترستی ہوں۔ میری تنہائیوں میں میری آواز میرے گلے میں دفن ہوتی جارہی ہے۔ میں بوڑھی ہوں مگر میرا دل و دماغ جوان ہیں مجھے یوں اکیلا نہ کرو۔ کوئی تو بولے' مجھ سے بات کرے۔" یک دم وہ اٹھی اور باہر آگئی۔ لان میں گیٹ سے کچھ دور دہ رکی۔ کپڑوں کی چند کترنیں تھیں کچھ مٹی سے لتھڑی اور کچھ صاف۔ وہ وہیں بیٹھ گئی کترنوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر صاف کرکے اٹھالیں نہ جانے کیوں..... شاید ایسے ہی یا پھر بے خودی میں۔ ان کترنوں کو لے کر وہ کمرے میں آگئی اور پرانے کپڑے نکالے اور پھر کام میں مگن ہوگئی۔ ہنسی مذاق کے ساتھ باتوں اور قدموں کی آواز آنے لگی۔ شاید آگئے سب۔ اس نے مسکراتے ہوئے آخری ٹانکا لگایا اپنے کمزور دانتوں سے دھاگہ توڑا کر بمشکل اپنی کاوش کو دیکھا۔ بے حد بھدی کترنوں کو جوڑ کر بنائی موٹی سی گڑیا جو ننھے بچے کی مانند تھی۔ اس نے جگمگاتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری ہمراز میری سکھی' آج سے میں تنہا نہیں رہوں گی ہم باتیں کیا کریں گے۔" دروازہ ہلکی سی آہٹ سے کھلا مگر وہ مگن رہی۔

"میں کتنی تنہا تھی تم بن۔ اب مجھے کبھی چھوڑ کے مت جانا۔" عثمان اور اس کی بیوی حیران ہوئے بے حد حیران۔

"کسی کو میرا احساس نہیں' بس تم ہو جو میری باتیں سنتی ہو۔" ایک پل کو عثمان ندامت کے سمندر میں غرق ہوا۔

"اماں!" وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ ماں نے گڑیا کو سینے لگایا۔

"یہ نہ چھینو..... یہ تو....." وہ گڑگڑائیں۔

"میں نہ کہتی تھی کہ اماں پاگل ہوگئی ہیں۔" عالیہ نے عثمان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بہو کی بات پر زینب حیران ہوئی۔ عثمان چند لمحے کچھ کہنے کی کوشش کرتا رہا پھر بیوی کے ہمراہ واپس چلا گیا۔

کہانی تو یہ ایک عورت کی ہے جو حرف بہ حرف سچی ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ ہم اپنے بزرگوں اور اپنے پیاروں کو کہیں بھول رہے ہیں۔ ایک باپ اپنی ڈھیر ساری اولاد کو پالتا ہے مگر ڈھیر ساری اولاد ماں باپ کو نہیں پال سکتی' کیا ہمارا مذہب اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے؟ کیا ہم اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی اس حدیث کو بھول گئے۔

"ہلاک ہوا وہ شخص جس کے ماں باپ بڑھاپے تک پہنچے مگر اس نے ان کی خدمت نہ کی۔"

کیا بوڑھے ہوکر دل کی امنگیں اور خواہشات بھی بوڑھی ہو جاتی ہیں؟ نہیں..... ہماری روایات کیوں دم توڑتی جارہی ہیں؟ کیا زمانے کی ترقی اسی کا نام ہے کہ اپنے بزرگوں کو تنہا کردیا جائے' روایات سے منہ موڑ لیا جائے؟ کیا ہمارے جینے کا یہی مقصد تھا؟ جس کے لیے خدا نے ہمیں زمین پر اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا؟

آیئے تلاش کریں اپنی حقیقی خوشیاں۔ اپنے بزرگوں کو تنہائی کے جنگلوں میں بھٹکنے سے بچائیں۔ زمانے کے ساتھ ضرور چلیں مگر اپنی روایات کو سر پہ سجا کر اپنے بزرگوں کو ساتھ لے کر تاکہ تاریخ میں ہمارا نام بھی سنہری حروف میں جگمگائے۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

نعیم اعجاز

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ سورۃ الفلق' سورۃ الناس 21،21 مرتبہ مغرب اور عشا کی نماز کے بعد رکاوٹ ختم کرنے کے لیے روزانہ۔ صدقہ بھی دیں (لڑکی خود یہ عمل کرے)

ریحانہ ملک

جواب:۔ سورۃ العصر پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔ صبح نہار منہ 21 مرتبہ۔

رابعہ مغل

جواب:۔ مناسب ہے صدقہ بھی دیں۔

رینا خان

جواب:۔ جلد بازی مت کیجیے ان شاء اللہ ہو جائے گی۔

زاری خان

جواب:۔ گھر میں راشن کے ساتھ چینی بھی آتی ہے۔ چینی پر 3 بار سورۃ المزمل پڑھ کر استعمال کریں۔
ہر نماز کے بعد 41 بار سورۃ القریش پڑھ کر دعا کریں۔

سحرش شمیم

جواب:۔ ایسا بہتر نہیں بلکہ رات کو صلوۃ الحاجات پڑھیں پھر اچھے اور بہتر رشتے کی دعا کریں۔

شکیبہ محمود

جواب:۔ مسائل بھیج دیں۔

فراز عرفان

جواب:۔ بعد نماز فجر 70 بار سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74 پڑھ کر دعا کریں۔

بشریٰ مراد

جواب:۔ صلاۃ الحاجات پڑھیں۔

نجم العین

جواب:۔ بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

اقصیٰ

جواب:۔ (۱) سورۃ آل عمران آیت نمبر 38 پڑھا کریں کثرت سے۔
(۲) آیت شفاء تیل پر دم کر کے استعمال کیا کریں۔
(۳) فجر کی نماز کے بعد 21 مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف بیماریوں کے لیے۔

زاری شبیر

جواب:۔ "یا نور" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔
"یا قوی" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کریں سبق یاد رہے گا۔

شازمین شاہ

جواب:۔ اللہ سے اپنی بہتری کے لیے دعا کیا کریں۔ روزانہ ایک تسبیح استغفار کیا کریں۔

ایشل پرنس

جواب:۔ سورۃ یاسین پڑھیں روزانہ بعد نماز فجر دعا کریں۔
استغفار کریں۔

ع ک

جواب:۔ بعد نماز فجر 3 مرتبہ سورۃ یاسین، روزانہ۔
اپنے لیے دعا کریں اور گھر والوں کے لیے بھی اور تمام مسائل کے لیے بھی۔

مہوش ضمیر ...... ہری پور

جواب:۔ یا جبار 101 مرتبہ روزانہ بعد نماز اول و

آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کرکے پلائیں۔ (پڑھتے وقت نیت بھی ذہن میں ہو)

رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں (وظیفہ والدہ کریں)

صا ضمیر...... ہری پور

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں) ان شاءاللہ جہاں آپ کے حق میں بہتر ہوگا وہیں رشتہ ہوگا۔ پاکی کی حالت میں وظیفہ کرنا ہے (3 ماہ)

ش م...... لودھراں

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف تصور کریں کہ جہاں بھی رشتہ بہتر ہو وہاں ہو۔

کامران' عمران...... حیدر آباد

جواب:۔ گھر میں آسیب ہے۔ جس کی وجہ سے آپ لوگ پریشانی میں ہیں۔ بہتر ہے کسی اور گھر میں شفٹ ہوجائیں۔ یا پھر کسی اچھے عامل سے مکمل علاج کروائیں۔

صوفیہ شجاعت...... راولپنڈی

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1 حکیمی علاج کروائیں۔ سورۃ المومنون آیت نمبر 12 تا 14۔ 111 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشاء پانی پر دم کرکے پئیں روزانہ۔

پڑھتے وقت مقصد بھی ذہن میں ہو۔

مسئلہ نمبر 2:۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم۔ والدہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دل پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پڑھیں۔ بہن کاؤنسلنگ استعمال کیا کرے۔

مسئلہ 3،4:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش۔ 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ معاشی حالات کے لیے پڑھیں۔ دعا بھی کریں صدقہ خیرات بھی دیں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے شمارہ جولائی 2015ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ....

میمونہ رومان

کوثر خالد...... جڑانوالہ

زلف دیکھی ہے کہ نظروں نے گھٹا دیکھی ہے
ارے لٹ گیا جس نے بھی محمد ﷺ کی ادا دیکھی ہے
اپنے چہرے کو نہ چھپانا اے میرے آقا ﷺ
کہ بعد مدت کے مریضوں نے شفا دیکھی ہے

انعم فاروق...... قائد آباد

تیری نگاہِ ناز میں میرا وجود بے وجود
میری نگاہِ شوق میں تیرے سوا کوئی نہیں

آمنہ ولید...... لاہور

ہمارے ہجر کے قصے بیٹھو گے تو لکھو گے
ہزاروں بار سوچو گے ہمیں تحریر کرنے تک

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

امید توبہ پر ہوچکے بہت گناہ یارب
مہلتِ توبہ تو مل رہی ہے توفیقِ توبہ بھی عطا کر

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اپنی صداقتوں کا جنازہ لیے ہوئے
جھوٹوں کے اس ہجوم میں تنہا کھڑا ہوں میں

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

میرا دل اک معصوم سا بچہ
تجھے سوچتا ہے شرارت کی طرح

شازیہ سعید...... چک منگلا

جن کی نظروں میں ہم نہیں اچھے
کچھ تو وہ لوگ بھی برے ہوں گے

سمیرا اسحاق...... جھنگ صدر

بہار بھی آنے والی ہے پھول بھی کھلنے والے ہیں
یہ آنسوئے تشکر کے مہماں وہ بننے والے ہیں
اے بادِ صبا سن تو بھی ذرا مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم پلکیں بچھانے والے ہیں

اُم جنت...... کوٹ مومن

تمہارے گھر کی چوکھٹ ہی تمہارے سر کی چادر ہے
سنو اے لڑکیوں نادانیاں اچھی نہیں ہوتیں

سباس گل...... رحیم یار خان

یہ چاہتوں کی کہانی اداس نہ کردے
تم ایسا کرنا میرے کردار کو زندہ رکھنا

نادیہ کامران...... راولپنڈی

داستان میرے لاڈ پیار کی
بس ایک ہی ہستی کے گرد گھومتی ہے
پیار جنت سے اس لیے ہے مجھے
کہ یہ میری ماں کے قدم چومتی ہے

حرا قریشی...... ملتان

تھکی ہے فکرِ رسا مدح باقی
قلم ہے آبلہ پا مدح باقی
ورق تمام ہوا مدح باقی
تمام عمر لکھا مدح باقی

ایس بتول شاہ...... ایم گجرات

وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم ساتھ چلے عزمِ وفا رکھتا ہو
ناز اس کے نہ اٹھاؤں تو شکایت نہ کرے
وہ مرے درد کو سمجھنے کی ادا رکھتا ہو

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

اگر معلوم یہ ہوتا کہ عشق اتنا تڑپاتا ہے
تو ہم دل جوڑنے سے پہلے ہاتھ جوڑ لیتے

جازبہ عباسی...... مری

دل کو ہر وقت تسلی کا گماں ہوتا ہے
درد ہوتا ہے مگر جانے کہاں ہوتا ہے
تم کیوں پوچھتے ہو دردِ جگر کی لذت
اک جگہ ہو تو بتاؤں کہ یہاں ہوتا ہے

فضہ یونس...... گنگا پور

اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر بگڑ جاتے ہیں
ہم تو پاگل ہیں ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں

تم بضد ہو کہ چلو ساتھ ہمارے لیکن
ہم مسافر ہیں بہت جلد بچھڑ جاتے ہیں
امرینہ خان امبر.....حاصل پور

ستم کے موتی پرو کے ہم نے اذیتوں کی بنی ہے مالا
وہ جس کو مانا تھا اپنا محسن اسی ستم گر نے مار ڈالا
وہ جس کو کہتے تھے سب فسانے وہ جس کو سمجھے تھے خضر اپنا
اسی مسافر نے راہ بدلی ہمیں ویرانوں میں چھوڑ ڈالا
حمیرا نوشین.....منڈی بہاؤالدین

نیند میری چھین کر ادائے دلبری سے
وعدہ وہ کر رہے ہیں آنے کا خواب میں
نیلم شرافت.....جتوئی

خود پر مان اتنا ہے کبھی مڑ کے نہیں دیکھا
جسے کہہ دوں کہ میرا ہے اسے ہونا ہی پڑتا ہے
شازیہ نصیر احمد.....نور پور

مانگے تو اگر جان بھی ہنس کر تجھے دیں گے
تیری تو کوئی بات بھی ٹالی نہیں جاتی
نورین مسکان سرور.....سیالکوٹ

افکار پہ پہرا ہے قانون یہ ٹھہرا ہے
جو صاحب عزت ہے وہ شہر بدر ہوگا
نادیہ نواز کھرل.....کھدسے

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات
اقصیٰ زرگر عشیاں زرگر.....جوڑہ

اے غم یار بخش دے مجھ کو
کیوں مجھے تو اداس کرتا ہے
نادیہ یسین.....ساہیوال

یہ اداس راتیں میری تنہائی کو اس مقام پر لے جاتی ہیں
کہ مجھے تم ایک تم پھر تم اور بس تم ہی یاد آتے ہو
ارم کمال.....فیصل آباد

کوئی تو پھول کھلائے دعا کے لہجے میں
عجب طرح کی گھٹن ہے ہوا کے لہجے میں
نہ جانے خلق خدا کون سے عذاب میں ہے
ہوائیں چیخ پڑیں التجا کے لہجے میں
فریدہ جاوید فری.....لاہور

جو الجھن تھی درپیش وہ حل ہوگئی
تجھے دیکھتے ہی غزل ہوگئی
میرے دل میں جب سے مکیں تم ہوئے
یہی کٹھری اک محل ہوگئی
طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

ان آنکھوں میں اداسیاں تو بہت ہیں مگر
ہونٹوں پر مسکراہٹ کو سجا رکھا ہے
کون ہمارے دل کی گہرائیوں کو سمجھے
ہم نے خود کو خود ہی میں چھپا رکھا ہے
صوفیہ صدیق.....چیچہ وطنی

میں اکثر یہ سوچتا ہوں تو یہ گماں ہوتا ہے
تمہیں مجھ سے محبت تھی یا میرا مان رکھتے تھے
ماہم شہزادی.....گجرات

میں نے اس سے پوچھا کسی اور کے ہونے لگے ہو
اس نے مسکرا کر کہا میں پہلے کب تمہارا تھا
نبیلہ جٹ ماڑہ شاہ.....132 جنوبی

مسلسل ہوں ملاقاتیں تو دلچسپی نہیں رہتی
بے ترتیب یارانے بڑے رنگین ہوتے ہیں
مہرین آصف بٹ.....کشمیر

ضرورت جب بھی تھی مجھ کو کسی کے ساتھ ہونے کی
انہی اداس لمحوں میں مجھے چھوڑا ہے اپنوں نے
ام مبشرہ خان.....منڈی بہاؤالدین

ابھی تو قید ہیں جذبوں کی آندھیاں دل میں
ہمارا صبر جو ٹوٹا تو قیامت ہوگی
سامعہ ملک پرویز.....خیرو خان پور

شوخیاں چھوڑ دیں اس نے اب کہ
اس کے ہر رنگ میں اداسی گھلتی جارہی ہیں
اس روٹھنے والے سے کہو دیکھ لے آ کر
وہ پاگل لڑکی اب سدھرتی جارہی ہے
وثیقہ زہرہ.....سمندری

طوفان میں کشتی کو کنارے بھی ملتے ہیں
دنیا میں لوگوں کو سہارے بھی ملتے ہیں
زمانے میں سب سے پیاری ہے زندگی
پر کچھ لوگ زندگی سے پیارے بھی ملتے ہیں
ایس کوہر طور...... تاندلیانوالہ

دیوار کیا گری میرے خستہ مکان کی
لوگوں نے میرے صحن سے رستے بنا لیے
عاصمہ رحمان...... بھاون والا

میں خدا کی نظروں میں بھی گناہ گار ہوتا ہوں فراز
جب سجدوں میں بھی وہ شخص مجھے یاد آتا ہے
رانی کوثر رانی...... ہری پور

ہر روز اک نئی آس پر جیتے ہیں رانی
شاید یہی زندگی گزارنے کا اک طریقہ ہے
میمونہ ناز...... گوجرانوالہ

لب پر فریاد نہ آنکھوں میں قطرہ کوئی
وادی شب میں نہیں رہا ہم سفر اپنا کوئی
عائشہ نور عاشا...... گجرات

جہاز عمر پر سوار بیٹھے ہیں
سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
ثوبیہ بلال شیخ...... ظاہر پیر

زمانے سے فقط ہم کو بھی اک شکایت ہے
محبت میں محبت کو محبت ہی نہیں ملتی
فاطمہ نیک...... وہاڑی

وہ کب کا بھول چکا ہوگا میری وفا کا قصہ
کسی کو کسی سے بچھڑ کر کسی کا خیال کب رہتا ہے
کوثر ناز...... حیدرآباد

محبت ہونے کے بہت ہی قریب ہے شاید
دل کو کچھ کچھ علم ہے تبھی بے چین بہت ہے
طلعت نظامی...... کراچی

لب پر اف حرف طلب تھا نہ رہا تیرے بعد
دل میں تاثیر کی خواہش نہ دعا تیرے بعد
درد سینے میں ہوا نوحہ سرا تیرے بعد
دل کی دھڑکن ہے کہ ماتم کی صدا تیرے بعد
نزہت جبین ضیاء...... کراچی

ترک تعلق کرنے کی شاید اس کو ہی جلدی تھی
ورنہ ہم نے تو ساری زندگی اس کے نام کردی تھی
جس کا چہرہ خیالوں میں سجا کر ہوتی تھی روشن صبح
اس نے نجانے کیوں وہ سحر شمع اندھیر کردی تھی
ہالہ سلیم...... اورنگی ٹاؤن

سنور جاتی ہے تیرے لمس سے زندگی، میری تقدیر ہو تم
ان ہاتھوں نے لکھی جو وفا کی تحریر ہو تم
نہ بے وفائی نہ تکبر مگر حسن بے انتہا
لکھی جو اہل وفا نے محبت کی تفسیر ہو تم
جویریہ ضیاء...... ملیر کراچی

اجڑ اجڑ کر سنورتی ہے تیرے ہجر کی شام
نہ پوچھ کیسے گزرتی ہے تیرے ہجر کی شام
یہ شاخ برگ برگ اداسی بکھر رہی ہے میری
کہ شاخ شاخ اترتی ہے تیرے ہجر کی شام
عائشہ سلیم...... کراچی

دل شکستہ آج رو رہا ہے بہت
ہم نے ہی وقت کو گنوایا ہے بہت
تو بدگماں ہے ہم سے اس کا دکھ نہیں
ہم نے ہی تیری محبت کو آزمایا ہے بہت
حمیرا قریشی...... لاہور

مانا میں نے کہ تو زمانے کی روایتوں سے مجبور تھا
مجھ میں رہ کے بھی تو مجھ سے بہت دور تھا
کیوں بنا دیا تو نے رتجگوں کو میرا مقدر
ایک محبت کے سوا میرا اور کیا قصور تھا
نورین مسکان...... سیالکوٹ ڈسکہ

ادھر ان کے ستم اتنے کہ جن کی حد نہیں کوئی
ادھر بھی ظرف والے ہیں شکایت تک نہیں کرتے

niazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

انار کا شربت

اشیاء:

انار کا جوس	ایک کلو
گلاب کا عرق	ایک کلو
دانے دار چینی	ایک کلو

ترکیب:

چینی کو باریک پیس لیں اور پھر گلاب کے عرق کے ساتھ اس چینی کو ملا کر کسی دیگچی یا قلعی کیے ہوئے برتن میں ڈال کر پندرہ منٹ تک پکائیں' پھر اس میں انار کا جوس ملا لیں۔ جوس پہلے ہی سے نکال کر اور چھان کر تیار رکھنا چاہیے' پھر پندرہ منٹ تک آگ پر پکائیں جب یہ گاڑھے شربت کی طرح ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا ہو جانے پر بوتلوں میں بھر لیں۔

انوشہ طارق.....خانیوال

فالسے کا شربت

اشیاء:

فالسے	500 گرام
چینی	600 گرام
پانی	ایک لیٹر
سٹرک ایسڈ	آدھا چھوٹا چمچ

ترکیب:

فالسوں کو اچھی طرح صاف کریں' تھوڑے پانی میں فالسے ڈال کر ہاتھوں کے ذریعے مسلیں اور گٹھلیاں الگ کر دیں۔ گودا ملا پانی مکسر میں ڈال کر پتلا رس نکال لیں' چینی اور پانی ملا کر چینی حل ہونے تک پکائیں۔ چھان کر ایک تار کی چاشنی بنائیں' رس ڈال کر تھوڑی دیر تک پکائیں۔ ٹھنڈا کر کے سٹرک ایسڈ ملائیں۔ اب اس شربت کو صاف خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں اب اس کو انگور کے تیار شربت میں اچھی طرح ملا دیں۔ صاف اور خشک بوتلوں

میں اس مشروب کو بھر کر ٹھنڈی جگہ پر رکھ دیں۔ گرمی میں آئے مہمانوں کو برف اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر اس مشروب کو ملا کر پیش کریں۔

امہ فاطمہ.....راولپنڈی

کچے آم کا شربت

اشیاء:

اُبلے کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چھوٹا چمچ
بھنا پسا زیرہ	ایک چھوٹا چمچ
پسا پودینہ	ایک چھوٹا چمچ
پانی	دو کپ

ترکیب:

پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنالیں' چاشنی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں' آم کا گودا مکسر میں ڈالیں۔ نمک اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں' تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں۔ صاف اور خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں' پینے یا پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور چورا برف ملائیں۔

نور حرا.....ملتان

املی کا شربت

اشیاء:

املی	225 گرام
چینی	675 گرام
پانی	ڈھائی لیٹر
نمک	ایک چھوٹا چمچ
زیرہ بھنا پسا ہوا	ایک چھوٹا چمچ
نمک سیاہ	آدھا چھوٹا چمچ

ترکیب:

املی کو صاف کر کے رات بھر پانی میں بھگوئے رکھیں' ہاتھوں سے مسل کر اس کے بیج اور ریشے نکال دیں۔ اب باقی پانی کو چھان لیں اور بیس منٹ تک پکا کر [illegible] چینی

ڈالیں اور پندرہ منٹ تک دوبارہ پکائیں۔ دونوں طرح کے نمک اور زیرہ ڈالیں اسے بوتلوں میں بند کر کے رکھیں املی کا شربت تیار ہے۔

ماریہ کامران...... سرگودھا

آڑو کا شربت

اشیاء:

آڑو	500 گرام
چینی	750 گرام
پانی	500 گرام

ترکیب:

عمدہ قسم کے آڑو چھیل کر کاٹ لیں، گٹھلی پھینک دیں، 500 ملی گرام پانی میں چینی حل کر کے پکائیں۔ ایک جوش آنے پر اس میں آڑو کے ٹکڑے شامل کر دیں، آڑو گل جائیں تو چمچ سے خوب گل کر یکجان کر لیں اور پکاتے رہیں۔ ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ٹھنڈا کر کے باریک کپڑے سے چھان لیں پھر خشک اور صاف بوتلوں میں بھر لیں۔

شگفتہ ملک...... حافظ آباد

آلو بخارے کا شربت

اشیاء:

آلو بخارے	پانچ سو گرام
چینی	ایک کلو گرام
کھانے کا زرد رنگ	ڈیڑھ گرام
ایسنس	چند قطرے

ترکیب:

آلو بخارے اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں آدھ لیٹر پانی میں آلو بخارے ڈال کر رات بھر کے لیے چھوڑ دیں۔ صبح کو اسی پانی میں آلو بخاروں کو ابال لیں، دو چار جوش آنے کے بعد چولہے سے اتار لیں، چھلکے اور گٹھلی نکال کر پھینک دیں۔ اب اس رس میں چینی ملا کر پکائیں ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ایسنس اور زرد رنگ بھی ملا دیں اور چمچہ چلا کر سب کچھ اچھی طرح ملا لیں پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور صاف بوتل میں بھر لیں۔

شازیہ منظور...... فیصل آباد

مکس فروٹ اسکواش

اشیاء:

سنگترے کا رس	ایک کپ
لیموں کا رس	ایک کپ
انناس کا رس	ایک کپ
انگور کا رس	ایک کپ
پانی	تین کپ
چینی	آٹھ کپ
نمک	آدھا چھوٹا چمچہ
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ	چوتھائی چھوٹا چمچ

ترکیب:

لیموں، سنگترے، انناس اور انگور کے رس کو ایک ساتھ ملا کر باریک کپڑے سے چھان لیں، چینی کو پانی میں حل کریں۔ پانی کو بھی باریک کپڑے سے چھان لیں، چینی والے پانی سے ایک تار کی چاشنی بنائیں، چاشنی ٹھنڈی کریں۔ رس، چاشنی اور نمک کو اچھی طرح سے ملائیں، ٹھنڈے مرکب میں آدھا کپ پانی میں پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ گھول کر ملائیں۔ تیار اسکواش کو بوتلوں میں بھریں، برف ڈالیں اور پانی ڈال کر پئیں۔

سمیرا اقبال...... بھیر کنڈ

کھیرے کا رائتہ

اشیاء:

کھیرے	250 گرام
ہرا دھنیا	چند پتے
پستہ	دس گرام
سرخ مرچیں	آدھا چائے کا چمچ
پیاز	بیس گرام
دہی	250 گرام
ٹماٹر	دو عدد

نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچیں	سات عدد
ہری مرچیں	چار عدد
رائی	50 گرام
پودینہ	پانچ گرام

ترکیب:۔

کھیرا چھیل کر باریک ٹکڑے کاٹ لیں' پیاز چھیل کر اور ٹماٹر دھو کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ دہی کو خوب اچھی طرح پھینٹ کر معمولی سا پانی ملائیں پھر اس میں نمک' سفید زیرہ پسا' باریک کتر کر پسی ہوئی کالی اور سرخ مرچیں' ہری مرچیں اور پودینہ کاٹ کر پیاز' ٹماٹر بالائی اور ہرا دھنیا کتر کر ڈالیں اور خوب اچھی طرح مکس کریں۔ کھیرے کا مزے دار رائتہ تیار ہے۔

سندس بانو.....شاہدرہ

چکن حلیم

اجزاء:۔

مرغی	ڈیڑھ کلو ٹکڑے کر لیں
گیہوں	ایک پاؤ
مونگ کی دال	آدھا پاؤ
مسور کی دال	آدھا پاؤ
چنے کی دال	آدھا پاؤ
پیاز' ٹماٹر	دو دو عدد
ہری مرچ	چار عدد
ہلدی	کھانے کے دو چمچ
لال مرچ پسی ہوئی	کھانے کے دو چمچ
گرم مصالحہ پسا ہوا	کھانے کا ایک چمچ
زیرہ پسا ہوا	ایک چمچ
ادرک لہسن	کھانے کے دو چمچ
تیل' نمک	حسب ضرورت
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی

ترکیب:۔

صاف پانی میں گیہوں اور تمام دالیں ابال لیں' جب دالیں اور گیہوں اچھی طرح سے گل جائیں تو ان میں ہلدی اور نمک شامل کر کے یکجان ہونے تک گھوٹیں۔ ایک پتیلی میں تیل گرم کر کے پیاز کو سنہری کریں' اس میں پسا ہوا ادرک لہسن شامل کر کے ٹماٹر' ہری مرچ' ہلدی' پسی ہوئی مرچ' زیرہ' گرم مصالحہ اور نمک ڈالیں۔ خوب اچھی طرح سے اس وقت تک بھونیں جب تک مصالحے کا کچا پن ختم نہ ہو جائے۔ مرغی کی بوٹیاں مصالحے میں شامل کریں اور خوب بھونیں' قورمے میں ڈیڑھ پیالی پانی ڈال کر پکنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اب گھٹی ہوئی دالوں کو تیار شدہ قورمے میں ڈالیں اور ساتھ ہی گھوٹا لگاتے جائیں' جب لیس بن جائے تو اتار لیں۔ لیموں' تلی ہوئی پیاز اور ہرا دھنیا چھڑکیں' چاٹ مصالحہ چھڑک کے پیش کریں لیجیے مزے دار چکن حلیم تیار ہے۔

نجم انجم.....کورنگی' کراچی

دال گوشت

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	سات سو پچاس گرام
مونگ کی دال	ایک سو گرام
مسور کی دال	ایک سو گرام
چنے کی دال	دو سو گرام
پیاز	ایک عدد (باریک کٹی ہوئی)
تیل	تین چوتھائی کپ
مکس ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
نمک	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ	دو کھانے کے چمچ (پسی ہوئی)
دھنیا	ایک کھانے کا چمچ (پسا اور بھنا ہوا)
زیرہ	تین کھانے کے چمچ (پسا اور بھنا ہوا)
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ

ٹماٹر	750 گرام
	(بلینڈ کیے ہوئے)
ہری مرچ	آٹھ عدد (ثابت)
لیموں والا نمک	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	گارنش کے لیے (کٹا ہوا)

بگھار کے لیے

گھی	ایک چوتھائی کپ
لال مرچ	چھ سے آٹھ عدد (گول)
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کڑی پتے	بیس عدد

ترکیب

مونگ کی دال، مسور کی دال اور چنے کی دال کو بھگو کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب دالوں کو پیاز کے ساتھ ابال لیں، یہاں تک کہ وہ گل جائیں۔ پھر انہیں ایک طرف رکھ دیں۔ تین چوتھائی کپ تیل گرم کر کے اس میں ثابت گرم مصالحہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، نمک، پسی لال مرچ، دھنیا، زیرہ، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اب اس میں بکرے کا گوشت ڈال کر فرائی کر لیں۔ پھر اس میں تین کپ پانی شامل کر کے ڈھک کر پکائیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ اب اس میں دالیں اور ثابت ہری مرچ ڈال کر اتنا پکا لیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر لیموں والا نمک شامل کر دیں۔ بگھار کے لیے گھی گرم کر کے اس میں گول لال مرچ، سفید زیرہ اور کڑی پتے ڈال لیں۔ پھر اسے دال میں شامل کر کے دس منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ اب اسے کٹے ہرے دھنیے سے گارنش کر کے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

طلعت نظامی......کراچی

گلابی مٹن

اجزاء

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
تیل	چار سے پانچ کھانے کے چمچ
پیاز	ایک عدد (درمیانی)
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
لونگ	چار سے پانچ عدد
ہری الائچی	پانچ سے چھ عدد
ٹماٹر کا پیسٹ	چار کھانے کے چمچ
دہی	آدھا پاؤ
گرم مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ (پسا ہوا)
لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ (پسی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ
بادام	پچیس گرام
	(باریک کٹے ہوئے)
ہرا دھنیا	ایک چوتھائی گٹھی (کٹا ہوا)
ادرک	ایک درمیانہ ٹکڑا

ترکیب:۔

پہلے کڑاہی میں چار سے پانچ کھانے کے چمچ تیل گرم کر کے پیاز کو خوب اچھی طرح سے ڈال کر لیں۔ پھر اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ اور بکرے کا گوشت شامل کر کے اتنا بھونیں کہ گوشت کا رنگ تبدیل ہو جائے اور پانی خشک ہو جائے۔ پھر اس میں لونگ، ہری الائچی، ٹماٹر کا پیسٹ اور دہی شامل کر کے ایک سے دو منٹ تک چلائیں۔ اب اس میں پسا گرم مصالحہ، پسی لال مرچ، نمک اور پانی شامل کر کے ڈھک کر پکنے کے لیے چھوڑ دیں۔ پچیس سے تیس منٹ بعد جب گوشت گل جائے تو بادام اور ہرا دھنیا شامل کر کے ڈش میں نکال لیں۔ کٹی ہوئی ادرک اوپر سے ڈال کر سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

روبینہ احمد

چہرے کو خوب صورت بنائیے

گرمیوں کا موسم شروع ہوچکا ہے یہ موسم اپنے ساتھ بے شمار مشکلات بھی لاتا ہے دھوپ سے کملائے ہوئے چہرے بے رونق ہی نہیں لگتے بلکہ بعض اوقات انہیں دیکھ کر شدید بے آرامی اور اکتاہٹ بھی ہوتی ہے اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ اور شاداب نظر آئے تو اس کے لیے ہم آپ کو مختلف ماسک بنانا سکھارہے ہیں جن کی مدد سے آپ کی جلد اور چہرہ خوب صورت دکھائی دینے لگے گا۔ خاص طور سے موسم گرما میں صرف شرط اتنی سی ہے کہ آپ اگر مستقل جاذب توجہ نظر آنا چاہتی ہیں تو پھر مستقل ان ماسک کا استعمال کریں تھوڑی سی احتیاط سے۔

ہر خاتون خوب صورت اور دلکش نہیں ہوتی لیکن اگر آپ کی جلد صاف شگفتہ اور جواں ہے آپ یقیناً پرکشش ہیں بہت سی خواتین دلکش ناک نقشے کی مالک ہوتی ہیں پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایک دن دیکھی اٹریکشن کی ان میں کمی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس جوہر سے ناواقف ہیں جو اُن میں یہ کشش پیدا کرتا ہے۔ یہ جوہر ہی ہے جو اُن کی یا سب ہی خواتین کی اصل دولت ہے جو نرم و نازک جلد کی صورت میں خدا نے سب ہی کو عطا کیا ہے۔ آپ عمر کے کسی بھی حصے میں ہوں اگر اپنی جلد کا خیال رکھیں گی تو آپ کو یوں محسوس ہوگا جیسے آپ ہر وقت تروتازہ ہیں یہی احساس آپ کا موڈ بھی اچھا رکھنے میں مددگار ہوتا ہے اچھے موڈ سے تو یوں بھی چہرے پر رونق آہی جاتی ہے۔

گرمیوں کے موسم میں آپ کی جلد کی سب سے بڑی دشمن سورج کی تمازت ہے یعنی دھوپ سردیوں میں یہی دھوپ جلد کی بہترین دوست بن جاتی ہے بس قدرت کے کرشمے ہیں۔ گرمیوں میں اپنی رنگت کی حفاظت کے لیے اپنی جلد کے عین مطابق ماسک استعمال کیجیے تاکہ آپ کے چہرے کی صفائی بھی ہوسکے اور جلد جھریوں سے بھی محفوظ رہے ماسک کی تیاری میں استعمال ہونے والی اشیا آپ کو باورچی خانے میں آسانی سے مل سکتی ہیں تو پھر آئیے ماسک تیار کرتے ہیں۔

انڈے کا ماسک:۔

انڈا قدرت نے ایک ایسی چیز بنائی ہے کہ ہر نفس کو اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے چنانچہ انڈے کا ماسک ہر جلد کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے اس کے تیار کرنے کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ ایک انڈے کی سفیدی لے کر اس میں چند قطرے لیموں کا رس اور آدھا چمچہ شہد ملا کر اچھی طرح یکجا کرلیں۔ چہرے پر اس کا لیپ کریں بیس منٹ بعد گرم پانی میں روئی بھگو کر چہرے سے ماسک اتارلیں یہ خشک جلد کو ملائم بنانے کے لیے بہترین ہے۔ خشک جلد کے لیے بہترین ماسک کچھ اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ایک انڈے کی زردی لے کر اس میں ذرا سا بادام یا زیتون کا خالص تیل ملالیں۔ اچھی طرح پھینٹ کر چہرے پر لگائیں اور گرم پانی سے صاف کریں اگر آپ کی جلد روغنی ہے تو اس کے لیے بھی انڈا مفید ہے وہ اس طرح کہ انڈے کی زردی میں چند قطرے لیموں یا سنگترے کے شامل کرلیں بیس منٹ تک یہ ماسک چہرے پر لگا رہنے دیں پھر صاف کرلیں زائد چکنائی کا مسئلہ گرمیوں میں باآسانی حل ہوجائے گا۔

شہد کا ماسک:۔

چکنی اور نرم جلد کے لیے شہد کا ماسک بہت مفید ہے ایک چائے کا چمچہ شہد لے کر اس میں چند قطرے لیموں کا رس ملالیں اس مرکب کو بطور ماسک استعمال کریں خیال رہے ماسک گرم پانی اور روئی کی مدد سے صاف کرنا بے حد ضروری ہے اگر آپ کی جلد چکنی ہے تو شہد لے کر اس میں گیہوں کا آٹا ملا کر ماسک بنالیں اس کے علاوہ آٹے میں پانی یا دودھ ملا کر بھی بہترین ماسک تیار کیا جاسکتا

ہے۔

مولی کا ماسک:۔

مولی کے بیج آپ کو حکیم یا پنساریوں کے پاس باآسانی مل سکتے ہیں' ایک ٹیبل اسپون بیج لے کر باریک پیس لیں پھر دہی میں ملا کر بطور ماسک استعمال کریں آپ کا چہرہ ایسا نکھرا ہوا اور تروتازہ محسوس ہوگا جیسے آپ آپ نہیں رہیں۔

کھیرے کا ماسک:۔

کھیرا چھیل کر باریک پیس لیں اور پھر چہرہ پر اس کا لیپ کریں چہرے کے عضلات کا ڈھیلا پن غائب ہوجائے گا۔

گریپ فروٹ کا ماسک:۔

گریپ فروٹ چھیل لیں' چھلکے کے زرد حصے کو باریک پیس لیں اب اس میں ایک ٹیبل اسپون جو کا آٹا اور دہی شامل کریں۔ لیپ کرنے کے نصف گھنٹے بعد نیم گرم پانی سے چہرہ صاف کرلیں اب ٹھنڈے پانی کے چھینٹے چہرے پر ماریں چہرہ ایسا جگمگائے گا جیسے اندھیرے میں کوئی دیا جگمگا اٹھے۔

آلو کا ماسک:۔

چکنی جلد کے لیے آلو اُبال کر باریک پیس لیں' ذرا سا دودھ آلوؤں میں ملا کر چہرے پر لیپ کریں۔

بیسن کا ماسک:۔

ایک ٹیبل اسپون بیسن لے کر مولی کا رس اس میں ملا لیں' مولی کا رس آپ بلینڈر کے ذریعے نکال سکتی ہیں جب ماسک خشک ہوجائے تو نیم گرم پانی سے چہرہ صاف کرلیں' چہرے پر پانی کے چھینٹے ماریں' چہرہ دمک اٹھے گا۔

ماسک کے فوائد کا انحصار اس میں شامل اجزا پر ہے یہ جلد میں کھنچاؤ پیدا کرتا ہے مردہ خلیوں کو کھینچ کر باہر نکال دیتا ہے اور جلد میں چمک پیدا کرتا ہے' بہت سے ماسک چہرے کے ان گندی دھبوں کو بھی دور کردیتے ہیں جو سورج کی الٹراوائلٹ کرنوں کے باعث پڑجاتے ہیں۔

بیشتر ماسک کی تیاری میں قدرتی پھل اور سبزیاں استعمال کی جاتی ہیں لہٰذا یہ جلد کے لیے قطعی بے ضرر ہوتے ہیں البتہ ایک احتیاط ضرور لازم ہے بعض خواتین ماسک میں شامل کسی جز کے خلاف الرجی کا شکار ہوتی ہیں حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اسی پھل یا سبزی کو کھانے سے الرجی پیدا نہ ہوتی ہو مثال کے طور پر کوئی عورت آڑو سے بنے ہوئے ماسک کو استعمال کرے تو اس کی جلد سرخ ہوجاتی ہے اور اس میں جلن پیدا ہوجاتی ہے حالانکہ وہ کسی تکلیف کے بغیر آڑو کھالیتی ہے فیشل ماسک کے اچھے اثرات بہت مختصر مدت کے لیے ہوتے ہیں جیسے آٹھ سے دس دن تک کے لیے' اس لیے اس عمل کو بار بار دہرانا ضروری ہے اسی طرح نوجوانوں میں یہ اثر نہ صرف زیادہ عرصہ تک برقرار رہتا ہے بلکہ انہیں اس کی کم ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے' زیادہ عمر کی خواتین کو چہرے کی خوب صورتی برقرار رکھنے کے لیے جلدی جلدی ماسک استعمال کرنا پڑتا ہے۔

بیس برس کی عمر کے بعد ہر ایک کو بعض اوقات اس سے بھی کم عمر خواتین کو اس کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے' جس میں جلد کو غذائیت باہر کی طرف سے پہنچائی جاتی ہے قدرتی ذرائع سے حاصل شدہ توانائی جلد کو روشن کرتی ہے اور اس میں تازگی پیدا کرتی ہے۔

گھر میں تیار کیے جانے والے ماسک زیادہ معیاری اور آئیڈیل ہوتے ہیں کیونکہ آپ ان میں خالص اجزا شامل کرتی ہیں آج کل تو ماسک ٹیوب اور چھوٹی شیشی میں بھی دستیاب ہیں یہ بھی بلاخوف استعمال کیے جاسکتے ہیں تاہم نامعلوم برانڈ کے ماسک استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔

عمیرہ فاطمہ......اسلام آباد

نیرنگ خیال

ایمن وقار

غزل

بچپن کی تصویر کو پاکر روئی ہوں
آنکھوں سے میں نیر بہا کر روئی ہوں
کتنا ظلم کیا ہے مجھ پر حاکم نے
ہر اک کو میں حال سنا کر روئی ہوں
صحراؤں میں سسی بن کر آئی تھی
پلکوں کے کچھ خواب سجا کر روئی ہوں
کاغذ پر کچھ نقش بنائے ہاتھوں سے
پھر اس کی تصویر بنا کر روئی ہوں
کل پھر لوٹ کر اس نے آنا تھا
کمرے میں کچھ پھول سجا کر روئی ہوں
فری لوٹ کر آنے کا تو اک بہانہ تھا
کمرے کا ہر دیپ بجھا کر روئی ہوں

فریدہ جاوید فری...... لاہور

غزل

لفظوں میں حلاوت ہے
نہ باتوں میں بغاوت ہے
کی جو تجھ سے محبت ہے
یہ سلسلہ شرافت ہے
مجھ سے وہ کہہ گیا یہ
تو میری امانت ہے
سانسوں کا جو یہ تسلسل
حیات نزاکت ہے
تجھ کو ہے رب سے مانگا
کی جب بھی عبادت ہے
بن دیکھے دیدار حاصل
کیسی یہ سعادت ہے

ملائکہ ارم...... حاصل پور

نظم

اب تو ان کے بالوں میں
چاندی سی اتر آئی ہوگی
اب تو ان کے چہرے پر
جھریاں نما لکیریں
ایسے بنتی ہوں گی جیسے
سمندر کی لہروں میں
بھنور سے بنتے جاتے ہوں
کسی کو دکھ بھری آہ کے ساتھ
اپنے پاس بلاتے ہوں
اب تو وہ اکثر بیٹھے بیٹھے
سوچتے ہوں گے کہ جیسے
جب بھی کبھی وہ بیمار ہوں گے
کوئی ان کی عیادت کو آئے گا
ان کو اپنی کہانی سنائے گا
پھر تو جیسے سارے شکوے
پل بھر میں لوٹ جائیں گے
پرندے بھی اپنے گھروں کو
شام میں لوٹ جائیں گے
اب تو مصور بھی ان کی تصویر
کچھ یوں شوق سے بناتے ہوں گے
کہ جیسے اس پنچھی کو چھوڑ دیا تو
یہ پنچھی اڑ جائے گا
دنیا سے چلا جائے گا
دنیا سے چلا جائے گا

فائزہ بھٹی...... چوکی

بجز محبت

چلو کہ جشن بہار دیکھیں
چلو کہ پھولوں کے ساتھ چلیں
چلو کہ شعروں کے کھیت میں
غزل اگائیں
چلو کہ خیام کی رباعی کا
کوئی مصرعہ ہی گنگنائیں
کہ اس زمین پر
بجز محبت
کوئی بھی جذبہ امر نہیں ہے

مگر کسی کو خبر نہیں ہے

آمنہ سعید......لاہور

غزل

غزلوں کی کتاب دے گیا ہے
رتجگوں کے عذاب دے گیا ہے
میرے بے ربط سے سوالوں کے
وہ مؤثر جواب دے گیا ہے
اب کدورت نہیں اسے مجھ سے
اب وہ مجھ کو گلاب دے گیا ہے
اک نظر دیکھ کر میری جانب
وہ دوبارہ شباب دے گیا ہے
مسکرایا وہ اس ادا کے ساتھ
خامشی کو رباب دے گیا ہے
میری آنکھوں کے واسطے انمر
وہ غموں کے سحاب دے گیا ہے

نعیم انمر ہاشمی......جھنگ صدر

غزل

نیا اک کام کرنا چاہتے ہیں
محبت سے مکرنا چاہتے ہیں
بہت دن رہ لیے ہیں رنج و غم میں
خوشی میں اب نکھرنا چاہتے ہیں
بگڑے تھے جو چاہت میں کسی کی
وہ اب پھر سے سنورنا چاہتے ہیں
چڑھایا تھا بہت خوش فہمیوں نے
حقیقت میں اترنا چاہتے ہیں
مریں تو لوگ دل سے یاد رکھیں
بس ایسی موت ہم مرنا چاہتے ہیں
رہے نہ خوف حق کسی بھی آدمی کا
خدا سے صرف خدا سے ڈرنا چاہتے ہیں

سباس گل......رحیم یار خان

لوٹ آؤ

بارشوں کے موسم میں
تتلیوں کے رنگوں میں
گاؤں کے کھلیانوں میں
آسماں کے تاروں میں
پانی کی آبشاروں میں
تم جب بھی دیکھو گے
میرا عکس پاؤ گے
چھوڑ کر مجھے تم آج
کل جب تم بکھرو گے
مجھ کو یاد کرلو گے
میں جیسی بھی سہی مگر......
مجھے یہ دعویٰ ہے
آفس سے جو لوٹو گے
تھکن سے چور تو گے
دھاڑیں مار مار کر
چیخ چیخ کے بولو گے
جان جاناں لوٹ آؤ

ثوبیہ نواز اعوان......اسلام آباد

سرزاہٹ

کہیں ایسا نہ ہو جائے
یہ نفرت دور ہو جائے
عداوت ختم ہو جائے
مہکنے یہ لگیں سانسیں
محبت تم سے ہو جائے
کہیں ایسا نہ ہو جائے
یہ ذرہ خاک کا صحرا میں یونہی امر ہو جائے
کوئی اک مسکراہٹ
آنکھ کی راہوں سے جا کر پھر
کرے تسخیر اس دل کو
یہی خدشہ پنپتا ہے
کہ جادو اس نہ ہو جائے
نہ یہ تصدیق ہو جائے
نہ یہ تحقیق ہو جائے
کہیں ایسا نہ ہو جائے
محبت تم سے ہو جائے
یہ خواہیدہ ڈرتے کپکپاتے
زرد پتوں کی

زمین پر ٹوٹ کر بکھرے ہوئے
اور سرسراہٹ کی
طرح انمول ہوجائے
کہیں ایسا نہ ہوجائے
کہیں یہ بے رحم پاہو
کہیں ہو نہ عیاں جائے
خدارا ستم نہ ہو یہ
نہ ستم یہ سہا جائے
کہیں ایسا نہ ہوجائے

نوزین مسکان سرور..... سیالکوٹ

غزل

کتنا غافل ہے مجھے اچھا سمجھنے والا
کیا بسائے گا مجھے خود ہی اجڑنے والا
کیا تماشا ہے کہ میں اس پر بگڑ بیٹھا ہوں
وہ جو مشہور ہے لوگوں میں بگڑنے والا
زندہ رہنے کا سبب کیا ہے یہ دل سے پوچھ
جز ترے اور نہیں کوئی دھڑکنے والا
ناؤ ڈوبی مری' کرتے ہوئے دیدار تیرا
اور تیرا نام ہی لیتا تھا ابھرنے والا
تیری وجہ سے ہی لڑتا ہوں زمانے بھر سے
میں ہوں مشہور زمانے میں جھگڑنے والا
کیسی آنکھیں ہیں وہ ظالم کی سمندر جیسی
کتنا روشن تیرا چہرہ ہے چمکنے والا
تمہیں معلوم ہے کون لکھے گا یہ غزل
آپ کے عشق میں ہر وقت تڑپنے والا

محمد فیضان معتصم..... دینہ جہلم

غزل

ہے طے' کریں گے مسافتیں بھی
اگرچہ گزریں گی ساعتیں بھی
تمہارے دل میں ہے صرف نفرت
ہمارے دل میں ہیں چاہتیں بھی
محبتیں بھی ہیں اور تُو نے
رکھی ہوئی ہیں عداوتیں بھی
جفا کرو گے وفا کریں گے
وفا کی اپنی ہیں عادتیں بھی
قمر وہ سج دھج کے آرہے ہیں
تو پھر سے ہوں گی شہادتیں بھی

کامران قمر..... کوٹ ادو

سورج کی تپش

احساس محبت ہوا ہے جب سے
ہر احساس سے خالی ہوگئی ہوں
ان آنکھوں میں دیکھا ہے جب سے
ہر نور سے بے گانی ہوگئی ہوں میں
تیری قربت کا احساس ہوا ہے جب سے
میں خود سے اجنبی ہوگئی ہوں
تیری زلف کی چھاؤں ملی ہے جب سے
میں سورج کی تپش سے نڈر ہوگئی ہوں

جویریہ تاج تہنی..... غازی آباد فیا ع

غزل

رات ہوجائے گی تو چاند دکھائی دے گا
تیرا چہرہ میرے خوابوں کی گواہی دے گا
یہ محبت ہے ذرا احتیاط سے کرنا
اک آنسو بھی گرا تو سنائی دے گا
ٹھکرایا جس کی خاطر سارا زمانہ میں نے
سوچا نہ تھا وہ شخص مجھے تنہائی دے گا
میرے پہلو میں بیٹھ کر وہ کرتی ہے رقیبوں کی باتیں
امید نہ تھی یہ وقت ایسا بھی رسوائی دے گا
وہ پری چہرہ کہ جس کے عشق نے اندھا کیا ہے مجھ کو
میری ضد ہے کہ اب وہ ہی آ کر مجھے بینائی دے گا
صبح و شام میری نظروں کے سامنے بیٹھنے والا
آثار نظر آتے ہیں ایک روز جدائی دے گا
اے رقیبو تم بھی وہ شخص صائم سے لے لینا
جس دن خدا کسی اور کو اپنی خدائی دے گا

ظہور احمد صائم..... لاہور

غزل

سنا ہے جب سے تم کو کوئی گیت اچھا نہیں لگتا
بنا کے تم کو اپنا کوئی میت اچھا نہیں لگتا
تمہیں بس سوچتے رہنا اب میرا شیوہ ہے

بدلے کوئی میری اب یہ ریت اچھا نہیں لگتا
تمہارے آگے تن ہارے تمہارے آگے من ہارے
تمہارے سامنے ہو میری جیت اچھا نہیں لگتا
تمہیں دل میں بسایا ہے کسی گوہر کی مانند
کسی اور کا دل ہو تیرا سیپ اچھا نہیں لگتا
تیرے دم سے اب میرے جیون میں اجالا ہے
اندھیروں میں جلے اب کوئی دیپ اچھا نہیں لگتا
تسنیم خالد......

غزل

قرب نہ میسر ہو جس میں
مت رکھو ایسے رابطے تم
میرا ساون مہک جاتا
کاش اِدھر آجاتے تم
دل آج بہت افسردہ ہے
کوئی شوخ سی بات سناتے تم
ہوتی ہمیں بے پایاں خوشی
کوئی وعدہ کاش نبھاتے تم
گر جانا تھا عمر بھر کے لیے
کرب بھی ساتھ لے جاتے تم
پیار کی منزل بہت کٹھن ہے
ہمیں اس راہ پہ نہ لاتے تم
آنکھ میں آنسو ٹھہر گیا
میرے خواب نہ یوں بکھراتے تم
حمیرا الوسین...... منڈی بہاؤالدین

پیارے آنچل تیرے نام

میری زندگی کی شام میں
تیری صبح کا اجالا ہو
میری زندگی کی ہر خوشی
خدا کرے تیرے نام ہو
جان سے بھی پیارا ہے آنچل تو مجھے
خدا کی ہر رحمت تجھ پر مہربان ہو
میں رہوں نہ رہوں جاناں
میری ہر دعا تجھ پر نثار ہو
خدا ہمیشہ تجھ کو اپنی رحمتوں میں رکھے
بس یونہی میری زندگی تمام ہو
میری ہر دعا تیرے نام ہو
میری ہر دعا تیرے نام
کائنات گل......

یاد آتے ہو

مجھے تم یاد آتے ہو
کبھی بارش برس جائے
کبھی صحرا ترس جائے
کبھی کالی گھٹا اترے
کبھی باد صبا اترے
تم ہی میری زندگی کے
اول و آخر
تم اس لیے
خدا سے بڑھ کر آتے ہو
مجھے تم یاد آتے ہو
عروسہ شہوار رفیق...... کالا گوجراں، جہلم

نظم

یہ بارشیں اتنی تھیں سہانی مجھ کو
خوب بھیگتی تھی ناچتی تھی گاتی تھی
لیکن......
اب نہ جانے کیوں؟
رنجیدہ کر دیتی ہیں مجھ کو
پیارے وطن کے ارمان
بکھرے ہیں چار سو
جتنی بوندیں ٹپکتی ہیں
آنسو اتنے دکھتے ہیں
جتنا شور مچاتی ہیں
آہیں اتنی نکلتی ہوں
کئی ماؤں کے جگر چھلنی ہیں
سسکیاں بہنیں بھی لے رہی ہیں
بچے بلک رہے ہیں
کلیاں کیوں بن کھلے مرجھا رہی ہیں؟
آہ! سیلاب آ رہے ہیں
زندگی بھر کا قیمتی اثاثہ

ساتھ لیے جا رہے ہیں
دیواریں گر رہی ہیں
ماؤں کے لعل دنیا سے جا رہے ہیں
دیکھو......!
چڑیا کتنی افسردہ ہے
تنکا تنکا چن کر گھونسلہ بنانے والی
ساز غم بکھرنے پر بجا رہی ہے
جانور بھی سہمے سہمے نظر آ رہے ہیں
یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟
آندھیاں طوفان اولے
دن رات برس رہے ہیں
زمین پر نہیں دلوں پر برس رہے ہیں
دیکھو......!
فصلیں کیسے لہلاتی تھیں
لیکن اب دہشت کے مارے
زمین سے لپٹ رہی ہیں
آہ! یہ آنسو
جو محنتی کسان بہا رہے ہیں
کس جرم کی پاداش میں
نتیجہ اتنا سخت پا رہے ہیں
آؤ......
مسلمانو! ہاتھ اٹھائیں سب مل کر
اس رحیم سے دعا کریں
حفاظت ملک کے لیے قیمت سستی
ادا کریں
اور پھر سے......
شاداب ذرہ ذرہ پا لیں
آہیں بے بسوں کی اس صورت میں
چھپا لیں......!

نادیہ نواز کھرل...... حافظ آباد

احساس

میرے دل کی سرزمین پر
ننگے پاؤں
یہ کون گزر رہا ہے؟
کہ......
میرے دل کی ہر دھڑکن میں
ٹھہری ٹھہری ہو گئی
اس احساس کو میں
کیسے کروں بیاں؟
کہ......
میرا انگ انگ ہے خوشی میں ڈوبا ہوا
میرا روواں رواں ہے خوشی میں جھوما ہوا
وہ کون تھا اے میرے جان جہان
جو مجھے
تیز تپتی دھوپ میں
سایہ دینے آیا تھا
آنکھوں سے نکلنے کے لیے بے چین آنسو
اپنی پوروں پر چننے آیا تھا
میرے جلتے ہوئے زخموں پر
مرہم رکھنے آیا تھا
آ کر مجھے سمجھائے کوئی
کون تھا یہ؟
اتنا تو بتائے کوئی......!

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی کراچی

غزل

لرزتی پلکوں پر اشکوں کا ٹھہرنا محال تھا
تجھ سے بچھڑ کے زندہ رہی عجیب ترین کمال تھا
روندھ کے میرے خواب کو میری حسرتوں کو کیوں کیا دفن؟
بتا اے زندگی تیرا میرے بارے میں کیا خیال تھا
تیری حسین آنکھوں میں دو پل کو ڈوب سکوں
تجھ سا نہیں پر مجھ میں کچھ تو جمال تھا
دوش تیرا بھی نہیں ساتھی مقدر سے ہاری ہوں
میری جواں آرزوؤں کو تو ہونا پامال تھا
اس نے سفر زیست کا بڑی آسودگی سے بسر کیا حمیرا
میرا جیون جس کے ہجر میں حال سے بے حال تھا

حمیرا قریشی...... حیدرآباد

احساس

اس جسم جلاتی دھوپ میں

جاناں
تیرا احساس
ٹھنڈی ہوا جیسا

روبی علی..... سیدوالہ

غزل

درد کو دل میں نہ چھپایا جائے
زخم جگر کا سب کو دکھایا جائے
ابھی آگے بھی ہیں بہت دکھ ان کے لیے
بیٹیوں کو باپ کے گھر میں تو نہ رلایا جائے
پہلے ہی ہیں حالات کے مارے ہوئے
قرآن نازل ہوا ہے پڑھنے کے لیے
غریبوں کو مزید نہ ستایا جائے
اسے طاقوں میں نہ سجایا جائے
جب بھی آئے وقت بولو ظلم کے خلاف
طاقت کے خوف سے نہ ظلم کو دبایا جائے
کرو مومنوں قبر کو نمازوں سے روشن
قیامت قریب ہے سب کو بتایا جائے
پہلے ہی جاگے ہیں بڑی دقتوں سے اہلیان وطن
خدارا ان کو پھر نہ سلایا جائے
کہیں ایسا نہ ہو وقت روٹھ جائے
اب کہ ظالموں کو کٹہرے میں لایا جائے
جب بھی سنو بات کوئی بھلائی کی فاخرہ
تو حکم ہے اسے سب میں پھیلایا جائے

فاخرہ گیلانی..... وہاڑی

غزل

جانے والے تیری یادیں پاگل کرتی ہیں
سنگ تیرے بیتے لمحے ان لمحوں کی سب باتیں پاگل کرتی ہیں
تو مجھ سے وابستہ ہے جیسے پھول سے خوشبو
تجھے سوچوں تو سب سوچیں پاگل کرتی ہیں
تیرے جانے کا تصور ہی حریم جان میں اتر آتا ہے
چپ چاپ تکتی آنکھوں کو راہیں پاگل کرتی ہیں
وہ ساون کی بارشیں اور رت بہار کی
وہ تیری قسمیں تیرا پیار ہم کو گلاب رتیں پاگل کرتی ہیں
نجانے کیسے جی لیتے ہیں عشق بنا ساری
دن تو خیر کٹ جاتا ہے ہم کو راتیں پاگل کرتی ہیں

ساریہ چوہدری..... گجرات

جاؤ جان جیا

کل اک عجب حادثہ ہو گیا
بعد کافی دنوں کے مجھے وہ ملا
میں نے ہنس کر کہا معجزہ ہو گیا
وہ بڑے مان سے مجھ سے کہنے لگا
تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے کیا؟
میں نے کہا "کوئی شک ہے بھلا"
رخ پھیر کر کہنے لگا "پیاری جیا"
محبت میں ایثار کا ہے تقاضہ
مجھے معاف کر دو میں مجبور ہوں
دل پہ پتھر رکھا اور اسے کہہ دیا
"جاؤ جان جیا خوش رہو تم سدا"

سیدہ جیا عباس..... تلہ گنگ

غزل

کرے یاد مجھ کو یا پھر وہ بھلا دے
یہ مرضی ہے اس کی وہ جیسی سزا دے
اسے ہم نے سمجھایا ہر بار یارو
اب اس کو ہدایت وہ میرا خدا دے
مجھے میرے حصے کا صحرا ملا ہے
یہ پاگل میرا دل کیسے اب صدا دے
میں یہ رافلت نہ سنبھلا ابھی تک
اگر ہو سکے تو مجھے کچھ دعا دے
تڑپتے رہے میرے معصوم جذبے
غلط نکلے جس دن سے ان کے ارادے
ملاقات ہو تو بھلا کیسے رانا
نہ پہلی سی قسمیں نہ وہ پیارے وعدے

قدیر رانا..... راولپنڈی

دوست کا پیغام آئے

هما احمد

میرے چاہنے والوں کے نام

بزم آنچل میں طویل عرصے کی دوری کاٹنے کے بعد شامل ہونے کی خوشی لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتی اگرچہ یہ دوری خط نہ لکھنے نہ پہنچنے کی مجبوری تک محدود تھی۔ دلوں کا رابطہ تو یونہی قائم ودائم ہے۔ کتنے موسموں بعد آئی ہوں کچھ اندازہ نہیں۔ جن پیاری فرینڈز نے مجھے یاد رکھا ان کی شکر گزار ہوں ان کی محبت سر آنکھوں پر...... سب سے پہلے شاہ زندگی سویٹ بہنا تمہیں بہن اور بھائی کی شادی مبارک ہو اور اب جلدی سے مجھے میری شادی کی مبارک باد دے ڈالو۔ میں نے حمیرا عروش سے حمیرا شعیب ہونے تک کا دلفریب سفر طے کرلیا ہے۔ سیدہ جیا عباس کاظمی آپ کی اور میری دوستی پکی (لیجیے ہاتھ)۔ دعا ہاشمی' ماہ رخ سیال' مہر گل' دعا گل' صدف' عائشہ جمیل' صفیہ (لالہ موسیٰ)' سدرہ شاہین' نورین شاہد' نوشین شاہد' شمع مسکان' ثوبیہ کوثر' پیا' عظمیٰ' شمشاد' پروین افضل' عائشہ پرویز' نادیہ کامران' شناس گل' فوزیہ سلطانہ' ستارہ' حنا' تحریم اور تمام اہل آنچل کو دعا اور سلام قبول ہو۔ ممی جان آداب! ڈیئر شعیب سلام وآداب! آنچل کے ذریعے کہنا چاہوں گی کہ زندگی کا سفر آپ کے سنگ حسین تر ہوگیا ہے آئی لو یو۔ جن کے نام نہیں لکھ پائی ان دوستوں کو بھی سلام اپنا اور خود سے وابستہ چاہت بھرے رشتوں کا خیال اور مان رکھیے گا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو حمیرا عروش کو بھی شامل دعا رکھیے گا۔

حمیرا عروش...... جلد یہ

اپنوں کے نام

السلام علیکم! میری کیوٹ سی پرنسز حمنہ سعد سوری جانو تھوڑی لیٹ ہوگئی پھر بھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو منی کیوٹ سے بی! میرا سوہنا سا بھائی گوہر حبیب لو ابی تمہاری برتھ ڈے 16 مئی کو تھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ میری پیاری سی بہنا سعیدہ حبیب' مریم فاطمہ' بھائی دانش حبیب' فہد سعید' امی جی' پاپا' خالہ امی اور ابو جی آپ سب بہت اچھے ہیں۔ مجھ سے جو غلطیاں انجانے میں ہوئیں' امید ہے آپ سب مجھے معاف کردیں گے۔ آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں' میرے پیارے سے شوہر سعد سعید آپ بہت اچھے ہیں میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اللہ حافظ۔

عائشہ سعد...... اسلام آباد

فرینڈز کے نام

چلو کیسے ہیں آپ سب؟ آپ لوگ تو ٹھیک ہوں گے مگر میں ٹھیک نہیں ہوں (ہاہاہا) ہاں جی ایسے کہ میرے پیپرز ہورہے ہیں اور تیاری میں کرتی نہیں ہوں بس جی آپ سب کی دعاؤں سے پاس ہوجاؤں گی۔ سب سے پہلے نگین افضل وڑائچ آپ نے مجھے اور میری تاریخ پیدائش کو یاد رکھا بہت شکریہ۔ کوئی دو ملاقاتوں میں کسی کو اتنا یاد رکھ سکتا ہے' مجھے اب اندازہ ہوا۔ جلد ہی ملاقات ہوگی۔ طیبہ نذیر' شادیوال! کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گی؟ آخر میں میری چھوٹی بہن اقصیٰ کے لیے بہت سی دعائیں' اللہ تمہیں کامیاب کرے اور زندگی کے ہر میدان میں ہمیشہ کامیاب رہو آمین۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات

شازیہ خالق کے نام

میری پیاری دوست شازیہ' میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں' تمہارے اچانک ایکسیڈنٹ کا سن کر مجھے بہت دکھ ہوا' جب تک مجھے تمہاری خبر نہ ملی تھی میں روز کالج میں تمہارا انتظار کرتی تھی۔ مجھے تم نے بہت سی باتیں کرنی تھیں اور بہت کچھ پوچھنا بھی تھا مجھے یاد ہے آخری دن تم نے مجھے ڈی جے انجم خان کے ساتھ گھومنے اور باتیں کرنے پر یہ کہا تھا "تمہیں بھی ایف ایم میں جانا ہے کیا" حالانکہ ایف ایم کے بارے میں معلومات تم لیے رہی تھیں اس سے میں تم سے اس بات پر جھگڑنے والی تھی اور دیکھو تم اس دن کے بعد آ ہی نہیں سکیں۔ تمہارا سال ضائع

ہونے پر مجھے بہت افسوس اور دکھ ہے اللہ کرے تم جلد از جلد تندرست ہو جاؤ۔ تمہارے بھائیوں کو بھی اللہ تندرستی اور شفا عطا کرے اور تم اپنی تعلیم جلد از جلد جاری رکھ سکو آمین۔ اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

ثوبیہ بلال تج...... خانپور

ناراض دوستوں اور آنچل کی کلیوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر اقراء ساجدہ اور پروین میں نے آسیہ پھوپو کی شادی میں تم لوگوں سے جو مذاق کیے تھے اور تم لوگوں کو بُرے لگے ان کے لیے معذرت خواہ ہوں پلیز ایک بار معاف کردو پھر ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ اس کے علاوہ دعا ہاشمی' آنسہ شبیر' پروین افضل شاہین' چندا چوہدری' شاہین گروپ اور شبنم بلوچ آپ سب کو محبتوں بھرا سلام۔ ہر شمارے میں آپ لوگوں کی جھلک دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوشیاں اور سکونِ قلب عطا کرے آمین۔ آپ کی دعاؤں کی طالب۔

فاطمہ نیک...... وہاڑی

تمام فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ کس کس نے مجھے یاد کیا جس نے یاد کیا ان کا شکریہ اور جن بے مروتوں نے نہیں کیا ان کا بھی شکریہ۔ سب سے پہلے امید چوہدری' عائشہ ملک' تحریم چوہدری' آمائمہ' کرن وفا' سمعیہ' صوفیہ ملک' ثوبیہ مرزا آپ سب کو سلام۔ چار فرینڈز نائلہ قاسم (بھدر) صبا شکور (بزرگوال) صالحہ لئیقہ (قادر کالونی) اور کائنات مشتاق (روزی ڈوگہ) آپ سب کو میرا سلام۔ روزی کیسی ہو؟ ویسے تو روز بات ہوتی ہے مگر آنچل کے ذریعے پہلی بار بات ہورہی ہے اللہ کرے تمہارا بیڑا پار ہو جائے ایگزامز میں سے (ہاہاہا)۔ حالانکہ تجھے خود بھی امید نہیں' ثمرۃ آپی نمیرہ' نورین اقبال آپ دونوں کو اتنے عرصے بعد آنچل میں یاد کیا' سلام جی۔ نمیرہ آپی آنچل سے میسج کررہی ہوں کہاں غائب ہو؟ اور نورین آپ کا گلا ٹھیک ہوا؟ تفرمیہ خاور آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو آپی تسبیح کو اور بھائی عمران کو بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو۔ باقی سب فرینڈز طیبہ نذیر' صباحت مرزا' اقصیٰ' سنیاں' فوزیہ سلطان' مسکان قصور' شاہ زندگی' نورین شاہد' حیا عباس' ریحانہ راجپوت' مدیحہ نورین' عائشہ پرویز' مجلسہ جہانگیر' نورین شفیع' آمنہ لمدالو' سباس آپی' صائمہ سکندر علی ثمرہ' دعا ہاشمی آپ سب کو میری طرف سے سلام اور سب سے بڑھ کر حرا قریشی (ملتان) آپ کو خوش آمدید آنچل میں۔ اب آنچل میں دیکھ کر خوشی ہوئی جی اور سب سے آخر میں میری بیسٹ فرینڈ سسٹر نادیہ اقبال کیسی ہو؟ آپی ام مریم مسنگ یو اگلے ماہ کے لیے اجازت اللہ حافظ۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

آنچل کی خوب صورت شہزادیوں کے نام

السلام علیکم! پیاری بہنوں خوش رہو کافی عرصے کے بعد آپ کے قلم سے اپنا نام لکھا ہوا دیکھ کر دلی خوشی ہوئی۔ پروین افضل شاہین آپ کو میرا شعر پسند آیا شکریہ ویسے آپ خود بھی تو بہت ہی اچھا لکھتی ہیں آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی خالی جھولی کو کھلکھلاتے پھولوں سے بھر دے بہت ہی زیادہ خوشیاں نصیب کرے اور کبھی کوئی غم نہ آنے پائے آمین۔ شبینہ مغل یادگار لمحے پسند کرنے کا شکریہ۔ وثیقہ زمرہ اور عائشہ پرویز "رس ملائی" پسند کرنے کا شکریہ آمنہ لمدالو اور نورین شفیع آپ نے اپنے پیغامات میں مجھے یاد کیا' دل شاد ہوگیا۔ اللہ آنچل کی تمام بہنوں کو بہت بہت خوشیاں دے آمین اللہ حافظ۔

نجم انجم...... کراچی

ناصرہ بتول (آنچل کی خاموش قلمکن کے نام)

"اتنی گاڑھی اور گہری اردو! خدارا رحم فرمایئے ہم جیسے آسان اردو سمجھنے اور پڑھنے والوں پر۔ سادہ اور عام فہم لکھا کریں بھئی حرا قریشی صاحبہ اشفاق احمد کی طرح مشکل میں مت ڈال دیا کریں ہمیں۔" ناصرہ اکثر آنچل میں چھپی میری تحریروں پر یہ کہتی ہے تو ہم حیرت کے سمندر میں قلابازیاں کھانے لگتے ہیں کہ "بھئی ابھی اتنا معیاری اور اتنا عمدہ بھی نہیں لکھتے پر ہاں بہتر سے بہترین تحریر کرنے کی سعی کے سفر پر گامزن ضرور رہتے ہیں۔ تم نے

افسانہ یا ناول لکھنے کا کہا ہے تو جناب کوشش تو کب سے جاری ہے' دیکھئے امید کب بر آتی ہے۔ اب آنچل نے انگلی تھام تو لی ہے' آپ دعا کیجیے جناب من! ہم دعا کے بعد دوا کے اثرات مرتب کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ پرخلوص اور بے لوث چاہت سے پُرسلام اور ڈھیر ساری محبتیں آنچل سے منسلک افراد کے نام۔

حرا قریشی..... بلال کالونی' ملتان

کھوٹ سی پریوں کے نام

السلام علیکم! پیاری لولی فرینڈز کیسی ہو سب؟ آمنہ امداد میں نے آپ کو سالگرہ وش کی تھی لیکن آپ کا مجھے وش کرنا بہت اچھا لگا تھا۔ عائشہ خان آپو جانی میں تو آپ سے یقیناً چھوٹی ہوں' پروین افضل شاہین ارم کمال اور سمیرا مشتاق ملک شکریہ آپ نے اشعار پسند کیے' بہت خوشی ہوئی۔ فوزیہ سلطانہ یار کہاں چھپ گئی ہو' کہیں شادی تو نہیں ہوگئی؟ پلیز جلدی سے آنچل میں انٹری دو۔ جاناں ملک کیسی ہو' سویٹ گرل مسکان (قصور) کیسی ہو جدھر رہو خوش رہو اور اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنا۔ فائزہ بھٹی' روبی علی' طیبہ نذیر' ملالہ اسلم اور پیاری بجو نگینہ بجر عمران کیسے ہیں۔ حمید ایند نادیہ کو میری طرف سے پیار کرنا اور اپنا بھی بہت سارا خیال رکھنا۔ خنساء عبد المالک جب آپ نے پوچھا تھا تب تو فارغ تھی لیکن اب شادی ہوگئی ہے' اب آتی ہوں باقی آنچل بہنوں کی طرف نادیہ عباس' دیا' اقصیٰ' دشنیاں زرگر' ایس انمول' شگفتہ خان' مدیحہ نورین' سباس گل' امبر گل' شاہ زندگی' طیبہ سعدیہ عطاریہ' عروسہ شہوار' طاہرہ سید' فریدہ جاوید فری' شازیہ فاروق' سید جیا عباس' سازیہ چوہدری' آنسہ شبیر' اذا حسب دعا ہاشمی' سمیرا تعبیر' حلیمہ بی بی' عظمیٰ' شمشاد' شمع مسکان' ماریہ کنول ماہی آپ سب کے لیے اور جن کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں' ان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ایس بتول شاہ..... ایم گجرات

میری فیملی کے نام

جان سے پیارے میرا فخر و مان میرے بی جان' گولڈن حبیب! آج آپ کو گولڈن حبیب کہنے کو بہت دل کر رہا ہے' آپ کو شادی کی ڈھیر ساری مبارک باد۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' میرا بس چلے تو اپنے حصے کی خوشیاں اپنی فیملی پر نچھاور کردوں۔ طیب بھائی وطن واپسی پر خوش آمدید' اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ میری بھابی اور بہنوں کو ڈھیر ساری مبارک باد' ہائے میو! کیسے ہو جوان تم' میرا پیارا بھائی جس کے افسردہ موڈ پر پریشان ہو جاتی ہوں جب ہنستا اور شرارتیں کرتا ہے تو بہت اچھا لگتا ہے پلیز حبیب صاحب ہنستے مسکراتے زندگی کو انجوائے کرو اور ابا جان کے خوابوں کو پورا کرو۔ تم سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں' اب مسکرا دو پلیز برتھ ڈے۔ 4 جون' زکی شیر جان ہیپی برتھ ڈے۔ بی جان آپ کی شادی کے بہت سے پلان ہیں' اللہ سے دعا ہے وہ پورے ہوجائیں۔ میری فیملی اور میری دوست سائرہ جس کے بنا میں کچھ نہیں کرسکتی۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان پر ہر لمحہ اپنی رحمت رکھے اور خوشیاں ہی خوشیاں ان کے مقدر میں کرے' آمین۔ میرے بابا جان اور ماں جی کو ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے جن کی دعاؤں کے بغیر ہماری زندگی نامکمل ہے۔ طلال بیٹا آئی مس یو اینڈ آئی لو یو' جہاں رہو خوش رہو۔ ان فرینڈز کے لیے جن کی مجھے بہت یاد آتی ہے بشریٰ' انجم' زینت' حمیرا شمس' آمنہ' طیبہ' ہما عزیز (کراچی) تم لوگوں کے ساتھ گزرا وقت بھول نہیں سکتی۔ ہمیشہ خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو' اللہ حافظ۔

ربیعہ سادرت..... فیصل آباد

کچھ اپنوں اور کچھ دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گے' ان لوگوں کا بہت شکریہ جنہوں نے میری غیر موجودگی میں بھی مجھے یاد رکھا۔ آمنہ امداد میں کہیں نہیں گئی' یہیں پر ہوں آپ کے ساتھ اینڈ نورین شفیع میں آپ کو بالکل نہیں بھولی' ویسے آپ نے بڑی ترقی کرلی ہے وہ بھی اکیلے اکیلے' ہمیں اپنی خوشی میں شریک ہی نہیں کیا (میرا اشارہ

آپ کی شادی اور بعد میں ازہان کی آمد کی طرف ہے)۔ اللہ آپ کو دنیا جہاں کی خوشیاں عطا فرمائے۔ مدیحہ نورین! آپ کی محبت کا بے حد شکریہ اینڈ پروین افضل آپ تو لگتا ہے اپنے پرنسز کی کچھ زیادہ ہی لاڈلی ہیں۔ عائشہ خان' کیف وفا' لقہ شاہ زندگی' طیبہ نذیر اینڈ نادیہ یٰسین کو ڈھیروں سلام اور پیار۔ میرے نہ چاہنے کے باوجود میرا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوگیا اور وہ بھی انتہائی خشک سبجیکٹ یعنی اکنامکس میں' اُف ناں پوچھو کیا حال ہے۔ جب فرسٹ ڈے یونیورسٹی جارہی تھی تو سب نے کہا آپ کو تو سب بے وقوف بنائیں گے لیکن واو دیکھنا چاہیے مجھے کہ اپنے ہاتھوں خود ہی بے وقوف بن گئی۔ سیکنڈ سمسٹر کے فائنل سر پہ ہیں' آپ سب دعا کیجیے گا۔ سونیا رائٹر صرف وہ نہیں ہوتا جو ناولز اور افسانے لکھے بلکہ رائٹر وہ بھی ہوتا ہے جو کچھ بھی لکھ ڈالے اور وہ شائع ہوجائے۔ آپ بھی ضرور کوشش کیجیے گا' آپ کی فرینڈ حنا کو سلام اینڈ عینی اقصیٰ اور علیزہ کو بھی سلام اور طیبہ لیجیے ہم نے آپ کو بھی یاد رکھا۔ فریحہ شیخ کے نام ڈھیر ساری دعائیں۔ میری کلاس کی تمام گرلز شاہ سلطان' صائمہ ضیاء' نوشین وقتی' فاطمہ' سحر' حسنیٰ' ندا' سلویٰ' فضیلہ' روبی اور اقراء سب کو سلام۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے پاکستان کو امن و امان کا گہوارہ بنادے آمین۔

ثوبیہ کوثر.....ملتان

بیسٹ کرکٹرز کے نام

بیسٹ آل راؤنڈر شعیب ملک کو سلام آپ کے فینز آپ کو ٹیم میں بہت یاد کررہے ہیں' آپ کے بنا ٹیم ادھوری ہے۔ آپ دوسروں کے لیے زیادہ سوچتے ہیں' آپ نے مصباح الحق کو حد سے زیادہ سپورٹ کیا اور مصباح الحق نے جو کیا وہ میرے سامنے ہے۔ آپ کو دوسروں کا ٹیلنٹ امپروو کرنے کی فکر کیوں رہتی ہے خود کھیلیے اور اپنی ریٹنگ کی امپروومنٹ کے بارے میں سوچیں۔ اگر دوسروں کے لیے سوچنا ہے تو اپنے فینز کا سوچیں' اس بار قومی ٹی 20 ٹائٹل آپ کی سیالکوٹ اسٹالینز جیتے اور بطور کپتان آپ چیمپئن لیگ کھیلیں اور ملک کے لیے یہ ٹائٹل جیتیں۔ سی پی ایل کے لیے ڈھیروں بیسٹ وشز' آل دا بیسٹ' اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں دے آمین۔

ثانیہ مسکان.....گوجر خان

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب آنچل فرینڈز! ماہ دولت بھی آپ سب آنچل گرلز سے دوستی کرنا چاہتی ہیں۔ طیبہ نذیر سلام اور ڈھیروں دعاؤں پر جزاک اللہ۔ شاہ زندگی کہاں غائب ہو ڈیئر؟ ارم کمال' سامعہ پرویز' طیبہ نذیر بہت بہت شکریہ میری نظم پسند کرنے کا۔ مدیحہ نورین' آنسہ شبیر' اقصیٰ وسنیاں زرگر' پروین افضل' طیبہ نذیر' ام ہشام' امبر گل' سامعہ ملک پرویز' نورین شاہد' فریحہ شبیر' شاہ زندگی جن کے نام رہ گئے ان کو بھی سلام' ڈھیروں دعائیں اللہ حافظ۔

نورین لطیف.....ٹوبہ ٹیک سنگھ

سب رائٹرز اور قارئین کے نام

السلام علیکم! سب لوگ کیسے ہو امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے۔ آپ سب لوگوں سے ایک اپیل کرنا تھی جو کہ بہت ضروری ہے ہم لوگوں نے کبھی اس مسئلے پر دھیان ہی نہیں دیا لیکن اس دن اگر میں چلتے ہوئے وہ اخبار کا ٹکڑا نہ اٹھاتی۔ آپ لوگ یقین کروگے اس پر قرآن مجید کی آیات اور احادیث لکھی ہوئی تھیں' یہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا کہ ہم لوگ کیسے مسلمان ہیں کہ اللہ کا قرآن اور احادیث ہمارے پاؤں کے نیچے آرہا ہے لیکن ہم گزر جاتے ہیں۔ آپ جہاں بھی دیکھیں گے آپ کو اخبار کے ٹکڑے نظر آئیں گے لیکن آپ نے کبھی ان کو اٹھایا ہے یا دیکھا ہے کہ اس پر کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے ایسے بہت سے اخبار جمع کیے ہیں جن پر اللہ کا نام' رسول ﷺ کا نام' احادیث اور بہت کچھ لکھا ہوا تھا آج آپ اگر کسی چھیری والے سے سموسے یا پکوڑے لیتے ہیں تو وہ آپ کو اخبار میں لپیٹ کردے گا۔ ہم لوگ مزے سے پکوڑے اور

سموسے کھا کر اخبار پھینک دیتے ہیں لیکن ایک نظر دیکھنے کی زحمت نہیں کرتے پلیز آپ سب لکھنے والوں اور پڑھنے والوں سے میری گزارش ہے کہ لکھنے والے اس مسئلے پر لکھیں اور پڑھنے والے اگر راستے سے گزر رہے ہیں تو کوئی اخبار کا ٹکڑا نظر آئے تو اسے اٹھا کر ایک بار ضرور دیکھ لیں اگر آپ کو راستے میں اخبار اٹھانے میں شرمندگی محسوس ہو تو آپ ایک بار ضرور سوچئے گا کہ آپ یہ کام کس کے لیے کر رہے ہیں پھر آپ کو شرمندہ نہیں ہونی۔ آپ لوگ مجھ سے وعدہ کرو یہ کام ضرور ضرور کرو گے ہوسکتا ہے کہ ہمارا یہ اٹھایا ہوا ایک قدم ہمارے لیے بخشش کا سامان بن جائے اللہ حافظ۔

شازیہ نصیر احمد...... نور پور

دوست کے نام

السلام علیکم! شیریں گل (ثمن) کیسی ہو؟ میں نے تمہاری دوستی کی آفر قبول کی اب میرا پیغام دیکھ کر اچھل مت جانا۔ اپنی دعا میں یاد رکھنا آئی مس یو۔ ہائے عشہ کیسی ہو کیسا لگا تمہیں اپنا نام دیکھ کے مجھے ضرور بتانا۔ اگر کوئی اور دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم اللہ حافظ۔

عروسہ پرویز...... کالسس

دوستوں کے نام

آنچل سے وابستہ تمام لوگوں کو میرا سلام' کافی عرصے بعد حاضر ہوئی ہوں' مصروفیت کی وجہ سے آپ کی بزم میں تو حاضر نہیں ہوسکی لیکن آپ لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑا' آنچل کو باقاعدگی سے حفظ کرتے رہے۔ پیاری دوستو کیسی ہیں آپ سب! خنساء عباس' شاہ زندگی' روبی علی' سنیاں زرگر امید کرتی ہوں آپ سب خوش باش ہوں گی: اینڈ اللہ رب العزت آپ لوگوں کو ڈھیروں خوشیاں دے۔ مارچ میں میری شادی کی سالگرہ تھی لیٹ سہی لیکن ماں جی بہت بہت مبارک اں اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور اللہ آپ کو ڈھیروں کامیابیاں دے۔ آپ ہیں تو ہم ہیں' آئی لو یو سو مچ اور ہاں میری ننھی پری کی بھی بائیس مارچ کو سالگرہ تھی' ڈیئری ہادی!

اللہ آپ کو زندگی میں ہمیشہ کامیابی دے' آپ کا نصیب اچھا کرے۔ آپ کی وجہ سے ہی ہماری زندگی میں روشنی ہے' مائی لعل آنچل تم دونوں مما کی جان ہو عیدی ڈیئر! لڑائیاں مت کیا کرو' اللہ تم لوگوں کو ڈھیروں خوشیاں دے' آمین۔ مجھے پتا ہے اللہ ماں کی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔ جیا عباس' شاہ زندگی' پروین افضل شاہین اور سنیاں زرگر یار آپ لوگ آنچل سے غائب کیوں ہو؟ پروین افضل جی آپ بھی کم کم ہی ہیں خیریت تو ہے؟ دوستوں میرا ایک کام رکا ہوا ہے پلیز دعا کیجیے گا۔ خنساء عباس اور روبی علی میں آپ دونوں کو بہت یاد کرتی ہوں پلیز میری دونوں بہنیں سحر اور رضا کے لیے دعا کیجیے گا کہ اللہ ان دونوں کو اولاد جیسی نعمت دے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دعاؤں کی مجھے بہت ضرورت ہے' پھر حاضر ہوں گی بشرطیکہ زندگی رہی تو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

کیوٹ سی فیملی کے نام

السلام علیکم! پیاری امی جان' ابو جان' سویٹ ذیشان' حنظلہ اینڈ ردمیصہ۔ کیسے ہیں آپ لوگ؟ ذیشان جی! تمہارے پیپرز ختم ہوچکے ہیں' میری دعا ہے کہ اللہ تمہیں اچھے نمبروں سے کامیاب کرے' آمین۔ ردمیصہ گڑیا! پہلے منہ کے زاویے درست کرو تم بھی مجھے یاد ہو تم اب 7th کلاس میں چلی گئی ہو اب تم خوب محنت کرو اور اچھے مارکس لو اور حنظلہ جی تم بھی فرسٹ کلاس میں ہوگئے ہو اب تم بھی مصروف ہوگئے ہو اور ہاں شرارتیں کم کرو جی۔ تم مجھے بہت تنگ کرتے ہو آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ میرے پیارے پاپا جان اور ماں جانی میں آپ کو نہیں بھولی آپ بھی مجھے یاد ہیں۔ امی پاپا میں سب سے بے حد محبت کرتی ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ آپ دونوں کو لمبی زندگی عطا کرے اور آپ کو صحت یاب کرے آمین۔ او کے اب اجازت چاہتی ہوں' کیسا لگا آپ کو میرا سرپرائز؟ اللہ حافظ۔

سلمٰی عنایت...... کھلابٹ ٹاؤن

پیارے شوہر وقاص شاہ کے نام

پیارے دل جانی آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو سدا خوش رہو کوئی بھی مشکل آپ کی راہ میں نہ آئے۔ کامیابی ہمیشہ آپ کے قدم چومے آج سے آٹھ ماہ پہلے میں آپ کی زندگی میں شامل ہوئی اس وقت سے لے کر اب تک ہر خوشی مجھے آپ کے دم سے ملی اللہ اس ساتھ کو تاقیامت قائم رکھے۔ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں آپ کے بنا رہنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور زندگی دے آمین۔ باجی نازیہ اور اسماء اور باجی شازی بھی آپ کو برتھ ڈے وش کررہی ہیں میں جانتی ہوں آپ بھی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اللہ ہم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

ثمن وقاص...... گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ نگینہ ڈیئر! کیسی ہیں آپ اور کہاں غائب ہیں آج کل؟ پروین افضل شاہین انشاء آپ کو ڈھیر سارے کاکے کاکیاں ونے آمین ہاہاہا۔ فرحت اشرف چوزیوں کے لیے آنچل شکریہ۔ عائشہ عبدالستار 22 مئی کو آپ کی برتھ ڈے ہے ہیپی ہیپی ریٹرن آف دی ڈے۔ عائشہ تم بہت اچھی ہو اللہ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور آپ کو منزل تک پہنچائے آمین ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دعا ہاشمی کیسی ہیں آپ؟ نورین شاہد اپنا حال چال ہی بتادیا کریں جناب! فریدہ جاوید فری کیسی ہیں آپ؟ عائشہ پرویز آپ کے نوکے تو رسالے کی جان ہیں۔ دیا آفرین آپ بھی ہر وقت جگمگایا کریں شمع مسکان طیبہ نذیر جیا آپی کاجل شاہ کیا حال ہے؟ اوہ یاد آیا جیا باجی بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ صحت وتندرستی اور لمبی عمر کے ساتھ اچھے نصیب فرمائے آمین۔ دلکش مریم آپ اپنی دلکشی کیوں چھپائے ہوئے ہیں شیریں گل پھول بھی اور مٹھاس بھی واہ کیا مٹھائی کی دکان جیسا نام ہے (مائنڈ ضرور کرنا)۔ باقی فرینڈز آپ سب کی خدمت میں بھی آداب عرض ہے اوکے جی خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں اللہ حافظ۔

روبی علی...... سید والا

پیاری سسٹر حمنہ کے نام

السلام علیکم! پیاری سسٹر کیسی ہو؟ مجھے تمہیں ایک بہت بُری خبر دینی ہے تمہارے بھائی حافظ علی بھابی ماہ مہک پری عبدحسن سیفی ایک حادثہ میں ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے خوابوں کو ادھورا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے گئے ان کے دل میں کتنی حسرتیں تھیں کتنے ارمانوں کو پورا کرنا تھا پھر بھی وہ چلے گئے۔ تم سے درخواست ہے کہ ان کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کا بھائی۔

یوسف گجر خالد رؤف...... لاہور

آنچل کے ریڈرز کے نام

السلام علیکم! آپ سب کیسی ہیں مجھے امید ہے کہ آپ سب خیر بہت سے ہوں گی سب حیران ہوں گے یہ کون ہے؟ میں آنچل کی بہت پرانی خاموش قاری ہوں اور آج ہمت کرکے جرأت بھی کرہی لی ہے۔ آنچل کے تمام ریڈرز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں لاڈو ملک تم کہاں ہو نظر نہیں آتیں۔ شاہ زندگی عروسہ شہوار ام ثمامہ فریحہ شبیر نگہت غفار امبر گل اور جیا آپی آپ سب کو میں درخواست دوستی پیش کرتی ہوں اگر قبول ہے تو جواب دیں۔ جیا آپی اللہ آپ کو حالات سے مقابلہ کرنے کی ہمت دے ام ثمامہ آپ بہت سبق آموز لکھتی ہیں اور باقی پورا آنچل بیسٹ ہے۔

روبی ناز...... جہلم

چلبلی دوستوں اور لاڈلی بہن وشمہ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر شیریں تبسم میری بھتیجی جو کہ پہلے جنم میں کسی میلے میں کھوگئی تھی (ہی ہی ہی) مجھے پتا ہے تم ٹھیک ٹھاک ہوگی۔ دیکھو میں نے تمہیں اپنے وعدے کے مطابق آنچل میں مخاطب کرہی لیا ہوں ناں اچھی والی پھوپو ہاہاہا۔ ارے یہ کیا میری بچپن کی دوشت علی کی

گوشت خاموش کیوں ہو جو بھی کہنا ہے مجھ سے کہو۔ میرب عباسی یار تم خاموش اچھی نہیں لگتی بولتی رہا کرو۔ دیکھو اپنی پناحہ سہانی خوشی کو کیسے پورے گروپ میں پٹ پٹ کرتی پھرتی ہے ہاں ہاں خوشی کماری کہا نہ پیار ہے تم سے۔ رخ یعقوب اور رخسانہ بیگ سب سیٹ ہے ناں زندگانی میں ہمیشہ مسکراتی رہیں خوشیوں پھولوں رنگوں اور چاہتوں کی برسات آپ سب پر برسے میری دعائیں میری چاہتیں میرا خلوص ہمیشہ آپ سب کے سنگ ہے۔ ارے میری بلبل (عروبہ خان) دیکھو یار پہلی بار مجھے تم اچھی لگی ہو وہ بھی اپنی سالگرہ کے مہینے میں پتا نہیں کیوں ویسے ہر مہینے چڑیل لگتی ہو ہاہاہا۔ مئی میں بہت سے لوگوں کی یادیں وابستہ ہے یہ مہینہ میرے لیے اہم بھی ہے (ناں ناں بٹر ناں جو تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے ہاہاہا)۔ مئی میں میری لاڈلی بہن وشمہ اور تمہاری سالگرہ ہے اس لیے مئی مئی ہیپی ریٹرن آف دی ڈے وش یو وری وری ہیپی برتھ ڈے۔ چلو اب جلدی سے ٹریٹ دے دو خیر سے پچاسویں بہار دیکھ لی تم نے ہاہاہا۔ اپنی بہن کا تو کیک میں کھا ہی لوں گی اچھا اب دعاؤں میں یاد رکھنا تمہاری شرارتی چلبل۔

عائشہ پرویز...... کراچی

ڈیئر شاہ کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ صحت وایمان کی بہترین حالت میں ہوں گی۔ تم حیران ہو رہی ہو گی اپنا نام دیکھ کر یقین کرلو یہ ہم ہی ہیں ندا اور کنول۔ کرلو یقین...... ہم نے سوچا تمہیں آنچل کی ذریعے مبارک باد دیں بہت بہت مبارک ہو اللہ پاک تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے سمجھ گئی ہو گی کس بات کی مبارک باد ہاں ہاں تم ٹھیک سمجھیں۔

اپنا بہت خیال رکھنا اللہ حافظ۔

ندا کنول......

ربیعہ اساور بٹ اور اس کی فیملی کے نام

بہت ہی خاص ربیعہ اساور بٹ تمہارا پیغام پڑھا جو تم نے طلال کے نام لکھا تھا پڑھ کر آنکھیں اشک بار ہوگئیں تمہارے لفظوں میں چھلکتا درد میری شام اداس کر گیا پھر میں نے وہ خط اپنی سسٹر رخسانہ کو دیا تو اس کا بھی وہی حال تھا اس کے بعد وہ خط میری بھابی سدرہ ناصر بٹ اور میری چھوٹی بہن کائنات نے پڑھا یقین مانو ہم سب خط پڑھنے کے بعد یوں رنجیدہ بیٹھی تھیں جیسے اپنے کسی دکھ پر بیٹھتی ہیں۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے ہی امتحان لیتا ہے اور کبھی بھی انسان کی بساط اس کے حوصلے سے بڑھ کر بوجھ اس پر نہیں ڈالتا۔ ربیعہ! میری بھابی کے بھی دو بچے ہیں ایک تین سال کی عشاء فاطمہ اور ایک تین ماہ کا محمد یقین جانو اگر وہ پاس میں رہائش پذیر ہوتا تو اماں کے گھر بھی جاتے ہیں تو ہمارا دل لمحوں میں اداس ہو جاتا ہے۔ اپنے خون کی کشش ہی ایسی ہوتی ہے اس لیے ہم تمہارا درد بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم سب کی دعا ہے کہ آپ لوگ جلد طلال سے ملو آمین۔ میری بھابی عالمہ فاضلہ ہیں وہ کہہ رہی ہیں کہ اگر آپ مناسب سمجھو (اس لیے کہ کچھ لوگ اس کو آزما چکے ہیں اور خاطر خواہ فوائد حاصل ہوئے ہیں) گھر میں خواتین بلوا کر خاموشی سے بیٹھ کر سات لاکھ مرتبہ اللہ الصمد کا ورد کروائیں ان شاء اللہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ اس طرح ملیں گے جیسا گمان بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انکل آنٹی کو مزید حوصلہ اور صبر دے آمین۔ ربیعہ اگر آپ مجھ سے رابطہ کریں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی اور اگر آپ ایسا چاہیں تو میرے گھر کا مکمل پتہ ادارہ سے فون کرکے معلوم کرسکتی ہیں۔

سدرہ ناصر رخسانہ بٹ' کائنات' عائشہ اختر بٹ...... سرگودھا

☺

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

شاہ دو جہاں کی شان میں جو ہے لکھا
وہی لکھا جو رب دو جہاں نے لکھا
فرمایا خدا نے اطاعت کرو میرے نبی ﷺ کی
انہی کو قرآں میں اطاعت خدا لکھا
بن سکے آئے جو خزاؤں میں بہار
انہی کو رب دو جہاں نے رحمتہ للعالمین لکھا
آمنہ کے دریتیم کی شان ہے اعلیٰ
اسی واسطے ہے خاتم المرسلین لکھا

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی...... کھنڈیاں خاص

آواز

میں ڈھونڈتا ہوں در بدر کامیابی لیکن
میں ہوتا ہوں کہاں؟
جب آتی ہے صدا
حی الفلاح حی الفلاح

فریحہ شبیر ..... شاہ نکڈر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو چوری ہو جائے گا اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور پھل کو کوئی کم نہ کرے گا مگر صدقہ کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔

(صحیح مسلم)

آمنہ ولید..... لاہور

قطعہ

عرب ہیں تو ایران سے لڑ رہے ہیں
یہ افغان افغان سے لڑ رہے ہیں
نجانے ہوا ہے انہیں کیا الٰہی؟
مسلمان مسلمان سے لڑ رہے ہیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان

پیارے صحابہ کرامؓ کی باتیں

حضرت ابو بکر صدیقؓ

زندگی سادہ اور مختصر ہونی چاہیے ورنہ قیامت کے دن حساب میں بڑی پریشانی ہوگی۔

جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

علم بغیر عمل کے بے کار سا ہے اور عمل بغیر علم کے بیمار سا۔

حضرت عمر فاروقؓ

جو لوگوں کے مال و دولت سے ناامید رہتا ہے وہ سب سے بے پروا ہو جاتا ہے۔

بہترین وضو شیطان کو تجھ سے دور بھگا دیتا ہے۔

جس نے ہنسنے کی کثرت کی اس کی ہیبت کم ہوگئی اور جس نے مذاق کیا اس کو ہلکا سمجھا گیا اور جس نے کلام کثرت سے کیا اس کی لغزش کثرت سے ہوئی اور جس کی لغزش کثرت سے ہوئی اس کی حیا کم ہوگئی اور جس کی حیا کم ہوگئی اس کا دل مر گیا۔

عائشہ مغل..... ایبٹ آباد

بارمل

پاکستان میں بہت سی مشہور ملیں ہیں
جیسے کہ
شوگر مل
کاٹن مل
اور سب سے مشہور ہے
"تو ذرا بابا ہر مل"

فریحہ مبشرہ انجم..... سرگودھا

اصل زندگی

دنیا میں کوئی چیز اپنے آپ کے لیے نہیں ہے۔
دریا خود اپنا پانی نہیں پیتے۔
درخت خود اپنا پھل نہیں کھاتے۔
سورج اپنے لیے حرارت نہیں دیتا۔
پھول اپنے لیے خوشبو نہیں بکھیرتا۔
بتا ہے کیوں؟ کیوں کہ دوسروں کے لیے جینا ہی اصل زندگی ہے۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

یاد رکھنا

❀ عورت قابل احترام ہستی ہے۔

❖ عورت محبت کا پیکر ہے۔
❖ عورت اس دنیا کا زیور ہے۔
❖ عورت مرد کی ہوس پوری کرنے کے لیے نہیں بنی۔
❖ عورت مرد سے مرد کے انتقام کے لیے نہیں بنی۔
❖ عورت ہمیشہ اپنی عزت کی خاطر مرد کا ہی سہارا لیتی ہے۔

لیلیٰ شاہ..... گجرات

مکمل ضابطہ حیات

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میں عالم بننا چاہتا ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔
پھر بولا ''عزت والا بننا چاہتا ہوں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگوں کی عزت کر۔''
پھر بولا ''اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔''
پھر بولا ''طاقتور بننا چاہتا ہوں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔''
پھر بولا ''رزق کی کشادگی چاہتا ہوں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہمیشہ باوضو رہو۔''
پھر بولا ''دعا کی قبولیت چاہتا ہوں''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حرام مت کھاؤ۔''
پھر بولا ''گناہوں میں کمی چاہتا ہوں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کثرت سے استغفار کرو۔'' (سبحان اللہ)

فیقہ جٹ، ماہ رہ شاہ..... 132 جنوبی

مسکراہٹ کے پھول

ایک بھکاری سے اس کے ساتھی دوست نے پوچھا ''اگر تمہیں لاٹری میں پہلا انعام مل جائے تو کیا کرو گے؟''
بھکاری نے جواب دیا ''سب سے پہلے پارکوں کی بنچوں پر گدیاں لگواؤں گا۔''

☆......☆

ایک ننھی لڑکی نے پہلی مرتبہ ٹیلی فون میں اپنے ابا کی آواز سنی اور زار و زار رونے لگی۔
''کیا ہوا بچی؟'' اس کی ماں نے پوچھا۔
''امی..... اب ہم اتنے تنگ سوراخ سے ابا جان کو کیسے باہر نکالیں گے؟''

سدرہ کشف..... خیر پور ٹامیوالی

خاموشی

جب انسان اپنی وقعت کھو دے تو اس کے لیے بہترین پناہ خاموشی ہے۔ وضاحت کبھی سچ ثابت نہیں کر سکتی ندامت کبھی نعم البدل کا کھویا ہوا مقام واپس نہیں دلا سکتی۔
ہاں..... خاموشی مزید تذلیل سے بچا سکتی ہے۔

صدف سلیمان..... شور کوٹ شہر

بات سمجھنے کی ہے

❖ کسی کا دل توڑ کر معافی مانگنا آسان ہے لیکن اپنا دل ٹوٹ جائے تو کسی کو معاف کرنا مشکل ہے۔
❖ یقین اور دعا نظر نہیں آتے مگر ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔
❖ ایک مسجد کے دروازے پر خوب صورت جملہ لکھا تھا کہ ''اللہ کے پاس دینے کو بہت کچھ ہے کیا آپ کے پاس مانگنے کے لیے کچھ ہے۔''
❖ انسان کا دل اور کردار خوب صورت ہو تو چہرے پر حسن نظر آتا ہے۔
❖ مسکراہٹ خوب صورتی کی علامت ہے اور خوب صورتی زندگی کی۔

سدرہ..... آزاد کشمیر

عقل

ایک کلاس کو ہندو ٹیچر پڑھا رہا تھا اس نے بچوں سے پوچھا۔
''بچو! کیا میں آپ کو نظر آ رہا ہوں؟''
بچوں نے جواب دیا ''جی ہاں۔''
ٹیچر نے کہا ''میں آپ کو اس لیے نظر آ رہا ہوں کیونکہ میں آپ لوگوں کے سامنے کھڑا ہوں اور بچو! آپ کو یہاں اللہ نظر آ رہا ہے؟''
بچوں نے کہا ''جی نہیں۔''
ٹیچر نے کہا ''ہوتا تو نظر آتا۔''
ایک مسلمان بچہ کھڑا ہو کر بچوں سے کہنے لگا۔
''بچو! آپ کو ٹیچر کی عقل نظر آ رہی ہے؟''

بچوں نے کہا "نہیں۔"
مسلمان بچے نے کہا "ہوتی تو نظر آتی ناں۔"

سونیا کنول سونی...... بورے والہ

طالبات کی نفسیات

✽ ہنس ہنس کر بات کرنے والی طالبات سادہ ہوتی ہیں۔
✽ وہ طالبات جو ہاتھ گھما گھما کر بات کرتی ہیں وہ خود کو نمایاں کرنے کا ہنر بخوبی جانتی ہیں۔
✽ جو طالبات دورانِ لیکچر قلم بند رکھتی ہیں وہ مغرور اور انتہا پسند ہوتی ہیں۔
✽ جو بات کرتے ہوئے بار بار سر ہلائیں وہ اہمیت حاصل کرنے کے لیے خوب جتن کرتی ہیں۔
✽ جو طالبات بات کو اختصار سے بیان کریں وہ مغرور اور ذہین ہوتی ہیں۔
✽ قلم کو بار بار کھولنے اور بند کرنے والی طالبات حساس ہونے کے ساتھ ساتھ آرٹ کی بھی ماہر ہوتی ہیں۔
✽ جو طالبات قلم کو بار بار سر پر ماریں وہ حساب میں کمزور ہوتی ہیں۔
✽ جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں وہ پُر اعتماد اور چالاک ہوتی ہیں۔
✽ کم گو طالبات چہرہ شناس ہوتی ہیں۔

مصباح خان پارس...... جھنگ صدر

سنہرے موتی

◉ اچھے الفاظ اور اچھے خیالات ہی خوب صورتیاں تخلیق کرتے ہیں۔
◉ جس چہرے کے ساتھ ہم پیدا ہوتے ہیں وہ ہمارا انتخاب نہیں ہوتا مگر جس چہرے کے ساتھ ہم مرتے ہیں اس کے تراشنے کے ذمہ دار ہم خود ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے لفظوں، خوابوں، خیالوں اور دعاؤں کا عکس ہوتا ہے۔
◉ رشتوں کی خوب صورتی ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے میں ہے، بے عیب انسان تلاش کرو گے تو اکیلے رہ جاؤ گے۔
◉ ہمیشہ اچھے الفاظ بولو تاکہ اگر واپس لینا پڑیں تو کڑوے نہ لگیں۔

ہما ایوب...... عارف والا

سنہرے الفاظ

◉ جو رشتہ ٹوٹ جائے وہ زندگی کی شاخ سے گرے پتے جیسا ہوتا ہے، نیچے گر گیا اور سوکھ گیا پھر کم ہی ہرا ہوتا ہے۔
◉ خرابی ہمارے اندر ہوتی ہے نہ کہ ہمارے ستاروں میں۔
◉ ہماری سب سے بڑی خوبی کبھی نہ گرنے میں نہیں بلکہ ہر دفعہ گرنے کے بعد اٹھنے میں ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے۔
◉ میں نے تجربہ علم کا میوہ توڑ لیا ہے، جس پر لکھا ہے کامیابی ان کے لیے ہے جو کوشش کرتے ہیں۔
◉ بُرا دوست آگ کی طرح ہوتا ہے، اگر جلے گا تو آپ کو بھی جلا دے گا اور اگر بجھ جائے گا تو پھر آپ کے ہاتھ کالے کر دے گا۔

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... کوٹ سمابہ

معذرت حسرت موہانی

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
ارے یہ واپڈا والے کیوں یاد آتے ہیں
نہ چھیڑ اے ہم نشیں! کیفیت صہبا کے افسانے
یہ مچھر ہی کچھ کم نہیں، بہت ستاتے ہیں
نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب مچھر آتے ہیں تو اکثر یاد دلاتے ہیں
حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترکِ محبت کی
بوجہ سردیاں تجھ کو وہ اب نہ یاد آتے ہیں

سندس رفیق سندر...... عبدالحکیم

خواب

ہمارے خواب ہیں نیلے گیسے سے
یہ دنیا ہے گول گول کیسے سے
ہم اڑ رہے ہیں تتلی کی طرح
ایسے بے قید ہیں کسی پنچھی کی طرح

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

محبت

محبت لکھنے میں تو بہت چھوٹا لفظ ہے مگر یہی محبت انسان کو ہمیشہ بہت بے بس کر دیتی ہے۔ کبھی چھاؤں بن کے سایہ کر دیتی ہے، کبھی تپتے صحرا میں لاکھڑا کر دیتی ہے۔ کبھی اتنا ہنساتی ہے کہ سب کچھ بھول جاتا ہے، کبھی اتنا رلاتی ہے کہ خوشی کا لفظ بھی اجنبی لگتا ہے مگر محبت ہوتی بہت پاکیزہ ہے اگر

ماں کی ہے تو تب بھی اگر میاں بیوی کی ہے تب بھی اگر بچی ہو تب ہی سچی محبت کرنے کا انسان کو لطف آتا ہے اور جب محبت اپنا رنگ دکھاتی ہے تو ایسا لگتا ہے زندگی کا ہر رنگ خوب صورت اور دنیا کی ہر چیز انمول ہے مگر جن لوگوں کو محبت کرنے کا محبت نبھانے کا سلیقہ ہی نہ آتا ہو وہ زندگی کو گزارنا تو جانتے ہی نہیں مگر جب بھی محبت کو سچے اور کھرے رشتوں کو محسوس کیا جائے تو زندگی کا مزہ اور لطف ہی الگ ہوتا ہے۔

سیدہ سحر گیلانی...... مردوہ

ارشاد نبوی ﷺ

+ جب دعا مانگنا کم کردیں تو مصائب نازل ہوں گے۔
+ جب صدقات دینا چھوڑ دیں تو بیماریاں بڑھیں گی۔
+ جب زکوٰۃ دینا بند کردیں تو مویشی ہلاک ہوں گے۔
+ جب بادشاہ ظلم کریں گے تو بارش روک لی جائے گی۔
+ جب ریاکاری بڑھ جائے گی تو زلزلے زیادہ آئیں گے۔
+ جب ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو قحط مسلط کیا جائے گا۔
+ غریبوں سے دوستی رکھو امیروں کی مجلس سے پرہیز کرو۔
+ اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

لفظ بنے دل کے نگیں

☆ خوشی زیادہ ہو تو اسے سنبھالنا منہ زور گھوڑے کو سنبھالنا جیسا ہوتا ہے جو سب سے نہیں سنبھلتا۔

☆ امت بھی عجیب پھولے ہوئے غبارے جیسی ہوتی ہے ذرا نا موافق بات کی سوئی چبھی شکل ہی نہیں حالت اور حالات تک بدل دیتی ہے۔

☆ دو دن مطالعہ نہ کیا جائے تو باتوں سے چاشنی ہی نہیں دلائل کا وزن بھی کم ہو جاتا ہے۔

☆ اچھی روایات اور آداب ہیرے کی انگوٹھی جیسے ہوتے ہیں چاہے دائیں سے چاہے بائیں سے پرکھو نہ کھوٹ نظر آتا ہے اور نہ ملتا ہے۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

سب سے بڑا

+ سب سے بڑا ہیرا "کولینن" ہے۔
+ سب سے بڑا جزیرہ "گرین لینڈ" ہے۔
+ سب سے بڑا براعظم "ایشیا" ہے۔
+ سب سے بڑا کنواں "گرین برگ" (امریکہ) ہے۔
+ سب سے بڑا پلیٹ فارم "سونی پور" (بھارت) میں ہے۔
+ سب سے لمبی دیوار "دیوار چین" ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

اے انسان!

نہ تم اپنی مدت حیات سے آگے بڑھ سکتے ہو اور نہ اپنے رزق سے زیادہ حاصل کرسکتے ہو۔ یاد رکھو زمانے کے دو دن ہوتے ہیں ایک تمہارے حق میں اور ایک تمہارے خلاف اور یہ دنیا ہمیشہ کروٹیں بدلتی رہتی ہے لہٰذا جو تمہارے حق میں ہے وہ کمزوری کے باوجود بھی تم تک آجائے گا اور جو تمہارے خلاف ہے اسے طاقت کے باوجود بھی تم ٹال نہیں سکتے اس لیے اللہ کے آگے عاجزی سے جھک جاؤ وہ کسی کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔

اقصیٰ اصل وفا...... ایبٹ آباد

تین چیزیں

○ تین چیزیں انسان کو زندگی میں ایک بار ملتی ہیں
والدین...... حسن...... جوانی
○ تین چیزیں بھائی کو بھائی کا دشمن بنادیتی ہیں۔
عورت...... زمین...... مال
○ تین چیزیں انسان کو ذلیل کردیتی ہیں۔
چوری...... چغلی...... جھوٹ
○ تین چیزیں نکل کر واپس نہیں آتی۔
تیر کمان سے...... بات زبان سے...... جان جسم سے

ملالہ اسلم...... خانیوال

گولڈن ورڈز

❁ اگر زندگی کے باغ سے غم کے کانٹے چن لیے جائیں تو وہ ایک گلدستہ مسرت بن جائے۔

❁ جیسی محبت آپ اپنے والدین سے کریں گے ویسی ہی محبت آپ کی اولاد آپ سے کرے گی کیونکہ یہ مکافات عمل ہے۔

❁ دوستی ایک ایسا پھول ہے جو ہمیشہ اعتماد اور خلوص کی شاخ پر کھلتا ہے۔

● چلتے وقت خیال رکھو کہ تمہارے پاؤں سے اٹھنے والی دھول میں کسی کا راستہ نہ کھو جائے۔

● ذہن ایک پیراشوٹ کی طرح ہے اس کو کھولیں گے تبھی یہ کام کرے گا۔

● کسی کی خوشیوں میں شریک ہونے سے اس کی خوشیاں دگنی ہو جاتی ہیں اور غموں میں شریک ہونے سے غم آدھے رہ جاتے ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اچھی باتیں

□ جہاں احترام سچے اور خلوص نظر آئے وہاں تعلق بڑھاؤ ورنہ تمہاری تنہائی بہترین ساتھی ہے۔

□ تم اللہ کے گھر کو اپنی عبادت سے آباد رکھو اللہ تمہارا گھر اپنی رحمتوں سے آباد رکھے گا۔

□ ہر چھوڑ کر جانے والا شخص بے وفا نہیں ہوتا اور ہر ساتھ رہنے والا شخص ہمارا اپنا نہیں ہوتا۔

□ اگر آپ کو کوئی یاد نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں اصل چیز تو یہ ہے کہ وہ آپ کو فراموش نہ کرے۔

□ انسان اس سے زیادہ دھوکہ کھاتا ہے جس سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

نجم انجم...... کورنگی کراچی

سینے میں کیا ہے؟

□ سینے میں دل ہے دل میں درد ہے درد میں نشہ ہے

□ نشے میں تشنگی ہے تشنگی میں آرزو ہے آرزو میں حسرت ہے

□ حسرت میں امید ہے امید میں یقین ہے یقین میں خیال ہے

□ خیال میں تُو ہے تجھ میں ادا ہے ادا میں حیا ہے حیا میں نزاکت

□ نزاکت میں شوخی ہے شوخی میں شرارت ہے

□ شرارت میں غصہ ہے غصے میں بغاوت ہے

□ بغاوت میں اپنائیت ہے چاہت ہے چاہت میں خلوص ہے

□ خلوص میں پیار ہے پیار میں عبادت ہے

□ اور عبادت میں خدا ہے

ST...... چمنی

اقوال زریں

❖ ہمیشہ وہ آدمی بہار کی قدر کرتا ہے جس نے خزاں میں زخم کھائے ہوں۔

❖ اگر سننا چاہو تو خدا کی تعریف اور مظلوموں کی فریاد سنو۔

❖ شرافت وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

❖ انسان کو دریا کی طرح سخی سورج کی طرح شفیق اور زمین کی طرح نرم ہونا چاہیے۔

❖ کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

❖ مصائب سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے ہمیشہ اندھیرے میں ہی چمکتے ہیں۔

عقیدت اختر ہرہ...... سرگودھا

مہکتی کلیاں

❖ مومن کی زبان دل سے پیچھے ہوتی ہے یعنی جب بولنا چاہتا ہے تو دل میں سوچ لیتا ہے (ارشاد نبوی ﷺ)۔

❖ بادل کی طرح رہو جو پھولوں کے ساتھ کانٹوں پر بھی برستا ہے (خلیفہ مامون الرشید)۔

❖ جفاکشی کے سمندر کی تہہ کامیابیوں کے موتیوں سے بھری پڑی رہے (افلاطون)۔

❖ اپنے آپ کو عقل مند اور لائق آدمی تصور کرنا خطرناک غلطی ہے (اقبال)۔

❖ اس قرآن کا مقصد لوگوں کو سمجھانا ہے لیکن ہدایت و نصیحت تو اس سے وہی لوگ پکڑتے ہیں جن کے دل میں خوف خدا ہو (احکام خداوندی)۔

❖ اگر ہارنا چاہتے ہو تو اس کے آگے ہارو جو تمہاری خطاؤں کی میل کو اپنی محبت و رحمت سے دھو دیتا ہے۔

فیض اسحاق مہیانہ...... سلانوالی

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس پروردگار کے نام سے جو خالق ارض وسماں ہے۔ سالگرہ نمبر کو سراہنے کا بے حد شکریہ آپ کی تجاویز وآراء کو مدنظر رکھتے ہوئے جون کا شمارہ ترتیب دیا گیا ہے امید ہے آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ میں رخ روشن لیے حاضر ہیں:۔

ھازیہ گل..... بھاولنگر۔ السلام علیکم شہلا آپی! آنچل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں ساتویں جماعت سے پڑھنا شروع کیا لیکن پانچ سال بعد شرکت کررہی ہوں۔ آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے اس میں ذہنی نشوونما کے علاوہ روحانی غرض ہر قسم کی اصلاح موجود ہے سلسلہ وار ناول میں "ٹوٹا ہوا تارا" سب سے بیسٹ جارہا ہے۔ لگتا ہے تابندہ ہوا کا بابا صاحب سے بڑا قریبی رشتہ ہے پری وش ولید اور شہوار بھی یقینا بہن بھائی ہیں۔ پلیز آپی جلدی سے سارے راز کھول دیجیے اور بابا صاحب کی ڈائری میں کس بچے کی تصویر تھی وہ بھی بتادیجیے۔ سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں سمیرا شریف، اقرا صغیر، نازیہ کنول نازی، نزہت جبین میری فیورٹ رائٹرز ہیں۔ اب تک کے لیے اتنا ہی کافی آئندہ حاضر ہوں گے اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شازیہ! خوش آمدید۔

رضوانہ ھاشم..... شجاع آباد۔ السلام علیکم! ڈیئر آپی سدا ہنستی مسکراتی رہو اپریل کے شمارے میں اپنا نام دیکھ کر دل بہت خوش ہوا بہت شکریہ آپی۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو سب سے پہلے اپنے پسندیدہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر پہنچے یہ پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ اناولید سے کسی قسم کرکے حماد سے شادی کررہی ہے۔ پلیز آپی انا کو عقل دیں کردہ کسی کو تو کچھ بتادے انا اور ولید کو جدا مت کریں بلکہ حماد کی شادی دریہ سے کرادیں تاکہ مصطفی کی جان چھوٹ جائے اور اب لگتا ہے کہ بابا صاحب اور تابندہ ہوا کا ماضی بھی سامنے آنے والا ہے۔ اقرا صغیر کا ناول "محبت ایسا نغمہ ہے" بہت ہی زبردست تھا۔ ہمیں اپنے والدین کا حکم ماننا چاہیے وہ ہمارے لیے اچھا ہی سوچتے ہیں۔ سباس گل کا ناول "محبت دل کا سجدہ ہے" میں یہ یقین کرنے کو تیار نہیں کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا بھی کرسکتی ہے بہت صدمہ ہوا۔ میری طرف سے سب کو سلام اللہ حافظ۔

شبنم کنول..... حافظ آباد۔ السلام علیکم! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ نازیہ کنول نازی کے نکاح کی خبر پڑھ کر بہت اچھا لگا اللہ پاک ان کو دنیا کی ہر خوشی دے نازیہ کنول نازی سے ایک درخواست کرنی ہے کہ وہ اپنی شادی کا احوال ہم سے شیئر کریں اور اپنے ان کا نام بھی بتادیں۔ خیر پورا آنچل ہی زبردست تھا ناول کی وہ کیا ہی بات ہے۔ ناولٹ "محبت اب بھی باقی ہے" محبت دل کا سجدہ ہے" افسانے بھی سب ہی اچھے تھے۔ سلسلے وار ناول تو میری جان ہیں ہم سے پوچھیے بھی اچھا تھا۔ پروین افضل شاہین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے جانی پرنس افضل کے پیچھے ہاتھ دھوکر کیوں پڑی ہیں (غصہ نہ کیجیے گا)۔ نیرنگ خیال میں سب سے بیسٹ غزل سونا شاہ قریشی، ام فاطمہ سیال کی تھی۔ اچھا اب اجازت دیں والسلام۔

فریدہ جاوید فری..... لاھور۔ السلام علیکم شہلا جی! اس ماہ کا آنچل اپنے مقررہ وقت پر ملا ٹائٹل کے ساتھ ملا آنچل میرا فیورٹ میگزین ہے اس میں کافی عرصہ سے لکھ رہی ہوں اب ذرا بیماری کی وجہ سے کم کردیا ہے لیکن پڑھتی ضرور ہوں۔ اس کے ناولٹ اور افسانے بہت ہی معیاری اور مزیدار لگتے ہیں اس مرتبہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک افسانے ہیں خاص کر نزہت جبین کے ناولٹ "محبت اب بھی باقی ہے" نے تو کمال کردیا واہ کیا بات ہے نزہت جی! ہم نے آپ کو اتنا اچھا ناولٹ لکھنے پر ایوارڈ سے نوازا شکریہ ایسا ہی لکھتی رہا کریں۔ سویرا فلک کا افسانہ بہترین تھا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" بھی ٹاپ کا ناولٹ تھا واہ سباس گل جی! اتنا اچھا ناولٹ کا شکریہ دل خوش ہوا "ذرا سی بات" بھی اچھا ناولٹ تھا۔ پروین افضل شاہین سے سوال وجواب مزیدار ہوتے ہیں خوش رہو۔ شہلا جی ابھی تک ہمیں آٹھ ایوارڈ مل چکے ہیں آٹھواں ایوارڈ ہمیں 25 اپریل ریشم ڈائجسٹ اسلام آباد سے ملا اب تک 3 اسلام آباد سے 3 فیصل آباد سے ایک کھاریاں سے عبدالحلیم شرر ایوارڈ ملا اور ایک پاکیزہ ڈائجسٹ سے ملا یہ سب ہماری شاعری پر ملے ہیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ہم پر ہماری تین کتابیں شائع ہوچکی ہیں اچھا جی اللہ حافظ! سب قارئین کو بے حد سلام اور دعا۔

☆ ڈیئر فری! فرصت کے چند لمحات ہمارے نام کیے بہت اچھا لگا اللہ تعالیٰ مزید کامیابیوں سے نوازے اور آپ کو صحت کاملہ بھی عطا کریں آمین۔

امبر گل..... جھڈو سندھ۔ السلام علیکم ڈیئر سسٹر شہلا جی ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ کچھ یاد نہیں کہ کتنے عرصے بعد آنچل میں خط لکھ رہی ہوں (کچھ ماہ کی دوری عرصہ ہی لگنے لگی ہے مجھے تو)۔ لیٹ ہی سہی مگر آپ سب کو آنچل کی 37 ویں سال

گرہ بہت بہت مبارک ہو۔ سال گرہ تو 21 مئی کو ہماری بھی ہے بہت ڈھونڈا کہ دوست کا پیغام آئے میں کسی نے ہمیں بھی وش کیا ہو مگر ہم نے کسی کو یاد نہیں تھا۔ خیر کوئی بات نہیں زندگی کے ایک سال کے کم ہونے پر کیا خوشی منانا۔ مگر پھر بھی میری طرف سے تو میری پیاری پیاری دوستوں یعنی ثمرین حبیب کو 10 مئی فرح طاہر کو 31 مئی سعدیہ حمید چوہدری کو 15 مئی کو اپنی اپنی سال گرہ بہت بہت مبارک ہو سدا خوش رہو آپ سب کو آمین۔ اب ہو جائے کچھ تبصرہ آنچل پر سب سے پہلے تو ٹائٹل کچھ خاص اچھا نہیں لگا' رولہن دیکھ دیکھ کر تو اب دل اوب گیا ہے پلیز ٹائٹل کو کچھ چینج کر لیں یعنی کچھ اور لوگوں کی تصویریں لگا ئیں یا جس ماہ کوئی تاریخی بات یا حیثیت ہو اس کے حساب سے بھی ٹائٹل دے دیا کریں تو میرے خیال سے تو کوئی حرج نہیں ہوگا' بی جو آپ لوگوں کی مرضی۔ سلسلے وار ناول میں سب سے پہلے تو میں "ٹوٹا ہوا تارا" کو ہی پڑھتی ہوں' سمیرا بہت زبردست لکھ رہی ہو تم ڈیئر آئی لائک اٹ۔ مکمل ناول میں سب سے پہلے اقرأ صغیر احمد کا "محبت ایسا نغمہ ہے" پڑھا' بہت اچھی کاوش تھی۔ پر سچ کہوں تو دوبارہ چھو سکا جیسا کہ اقرأ کی تحریر کی ایک اپنی الگ خاصیت ہے ویسا تو اس تحریر میں نا سکا خیر کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی ان کے سلسلے وار ناول کی بھی خوش خبری ہمیں دے دی گئی ہے۔ اس پر تو میں کوئی بھی کمپرومائز نہیں کروں گی۔ اقرأ جی سے یہ میری ریکوئسٹ ہے کہ ان کا آنے والا ناول "بہاروں کے سنگ سنگ" جو کہ ان کا سپرہٹ اور میرا فیورٹ ناول ہے اس کو کر دے یعنی کہ اب تو بار ڈا اقرأ خود ہی بریک کریں (دوستو اچھا چیلنج دیا ہے نا میں نے اقرأ جی کو)۔ "محبت اب بھی باقی ہے" نزہت جبین جی کی ایک اچھی تحریر جو کہ اچھے موضوع پر ہی لکھی گئی تھی اچھی لگی۔ اب بات کرتی ہوں اپنی دوست فرح کی تو "زندگی پھولوں کی راہ" ڈیئر تمہارا ناول اچھا لگا' ابھی تو آغاز سفر ہے' ابھی اور بھی محنت کرنی پڑے گی تب جا کر تمہاری تحریریں بھی بڑی رائٹرز کی تحریروں کو کر دینے کے قابل ہوں گی اور وہ وقت دور نہیں دکھائی دے رہا مجھے ویسے مجموعی طور پر تو اچھا لکھا ہے۔ سب سے اچھا ناولٹ اس بار عائشہ علی کا لگا" کاش واقعی کوئی آنکھیں پڑھ جاتا ہے" تو سارے راز ایک انسان کے دوسرے انسان پر کھل جائیں' ویری ویل ڈن عائشہ! آپ ایسے اچھے اچھے ناولز ہمارے لیے لکھتی رہیں گی۔ عتیقہ ملک کا ناولٹ کچھ خاص متاثر نہ کر سکا مجھے تو اگر بات کروں افسانوں کی تو سب سے اچھا افسانہ مجھے سویرا فلک کا لگا' واقعی ہماری قسمتیں ہی تو کھوٹی ہیں تب ہی تو ہمارے کام بھی سیدھے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ حیاء بخاری نے بھی اچھا لکھا' سمیرا' حمیرا اور عارفہ کے افسانے بھی اچھے تھے۔ بیاض دل میں طیبہ سعدیہ کمال' فردوسہ شہوار' سیدہ وجیا' عنبر مجید' طاہرہ غزل اور ارم وزائج کے اشعار اچھے لگے۔ ذوق مقابلہ میں سعدیہ عتوں باریہ اقرأ' نزہت جبین' زمنت اسرار اور طلعت نظامی کی ڈشز اچھی لگیں۔ غزل نظم سلسلے میں فصیحہ آصف' حرا قریشی' شگفتہ خان' نورین مسکان' عروج مغل' مدیحہ کنول' ایم فاطمہ' ساجدہ ملک اور رفعت خان کا منتخب کردہ انتخاب اچھا تھا۔ دوست کا پیغام آئے میں آج تک جو دوستیں مجھے یاد کرتی رہی ہیں ان سب کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ یادگار لمحے میں بھی سعدیہ' صائمہ' حمیرا نوشین اور علینہ شمشاد حسین کے قطعات زبردست تھے۔ آئینہ میں فاخرہ گل' ارم کمال' حمیرا نوشین' افشاں علی' طیبہ نذیر (کیسی ہو پیاری لڑکیوں) پروین افضل' ملالہ اسلم اور مدیحہ نورین کے تبصرے پسند آئے۔ 11 مئی شازیہ چوہدری کی برسی ہے میں چاہتی ہوں کہ تمام بہنیں جو ان سے محبت کرتی ہیں وہ ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر ان کی مغفرت کیلئے دعا کر دیں' اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

☆ ڈیئر امبر! طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد آپ کی تجاویز و آراء سے بھرپور مستقل و جامع تبصرہ پسند آیا' یونہی شریک محفل رہیے گا۔

صدف مختار..... ہوسال مصور۔ السلام علیکم! شہلا اگر آپ کا خیال ہے کہ میں نے تبصرہ لکھا ہے تو یہ خام خیالی ہے آپ کی بلکہ یاد آیا میں تو کبھی آپ سے ناراض جب کہ آپ مجھے مناتی نہیں رہیں تو میں خود ہی بول پڑتی ہوں۔ کتنی ظالم ہیں آپ میں 6 ماہ غائب رہی اور آپ نے تو مجھے بھلا دیا۔ 9th کے پیپر تھے میرے اب دے دیئے ہیں تو سوچا ذرا آپ سے بھی دو دو ہاتھ کر لوں۔ میرا تعارف تھا اپریل کے شمارے میں آپ نے کچھ بھی تبصرہ نہیں کیا بہت برا لگا مجھے۔ کتنی بری بات ہے پورے آنچل میں جو میری پسندیدہ ہستی ہے جس کے تبصرے کا مجھے شدت سے انتظار تھا اس نے کچھ نہیں کہا۔ آں..... آں..... اب میں زور رہی ہوں تاکہ خوش ہو جائے میری شفاف کرسٹل کرسٹل آنکھوں سے آنسو ایک لڑی کی صورت میں بہہ رہے' ننھی میری پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے میرا دامن بھگو کر لب بھرے ہیں۔ اصل میں بجلی نہیں ہوتی تو نہ عاجزی اختیار کرتے ہوئے ان سے کام چلانا پڑتا ہے۔ عنقریب اسٹوری لکھوں گی لیکن آپ کو بھی نہیں بھلاؤں گی کیونکہ میرا خط سب سے پہلے آپ نے شائع کیا تھا ناں۔ آج کل ایک شعر بہت اچھا لگ رہا ہے سناؤں! چلیے سناتی ہوں۔

ہم تو وہ انا پرست ہیں جو ہار کے بھی کہتے تھے
وہ منزل ہی بدنصیب تھی جو ہمیں پا نہ سکی

رمضان المبارک آ رہا ہے 19 جون کو رمضان مبارک۔ اچھا اب کوشش کروں گی اگلے مہینے تبصرہ کروں گی۔

☆ ڈیئر صدف! آپ کا تعارف ہم سب کو بہت پسند آیا تھا اسی لیے آنچل کے صفحات پر جھلملایا شگفتہ انداز میں لکھا آپ کا تبصرہ بھی اچھا لگا اب خوش۔

طیبہ نذیر...... ہادیوال گجرات۔ السلام علیکم! آنچل مجھے 24 کو مل گیا تھا ٹائٹل بہت زبردست تھا۔ سب سے پہلے آپی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے دل کو راحت پہنچائی آگے بڑھی تو در جواب آں میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مشفقانہ انداز میں دعائیں اور تسلیاں دیتی نظر آئیں سو سویٹ آف یو۔ دانش کدہ میں جھانکا تو بہت سکون ملا دل کو چھو جانے والی باتیں بتا رہے تھے مشتاق احمد قریشی زبردست جی۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کا تعارف پسند آیا شاہانہ عابد ویسے مجھے شاہانہ محمود شیخ زیادہ پسند آئی (کیوں سچ کہا نہ)۔ موم کی محبت "مجھے منصور پر بہت غصہ آ رہا ہے زیبا کے صبر پر میں حیران ہوں زویا اور شرمین میں کچھ کچھ سچ ہوتا نظر آ رہا ہے۔ عارض اور ہنزہ کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہوں گی سو بورنگ۔ "تو ٹوٹا ہوا تارا" اتا تھی پاگل ہے ذولید کے اعتبار کا سہارا لے۔ لہجوار اور مستقل کی ہلکی پھلکی اسٹوری اچھی جا رہی ہے۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" سر اس ہی ویسے تو شین کو سزا تو مل چکی ہے راحیل اور علی کو جدوجہد کیجیے کا اور شین کی بھی بنا پارٹی نظر آ رہی ہے۔ "محبت ایک نغمہ ہے" اقرا کی ویل ڈن بہت جاندار اینڈ کیا آپ نے کہانی کا۔ "ڈیپ رپورٹ" عارفہ راؤ جی بہت سبق آموز اسٹوری۔ "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے" کے مصداق۔ حمیرا علی بڑی معصوم سا اسٹوری تھی۔ "تیرے کنول میرے گلاب" "سمیرا غزل صدیقی" واقعی سبق آموز اسٹوری تھی۔ "زندگی پھولوں کی راہ" فرح طاہر "شیریں اور اطہر" کی ہلکی پھلکی نوک جھونک بے حد پسند آئی۔ فرح طاہر مبارک ہادی مستحق ہیں آپ ویل ڈن۔ "بند مٹھی کے" حیاء بخاری زبردست جی اگر لڑکی ایسا قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لے تو بعد میں پچھتاؤں کو گلے نہیں لگانا پڑتا۔ "کاش آ تمہیں پڑھا کرے کوئی" عائشہ نازعلی آپ نے تو میرے دل کی باتیں لکھ دیں مزہ آ گیا۔ حمیدہ ملک "ذرا سی بات" واقعی ہوتی تو ذرا سی بات ہے لیکن سمجھنے والی بھی بات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے دماغ کس لیے رکھا ہے کچھ لوگ اس کا استعمال ہی کرنا نہیں جانتے۔ زبردست اسٹوری تھی۔ سویرا فلک کل جیسا بھی ہو لیکن اگر نیت اچھی اور صاف ہو گی تو ہی انسان اللہ تعالیٰ کے ہو گا یہ بات آپ نے سمجھا دی اگر کوئی سمجھنے والا بھی ہو تو۔ "محبت اب بھی باقی ہے" نزہت جبین ضیاء محبت بے شک لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی۔ کام کی باتیں عائشہ حلیم بہت زبردست لکھا آپ نے۔ ہم سے پوچھیے میں سندس رفیق شمر الوحید پروین افضل آپ سب کے جوابات پسند آئے۔ آئینہ میں افشاں علی ارم کمال عائشہ پرویز آپ سب کے تبصرے پسند آئے۔ ملالہ اسلم آپ کو میرا تبصرہ پسند آیا شکریہ ویسے اس بار آپ کا تبصرہ بھی زبردست تھا۔ یادگار لمحے طیبہ سعدیہ عطاریہ بلال احمد (آپ نے تو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا) صائمہ سکندر سس نوزیہ خلود اسلم رمشا سے عرطلا شمشاد شارق علی آپ سب نے بہت اچھا انتخاب کیا۔ نیرنگ خیال میں فریدہ خانم راشد ترین وقاص خان مہ رسا ارشد حسین رفعت خان آپ سب نے تو دل کو ہٹ کرنے والی شاعری کر دی زبردست جی۔ بیوٹی گائیڈ اشنہ اور ہانیہ بہت اچھی اور کام کی باتیں بتائیں آپ نے۔ ذوق مطالعہ سعدیہ بتول آپ کا پلک نوشت پسند آیا۔ بیاض دل طاہرہ غزل ایس انمول نادیہ عباس ڈی فرنیکی صائمہ سکندر سومرو عائشہ صدیقہ سائرہ حبیب آپ سب نے اچھا لکھا۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی آنچل پر تمکنت تھا اللہ نگہبان۔

عقیلہ رضی...... السلام علیکم! سب سے پہلے شہلا آپی جی اور آنچل کے تمام اسٹاف لکھاری اور قارئین کو سلام قبول ہو۔ آپ تو پریشان ہو گئیں کہ عقیلہ رضی کون ہے تو بھئی ہم ہی ہیں عقیلہ شاکل یہ الگ بات ہے کہ ہم نے عقیلہ شاکل سے عقیلہ رضی کا سفر طے کر لیا ہے چلو اب ذرا بات ہو جائے آنچل کی تو پیا آنچل ہم نے 25 اپریل کو خرید! ابھی ہم سالگرہ نمبر 2 کا ٹائٹل ہی دیکھ رہی تھی واہ کیا نظارہ تھا! ابھی اس حسینہ کا آنکھوں میں اتار رہی تھی کہ ایک نقاب پوش آئی اور ہمارا آنچل اٹھالیا یار ہم ہکا بکا ہی رہ گئے۔ سرگوشیاں پڑھیں تو آپی قیصر آرا نے ہمیں خوش خبری سنادی۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کو پڑھ کر اچھا لگا "کرن شہزادی آپ نے تو ہمیں اپنی کزنیں یاد کروا دیں جو سسرال میں جا کر ایسے بھول گئے جیسے ہم سے کوئی رشتہ ہی نہیں تھا۔ آپ چاروں کی وجہ سے مجھے سموسوں اور دہی بھلوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ سال گل آپ کی کہانی ختم ہونے پر ہم آپ کو اپنی رائے دیں گے۔ "محبت اب بھی باقی ہے" نزہت جبین ضیاء کیا بات ہے آپ نے تو ہمیں رلا ہی دیا۔ "انما الاعمال بالنیات" سویرا فلک جی آپ نے بہت اچھے طریقے سے رہنمائی کی۔ "ذرا سی بات" حمیدہ ملک کی کہانی بڑی پیاری تھی لکھنے کا انداز ذرا سوچا تھا۔ "کاش آ تمہیں پڑھا کرے کوئی" عائشہ نازعلی آپ نے بہت پیارا لکھا یہ سچ ہے جہاں زیدی جیسے درندے موجود ہیں وہاں عبداللہ جیسے شوہر بھی ہیں آپ نے تو ہمیں بھی بڑے بھائی کی کمی کا احساس دلا دیا ویری بیوٹی فل۔ "بند مٹھی کے" حیاء بخاری کیا انداز ہے لکھنے کا ابھی تو آنچل ہمیں سکھاتا اور یہ بات آج تک ہمیں سمجھ نہیں آئی ہم اپنوں کی 20 سال کی محبت کو 20 دن میں کیسے بھول جاتے ہیں پھر ہمارا انجام بھی یہی ہوتا ہے۔ "زندگی پھولوں کی راہ" فرح طاہر آپ نے بھی کیا خوب لکھا مبارک ہو جی۔ "تیرے کنول میرے گلاب" "سمیرا غزل صدیقی" ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں جن کو اپنی اولاد کی خوشیاں نہیں لیکن اپنی انا پیاری ہوتی ہے۔ حمیرا علی نے بھی خوب صورت لکھا یہ پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ دیکھے سوچے بنا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ عارفہ راؤ آپ نے لکھا بہت اچھا ہے لیکن بہت کم۔ "تو ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی انا کو اتنی ہمت

دیں گردہ سب کو بچ بتا سکے پلیز تا بندہ کا بھی راز کھول دیں۔ اس بار کا آنچل بڑا زبردست تھا بیاض دل میں طیبہ سعدیہ نادیہ عباس' سائرہ حبیب ارم کمال نے بہت اچھا لکھا۔ یادگار لمحے بھی واقعی یادگار تھے لیکن بلال اجمل آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتے۔ نادیہ فاطمہ رضوی جی اور اقرا آپی میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

ارم کمال..... فیصل آباد۔ السلام علیکم! آنچل اس دفعہ 28 تاریخ کو ملا ٹائٹل اس دفعہ اچھا نہیں لگا لیکن ماڈل کی لپ اسٹک کا کلر بہار کی مناسبت سے تھا۔ اشتہارات میں بیک پارلر سے سوئی ہوئی بھوک جگ اٹھی ڈورین سے اپنے بچوں کا بچپن خوب یاد آیا (اب تو ماشاء اللہ بڑے ہوگئے ہیں)۔ درجواب آں میں سب کے احوال پڑھے' دانش کدہ کو نہایت خضوع و خشوع سے پڑھا اور ذہن و دل میں محفوظ کیا۔ ہمارا آنچل میں حرا قریشی تو چھا گئے۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" جمود کا شکار ہورہا ہے کہانی میں کوئی ٹوئسٹ ڈالیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں انا نے تو پہلے سے زیادہ حیران اور پریشان کردیا ہے۔ شہوار کے ماضی سے اب پردہ اٹھا ہی دیں۔ کہانیوں میں "محبت ایسا نغمہ ہے" کا دوسرا حصہ بہت ہی خوب صورت انداز میں اختتام پذیر ہوا۔ "محبت اب بھی زندہ ہے" میں ولا ویز نے اپنے وہم کی وجہ سے اپنے ساتھ ساتھ آذر کی زندگی کو بھی آزمائش میں ڈال دیا۔ دراصل یہ سب ہمارے ایمان کی کمزوری اور اللہ پر توکل کی کمی ہے خیر اینڈ سے دل کا روزن روشن ہوگیا۔ "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" عائشہ نازعلی کی ایک جھنجوڑتی ہوئی تحریر تھی۔ واقعی رشتے وہی ہوتے ہیں جو خدا نے بنائے' جو ہم خود بناتے ہیں وہی ہماری زندگیوں میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ "بند مٹھیوں کے" حیاء بخاری کی اذیت بھری تحریر تھی جو کہ لڑکیوں کے لیے ایک نصیحت تھی۔ "زندگی پھولوں کی راہ گزر" بہت ہی شوخ اور نوک جھونک سے بھرپور تحریر تھی۔ "آنچل" میں آنچل بہت خوب رہا۔ "باپ پر پوت" تمہارے اعمال ہماری اولاد کی صورت ہی ہمارے سامنے آکر ہمیں نگاہیں جھکانے پر مجبور کردیتے ہیں۔ "بیاض دل" میں طیبہ سعدیہ عائشہ علی' حمیرا قریشی اور جویریہ ضیاء کے اشعار واہ واہ۔ ذوق مقابلہ میں بہاروں نے مزہ دوبالا کردیا۔ نیرنگ خیال میں نورین مسکان سرور' نادیہ نواز' اقصیٰ مہر' عمارہ شہزاد بٹ اور سامعہ ملک پرویز کی شاعری دل کے تاروں کو چھو گئی۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے محبت بھرے پیغامات پڑھے' ملالہ اسلم آپ نے مجھے یاد کیا' بہت شکریہ۔ یادگار لمحے میں صائمہ سکندر علی سومرو نے تو دل خوش کردیا (آپ کا نام بہت یونیک ہے) نغمہ شمشاد حسین کے مراسلات قابل مطالعہ ٹھہرے۔ آئینہ میں سب کے چٹ پٹے' کرارے بارہ مصالحوں کے ذائقے دار تبصرے پڑھے زبردست۔ ہم سے پوچھیے میں شیزا بلوچ' پروین افضل شاہین' حاذبہ عباسی' عنبر مجید' کرن ملک اور تحریش بٹ کے سوالات نے سماں باندھ دیا' بقیہ تمام سلسلے بھی خوب تھے' اچھا جی اللہ حافظ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

نجم انجم..... کراچی۔ السلام علیکم اسویٹ شہلا آپی اور ڈیئر بہنو! امید ہے کہ آپ خوش ہوں گی' ہاں ہاں میں بھی آپ کی دعا سے خوش ہوں' آنچل جلدی مل گیا' سرورق بہت اچھا لگا' سرگوشیاں پڑھ کر حمد و نعت سے روح کو سکون مل گیا' درجواب آں پڑھ کر آپا کی مصروفیات کا پتا چل گیا۔ مالک یوم الدین سے دماغ مکمل جاتا ہے' ہمارا آنچل میں بہنوں سے ملنا اچھا لگتا ہے۔ ناول افسانے بعد میں پڑھوں گی' جلدی سے دیکھتے ہیں دوڑ سے بیاض دل پڑھ کر ذوق مقابلہ دیکھا' ساری بہنیں اچھی کوشش کررہی ہیں پکانے کی یا کھانے کی؟ نیرنگ خیال میں ساری ہی نظمیں' غزلیں پسند آئیں۔ یادگار لمحے کے تو کیا کہنے ایک ایک لفظ دل میں چھپ جاتا ہے۔ آئینہ میں کچھ نئی اور پرانی دوستوں کے تبصرے بہت اچھے لگے۔ بے چاری شائستہ آپی آج بھی ہم جیسی بے وقوف بہنوں کے الٹے سیدھے سوالوں کے جواب ڈھونڈ رہی ہیں' ویسے ایک بات واقعی یہ پروین افضل شاہین کے قلم میں بہت ہی تاثیر ہے ہر جگہ چھائی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔ نورین حنیف' شمع نازدز وہیب فردوس' کنول' ملالہ یوسف' شاہ احمد' آمنہ امداد' پروین افضل شاہین' نورین فتح' حرا قریشی' طیبہ سعدیہ عطاری' سیدہ نورین' شگفتہ خان' طیبہ نذیر' فریحہ شبیر' حمیرا نوشین' پاکیزہ ایمان' تمنا بلوچ' سمیرا اشتاق' ارم کمال سب دوستوں کو بہت بہت دعا سلام ہو' اللہ حافظ۔

عائشہ پرویز..... کراچی۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام ممبرز کو میرا پیار بھرا سلام اور رمضان کی مبارک باد قبول ہو۔ آئینہ کی نو آموز طالب علم ہوں۔ اس سے پہلے لفظوں کا کھیل کچھ زیادہ کھیلنا نہیں آتا ہاں کھیل سے اپنی قومی ٹیم یاد آگئی جس طرح کی کارکردگی دکھائی ہے ناں..... اف اب تبصرے کی طرف آتی ہوں' ہمیشہ کی طرح بے تابی سے آنچل کھولا اور اپنے پسندیدہ دوست کے پیغام میں آئے اور ہم سے پوچھیے میں اپنا نام تلاش کیا مگر بے سود کہ آپی یہ قلم اپنے قارئین کے ساتھ ان کے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے بھی کبھار کر ہی دیتی ہیں' موڈ تو سخت آف ہے۔ سب سے پہلے "موم کی محبت" پڑھی راحت وفا جی' کسی کو مجھے یونی کا کردار ایکٹنگ لگتا ہے اور عارض زہر لگتا ہے۔ بے چاری شرمین..... زیبا اور صفدر کی زندگی میں اب تو کوئی ٹوئسٹ لے ہی آئیں پھر تاثف خوطرلگایا' "محبت دل کا سجدہ ہے" پڑھتے پڑھتے ہزار والٹ کا جھٹکا لگا کہ راحیل نوشین آنٹی کی بیٹی ہے' دل وین سبق سکھانے کے لیے کہانی کو نیا موڑ دیا۔ سمیرا آپی "ٹوٹا ہوا تارا" میں انا اور ولید کی شادی تڑوا کے سلطان راہی والا کام کروالا آپ نے..... "محبت ایسا نغمہ ہے" بہت اچھی تھی۔ "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" "دل دل جانے والی" مستوری تھی۔ باقی افسانے لاجواب رہے' بیاض دل میں سب کے اشعار زبردست رہے۔ نیرنگ خیال بھی خوب سے خوب تر لگا' یادگار لمحے واقعی یادگار رہے۔ کام کی باتیں واقعی کام

کی باتیں ثابت ہوئیں ڈش مقابلہ میں سب کی ڈشیں پڑھ کے منہ میں پانی آ گیا۔ آخر میں آنچل کا بے حد شکریہ جو تمام قارئین کو برابری کا درجہ دیتا ہے زندگی نے وفا کی تو قلم کو پھر تھام کر تمام لفظوں کو جوڑ کر سنے پر تبصروں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر عائشہ! امید ہے اس بار موڈ خوش گوار ہو گیا ہوگا بے حد نوازش کے ہدرد ہو۔

ثناء...... صادق آباد۔ تمام پڑھنے والوں کو سلام! اس بار آنچل 26 کو ملا سرورق اچھا تھا۔ "موم کی محبت" سے شروعات کی نفسیاتی الجھنوں اور محبت کے رنگ دلاتے کرداروں پر مشتمل یہ تحریر اب بہت دلچسپ ہوتی جا رہی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" تو خیر ہمیشہ سے بہترین رہی ہے انا کی زندگی بھی کیا عجیب موڑ اختیار کر رہی ہے۔ سب کے دلوں پر راج کرنے والی لڑکی سب کی نظروں سے گر گئی ہے اور کاشفہ جیسے لوگ جو کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے تو دوسروں کی خوشیاں چھیننا ان کے لیے معمولی بات ہے۔ جنگ اور محبت میں سب جائز نہیں ہوتا ان کی بھی حدود و قیود ہوتی ہیں۔ اقرأ صاحبہ کی لکھی گئی خوب صورت تحریر "محبت ایسا نغمہ ہے" متاثر کن تحریر تھی۔ نیرنگ خیال میں نورین سرور، ساجدہ ملک اور رفعت خان کی شاعری اچھی تھی باقی تمام نظمیں اور غزلیں بھی اچھی تھیں۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین اور سیدہ حیا عباس کا انتخاب بہترین تھا۔ یادگار لمحے میں راؤ تہذیب حسین تہذیب اور عمیرہ نوشین کا بھیجا گیا پیغام بہترین تھا۔ الغرض تمام آنچل بیسٹ تھا۔

لائبہ میر...... حضرو۔ السلام علیکم! شہلا آپی جی! ہیرو قارئین ہمیشہ خوش باش رہیں آمین۔ آنچل معمول سے لیٹ 25 کو ملا اس بار ٹائٹل اچھا نہیں لگا۔ کسی بھی سلسلے میں اپنا نام نہ پا کر افسوس ہوا سرگوشیاں سنیں تو نازیہ آپی اور اقرأ صغیر کے ناول کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی کیونکہ سلسلے وار دل ایک ہی ہوتا ہے جس کو پڑھ کر اچھا لگتا ہے "ٹوٹا ہوا تارا" جب سے "مجھے ہے حکم اذاں" ختم ہوئی ہے آنچل میں کچھ کمی سی لگتی ہے جو یقیناً نازیہ اور اقرأ آپی کے ناول پوری کر دیں گے۔ ہمارا آنچل میں چار دن بہنوں سے ملاقات اچھی رہی لیکن شہزادہ عابد ذرا مختصر ہو گئیں۔ یار شاہانہ! مجھے تم سے دوستی کرنی ہے کبھی ذرا کسی سے کہہ رہی ہوں یار دوستی کا ویسے اپنے بارے میں زیادہ لکھتی تو...... خیر جیسے تمہاری مرضی۔ سلسلے وار ناولز میں راحت وفا "سیاہ گل" کے بس! اچھے ہی تھے اور "ٹوٹا ہوا تارا" تو بہت غصہ آیا مجھی انا اگر وقیہ کو نہیں بتانا چاہتی تھی تو شہوار کو ہی بتا دیتی۔ بے وقت حماد کی انٹری بھی زہر لگی یار ابھی وہ کچھ بتانے لگی تھی...... ویسے ولید پر خاصہ رحم آتا ہے بے چارہ کوئی قصوروار ہوتے ہوئے بھی قصوروار۔ ہاں عادلہ کاشفہ دریہ اور ایاز کے بارے میں عائشہ صدیقہ آپ کا یوری وائز آئیڈیا بہت اچھا لگا یار ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کچھ کرنا پڑے گا اب۔ سمیرا آپی پلیز انا یا وقیہ کو ٹوٹا ہوا تارا نہ بنانا۔ بابا صاحب یا تابندہ پھپو کو جانے کی اجازت ہے اور دریہ کو ایاز سے خوا ہیں کبھی اسی کے قابل ہے میرے خیال سے۔ اقرأ صغیر کا "محبت ایسا نغمہ ہے" بہت اچھی تھی لیکن حماد کی اچانک موت کا بہت دکھ ہوا۔ نزہت جبین کی "محبت اب بھی باقی ہے" کیا ذکر کروں اچھا لگا تحریریں زبردست تھیں۔ "انما الاعمال بالنیات" اور حیاء بخاری کی "بند مٹھیوں کے سچ" آموز تحریریں تھیں۔ حیاء بخاری کا انداز بیاں بہت زبردست۔ "ذرا سی بات" بھی ہلکی پھلکی اور خوب صورت تحریر تھی اور میں آخر تک ڈی ایس پی طارق صاحب کو تلاش رہی جو ظاہر ہے نہیں ملے آخر تک۔ "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" میں کئی اصلاحی پہلو تھے جن کو لوگ معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ "زندگی پھولوں کی راہ آنچل" اور "تیرے کنول میرے گلاب" بھی اچھی تھی۔ "باپ پر پوت" حقیقت کی سچائی دل میں طاہرہ غزل، پروین افضل اور نورین مسکان سرور کے انتخاب پسند آئے۔ ڈش مقابلہ بھی خوب ہی تھیں یہ ہوتی کا پتہ بھی بھی بھارو یہ بھی ہوں۔ نیرنگ خیال میں ہمیشہ کی طرح راشدہ رین کی شاعری ٹاپ پر تھی اور خالدہ ایاز ساحل کی سیکنڈ۔ ظہور احمد صائم کی شاعری دل کو لگی موصوف نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے علاوہ وقاص خان طالب، نورین مسکان سرور، مدیحہ کنول سرور اور تمثین کی شاعری اچھی تھی۔ دوست کا پیغام آئے بھی اچھے تھے مگر ملالہ اسلم آپ کا نام دیکھ کر میرے ذہن میں ایک دم سے ملالہ یوسف آ جاتی ہے یار اور ملالہ یوسف سے مجھے الرجی ہے۔ یادگار لمحے میں سب کچھ اچھا تھا حیا عباس کی انٹری اس طرح سے اچھی لگی (سمجھ گئی ہوگی آپ) اور شارق علی کا ٹی وی اینکر بہت چھا تھا۔ ہم سے پوچھئے میں پروین افضل شمزا بلوچ اور ارم کمال کے سوال اچھے لگے دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر لائبہ! شگفتہ و برجستہ انداز میں لکھا آپ کا تبصرہ پسند آیا۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم! اس بار آنچل بے انتہا انتظار کے بعد آخر کار 26 کو ملا اور ہماری بے چینی اور بے قراری کو راحت میں بدل دیا۔ سبھی سلسلے کھنگال ڈالے اور آخر کار دوست کے پیغام آئینہ میں اپنی جھلک بھی نظر آ گئی اور موناشاہ قریشی کے ایجوں میں اپنا نام پا کر نہایت خوشی ہوئی اس کے بعد دوڑ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف شکر ہے کہ کچھ تو ہمیں کھولا سمیرا آپی نے مزید کچھ نہیں آئی اب سے بھی زیادہ غصہ آپی بخاری اور فیورٹ انا کی حماقتوں پر آیا۔ کہنے کو تو انا اور شہوار بیسٹ فرینڈ ہیں مگر ایک دوسرے سے کچھ بھی نہیں کرتیں سوری آپی مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ کہانی کا مزہ ختم ہو رہا ہے۔ "موم کی محبت" تو بہت بورنگ دستوری بے وفا آپی پلیز اینڈ کریں۔ اقرأ آپی "محبت ایسا نغمہ ہے" میں حماد کی موت نے رلا دیا آپی آپ نے حماد کو کیوں مارا باقی ناول زبردست تھا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" زبردست ناول ہے مگر آپی ذوالنون اور کرن کو ملا دیں باقی تبصرہ ناول

مکمل ہونے پر کروں گی۔ اس کے بعد دور جواب آں میں قیصر آپا کے جواب پڑھنے مزہ آ گیا۔ آئینہ میں سبھی کے تبصرے زبردست تھے۔ یادگار لمحے تو واقعی ہی یاد رکھنے کے قابل تھے بیاض دل میں سبھی کے شعر اچھے تھے۔ قیصر آپی کی سرگوشیوں سے پتا چلا کہ نازی آپی کے ساتھ اقرا آپی کا سلسلہ وار ناول شروع ہونے والا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں' اللہ حافظ۔

رابعہ افضال خان...... کراچی۔ بہت ساری دعاؤں اور پرخلوص محبت کے ساتھ رابعہ افضال خان پہلی بار آنچل کی اپنی دلی سی محفل میں شامل ہے۔ تمام رائٹرز اور قارئین بہنوں کو پیار ومحبت کی چاشنی سی گندھا سلام قبول ہو۔ مئی کا شمارہ سالگرہ نمبر 2 بھی زبردست تھا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل بہت ہی اچھا لکھا' مزہ آ گیا پڑھ کر۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کیا بات ہے آپ کی' ہر قسط پڑھنے کے بعد اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ دانش کدہ میں مشتاق انکل کے قلم سے بکھرے موتی جیسے لفظوں کو بڑی عقیدت سے پڑھا' حرا قریشی کا تعارف بہت اچھا اور دلچسپ لگا۔ نیرنگ خیال میں عروج عقیل کا کلام اچھا لگا' سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی کو میری طرف سے بہت بہت سلام' مبارک باد اور اللہ سے دعا ہے کہ آپ دونوں کو زندگی کے ہر لمحے میں ڈھیروں ڈھیر خوشیاں عطا کرے بے حد وبے حساب شکر اتارے آمین۔ آنچل کے لیے ڈھیر ساری دعا ئیں' اللہ آنچل کو مزید ترقی سے ہمکنار کرے اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی۔

☆ ڈیئر رابعہ! خوش آمدید' دعا کے لیے جزاک اللہ۔

نادیہ عباس دبا قریشی...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم! بات ہو جائے کہانیوں کی' سب ہی اچھی تھیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" اب تو کسی نا کسی سے بھی پردہ اٹھ رہا ہے نئی الجھن' مجھ تو نہیں آئی لیکن آگے کے تکل سکتا جائے گی۔ یہ بہت ہے کہ سسپنس تو ختم ہو رہا ہے۔ "محبت دل کا سجدہ" ویری ویل ڈن سباس گل بہت اچھا ناول ہے اور یہ قسط تو زبردست تھی مزہ آ گیا پڑھ کے۔ باقی جو رسالہ پڑھا وہ سب اچھا تھا' میری دوستی آنچل سے' شکریہ کہنا ہے' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نادیہ! آپ کا تبصرہ تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت نہیں ہو پاتا ہے۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری۔ السلام علیکم! قیصر آپی جس طرح ہمیں آنچل سے پیار ہے اسی طرح ہمارا تعاون حجاب کے ساتھ رہے گا۔ حمد ونعت سے مستفید ہوتے سلسلے وار ناول کی طرف بڑھے۔ "موم کی محبت" زیبا کی بربادی میں عارض کا ہاتھ لگتا ہے ہمیں بہت اچھا لگا کہ شرمین بولی کے رویے میں خیالات بدل رہی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" شکر ہے کہ کسی سے پردہ اٹھ رہا ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ "محبت ایسا نغمہ ہے" اقرا صغیر کا ناول ہو اور پسند نہ آئے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ "کاش آپ ہمیں پڑھا کرے کوئی' زندگی پھولوں کی راہ" دونوں ناول اچھے تھے' باقی ناولٹ' افسانے پسند آئے۔ شائلہ آپی کے جوابات ہنسنے پر مجبور کر دیتے ہیں' اللہ حافظ۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا۔ السلام علیکم! اس دفعہ کا ٹائٹل کچھ خاص نہیں لگا' بھی فیشن کے مطابق ڈریسنگ والی ماڈل بھی دیا کریں۔ پہلے حمد ونعت کی روشنی سے دل کو منور کیا پھر دوڑ لگائی سلسلہ وار ناول کی طرف "ٹوٹا ہوا تارا" شکر ہے اب حقیقت واضح ہو رہی ہے۔ "موم کی محبت" صفدر کتنا سنگ دل ہے بیٹے کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ راحت جی صفدر کو ذرا عقل دیں۔ مکمل ناول "محبت ایسا نغمہ ہے" حماد کی ذہنیت کا افسوس ہوا' حماد کو کیوں دھمکیاں مل رہی تھیں واضح کرنا چاہیے تھا۔ یوسف صاحب کا کردار بہت پسند آیا۔ "زندگی پھولوں کی راہ" پڑا سیدھا سادہ سا لگا۔ ناولٹ "محبت دل کا سجدہ ہے" نوشین بیگم پر بہت غصہ آیا کیسی ماں ہے جو اپنی اولاد کی بھی سگی نہیں۔ افسانے "بند مٹھیوں کے" حیا بخاری کی سبق آموز کہانی تھی جو لڑکیاں ماں کی عزت روند کر جاتی ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہیے۔ سمجھ کو جاتے وقت بھائی کے اندر سے اعتماد کا بھی کوئی خیال نہیں آیا پھر بھائی کو کیوں پیغام بھیجا ان کی عزت کا تو جنازہ نکال دیا تھا۔ دوست کا پیغام آئے' نیرنگ جنت' مجھے آپ کی دوستی دل وجان سے قبول ہے۔ یادگار لمحے اور باقی رسالہ اے ون لگا' اللہ حافظ۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! میں چھ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں' اب قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے۔ سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں' ماہنامہ حجاب کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ حمد ونعت پڑھ کر سکون ملا' مکمل ناول اقرا آپی کا "محبت ایسا نغمہ ہے" بہت اچھا لگا جب یہ پڑھا حماد اس دنیا میں نہیں رہا بہت دکھ لگا۔ عمر کو بھی عقل آ ہی گئی ٹھوکر کھا کے والدین جو کرتے ہیں اپنے بچوں کا اچھا ہی سوچتے ہیں۔ بہت پسند آئی۔ نزہت جبین ضیاء نے بھی بہت خوب لکھا ویسے دل آویز نے اچھا نہیں کیا آذر کے ساتھ اور سزا بھی پائی۔ افسانے بہت پسند آئے سباس گل نے کیا خوب لکھا "محبت دل کا سجدہ ہے" رائیل کا کردار بہت پسند آیا۔ نوشین بیگم پر بہت دکھ ہوا ایسی مائیں بھی ہیں جو اپنی سگی اولاد کا نہ سوچا حسد میں آ کے بیٹی کو غیروں کے حوالے کرنا چاہا۔ سلسلہ وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" زبردست ہے مصطفیٰ اور تحمارا کا پڑھ کے اچھا لگا' پلیز! اور ولید کو جہاںست کرنا اور تھوڑی سی عقل دے دیں۔ باقی سب کہانیاں بھی بیسٹ ہیں۔ یادگار لمحے میں صائمہ سکندر' مس فوزیہ' طلالہ اسلم' ارم' سائرہ سردار' عائشہ' وثیقہ زہرہ' مسکان جاوید نے اچھا لکھا۔ گل اعرکی حسین غزل اچھی لگی بہت سی آ ئی پڑھ کے۔ آنچل کے سلسلے لاجواب

ہیں زندگی رہی تو دوبارہ حاضر ہوں گے ہماری دعا ہے آنچل بہت زیادہ ترقی کرے آمین فی امان اللہ۔

نورین الہدیٰ مغل...... حیدرآباد' سندھ۔ السلام علیکم! اس ماہ بھی آنچل انتظار کی آخری حد دن کو چھو کر 22 تاریخ کو ملا ٹائٹل بہت پسند آیا۔ جلدی جلدی آنچل میں اپنا نام ڈھونڈنا شروع کیا آئینہ میں اپنا عکس جھلملاتا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی پھر اور جستجو کی اور غزل دیکھ کر خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا' بہت شکریہ۔ حجاب ڈائجسٹ کا سن کر بہت خوشی ہوئی لیکن زیادہ اس وقت ہوگی جب حجاب دست مبارک میں ہوگا' ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آنچل کے مستقل سلسلے بہت شاندار رہے۔ اسٹوریز میں "محبت ایسا نغمہ ہے" مجتبیٰ اب بھی باقی ہے ذرا سی بات "عتیقہ ملک نے بہت ہی اچھا لکھا جب خواہش وقت پر پوری نہ ہو تو وہ اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" ویل ڈن بہت خوب صورت ناول تھا' تقریباً سارا رسالہ ہی بہت شاندار تھا۔ سلسلے وار ناول کی طرف آئے تو وہی شکایت کے بہت مختصر ہوتی ہیں لیکن دونوں ناول بیسٹ چل رہے ہیں' افسانے بھی کے اچھے تھے فی امان اللہ۔

ودیعہ یوسف زماں قریشی...... کراچی۔ آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو پیار و خلوص بھرا السلام علیکم! اس بار آنچل کا ٹائٹل بالکل پسند نہیں آیا! آنچل کھلتے ہی سلسلے وار ناولز "موم کی محبت" اور "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا۔ موم کی محبت میں یولی کی شرمین کے لیے محبت میں بڑھتی شدت اور شرمین کا یولی کے معاملے میں نرم پڑنا اشارہ ہے کہ دونوں بہت جلد ایک ہونے والے ہیں' ہے تاں راحت وفا' سمیرا جی انا صرف احمقانہ حرکتیں ہی کیوں کرتی ہے' کم سے کم ایک بار ہی کسی اپنے سے مسئلہ شیئر کرتی پر نہیں۔ سباس گل کا ناولٹ "محبت دل کا سجدہ ہے" اچھا چل رہا ہے' رانیل نوشین بیگم کی بیٹی ہے اس راز کا فاش ہونا کسی دھماکے سے کم نہ تھا۔ اگلی قسط کا انتظار رہے گا' مکمل ناول ابھی صرف ایک ہی پڑھا ہے "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" بس ٹھیک ہی تھا' ایسا لگا کہ تھوڑا اور ہوتا۔ ہمارا آنچل میں حرا قریشی سے مل کر اچھا لگا' بس ایک بات اچھی نہیں لگی وہ یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ یا اللہ پاک کے بجائے اللہ جی کہا جو ہمیں بالکل اچھا نہیں لگا۔ بیاض دل میں سب ہی اشعار اچھے تھے لیکن پری طور اور عائشہ علی کے اشعار بہت پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں فریدہ خانم' ملک ندیم اور مہر مسار شدبٹ تینوں ہی بیسٹ رہے۔ ہم سے پوچھئے میں شمائلہ جی کے کھٹے میٹھے جوابات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے یادگار لمحے کی طرف چلے جہاں بلال' اجمل نے خوب ہنسایا' وہیں شمائلہ رفیق کی معصوم سی دعا نے لبوں پر مسکان بکھیر دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

شمائلہ کرن...... داجل۔ ڈیئر شہلا آپی اینڈ تمام آنچل فیملی کو میرا پیار بھرا اسلام' آنچل کی محفل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں' میں نے 6 کلاس سے پڑھنا شروع کیا تھا لیکن آج تک لکھنے کی ہمت نہیں کی لیکن جس کہانی نے لکھنے پر مجبور کیا وہ "ٹوٹا ہوا تارا" ہے ویل ڈن سمیرا جی آپ کی کہانی بہت پسند ہے خاص کر انا اینڈ ولید ان کو الگ مت کیجیے گا۔ اس ماہ کا سارا آنچل حرے کا تھا ابھی کے لیے اتنا کافی ہے آئندہ ماہ پوری تفصیل کے ساتھ حاضر ہوں گی اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شمائلہ! خوش آمدید۔

سحرش بٹ...... دینہ جہلم۔ آداب آپی شہلا میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو پیار بھرا السلام علیکم! آنچل کے ساتھ میری وابستگی دو سال سے ہے یہ میری واحد تفریح ہے اور جب یہ ہاتھ آجائے تو کوئی اور کام نظر نہیں آتا۔ آنچل میں تمام سلسلے وار ناول بہت زبردست ہیں' نازیہ کنول نازی میری فیورٹ رائٹر ہے' آئینہ میں یہ میرا پہلا خط ہے' کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا لکھوں بس اتنا ہی آنچل ہمیشہ اسی طرح چمکتا رہے اور حجاب کا بھی انتظار ہے۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ آداب آپی جان! میری طرف سے پوری آنچل ٹیم کو پیار بھرا سلام' تمام رائٹرز' تمام قارئین کو سلام۔ شاہ زندگی' طیبہ نذیر' سباس گل' نازی آپی' سارہ چوہدری' صوبیہ کوثر' حیا آپی' نوشین اقبال اور پرکشش افضل شاہین کو پیار بھرا سلام۔ سباس گل آپ کی تحریر بہت ہی عمدہ ہے' ماشاءاللہ آنچل کی شاعری تو لاجواب ہے' اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین' اللہ حافظ۔

امل صدیقی...... ہنیاں بالا' آزاد کشمیر۔ السلام علیکم! جناب قابل قدر شہلا عامر صاحبہ! پہلی دفعہ رنگ برنگے خلوص کی محفل میں شامل ہو کر آئینہ کو چار چاند لگائے ہیں۔ اپنے خیالات کے اظہار کا آغاز اپنی خوب رو فیورٹ رائٹر نازیہ صاحبہ سے کرتی ہوں' ان کی تحریریں بلاشبہ مکمل کرنے و دینے والی ہوتی ہیں۔ ان کی تحریریں پوری امت مسلمہ کی لڑکیوں کے لیے ایک پیغام ہیں' ان کے علاوہ سباس گل' راحت وفا' سمیرا' غزل صدیقی کی تحریریں بھی جلد متاثر کر دینے والی ہوتی ہیں۔ میرے لیے ہمیشہ ایک کہانی کو پڑھنا شروع کر لینے کے بعد اسے رکھ دینا مشکل ہو جاتا ہے اور یہاں قیصر آرا کو تو اچھے اچھے شاعر سے کھلنے پر خراج تحسین پیش کرنا بھول ہی گئی تھی بہرحال اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اریبہ اعوان...... ہنیاں بالا۔ السلام علیکم! میں نے آج سے پہلے بھی بہت سے ادبی رسالوں میں لکھا ہے جبکہ آنچل پڑھتے ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے اور آنچل میں لکھنے کے لیے پہلی بار قلم اٹھایا ہے آنچل کے سبھی رائٹرز بہت اچھے ہیں لیکن نازیہ کنول نازی میں ایک خصوصی صلاحیت ہے وہ اپنے قلم کے ذریعے ملک کو ترقی کی راہوں کی طرف گامزن کرنے کی کوشش میں

مصروف ہیں، اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر اریبہ! خوش آمدید آپ اپنی نگارشات بلا اجازت ارسال کرسکتی ہیں۔

شازیہ سومرو...... حیدر آباد' سندھ۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل کی پوری ٹیم کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو۔ میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ میں نے آنچل ڈائجسٹ 2006 سے پڑھنا شروع کیا تھا۔ مجھے آنچل ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق ہے، میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آنچل کی ہر کہانی میں مجھے بہت خلوص اور محبت نظر آتی ہے۔ مجھے "ٹوٹا ہوا تارا" ناول بہت پسند ہے، جس کا سارا کریڈٹ سمیرا شریف کو جاتا ہے جنہوں نے چار چاند لگا دیئے ہیں ناول میں۔ اب اجازت دیں، اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شازیہ! خوش آمدید۔

اریج ساجد...... گوجر خان۔ السلام علیکم! میں پچھلے چار سالوں سے آنچل کی خاموش قاری ہوں آج جس ناول نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ سیدہ غزل زیدی کا ناول "کرو ں سجدہ ایک خدا کو" جو کچھ ماہ پہلے شائع ہوا۔ اذان کا کردار مدتوں یاد رہنے والا ہے، اذکی وہ ایک پیدائشی مسلمان تھا۔ اللہ ہر مسلمان مرد میں اذان جیسا جذبہ پیدا کرے 18 مئی کو میرے پیارے انکل کی برتھ ڈے تھی آنچل کے توسط سے آپ کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد اور دعا میں آپ کی غیر حاضری کے لیے بیسٹ آف لک۔

رومانہ قریشی...... مانسہرہ۔ میری طرف سے سب کو سلام۔ تو جناب آنچل ہے تو سب کچھ ہے ورنہ میری زندگی تو آنچل کے بغیر ادھوری سی ہوتی ہے۔ آنچل ہاتھ میں آتے ہی ماڈل پر نظر پڑی، ٹائٹل اچھا لگا۔ اس کے بعد سب سے پہلے آئینہ میں جھانکا، لگائی لیکن خط کا تو نام و نشان بھی نہ تھا خیر دل چھوٹا نہیں کیا۔ ڈیئر سمیرا جی کے سلسلے وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا، اچھا کردم لیں، اچھا ہوا اب بابا صاحب کا بھی بھید کھل جانا چاہیے اور سمیر بھی ولید اور انا کو جدا مت کیجیے گا۔ اس کے بعد "موم کی محبت" راحت وفا کا ناول بھی اچھا تھا۔ راحت جی اشر مین اور عارض کو جدا مت کیجیے گا میرے فیورٹ کردار ہیں۔ مکمل ناول میں "محبت ایسا نغمہ ہے" اقرأ کی دیکھی، وزن اتنا اچھا ناول لکھنے پر بس حماد کی موت پر دکھ ہوا۔ خیر ناول کا اینڈ بہت عمدہ لگا۔ ناولٹ میں عنیقہ ملک کا "فورا ہی بات" بیسٹ رہا۔ افسانوں میں "بس پریوست" اچھا افسانہ تھا، حمیرا علی اور سمیرا غزل حیا بخاری کے افسانے بھی اچھے تھے۔ حرا قریشی کا تعارف بیسٹ رہا اور آنچل کے تمام سلسلے ہی میرے پسندیدہ ہیں، بھئی اب آپ سے کیا چھپانا آنچل میرا بیسٹ فرینڈ بھی ہے استاد بھی ہے جس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ بچپن سے آنچل کو آپ پاس دیکھا اور پانچویں کلاس سے باقاعدہ پڑھنا شروع کیا اب میٹرک کے پیپر دے کر فارغ ہوں آخر میں آنچل کو سالگرہ بہت مبارک ہو۔

امرینہ خان امبر...... حاصل پور۔ تمام رائٹرز، شہلا آپی اور قارئین کو محبت بھرا سلام۔ کسی بھی ادارے میں یہ میرا پہلا خط ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آنچل میرے لیے نیا ہے آنچل اور میرا ساتھ کافی پرانا ہے۔ سب سے پہلے ٹائٹل پر نگاہ ٹھہری، اچھا تھا۔ اس کے بعد سرگوشیاں میں قیصرآپی سے خوش خبری سن کر اچھا لگا۔ اس کے بعد ہمارا آنچل میں سب سے انٹرویو اچھے تھے لیکن شاہانہ عابد کا انٹرویو پڑھ کے ایسا لگا جیسے کسی نے پیچھے سے میرا حال لکھ دیا ہو۔ اس کے بعد کہانیاں سب اچھی تھیں لیکن "محبت ایسا نغمہ ہے" اینڈ بہت جلدی ہوگیا، اس لیے کہانی کا سارا چارم خراب ہوگیا۔ "محبت اب بھی باقی ہے" ولی پر بہت غصہ آیا پاگل لڑکی شاید اس کی قسمت اچھی تھی جو اسے اس کا پیار اسے دوبارہ مل گیا ورنہ اس دنیا میں جو ایک بار بچھڑ جائے دوبارہ کب ملتا ہے۔ مجھے سب سے اچھی کہانی "کاش آنکھیں پڑھا کرے کوئی" لگی اپنے منفرد موضوع کی بدولت میرے پاس سامنے لیے کردار عکرمہ کی محبت آنچل کی چاہت یونہی آباد رہے آمین۔ شیریں اور اطہر کی نوک جھونک نے مجھے یادوں کی وادی میں لا پھینکا جہاں سے واپس آنا میرے لیے ہمیشہ سے ہی تکلیف دہ رہا۔ بیاض دل میں سب کے اشعار اچھے تھے نیرنگ خیال میں بھی سب نے اچھا لکھا۔ مجموعی طور پر سارا رسالہ ہی شاندار تھا۔ فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر امرینہ! پہلا مرحبا آپ کا تبصرہ پڑھ کر اچھا لگا آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

کنول ریاض...... سرگودھا' ای میل۔ السلام علیکم! ہمیشہ کی طرح آنچل فریش کرنے کے لیے 25 کو پہنچا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ مصطفیٰ اور شہوار کی جوڑی بہت ہی اچھی لگ رہی ہے بس جلدی سے انا کو عقل آجائے اور وہ اپنے دل کی بات شیئر کرے باقی آنچل بہت ہی اچھا تھا، ٹائٹل اچھا نہیں لگا۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ ہی اگلے ماہ تک کے لیے رخصت کہ رب تعالیٰ ہم سب کو ناگہانی آفتوں اور مصائب سے محفوظ رکھے، آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

س: سانپ کو قابو کرنے کے لیے بین بجائی جاتی ہے آپ کو قابو کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

ج: ہمیں چھوڑو پہلے آپ اپنے سرتاج کو تو قابو میں کرلو۔

س: کرسی پر بیٹھے بیٹھے اسمارٹ رہنے کا راز تو افشا کردیں۔

ج: افشا تو آج کل چھٹی پر گاؤں گئی ہوئی ہے اور یہ تو بتاؤں کہ تم کیوں روز بروز اتنی موٹی ہوتی جارہی ہوں؟

س: میری دوسری مرتبہ آمد پر آپ کا چہرہ بڑا روشن ہوگیا ہے۔

ج: خوش فہمی تو ملاحظہ کروں ذرا اپنی مہہ۔

س: چلیے یہ باتوں کے کنہ چھوڑ دیجیے گا..... نہ چھوڑ سکیے گا۔

ج: اگر تم یوں اتنی لمبی لمبی نہ چھوڑوں تو سوچا جاسکتا ہے۔

عائشہ پرویز..... کراچی

س: اف اتنی گرمی ہے جاسکی تو آن کریں اور جلدی سے دو عدد گلاس لسی بھی پلادیں؟

ج: اے سی آن ہے اب یہ مت کہنا کہ رخ تمہاری طرف کردوں لسی خود بنا کر پی لو دکر چینی ہی ہے۔

س: آپی ہم سردیوں میں کالے اور گرمیوں میں گورے کیوں ہوجاتے ہیں؟

ج: تو پھر آج سے تمہارا نام ہو مس بلیک اینڈ وائٹ۔ کیسا لگا اچھا ناں۔

س: آپی جانی مجھے گرمیوں میں رات کو روٹی پکانے میں بہت غصہ آتا ہے کیا آپ کو بھی آتا ہے۔

ج: نہیں ہمیں آپ کے فضول سوالوں سے یوں پکانے پر غصہ ضرور آتا ہے۔

س: مچھر اور مکھی کا کیا رشتہ ہے دونوں گرمی میں آتے ہیں؟

ج: بھئی یہ تو تم بتاؤ دونوں ہی تمہارے جانے رشتہ دار ہیں۔

س: آپی جانی میری بہن دشمہ کی سالگرہ دو مئی کو ہے پر کیا کہیں گی؟

ج: دشمہ کو سالگرہ مبارک اور ماں سے محبت کا کوئی دن مخصوص نہیں۔

س: چٹ پٹے سوالوں کے جواب بھی اچھی لگا کر دیجیے گا اللہ حافظ؟

ج: ایسے مطالبات اپنے میاں جی سے منوانا۔

میمونہ ناز..... گوجرانوالہ

س: آپی جانی کیسی ہیں آپ؟

ج: چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور گلاب کے پھول کی طرح خوب صورت اب تم میری خوب صورتی کو نظر مت لگا دینا۔

س: آپی جانی پہلی بار آپ کی محفل میں شریک ہوئی ہوں آپ کو کیسا لگا؟

ج: یوں خالی ہاتھ نہ آتی تو ضرور اچھا لگتا اب کیا کہیں؟

س: آپی جانی ایک بات سچ سچ بتائیں کیا آپ اس دن لنڈے بازار نہ خرید رہی تھیں۔

ج: تمہارے لیے ہی جوتے خرید رہی تھی چلو اب دوست رکھ لو کھانا بھی اور پہننا بھی۔

س: آپی جانی آپ اتنی کیوٹ، سویٹ، لولی اچھی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: اتنی خوشامد کس خوشی میں کررہی ہو؟

مہرین آصف بٹ..... بہمنہ کوٹلی

س: آپ نے یاد فرمایا بندی حاضر ہے؟

ج: سچ بتاؤ بندی ہویا..... حرکتوں سے تو..... اب آپ خود سمجھدار ہو۔

س: شائستہ آپی آپ نے گھر سے باہر برقع پہن کر نکلنا کب سے شروع کردیا ہے؟

ج: جب سے آپ نے ادھار مانگ کر شرمندہ کرنا شروع کیا ہے۔

س: اور سنائیں اس کاروبار کا کیا بنا جو آپ نے ردی فروخت کرکے شروع کیا تھا؟

ج: وہ ردی آپ کے وہ ہم سے اونے پونے دام لے کر چلتے بنے۔

س: میری خواہش ہے کہ میں کچھ ایسا کروں جس سے بک آف ورلڈ ریکارڈ میں میرے نام کا اندراج ہو؟

ج: اپنی پیدائش پر جھوٹی بچی باتیں کہنا شروع کردو بہت جلد خواہش پوری ہوجائے گی۔

س: ڈاکٹر ہمیشہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ دوا دن میں تین بار استعمال کریں دو یا چار مرتبہ کیوں نہیں؟
ج: آئندہ تم مینٹل ہاسپٹل جانا وہیں کہے گا تم بھی خوش وہ بھی خوش۔

کے ایم نورالشمائل...... کھڈیاں قصور

س: آپی سنا ہے آم عام ہو رہے ہیں؟
ج: بالکل جی آم باتوں میں ہی عام ہو رہے ہیں۔
س: آپی آپ ہمارے سوالوں کے جواب کیوں نہیں دیتیں؟
ج: تمہارے بے تکے سوالوں کے ایک میں تو کیا کوئی بھی جواب نہیں دے سکتا۔
س: آپی مدرڈے مبارک ہو۔
ج: اب اماں کا کہنا بھی مان لینا صرف مدرڈے مت منانا۔

تکین افضل وڑائچ...... گجرات

س: آپی میں پہلی بار حاضر محفل ہوں خوش آمدید کریں۔
ج: کیوں بھئی کوئی زبردستی ہے کیا کس پارٹی سے تعلق ہے تمہارا؟
س: میں ایف ایس سی کے پیپرز کی تیاری چھوڑ کر آپ سے نصف ملاقات کر رہی ہوں۔
ج: مادام لنگڑی ملاقات سے بہتر ہے کہ آپ تیاری ہی کر لو ورنہ گرمیوں میں انڈے سکھانا پڑ گیا تو......
س: کبھی کبھی آپ بندے کو بہت شرمندہ کر دیتی ہو؟
ج: تو پھر ادھر آتے ہی کیوں ہو......
س: بس کرو کہیں میری بھی نا ہو جائے؟
ج: بس کو رہنے دو تم اپنے لیے کوئی ٹرک کر لو۔ جو تمہیں لاد کر واپس بھی چھوڑ آئے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: شادی سے پہلے میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ماہ رمضان میں ڈھولک بجا کر جگانے آتے تھے مگر اب شادی کے بعد تو وہ خود گھوڑے بیچ کر سوئے رہتے ہیں اب ماہ رمضان میں کون جگانے آئے گا؟
ج: تم جگا دینا ثواب بھی ملے گا اور پھر تم کو ان کے خراٹوں سے کون سی نیند آ جانی ہوگی؟
س: مجھے وہ جنگلی بلی کہتے ہیں؟
ج: کیونکہ یہ تم پر سوٹ بھی بہت کرتا ہے ویسے تم کیا کہلوانا چاہتی ہو وہ بتا دوں۔
س: ماہ رمضان میں میرے میاں مجھ سے ہی سموسے پکوڑے کیوں بنواتے ہیں بازار سے کیوں نہیں لاتے۔
ج: کیونکہ ان کو تمہاری ساری کام چوری والی عادتیں بالکل پسند نہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: گدھے کے سر پر سینگ کیوں نہیں ہوتے؟
ج: لیکن مجھے تو تمہارے سر پر واضح نظر آ رہے ہیں۔
س: گرج برس ساون......
ج: غلط گرج برس آپ کے میاں جی پر سے۔
س: اظہار محبت کے لیے سرخ گلاب ہی کیوں دیا جاتا ہے؟
ج: شکر کرو محبت میں پھول ہی دیا جاتا ہے ورنہ ڈھول کے ساتھ صرف لفظ محبت رہ جاتا۔
س: آپی اگر دوستوں کی بائیو میٹرک تصدیق شروع ہو گئی تو؟
ج: تو تم جیسی دوستیں بلاک ہو جائیں گی اور بہت سے اچھی دوست سامنے آئیں گے۔
س: آپ کی خوب صورتی کا راز کیا ہے؟
ج: کیوں میری خوب صورتی کے پیچھے پڑ گئی ہو ہلکو پری۔
س: بن چنے کا سواد کچھ کھٹا اور کچھ میٹھا کیوں ہوتا ہے؟
ج: تو تمہیں کڑوا چاہیے کیا؟
س: سردیوں میں پت والے کیوں نہیں نکلتے؟
ج: کیونکہ ان کو بھی سردی لگتی ہے۔

آمنہ ولید...... لاہور

س: پہلی دفعہ آپ کی ہنستی کھلکھلاتی محفل میں شامل ہونے کی جسارت کر رہی ہوں۔ مجھے بھی اپنی خوب صورت محفل میں جگہ ضرور دیجیے گا دیں گی نا؟
ج: بھئی تم تو زبردستی گھس گئی ہو اب جگہ بھی خود ہی بنا لو۔
س: شمائل جی ہر عورت کو اپنی ساس سے شکایت ہوتی ہے، یہ مجھے کیوں نہیں ہے، کیا میں بہت اچھی ہوں یا پھر وہ؟
ج: اس میں تمہاری ساس کی صلح جو طبیعت کا کمال ہے ورنہ تم تو فففف مت پوچھو......
س: شمائل جی ایک مشورہ درکار ہے اگر کوئی آپ کو تنقید کا

نشانہ بنائے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: اپنی اصلاح کر لینی چاہیے ورنہ پھر یہ سوچ لو کہ کام کہنا ہے اور کان بند کر کے سنتے جاؤ۔

شازیہ نصیر احمد...... نور پور
س: آپی وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے کیوں ہیں؟
ج: وہ تمہیں نہیں تمہاری ناک سے بہتے آبشار کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔
س: آپی تجھے دیکھا تو یہ جانا صنم......
ج: صنم کو اگر حقیقت میں دیکھ لیا نا تو نار دیکھنے اور نا ہی کچھ سننے کا قابل رہو گی سچ میں۔
س: آپی محبت درد دیتی ہے اور محبت کرنے والا؟
ج: ناکام محبت کا سبق لیکن اس کے ساتھ تحائف بھی پس لینے کا گر آنا چاہیے۔
س: آپی، اگر آپ نے میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو میں بورڈ آفس کے آگے دھرنا دے کر بیٹھ جاؤں گی۔
ج: تم دھرنا دو ہم تمہارے کان کے نیچے دھر دیں گے، اتنی خراب سیاست۔
س: آپی کوئی اچھی سی دعا میرے من کے لیے۔
ج: اللہ انہیں تمہارے ہر عتاب سے محفوظ رکھے۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں، جہلم
س: تیری الفت نے محبت میری عادت کر دی کیا سمجھیں پیا؟
ج: یہی کہ آپ میں صرف حکیم کی کمی نہیں اور بھی بہت سی کمی ہیں فوری کسی اچھے معالج سے علاج کروئیں۔
س: اعتبار ٹوٹ جانے پر اپنے ملنے کیوں نہیں رہتے؟
ج: آپ نے ان لفظوں کا کیا اچار ڈالنا ہے۔
س: بدصورت چہروں کی تقدیر بھی بدصورت ہوتی ہے تو پھر دکھ کیسا؟
ج: اتنے دکھی سوال کر کے سب کو تو دکھی مت کرو۔
س: لوگ دل کو درد ہم درد کو دل سمجھتے ہیں لوگوں اور ہم میں فرق کیوں ہے؟
ج: پاگل کا بس، اب اتنے سارے لوگ تو پاگل ہونے سے رہے۔
س: میں خود سے نا آشنا ہوں آپ مجھے مجھ سے ملا سکتی ہیں؟
ج: آپ سے آپ کو ملانے کے لیے ایک عدد ڈنڈے کی اشد ضرورت ہے وہ اپنی امی کو دے دیں بہت جلد آپ خود سے مل لیں گی۔

ارم کمال...... فیصل آباد
س: ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار یہ ماجرا کیوں؟
ج: اپنی فضول باتوں سے عاجز کرو گی تو بیزار ہی ہوگا وہ۔
س: میاں اناڑی ہو، ساس کھلاڑی ہو تو ایسے میں ہمیں کیا ہونا چاہیے؟
ج: گیندے کا پھول، کیونکہ یہ عجیب سا ہونے کے باوجود خوب صورتی کے لیے رکھا جاتا ہے۔
س: پیاز اور پیار میں کیا چیز مشترک ہے جلدی سے بتا دیں؟
ج: تم بس رونے کی بات کسی بھی طرح ضرور کرنا اب میں تمہیں میٹا کماری نہیں کہوں گی، شبنم۔
س: یہ گھڑی کی ٹک ٹک ہم سے کیا کہہ رہی ہے؟
ج: یہی کہ تمہاری شامت آنے والی ہے میاں کے گھر آنے کا ٹائم ہو رہا ہے اور ابھی تک تم نے کچھ نہیں پکایا بھی نہیں۔
س: وہ میرے کان میں روز یہی کہتے ہیں کہ......
ج: کاش تم سدھری ہوتی گھر کے کام کی ماہر خاتون ہوتیں۔
س: مرد حضرات کی "میں" سے کیسے نمٹنا چاہیے؟
ج: اپنی میں کو ختم کر کے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔

جاذبہ عباسی...... ویول مری
س: آداب عرض ہے جناب، اوہو، ہم نے ادھر مری میں رہتے ہوئے گرم کپڑے اسٹور روم میں ڈال دیے اور آپ کراچی میں پہنے بیٹھی ہیں؟
ج: یہ کپڑوں کا قصور نہیں دراصل تمہاری نظر کا قصور ہے۔
س: ہم اکثر سوچتے ہیں کہ اگر ہمارے پنکھ ہوتے اور ہم ہر جگہ اڑتے پھرتے تو آپ ہم سے کتنا جیلس ہوتی، ہے نا؟
ج: بھلا میں چڑیوں سے کیونکر جیلس ہوں گی، اب اپنا منہ مت بناؤ جو بات سچ ہے وہی کہوں گی نا۔
س: کاش آپ کا چشمہ ہمارے ہاتھ لگ جائے اور ہم وہ لے کر بھاگ جائیں۔
ج: پرائی کی چیزیں چرانے کے علاوہ کچھ اور بھی کر لو کسی دن پکڑی گئی تو بہت ڈنڈے پڑیں گے۔
س: ہمیں تو اماں جان کے بلانے کی صدا سنائی نہیں دی بھلا آپ کو کیسے معلوم کہ وہ ہمیں یاد کر رہی ہیں؟
ج: کیونکہ تمہارا آلۂ سماعت کان سے نکل گیا ہے ذرا

ٹھیک سے لگالو ورنہ ماں جان کی چپل کا جلوہ آتا ہی ہوگا۔

حرا قریشی...... بلال کالونی ملتان

س: ڈیئر آپیا! یہ ادیب لوگ اس قدر عمیق اور زیرک سوچ کیوں رکھتے ہیں؟

ج: ان کی سوچ پر سوچ سوچ کر تم غائب دماغ مت ہوجانا، کیونکہ ابھی دوسرے گھر ہے تم کو جانا۔

س: مجھے لگتا ہے آپ بہت پروقار، مہذب اور سادہ سی ہیں ایم آئی رائٹ؟

ج: پہلی بار آپ رائٹ ہو۔

س: آپ کے اکثر جواب، لاجواب اور رس ملائی سا لطف دیتے ہیں۔

ج: اسی لیے آپ کے اکثر سوال ہم کھا جاتے ہیں کہ کہیں آپ کو شوگر نہ ہوجائے۔

س: ڈیئر شمائل، اپنی زندگی کا وہ گراں قدر، نایاب لمحہ بتائیں جو آپ کبھی بھول نہیں پائیں؟

ج: جب آپ ہماری محفل سے رخصت ہوتی ہیں دوبارہ آنے کے لیے۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

س: آپی اپنا چاند چہرہ دے کر ہم پھر سے حاضر خدمت ہیں بتائیں کس جگہ ہودن کریں؟

ج: چاند چہرے کے حوالے سے کتنی خوش فہمی ہے نا تم کو۔

س: آپی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کیا واقعی مگر کس طرح جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

ج: ممنون تو آج کل بہت ہی معروف ہیں ان کی بات نا کروں کہیں...... دل کو اگر دل سے راہ ہوتی تو پھر راستے کہاں جاتے ہیں؟

س: آپی شادی لڈو ہے موتی چور کا جو کھائے وہ بھی پچھتائے جو نہ کھائے وہ بھی پچھتائے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ج: ابھی انتظار کرو جب باری آئے تو کھا کر پچھتالینا۔

س: آپی سنا ہے آپ نے ہماری یاد میں رو رو کر ٹب بھر دیے ہم کتنے خوش نصیب ہیں نا۔

ج: آئے نہا لیجیے اور مزید خوش ہوجایئے۔

لائبہ میر...... حضرو

س: سن لے بی بی جھپٹے تک والی...... او سوری پلیز میں تو صرف گانا گارہی تھی مجھے بالکل بھی خیال نہیں تھا کہ آپ کی ناک بھی......؟

ج: ہماری ناک تو ٹھیک ہے البتہ اپنی ناک آئینہ میں دیکھ کر اتنا بھی نہیں ڈرنا چاہیے اب۔

س: میں اکثر سوچتی ہوں کیلے کے چھلکے میں ایسا کیا ہوتا ہے کہ پاؤں رکھتے ہی بندہ گیند کی طرح رڑنے لگتا ہے آپ کو تو پتا ہوگا نا؟

ج: بہت اچھے سے پتا ہے اب تم کو اتنا جو رڑتے ہوئے جو دیکھتے ہیں۔

س: کان کھول کر سن لو آپی بندہ بھوک سے گھٹ کر جو مرضی ہو کھاتا لیکن پھر میرے سوال لگتے تو مجھ سے برا......

ج: آپ کے سسرال والے ہم تو خوامخواہ بدنام ہیں۔

س: کل بازار سے گزرتے ہوئے پروین افضل اور آپ کے ان کو دیکھا تھا پر نس افضل صاحب تو ڈھائی کلو کا گنجا اٹھائے ہوئے تھے اور آپ والے...... اف آہستہ بولتی ہوں نا کان کیوں میرے منہ میں ٹھونس رہی ہیں؟

ج: تم میری اور پروین افضل کی چھوڑو اپنے 'ان' کی فکر کرو ہائے بے چارا......

س: آپ کے ان کا غذ، جیسے بندہ کے سر پر تربوز، دانت وغیرہ بنا تھیں تھے یا نہیں یا مونچھوں کے جال کے پیچھے گم تھے اور دونوں ہاتھوں میں، ہائے اللہ ہاتھ بتائیں سانس بھی رک گئی ہے میری۔

ج: ہاں سانس تو رکے گی اپنے کلو خان میاں کی ایسی تصویر دیکھ کر، ہم تو ابھی سنبھل ہیں۔

مریم بیگ...... وہاڑی

س: آپی پہلی دفعہ آئے ہیں پروٹوکول؟

ج: کس سیاسی پارٹی سے تعلق ہے تمہارا گو ویش کو اچھا لگا پروٹوکول؟

س: دو محبت کرنے والوں کا ملاپ کیوں نہیں ہوتا؟

ج: خرچہ پہلے ہی اتنا ہو چکا ہوتا ہے کہ ملاپ کا خرچہ برداشت سے باہر ہوتا ہے اس لیے۔

س: نکاح کے وقت دلہن روتی ہے دولہا کیوں نہیں؟

ج: دولہا ساری زندگی جو روتا ہے۔

س: رات بڑا حسین خواب دیکھا بھلا کیا؟

ج: اپنے ہونے والے گنجے میاں جی کو دیکھا ہے نا اب چپ دوست سب کو بتاؤ۔

س: خدا حافظ اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔
ج: پھول بن کر مہکتی رہو۔

این کنول..... کوٹ ادو

س: آپی پہلی بار شرکت کی ہے میرا خط ردی کی ٹوکری میں مت ڈالنا۔
ج: اس میں جگہ کم تھی اس لیے بچ گیا۔
س: آپی گرمیاں آگئی ہیں اور آپ نے ابھی تک سردیوں کا لباس پہنا ہوا ہے کیوں جی؟
ج: تمہاری نظر کمزور ہے اس کا اندازہ تمہارے آنے سے ہی ہو گیا تھا۔
س: آپی کیا محبت واقعی قربانی مانگتی ہے؟
ج: جی محبت قربانی مانگتی ہے اس لیے ہم ہر سال عیدالضحیٰ پر اسے قربان کر دیتے ہیں۔
س: آپی آپ کے نزدیک سب سے بہترین رشتہ کون سا ہوتا ہے؟
ج: والدین کا رشتہ اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔
س: میں نے سنا ہے جہاں لڑائی ہوتی ہے وہاں پیار ہوتا ہے آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: میرا خیال ہے جہاں لڑائی ہوتی ہے وہاں جنگ ہوتی ہے اور جنگ تھمنے کے بعد پیار ہوتا ہے۔

فیروجٹ ماہ وشاہ..... 132 جنوبی سرگودھا

س: ہمی آپی کیا حال چال ہے؟
ج: مجھے چھوڑو اپنا بتاؤ اتنی بدحواس کہاں سے آرہی ہو۔
س: آپی جی جس قوم کی عورت بے پردگی کرتی ہے اس قوم کا کیا حال ہوتا ہے؟
ج: وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔
س: آپی جی اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو ہمیشہ عزت کی چادر دے آمین۔
ج: آمین، ویسے ایک بات بتاؤ ان پر عمل بھی کرتی ہو یا صرف باتیں.....
س: آپی جی میری پیاری سی کزن ماہرہ کو سالگرہ وش کردیں۔
ج: آپ کی پیاری کزن ماہرہ کو سالگرہ مبارک ویسے سچ بتاؤ کتنے سال پرانی ہے۔

لاریب عندلیب..... خیر پور ٹامیوالی

س: عجیبہ آتا ہے تنہائی میں کبھی ان کا خیال تو.....؟
ج: لاحول ولا قوۃ پڑھ کر بھگا دیا کرتیں ہوگی ہے نا.....
س: پھولوں کی نمائش میں اگر دو بھی ہوا تو اس بار گلابوں کو بڑی آگ لگے گی، بھلا کون؟
ج: آپ کے ہوتے کوئی جوہی و گلاب کو مات دیتا ہے۔
س: مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں تو چھپی نظروں سے دیکھ پر دیکھ تو سکی۔
ج: پہلے اس قابل ہو جاؤ پھر دیدار کرانا۔

امرینہ خان امبر..... جاسل پور

س: پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں جگہ ملے گی یا یہیں سے واپسی کی راہ ہو لوں۔
ج: جگہ مل جائے تو ٹھیک ورنہ دائیں ہاتھ پر دروازہ ہے اور ذرا سا بائیں ہاتھ پر مڑ کر راستہ۔
س: آپی انسان اپنے فائدے کے لیے اتنا خود غرض کیوں ہو جاتا ہے کہ ہر رشتے کی پہچان مٹ جاتی ہے؟
ج: کیونکہ اس کا فائدہ دیکھ کر دوسرے رشتے اس کو پہچاننے لگتے ہیں۔
س: مجھے چاند بہت اچھا لگتا ہے وہ مجھ سے ہزاروں باتیں کرتا ہے کبھی آپ نے چاند کی باتیں سنیں؟
ج: نہیں بھئی آپ کے چندا ماما کی باتیں بھلا ہم کیوں سنیں۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں پھر ملیں گے خدا حافظ۔
ج: سدا خوش رہو اپنی ساس کے ساتھ۔

گلو کیکر والا..... جھنگ صدر

س: پہلی بار انٹری ماری ہے آپ کی محفل میں جگہ مل جائے گی یا منانی پڑے گی؟
ج: تمہارے سائز کے حساب سے جگہ بنانے میں تھوڑا ٹائم لگے گا لیکن مل جائے گی۔
س: آپی لوگ اپنی تعریف آپ کیوں کرتے ہیں؟
ج: میاں مٹھو ہوتے ہیں اس لیے اب آپ میری تعریف کرو۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

فاطمہ رضوان۔شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ میں اپنی تائی کا مسئلہ لکھ رہی ہوں ان کے لیے کوئی دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ اپنی تائی کو SEPIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

مشتاق اٹک سے لکھتے ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں کیا میں HAIR GROWER استعمال کرسکتا ہوں۔

محترم آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے ان کی جگہ نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے۔

فادیہ امبر اٹک سے لکھتی ہیں کہ میں پیسے خط کے ساتھ ہی بھیج رہی ہوں مجھے HAIR GROWER ارسال کردیں۔

محترمہ آپ کے لفافے سے کوئی رقم برآمد نہیں ہوئی۔ ہمیشہ لکھا گیا ہے کہ رقم منی آرڈر کے ذریعے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ پھر بھی آپ لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور اپنی رقم سے محروم ہوجاتے ہیں۔

آمنہ میانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں میں بہت پریشان ہوں میرے لیے مناسب ہو تو APHRODITE ارسال کردیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ایفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 2،3 بوتل کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کے چہرے کے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نور فاطمہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں۔ APHRODITE کی ایک بوتل منگوائی تھی اور منگوانا چاہتی ہوں اس کے ساتھ کوئی کھانے کی دوا بھی بتادیں۔

محترمہ آپ OLIUMJAC-3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔

s.s رحمان گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میں نے قد بڑھانے کی دوا استعمال کی تھی مگر قد میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اس کے علاوہ مجھے سیلان کی شکایت بھی ہے اور دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے اس کے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں HAIR GROWER کے علاوہ کوئی دوا بھی بتا دیں۔

محترمہ آپ نے قد بڑھانے کے لیے کوئی دیسی دوا استعمال کی ہوگی ہومیو پیتھک دوائیں ہمیشہ جرمنی کی سیل بند استعمال کریں۔ ان شاء اللہ ضرور فائدہ کریں گی سیلان کو ختم کرنے کے لیے OVATESTA-3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں کزن کو ہیئر گروور کے ساتھ ACID FLOUR-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

نیلم خان لیہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر گھنے بال ہیں اور اب تو گردن اور سینے پر بھی نکلنے لگے ہیں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ OLIUMJAC-3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 3،4 بوتل کے استعمال سے ان شاء اللہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

حجاب حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ پر بہت زیادہ تل ہیں جو کہ باریک ہیں ان کا رنگ بلیک ہے پلیز کوئی اچھا سا علاج بتائیں تاکہ یہ ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ THUJA (Q) کے 10 قطرے آدھا

کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو ایک بار روزانہ تلوں پر لگایا کریں۔

اے پی میانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 4،5 بوتل استعمال کرنا ہوں گی اس کے علاوہ OLIOCM JAC-3X جرمنی کی بنی ہوئی کسی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ممتاز بیگم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے زنانہ تکلیف ہے میری بیٹی کی آنکھوں کا مسئلہ ہے نظر کمزور ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA - 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ پیا کریں اور بیٹی کو آنکھوں کے ڈاکٹر کو دکھائیں۔

سونیا ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا قد 5 فٹ 2 انچ ہے۔ میں اپنا قد مزید بڑھانا چاہتی ہوں اور میرے چہرے پر سیاہ تل ہیں میں ان سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتی ہوں مہربانی فرما کر کوئی دوا تجویز فرمادیں۔

محترمہ آپ CLC PHOS-6X کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور BARIUM CARB-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں یہ دوائیں 3 ماہ تک استعمال کریں قد بڑھنا شروع ہوجائے گا ان شاء اللہ۔ 23 سال کی عمر میں قد نہیں بڑھ سکتا۔

ا۔ب۔ج کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے اپنی بیٹی کے متعلق آپ کی رہنمائی درکار ہے جس کی عمر سوا سال اور وزن ساڑھے 9 کلو ہے اسے جب بھی نزلہ زکام ہوتا ہے وہ چیسٹ انفیکشن کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

محترمہ آپ بچی کو CLC CARB-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں۔

شاہد اقبال ملتان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 25 سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا سر تیزی سے گنجا ہورہا ہے میرے سر کے آگے کے بال تقریباً اڑ گئے ہیں مہربانی فرما کر کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 3،4 بوتل کے استعمال سے آپ کے بال لمبے گھنے مضبوط اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

آرزو، رابعہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODAM 1000 کے 5 قطرے ہر 15 ویں دن ایک بار پیا کریں اپنی والدہ کو THRIDION-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں فالتو بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

محمد ثاقب عمیر لودھراں سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شہناز کوثر ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری بچی کا قد چھوٹا ہے اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترم قد بڑھانے کی دوا اوپر لکھی ہے وہی استعمال کرائیں۔

ریحانہ کوثر سمبڑیال سے لکھتی ہیں کہ مجھے 2 سال سے سیلان کی شکایت ہے آپ پلیز مجھے کوئی اچھی سی دوا تجویز

کردیں۔

محترمہ آپ ALUMINA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

چراغ محمد چنیوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرے جسم کے سارے بال جھڑ گئے ہیں اور سرعت انزال کی بھی شدید شکایت ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سیماب خان سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور سفید ہو رہے ہیں اب پتلے بھی ہوگئے ہیں اور میرا ماہانہ نظام بھی ٹھیک نہیں ہے برائے مہربانی اس کا کوئی علاج بتائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ PLILSATILLA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں، ہیئر گرو آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

عذرا رمضان خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ پریگنینسی کے بعد پیٹ بڑا ہوگیا ہے اور میری ساس کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے جوڑوں میں درد ہوتا ہے اور نیند کم آتی ہے دوا بتائیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ساس کو COLCHICUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

مسز احمد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو سیلان کی شکایت ہے اور خارش بھی ہوتی ہے اور آنکھوں میں موتیا ہے کوئی دوا بتائیں کہ آپریشن نہ کرانا پڑے۔

محترمہ آپ امی کو KREOSOT-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی موتیا کا آپریشن کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔

سدرہ ملک مرید کے سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ALFALFA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو BERBARISAQUI(Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

عروہ شفیق مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ہیئر گرو اور بریسٹ بیوٹی کے لیے 1250 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دواؤں کا نام ضرور لکھیں۔

رانا امتیاز علی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ OPIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ن۔ ی سانگھڑ سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم پر موٹاپا بہت ہے۔ ماہانہ نظام کی خرابیاں ہیں اولاد نہیں ہے۔ ایک بچہ ضائع ہوچکا ہے مجھے کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

م۔ ر۔ اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

بنت علی حیدر سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ سانولا ہے میں گوری ہونا چاہتی ہوں میرے لیے بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ IODUM-1000 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار پیا کریں۔ یہ دوا 6 مہینے تک جاری رکھیں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور پر دوا مل جائے گی۔

عائشہ علی منگووال سے لکھتی ہیں کہ میں موٹاپے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور قد بھی بڑھانا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس عمر میں قد بڑھنا مشکل ہے۔

شبانہ اسحاق بخاری ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے ہیں جو کہ نشان چھوڑ جاتے ہیں اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPSHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ JODUM-1000 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر 15 دن میں ایک بار پیا کریں 6 ماہ کا کورس مکمل کر لیں۔

عنبرین احمد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری بچی ڈھائی سال کی ہے ابھی تک اسے بولنا نہیں آتا ایک ایک لفظ بولتی ہے جملے نہیں بول سکتی۔ اس کے لیے کوئی دوا بتائیں اس کے علاوہ بتائیں کیا میں بچی کو دودھ پلانے کے ساتھ ایفروڈائٹ اور ہمیر گرو در استعمال کر سکتی ہوں۔ اس کا کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔

محترمہ آپ بچی کو BRYTA CARB-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک دفعہ پلائیں۔ ہمیر گرو در اور ایفروڈائٹ استعمال کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

ام فروا خانیوال سے لکھتی ہیں کہ مجھے دائمی نزلہ زکام کی شکایت رہتی ہے اس کے لیے کوئی دوا تجویز کریں جو حمل کے زمانے میں بھی استعمال کرسکوں اس کے علاوہ میں کچھ انگریزی ادویات استعمال کر رہی ہوں کیا ان دواؤں کے دوران ہومیو پیتھک دوا استعمال کر سکتی ہوں۔

محترمہ آپ ایلو پیتھک دواؤں کے ساتھ ہومیو پیتھک دوائیں استعمال نہ کریں ان کے ساتھ ہومیو پیتھک دواؤں کے اثرات کم ہو جاتے ہیں۔

طٰحہ ارشد چکوال سے لکھتے ہیں کہ مجھے ایک سال کی عمر سے مٹی کھانے کی عادت ہے اب میری عمر 25 سال ہو گئی ہے کسی طرح یہ عادت چھوٹتی نہیں ہے۔ میری صحت تباہ ہو چکی ہے۔ میری 25 سالہ بیماری کا علاج بتائیں ہمیشہ ممنون رہوں گا۔

محترم آپ CICUTA VIROSA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مس حاجرہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ اپنی میڈیکل رپورٹ ارسال کر رہی ہوں ڈاکٹرز آنتوں کی سوزش کہتے ہیں آپ کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ کی اپر لیجڈوسن کی رپورٹ موصول ہوئی جو سب نارمل ہے آنتوں کی سوزش ختم کرنے کے لیے PICRO TOXINUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سکندر احمد چنیوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ SALIX NIGRA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

حنا احمد

پینے کا پانی صاف کرنے کے طریقے

اس لیے بہت ضروری ہوجاتا ہے کہ ہمارے گھروں میں ایک دفعہ پھر اس آلودہ پانی کو صاف کیا جائے اور اس میں موجود مہلک جراثیم کو تلف کیا جائے۔ گھروں کی سطح پر پانی کو صاف کرکے استعمال کے قابل بنانے کے طریقوں کو عام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ یہ طریقے آسان اور کم خرچ ہوں تاکہ ہماری آبادی کے غریب سے غریب طبقات ان پر عمل کرکے اپنی صحت کو محفوظ کرسکیں۔

سب سے زیادہ عام طریقہ پانی کو دس منٹ ابالنا اور پھر اس کو باریک کپڑے سے چھاننا ہے۔ ابالنے سے پانی میں موجود مہلک جراثیم تلف ہوجاتے ہیں اور چھاننے کے عمل سے غیر حل شدہ کثافتیں پانی سے الگ ہوجاتی ہیں لیکن اس طریقہ کار میں ایک تو ایندھن کا خرچ زیادہ ہے پھر یہ کہ ابالنے کے بعد پانی کا مزا بدل جاتا ہے اور خوشگوار نہیں رہتا۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اگر ابلا ہوا پانی کسی ایسے برتن میں اسٹور کیا جائے جس میں پہلے سے جراثیم موجود ہوں تو ابلا ہوا پانی ایک بار پھر آلودہ ہوجاتا ہے اور اس میں مہلک جراثیم تیزی سے پرورش پانے لگتے ہیں۔

گھروں میں استعمال کرنے کا ایک اور سسٹم الٹرا وائلٹ فلٹر کا ہے جو کہ نلکوں پر فٹ ہوجاتے ہیں اس میں پہلے نہایت باریک فلٹروں میں سے فلٹریشن کے عمل سے پانی میں سے تمام غیر حل شدہ کثافتوں کو دور کرلیا جاتا ہے اور پھر پانی میں سے الٹرا وائلٹ شعاعیں گزار کر اس میں موجود تمام مہلک جراثیم کا خاتمہ کیا جاتا ہے لیکن اس انتظام میں بھی کئی قسم کی قباحتیں ہیں یہ سسٹم کافی مہنگا ہوتا ہے اس کے فلٹر بار بار بند ہوجاتے ہیں اور بدلنے پڑتے ہیں جو کہ اضافی خرچ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات ہے کہ اگر نلکے کا پانی براہ راست استعمال نہ کیا جائے اور تھوڑی دیر کے لیے بھی کسی ایسے برتن میں رہے جس میں جراثیم موجود ہیں تو تمام صاف شدہ پانی ایک بار پھر آلودہ ہوجاتا ہے۔ پھر یہ بات ہے کہ یہ سسٹم ان مقامات پر چلایا ہی نہیں جاسکتا جہاں پانی نلکوں کے ذریعے سپلائی نہیں ہورہا یا جہاں بجلی کی سپلائی ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔

ہم اپنے گھریلو پانی کو استعمال کے قابل بنانے کے لیے بلیچنگ پاؤڈر، کلورین سلوشن، پوٹاشیم پرمیگنیٹ یا آیوڈین بھی استعمال کرسکتے ہیں لیکن بلیچنگ پاؤڈر اور کلورین میں ان کی محفوظ اسٹوریج کا مسئلہ درپیش رہتا ہے کیونکہ ان کو ایسی جگہ اسٹور کرنا ضروری ہوتا ہے جہاں نمی یا سورج کی روشنی نہ پہنچے کیونکہ دونوں کی موجودگی میں یہ تیزی کے ساتھ اپنی اثر اندازی کھودیتے ہیں۔ پوٹاشیم پرمیگنیٹ اور آیوڈین کام تو کرتے ہیں لیکن ان دونوں کی قیمت عام آدمی کی گنجائش سے زیادہ ہے۔

گھروں میں پانی صاف کرنے کے لیے کلورین کی گولیاں سب سے موزوں پائی گئی ہیں۔ 0.5 گرام کی ایک گولی بیس لیٹر پانی صاف کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ یہ دھوپ یا نمی سے اپنا اثر زائل نہیں کرتیں اور یہ قیمت میں بہت ہی سستی ہیں۔ دیہی علاقوں میں یہ آرام سے پانی کے مٹکوں اور گھروں میں پانی اسٹور کرنے کے دوسرے برتنوں میں ڈال کر ہم پانی میں پائے جانے والے جراثیم سے موثر حفاظت پاسکتے ہیں یا پھر ان کی زیادہ مقدار ہم پانی کے کنوؤں یا دوسرے پانی کے بڑے ذخیروں میں ڈال کر پانی میں موجود مہلک جراثیم کو ختم کرسکتے ہیں جبکہ شہری علاقوں میں ہم ان کو بڑے آرام سے زیر زمین ٹنکیوں، چھت پر بنی ہوئی ٹنکیوں اور پانی اسٹور کرنے کے برتن میں ڈال کر ہم اس بات سے بے فکر ہوسکتے ہیں کہ ہمارے گھر کے پانی کی تمام سپلائی جراثیم سے پاک ہوچکی ہے اور ہم گھر کے کسی بھی برتن میں رکھے ہوئے پانی کو بلاخوف وخطر استعمال کرسکتے ہیں۔

عائشہ سلیم.....کراچی

دیگر باتیں

دھوپ میں اکثر و بیشتر لوگ آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتے اور بے پروائی برتتے ہیں جو کہ بہت مضر ثابت ہوتا ہے آنکھوں کو دھول دھوپ اور گرد وغبار سے بچانا بہت ضروری ہے۔ دھوپ میں جلنے سے سورج کی کرنیں سیدھی آنکھوں پر پڑتی ہیں جو آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں اس لیے سن گلاسز کا استعمال آنکھوں کو سورج کی شعاعوں کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ باہر سے آنے کے بعد آنکھوں کو صاف اور ٹھنڈے پانی سے بار بار دھوئیں اور خالص عرق گلاب آنکھوں میں ڈالیں۔

گرمیوں میں بالوں کی حفاظت بھی بڑا مسئلہ ہے بالوں کو گرمیوں میں پیچھے کی طرف کر کے بینڈ لگالیں باہر نکلتے وقت سر کو کور کرلیں۔ دوپٹہ یا اسکارف ضرور سر پر رکھیں تاکہ بال تیز دھوپ سے محفوظ رہیں۔

بالوں پر موئسچرائزنگ آئل یا ہیئر آئل لگانا مفید ہے وٹامن ای والی غذاؤں کا استعمال کریں کیونکہ یہ وٹامن بالوں کی چمک کے لیے بہت مفید ہے۔ نہانے کے بعد کوشش کریں کہ بال ہوا میں سکھائیں ہیئر ڈرائر کا استعمال بالوں کو مزید خشک کردیتا ہے۔

گرمیوں میں بالوں کو تین سے چار ہفتوں کے وقفے سے ترشوائیں اس موسم میں چونکہ بال زیادہ توجہ مانگتے ہیں اس لیے بال باقاعدگی سے دھوئیں۔ مہندی بالوں کے قدرت کی طرف سے بہترین کنڈیشنر ہے اسے لگانے سے گرمیوں میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے اور بال نرم و ملائم ہوجاتے ہیں۔

یاد رکھیں گرمیوں میں ہمیشہ پانی زیادہ سے زیادہ استعمال کریں اور باہر جانے سے پہلے پانی ضرور پی لیں ہمیشہ بالوں کو ڈھک کر باہر جائیں آنکھوں پر گلاسز لگالیں اگر مجبوری نہ ہو تو تیز گرمی میں باہر نہ نکلیں سبزیوں اور پھلوں کا استعمال زیادہ کریں۔

موسم گرما کے مشروبات

موسم گرما میں حدت سے محفوظ رہنے کے لیے شربت کا استعمال مفید ہے۔ پھلوں کے استعمال کے ساتھ ہلکے پھلکے مشروبات بھی جسم میں نمکیات کی کمی کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر لیموں کا رس نکال کر اسے ایک برتن میں جمع کرلیں اب اس میں تھوڑی چینی اور پانی ملا کر اس کا شربت تیار کرلیں اور تھوڑی برف ڈال کر پئیں ایسا کرنے سے آپ خود کو پرسکون محسوس کریں گے اور آپ کی تمام جسمانی تھکن دور ہونے کے ساتھ آپ کے جسم سے پسینے کی صورت میں خارج ہونے والے نمکیات کی کمی کو قابل ذکر حد تک پورا کرنے میں خاطر خواہ مدد ملے گی۔ اسے تیار کرنا نہایت آسان ہے اور لیموں ہر جگہ با آسانی دستیاب بھی ہیں اس لیے اس کا شربت ہر کوئی گھر پر با آسانی تیار کرسکتا ہے۔

اس کے علاوہ فالسے اور ستو دونوں ہی موسم گرما کی خاص سوغاتوں میں سے ہیں۔ فالسے کا شربت نا صرف آپ کو تروتازہ کرتا ہے بلکہ آپ کے معدے کی گرمی کو بھی دور کرتا ہے اور شدید گرمی میں بھی نظام ہاضمہ درست رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اس کے ساتھ ستو کا استعمال بھی گرمیوں میں نہایت مناسب رہتا ہے اس کی تاثیر ٹھنڈی ہے اور یہ گرمیوں میں تیز دھوپ اور تھکن کے باعث ہونے والی نقاہت سے محفوظ رکھنے کے ساتھ آپ کو سکون کا احساس دلاتا ہے۔ چھوہارے یا بادام کو پیس کر اس کا شربت بنایا جاتا ہے جو بہت کارآمد اور فائدہ مند ہے۔ اس موسم میں دہی کی لسی پینا بھی مفید ہے اس کے علاوہ "تخم بالنگا" جو کہ چھوٹے چھوٹے کالے رنگ کے بیج ہوتے ہیں جنہیں پانی میں ڈالا جائے تو وہ پھول جاتے ہیں انہیں فالودے میں ملا کر یا ٹھنڈے دودھ یا پانی میں ملا کر پی لیں۔ ہر صورت میں بہت فائدہ مند ہے خاص طور پر گرمیوں کے دنوں میں اس کا استعمال پیٹ کو ٹھنڈا رکھتا ہے۔

غزہ نعیم ...... خانیوال

السلام علیکم! ابھی کچھ دن پہلے میں اپنے بیٹے منہاج کی منگنی کا احوال لے کر حاضر ہوئی تھی اب الحمدللہ میں منہاج کی شادی کے احوال کے ساتھ ایک بار پھر حاضر خدمت ہوں۔

"بیٹے" اور "بھائی" کی شادی کا ارمان ہر ماں اور بہن کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں منہاج کی شادی اکتوبر کی بجائے مارچ میں طے کرنی پڑی کیوں کہ میری منجھلی بیٹی صوفیہ کے شوہر مظہر کو آفس کی طرف سے ریاض جانا پڑا اور اپریل میں صوفیہ کا بھی جانا متوقع تھا اور منہاج کی شادی صوفیہ کے بغیر ہو یہ قطعی ناممکن تھا اور اگر ہم رکتے تو مزید دو سال تک شادی روکنا بھی اچھی بات نہیں تھی اسی لیے اچانک ہی شادی طے ہوئی اور دھماکے دار تیاریوں کا آغاز ہوگیا۔

نکاح بائیس مارچ' دلہن (اریبہ) کے مایوں تئیس مارچ' منہاج کی مہندی چوبیس مارچ' شادی ستائیس مارچ اور ولیمہ اٹھائیس مارچ کو طے پایا۔

میری تینوں بیٹیاں طیبہ' صوفیہ' جویریہ اور میں' ہم لوگ تو گھن چکر بن گئے تھے۔ سب سے پہلے دلہن کی تیاری اسٹارٹ کی' بری کے دیگر سوٹ تو ہم نے خرید لیے مگر شادی اور ولیمے کے جوڑے' سینڈلز' جیولری کے لیے ہم کراچی کے تمام بازاروں اور شاپنگ سینٹرز میں گھومے حتیٰ کہ بنارس کالونی بھی گئے اور کئی پہاڑی کی سیر بھی کرلی آخرکار کافی تگ و دو کے بعد شادی کے لیے ڈل ریڈ اور فان شرارہ لونگ شرٹ کے ساتھ پسند آگیا جس پر نگینوں سے بھاری کام اور پنجز بنے ہوئے تھے جس پر ملٹی کلر بنارسی لائننگ کے ساتھ شرٹ اور دوپٹے پر پائپین

بھی لگوائی تھی۔

ولیمے کے لیے بنارس کالونی سے پرپل اور گولڈن بنارسی پاجامے کے ساتھ ہاف وائٹ بنارسی شیفون جارجٹ کا حیدرآبادی کھڑا دوپٹہ' کرتی اور اس کے ساتھ ہی اوپر سے اوڑھانے والا دوپٹہ بھی لیا' جسے بعد میں پرپل میچنگ کے ساتھ ڈائی کروایا تھا۔ اس پر ولیمے کے حساب سے نگینوں اور پرل کا کام بھی بنوانا تھا کیونکہ پورے چھ گز کا ایک دوپٹہ جس پر پاجامے کے کپڑے کی ایپلک کے ساتھ کام بنوانا تھا۔ اوپر والے دوپٹے پر بھی پرل اور گولڈن نگینوں سے ڈبل ہاتھا پٹی پر ایپلک کے ساتھ کام کروانا تھا۔ کرتی کے گلے' شولڈرز' سلیولیس' دامن اور کلیوں پر بھی کام ہونا تھا۔ اس لیے من پسند کام کے لیے بھی کئی مارکیٹوں کا رخ کیا' کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق کسی کے مشورے پر کورنگی کی مارکیٹ کا بھی دورہ کرلیا اور آخرکار ایک کام پسند کرکے آرڈر دے دیا۔

ساتھ ساتھ ہماری تیاریاں بھی چل رہی تھیں' اریبہ (دلہن) کی شادی اور ولیمے کی سینڈلز اور تینوں بیٹیوں کی اپنی پسند کے مطابق تیاریاں کرنا بھی خاصا مشکل مرحلہ تھا کیوں کہ ایک ہی بھائی ہے تو سارے ارمان ایک ہی وقت میں نکلنے تھے پھر بھائی بھی اگر

منہاج جیسا ہو (الحمدللہ) تو بہنوں کے گھر اور ارمان بھی بڑھ جاتے ہیں۔ دو بڑی اور ایک چھوٹی بہن' چھوٹی کے تو انداز نرالے تھے جبکہ اشنہ' ہانیہ کے الگ نخرے تھے ان کو تو ہر چیز دلہن مائی جیسی چاہیے تھی۔

ہم کمبائنڈ فیملی میں رہتے ہیں گراؤنڈ فرسٹ اور سیکنڈ فلور پر ضیاء کے دو بڑے بھائی ساتھ ہیں۔ ہم سیکنڈ فلور پر ہیں' کمبائنڈ فیملی کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے گو کہ کافی بچوں کی شادیاں ہو چکی ہیں مگر ایسے موقعوں پر تو سب اکٹھا ہو کر ہنگامے بازیاں کرتے ہیں۔ ایک ماہ پہلے سے ہی ڈھولک پر گانے اور بچوں کی لڈیاں عروج پر تھیں۔ ٹیلرز اور مارکیٹوں کے چکروں میں' میں گھن چکر بن کر رہ گئی تھی کیوں کہ اصل ذمہ داری تو مجھ پر ہی تھی۔

بائیس مارچ کو ہم نمازِ عصر کے بعد نکاح کی رسم ادا کرنے اریبہ کے گھر پہنچے۔ آج منہاج نے وائٹ کاٹن کا شلوار کرتا پہنا تھا جب کہ اریبہ نے میرون کلر کا جارجٹ کا ہلکے کام والا سوٹ پہنا تھا۔ ہمارے یہاں نکاح کے بعد دلہن کو کالے موتیوں والا گولڈ کا ہار پہنایا جاتا ہے' میں نے نکاح کے بعد اریبہ کو وہ ہار پہنایا اور اریبہ کی والدہ نے اسے اپنے گھر کی نت پہنائی پھر میں نے اسے وہ دوپٹہ اوڑھایا جو میں نے اپنے نکاح کے بعد اوڑھا تھا۔ اریبہ بہت اچھی لگ رہی تھی' منہاج بھی بہت پیارا لگ رہا تھا۔ نکاح کے بعد ہم نے مہمانوں میں چھوارے تقسیم کیے اور اریبہ کی امی نے ریفریشمنٹ اور چائے سے سب لوگوں کی تواضع کی' الحمدللہ نکاح سے فارغ ہو کر ہم مغرب کی نماز کے بعد واپس اپنے گھر لوٹے۔

چھبیس مارچ کو اریبہ نے مایوں بیٹھنا تھا اور ہم لوگوں نے بھی اسی دن مہندی لے کر جانا تھا۔ ایک دن پہلے سے میرے گھر پر میری بہنیں' ضیاء کی بہنیں' بھانجیاں' بھتیجیاں' جٹھانیاں' میری امی سب لوگ جمع تھے جب کہ منہاج کے دوست خاص طور پر اریبہ کے کپڑوں کی سیٹنگ کرنے آئے تھے کیونکہ ہم نے اریبہ کے بری کے تمام جوڑے ڈمیز پر لگائے تھے' ان کے ہر جوڑے کے ساتھ جیولری سیٹ' چوڑیاں' اور سینڈلز تھے' جیولری سیٹس کو بھی ڈمیز پر لگایا گیا تھا۔ اتنی ساری ڈمیز کے لیے ایک الگ گاڑی کا اہتمام کیا گیا تھا جس پر صرف اریبہ کے جوڑے گئے تھے۔

آج ضیاء نے بلو کاٹن کا سوٹ پہنا تھا' میں نے بلو جارجٹ کی ساڑی پہنی تھی جس پر ملٹی کلر باریک ستاروں کا کام تھا۔ ملٹی کلر پرل کا جیولری سیٹ تھا' طیبہ نے میرون اور فون اور صوفیہ نے گرین اور گولڈ بنارسی ساڑیاں پہنی تھیں جس پر میچنگ انڈین جیولری تھی۔ سعید نے بلو جینز پر مہندی کلر کی شرٹ پہنی تھی' جویریہ نے کاپر سی گرین مہندی کلر کا بنارسی اور نیٹ کا ڈیزائن سوٹ پہنا تھا۔ جب کہ میری

شہزادیوں اشنہ اور ہانیہ نے نرین اور میرون جارجٹ سیکونس کے غرارے لونگ شرٹ کے ساتھ پہنے تھے۔ میرے شہزادے ارحم اور صہیب نے بیگی جینز پر سیم ہگر ارحم نے ریڈ اور صہیب نے یلوٹی شرٹ پہنی تھی۔ الحمدللہ سب لوگ خصوصاً بچے بہت بہت پیارے لگ رہے تھے۔ اریبہ کے مایوں کا اہتمام اریبہ کی بڑی بہن نوشین (جو کہ اریبہ کے برابر میں رہتی ہے) کے گھر کی چھت پر کیا گیا تھا۔ اچھی خاصی بڑی چھت ہے جس کو جھالروں سے خوب صورتی سے سجایا گیا تھا اور چھت کے درمیان جھولے والا خوب صورت سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔

ہمیں گیندے کے کنگن دیے گئے پھر اریبہ کو رسم کے لیے اسٹیج پر لایا گیا' مایوں کے پیلے سوٹ میں سیدھی سادی بنا میک اپ کے اریبہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ پہلے میں نے اور پھر سب نے جس میں میری بیٹیاں' بہنیں' نندیں اور جٹھانیاں تھیں' اُبٹن لگا کر اریبہ کی رسم کی' پھر جویریہ نے اپنی کزنز کے ساتھ مل کر ڈانڈیا کھیلیں' اس کے بعد اشنہ نے بھی اپنی کزنز کے ساتھ گانے پر ڈانس کیا۔ کھانا لگایا گیا کھانے میں کباب' پراٹھا' بریانی' کچوریاں اور گلاب جامن تھے جب کہ بعد میں کولڈ ڈرنک بھی پیش کی گئی تقریباً 12 بجے کے بعد ہم اپنے گھر واپس آئے۔

پچیس مارچ کو ہمارے یہاں مہندی کی رسم تھی' ہم نے مہندی کا اہتمام "جونا گڑھ مسلم گھانچی ہال" میں کیا تھا۔ ہم مقررہ وقت سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے ضیاء نے آج آف وائٹ بوسکی کی قمیص وائٹ شلوار کے ساتھ پہنی تھی اور ویسے ہی بوسکی کی قمیصوں کے ساتھ گھیر دار شلواریں ارحم اور صہیب نے بھی پہنی تھی۔ ساتھ میں گلے میں ملٹی کلر چھوٹی چھوٹی سلک کی چنریاں بھی تھیں۔ میں نے کریم اور گرین کومبینشن کا مروڑی اور دھاگے کے کام والا ڈیزائنر سوٹ پہنا تھا۔ لانگ شرٹ کے ساتھ کریم کلر کے پرل اور نگینوں والی جیولری تھی۔

طیبہ' صوفیہ' جویریہ' اشنہ' ہانیہ ماہا سب نے ایک جیسے کپڑے پہنے تھے' بلو لانگ فراکیں جس پر بناری کوٹیاں تھیں اور بناری ملٹی کلر پاجامے اور ملٹی کلر سلک کی چنریاں تھیں۔ گیندے کے پھولوں کے زیور پہنے سب بچیاں بہت اچھی لگ رہی تھیں' عبید نے بلو لائٹ سی کڑھائی والا شلوار قمیص پہنا تھا۔ ہر ہر

موقع پر مظہر (دوسرے داماد) کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

اریبہ کے گھر والے آئے تو ہم نے انہیں گلاب کی کلیوں کے ساتھ ڈیری ملک چاکلیٹ پیش کی۔ منہاج نے آج لائٹ گرین کرتا اور وائٹ شلوار پہنی تھی۔ کرتے کے گلے پر ڈارک اور لائٹ گرین کڑھائی تھی اسی کی مناسبت سے ڈارک گرین چیک کی چنری گلے میں ڈالی تھی اور بہت فریش اور پیارا

لگ رہا تھا۔ منہاج جب رسم کے لیے ڈھیر ساری بہنوں (ماشاء اللہ) کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تو منہاج کے دوستوں نے خوب شور کیا۔ اریبہ کی والدہ اور بہنوں نے رسم ادا کی اسی دوران منہاج کے دوستوں نے ڈانس اسٹارٹ کردیا اور خوب بھنگڑے ڈالے ساتھ منہاج کو بھی اٹھالائے۔ خوب ہنگامے شور مچ گیا لیکن اس وقت زیادہ شور ہوا جب عبید اور ضیاء بھی بھنگڑے میں شامل ہوگئے۔ ابھی یہ ہنگامہ یونہی جاری تھا کہ ضیاء نے کھانا کھلوادیا اور لوگوں کی توجہ کھانے کی طرف ہوگئی۔

آج کھانے میں حلیم' قیمہ پراٹھا' دہی بڑے' آلو کی ترکاری' مختلف چٹنیاں اور سلاد شامل تھا جبکہ میٹھے میں گلاب جامن تھے' الحمدللہ کھانا بہت اچھا بنا تھا۔

چھبیس مارچ کو وقفہ تھا اس دن سب نے پارلر کا رخ کیا' مہندی تو مجھ سمیت سب کو ہی لگوانی تھی اس کے ساتھ ساتھ کسی کو ہیئر کٹنگ کروانی تھی تو کسی کو بال ڈائی کروانے تھے (جس میں صوفیہ بھی شامل تھی)۔ سارا دن اسی بھگدڑ اور پارلر کے چکروں کی نذر ہوگیا اور اسی رات کو بچوں نے رتجگا کرنے کا بھی پروگرام بنایا ہوا تھا۔

میں نے اور میری چھوٹی سسٹر نصرت نے ڈھیر سارے گلگلے فرائی کیے' جس پر میرے چھوٹے بہنوئی ڈاکٹر عبداللہ نے ہم دونوں کو پانچ سو روپے نیگ دیئے پھر گھر کی تمام بچیوں نے بھی پیسوں کا مطالبہ کردیا تو عبداللہ نے تمام بچوں میں پیسے تقسیم کیے۔ بچوں نے مل کر ابٹن کھیلنا شروع کیا' افف کیا طوفان مچ گیا تھا ہر کوئی ایک دوسرے کو ابٹن تھوپنے کے لیے بھاگ رہا تھا اور میں بھی اس افتاد سے نہ بچ سکی۔ گھر کا چھوٹا سا برآمدہ بھینسوں کے باڑے کا نقشہ پیش کررہا تھا' ہر طرف ابٹن نظر آرہا تھا۔ میں نے سب بچوں کو کہا کہ پہلے گھر اچھی طرح صاف کرنا پھر نہانے کے لیے جانا تقریباً فجر تک یہ ہنگامہ جاری رہا' نماز فجر کے بعد سب کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے۔

ستائیس مارچ کی صبح سے ہی تیاریاں عروج پر تھیں کیوں کہ آج میرے شہزادے کی بارات جو تھی ہمیں لگتا تھا جتنا اہتمام کریں' جتنی تیاریاں کریں وہ کم ہیں کیوں کہ میرا گزشتہ چوبیس سال سے یہ ارمان تھا کہ کب میرا بچہ بڑا ہو اور کب میں اس کی دلہن لے کر آؤں اور ویسے بھی الحمدللہ منہاج عام بچوں کے مقابلے میں الگ ہے۔ بچپن سے ہی سمجھ داری' سب کا خیال رکھنا اس کی فطرت کا حصہ ہے۔ ہمارا وہ قابل فخر بیٹا ہے تو بہنوں کا لاڈلا اور چہیتا بھائی اور سب سے زیادہ تو اشنا اور ہانیہ کا وہ ماموں جانی جس کو وہ آدھی رات میں کہہ کر اپنی فرمائش پوری کرواتی ہیں صرف ہم ہی نہیں اس کے دوست' رشتہ دار' محلے والے ہر کوئی الحمدللہ منہاج کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے (اللہ پاک میرے بچوں کو سلامت' شاد و آباد رکھے آمین)۔

آج بیٹیوں نے اپنی تیاری کے لیے بیوٹیشن کو گھر پر بلوایا تھا' میں میک اپ نہیں کرواتی' فسٹ ٹائم منہاج کی منگنی پر کروایا تھا تو آج بچیوں کے اصرار پر کروا رہی تھی اس شرط پر کہ میک اپ ہلکا ہو۔

ضیاء نے لائٹ براؤن کاٹن کا کلف والا شلوار قمیص پہنا تھا جس پر ڈارک براؤن واسکٹ تھی۔ ضیاء خاصے ینگ لگ رہے تھے۔ عبید نے بلیک اور گرے شیروانی کے ساتھ بلیک پاجامہ پہنا تھا اور ہمیشہ کی طرح اسمارٹ لگ رہے تھے۔ میں نے کاپر مہندی اور وائٹ کومبینیشن والی نیٹ اور بروشیا

کی ڈیزائنر ساڑی پہنی تھی۔ سوفٹ میک اپ کے ساتھ کاپر اسٹون کی جیولری میں اچھی تو لگنا ہی تھا ناں (ہاہاہا)۔ طیبہ نے اپنی ولیمے کا ڈارک اور وائٹ پرپل ڈبل شرارہ پہنا تھا جس پر دبکے ستاروں اور پرل کا بھاری کام تھا۔ بھاری میچنگ نگینوں والی جیولری تھی' صوفیہ نے اپنی شادی کا ریڈ اور فان کلر کا بناری فل ستاروں' پرل اور نگینوں والا شرارہ پہنا تھا۔ جویریہ نے شاکنگ پنک اور گرین کومبینیشن کی ساتھ انڈین نیٹ اور بناری زاعننگ کے ساتھ لہنگا اور چولی پہنی تھی۔ تینوں بچیوں کے خوب صورت ہیئر اسٹائل اور میک اپ کے ساتھ بھاری جیولری' ہاتھ پیر کے ساتھ پہنی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھیں۔

اشنہ' ہانیہ اور ماہا نے بھی سیم جویریہ کے جیسی ڈریسنگ کی تھی مگر مختلف کلرز۔ چھوٹے چھوٹے ٹیکوں کے ساتھ میری گڑیا جیسی نواسیاں بہت حسین لگ رہی تھیں۔ ارحم اور صہیب نے اپنے ماموں جانی (منہاج) کے جیسی شیروانیاں اور پاجامے پہنے تھے ساتھ میں ننھے ننھے تلے کے گولڈن کھسے تھے۔ ماشاءاللہ دونوں شہزادے لگ رہے تھے۔

جب منہاج تیار ہوا تو ہر زبان پر لفظ ماشاءاللہ تھا' الحمدللہ مجھے میرا بیٹا دنیا کا سب سے حسین دلہا لگ رہا تھا' ڈارک مہندی کلر کی شیروانی جس پر سلور دبکے اور نگینوں سے سلیوز' شولڈر اور گلے پر کام کیا ہوا تھا۔ آف وائٹ پاجامہ' ہاف وائٹ اور میرون بناری پگڑی' شیروانی کی میچنگ کا کھسہ پہنے وہ واقعی کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ منہاج کے دونوں تایا' ضیاء اور عبید نے مل کر منہاج کو تیار کیا اس موقع پر مظہر کی بہت یاد آرہی تھی۔ طیبہ اور صوفیہ نے منہاج کو سرمہ لگایا جب سے شادی کی رسومات اسٹارٹ ہوئی تھیں' میں برابر کچھ نہ کچھ صدقات دے رہی تھی۔

آج بھی گھر سے نکلنے سے پہلے میں نے صدقات دیے تھے۔ ہم جیسے ہی نیچے اترے منہاج کے دوستوں نے پہلے سے ڈھول والے کا انتظام کر رکھا تھا' پھر ڈھول بجنے لگا اور منہاج کے دوست سعادت' افسر' فرحان' اطہر' نوروز' مہند (نگہت غفار کا بیٹا میرا بھانجا) ایک اور اطہر (بھتیجا) سب نے مل کر بھنگڑا ڈالنا شروع کردیا اور چاروں طرف سے منہاج پر نوٹوں کی بارش ہونے لگی۔

(اللہ پاک میرے بچوں کی خوشیاں سلامت رکھے) میری آنکھیں نہ جانے کیوں نم ہونے لگیں شاید یہ خوشی کی انتہا تھی اور منہاج کے دوستوں کی محبت جو ہر وقت' ہر موقع پر منہاج کے ساتھ ایسے لگے رہتے کہ کبھی بھی کسی بھی موقع پر ضیاء کو یا مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ منہاج ہمارا اکلوتا بیٹا ہے۔ میں کہتی ہوں اللہ پاک سب کو منہاج کے دوستوں جیسے دوست دے آمین (میرے ان تمام بیٹوں کے لیے دعا کیجیے گا)۔

ضیاء کی آواز پر کہ چلو چلو بس گاڑیوں میں بیٹھو سب لوگ گاڑیوں کی طرف بڑھے' منہاج کے ساتھ گاڑی میں منہاج کے بڑے تایا ابو ضیاء' عبید' ارحم اور صہیب بیٹھے تھے۔

شادی ہال میں اترے تو وہاں بھی منہاج کے دوستوں نے بھنگڑا شروع کردیا اور اسٹیج تک منہاج کو اسی طرح اندر لے گئے' آگے آگے سارے دوست بھنگڑا ڈال رہے تھے پیچھے ہم لوگ تھے۔ اریبہ کے گھر والوں نے تمام مہمانوں میں بوکے تقسیم کیے۔

آج اریبہ ڈل ریڈ اور فان بھاری شرارے

بھاری میک اپ اور جیولری میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ فوٹو سیشن ہوا ہر طرف سے کمرے کی لائٹیں آف ہوگئیں۔ رسمیں شروع ہوگئیں تو منہاج کی سالیوں نے منہاج کا ناگرہ اتروالیا اور بھاری رقم کا مطالبہ کرڈالا، دونوں جانب سے سوال و جواب ہونے لگے۔ آخرکار منہاج نے انہیں لفافہ تھمایا تب جاکر ان لوگوں نے منہاج کا ناگرہ واپس کیا پھر اریبہ کا چھوٹا بھائی احتشام اور اریبہ کی والدہ اسٹیج پر آئے۔ اریبہ کی والدہ نے رسم ادا کی اور منہاج کو گولڈ کی رنگ دی جب کہ احتشام نے رسٹ واچ پہنائی۔

پھر رخصتی کا مرحلہ بھی آ گیا اس موقع پر ماں، بہن، بھائی سب کے دل بھر آتے ہیں، یہی حال اریبہ اور اس کی والدہ، بہنوں اور بھائی کا بھی تھا پھر ڈھیر ساری دعاؤں اور قرآن پاک کے سائے تلے رخصت ہوکر اریبہ گاڑی میں آ بیٹھی۔ دولہا دلہن کے ساتھ گاڑی میں، میں اور جویریہ بیٹھے تھے باقی لوگ دوسری گاڑیوں میں تھے جب کہ منہاج کے دوست موٹر سائیکلوں پر تھے اور ان سب کی موٹر سائیکلیں ہماری گاڑی کے آس پاس چل رہی تھیں۔ جب ہماری گاڑی لیاقت مارکیٹ کے قریب پہنچی تو منہاج کے دوستوں نے گاڑی رکوائی اور خود بھی گاڑیوں سے اتر آئے ٹریفک روک دیا اور روڈ پر ہی بھنگڑا ڈالنا شروع کردیا۔ وہاں پر موجود لوگ بھی حیرت سے دیکھنے لگے اور کئی نوجوان بھی بھنگڑے میں شامل ہوگئے۔ اریبہ بھی حیرت سے دیکھنے لگی، مجھے ہنسی آ گئی۔ واقعی منہاج کے دوستوں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ منہاج کی خوشی کو کس طرح سے سیلیبریٹ کریں۔ ”بس کرو بچو“ ضیاء کی آواز پر لڑکے دوبارہ گاڑیوں پر آ بیٹھے۔

ہم گھر پہنچے تب تک بچیاں گھر پہنچ گئی تھیں اور بھابی کی منتظر تھیں، گھر میں داخل ہونے سے پہلے منہاج اور اریبہ پر سے بکروں کا صدقہ دیا گیا، بہنوں نے دروازہ روک کر منہاج کی جیب ہلکی کی پھر اندر کمرے میں جاکر کھیر کھلانے کی رسم ہوئی مووی اور تصاویر بنتی رہیں پھر اچانک سعادت اور فرحان، منہاج اور اریبہ کے پیروں میں کارپٹ پر بیٹھ گئے اور گھٹنا پکڑنے کی رسم کی اور منہاج سے پیسے مانگے۔ اس وقت منہاج نے ضیاء سے مدد طلب کی کیوں کہ گاڑی روکنے پر سسرالیوں کو ناگرہ چھپانے پر سالیوں اور دروازہ روکنے پر بہنوں کو دے کر منہاج کی جیب خالی ہوچکی تھی اس بار ضیاء کی جیب کی شامت آئی۔

دوسرے دن ولیمہ تھا اریبہ کی بہنیں ناشتا لے کر آئی تھیں مگر اریبہ گھر نہیں گئی تھی کیوں کہ چار بجے اسے بیوٹی پارلر بھی جانا تھا، صبح سے خوب شور ہنگامہ تھا کسی کی جیولری نہیں مل رہی تھی تو کسی کا دوپٹہ غائب تھا۔ اس پر ضیاء کا مسلسل شور اور بار بار یہ احساس دلانا کہ آج ہمارا پروگرام ہے تو ہمیں وقت سے پہلے پہنچنا ہوگا اس لیے وقت سے پہلے تیار ہوجانا۔ آج بھی بیوٹیشن گھر پر آئی تھیں اور وقت سے کچھ پہلے آ گئی تھیں تاکہ جلدی جلدی تیاری ہوسکے۔

اریبہ کو بھی طیبہ پارلر چھوڑ کر آ گئی تھی، مجھے پہلے تیار ہوکر اریبہ کے دوپٹے کو سیٹ کرنے جانا تھا کیونکہ چھ گز والا دوپٹہ سیٹ کرنا پارلر والوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں نے آج ریڈ بلو اور ہاف وائٹ کومبینیشن کی ڈیزائنر بنارسی آنچل والی ساڑی ریڈ بنارسی بلاؤز کے ساتھ پہنی جس پر کندن کا انڈین جیولری سیٹ پہنا تھا۔ ضیاء نے ڈارک

براؤن ہلکی لائننگ والا تھری پیس سوٹ پہنا تھا' جس کے اندر فان کلر کی شرٹ اور میچنگ ٹائی تھی۔ عبید نے بھی ڈارک براؤن سوٹ پہنا تھا۔ طیبہ' صوفیہ' جویریہ' اشنہ' ہانیہ' اور ماہا سب نے ایک جیسے ڈریس پہنے تھے۔ طیبہ' صوفیہ اور جویریہ نے سلور بناری میکسیوں کے ساتھ جارجٹ کے فل نگینوں کے کام کے کوٹ بنوائے تھے' طیبہ کا ریڈ' صوفیہ کا مرجنڈا اور جویریہ کا فیروزی تھا جبکہ اشنہ اور ہانیہ نے شاکنگ پنک کوٹ کے ساتھ گرین بناری میکسیاں پہنی تھیں جبکہ ماہا کا سی گرین اور ان پنک تھا۔ ساری بچیاں بہت پیاری لگ رہی تھیں' الحمدللہ لوگ ہماری تعریفیں کررہے تھے۔

اریبہ نے ہاف وائٹ بناری جارجٹ کا کھڑا دوپٹہ پرپل بناری لہنگے کے ساتھ بھاری نگینوں کا کام تھا' پرپل بناری پاجامہ تھا جس پر ہاف وائٹ کرتی جس کے گلے' شولڈرز' سلیولیس' دامن اور کلیوں پر فل نگینوں کا کام تھا۔ اوپر سے ڈبل شیڈ کی ڈبل ماتھا پٹی کا دوپٹہ تھا' آج ماڈل میک اپ اور بھاری جیولری میں اریبہ کا لک ہی الگ نظر آرہا تھا۔ منہاج نے بھی اس میچنگ سے ہاف وائٹ تھری پیس پرپل شرٹ اور میچنگ ٹائی کے ساتھ پہنا تھا' بہت پیارا لگ رہا تھا۔

جب دلہا دلہن ساتھ ساتھ آئے تو ماشاء اللہ ہر زبان تعریف کررہی تھی' یوں تو میں نے اپنے لکھنے کے حوالے سے کچھ لوگوں کو تقریب ولیمہ میں مدعو کیا تھا' مجھے اس وقت بہت زیادہ خوشی ہوئی اور وہ خوشی میں آپ لوگوں سے شیئر بھی نہیں کرپائی جب میں نے طاہر بھائی کو آتے ہوئے دیکھا' اسی طرح خوشی اس وقت بھی دوچند ہوگئی جب عذرا رسول صاحبہ بھی تشریف لائیں' نزہت اصغر بمعہ صاحبزادی کے آئیں۔ عذرا باجی سے تو ملاقات ہوچکی تھی کئی بار ملیں ہر بار ان سے مل کر اتنی ہی خوشی ہوتی ہے۔ طاہر قریشی بھائی سے پہلی بار بالمشافہ ملاقات ہوئی تھی' جیسا سوچا تھا سمجھا تھا طاہر بھائی اس بھی کہیں زیادہ شفیق' ملنسار' خلوص اور نرم مزاج نکلے۔ اللہ پاک ان لوگوں کو اپنی امان میں رکھے جنہوں نے میری تقریب کا حسن دوبالا کردیا' آمین۔

عذرا باجی اور طاہر بھائی نے بھی خاص طور پر ہماری دلہن دلہا کی تعریف کی' اس کے علاوہ ڈاکٹر اسلم (شاعر' مصنف' کالم نگار) اور شگفتہ اقبال (ایم اے راحت کی صاحبزادی) بھی آئے تھے' فوٹو سیشن ہوا موی اور تصاویر بنتی رہیں۔

پھر کھانا اسٹارٹ ہوا کھانے میں بیف بریانی' چکن قورمہ' چکن تکہ' چائنیز رائس' چکن چلی' مرچوں کا سالن' بگھارے بیگن' سلاد' رائتہ' چٹنیاں اور لب شیریں تھا۔ کھانے کے بعد کولڈ ڈرنک بھی پیش کی گئی الحمدللہ کھانا اتنا مزے دار بنا تھا کہ ہر کوئی تعریف کررہا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے رسمیں کیں' میں نے اریبہ کو گولڈ کی رنگ' ضیاء نے منہاج او اریبہ کو گولڈ پلیٹڈ رسٹ واچز کا سیٹ' طیبہ اور صوفیہ نے اریبہ کو گولڈ کے ٹیسلز' جویریہ نے گولڈ کی رنگ اور اشنہ نے گولڈ کی نوز پن گفٹ کی۔ فیملی موی بنائی گئی اور آخرکار اس خوب صورت اور یادگار تقریب کا اختتام ہوا۔

آپ لوگ دعا کیجیے کہ ہمارا گھر اور اس کی خوشیاں یونہی برقرار رہیں' میرے بچے شاد و آباد رہیں آمین۔

❀